

ماہِ نو





PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081



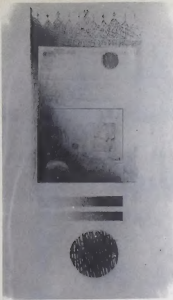
ماہِ نو

جلد اول

چالیس سالہ محزون

ادارہ مطبوعات پاکستان

پنج - غلوڑا ایشیائی



نگران :- کفیل احمد

ادارہ :- کشور نامیہ قائم نقوی

قیمت :- ۱۵ روپے

محصول ڈاک :- ۲۰ روپے

خریداروں کے لئے قیمت ۵ روپے علاوہ محصول ڈاک

سالانہ چندہ :- ۳۶ روپے

ٹائٹل :- عبدالرحمان چغتائی (غیر مطبوعہ پننگ)
پیشہ : عالم چغتائی

بیک ٹائٹل :- سٹاکر علی (غیر مطبوعہ پننگ)
پیشہ : مدیر مل و ادب

تقریریں :- قدوس مرزا

ادارہ مطبوعات پاکستان نے غلام علی ایندلسٹریز پرائیویٹ لاہور

سے چھپوا کر ۳۲۲ اسے حبیب اللہ روضہ لاہور سے شائع کیا۔



کشمیر میں ہونے والے اپنے ستر کا آغاز کیا۔ مسندِ دھرم عظیم نے اس لٹرا کو قائم کرنے کی بنیاد ڈالی جس میں ادب کی توانائی اور تانگی، دونوں اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو رہی ہیں۔

اس میں مسکری نے ان مدداریات کو مستحکم اور یقین کیا۔ اس زمانے میں دہلی میں مسافت اور پاکستانی اور بھارتی زبانوں کے قیام کی تلاش ہونے شروع ہوئے۔

مسکری صاحب کے بعد طالب ادارت، رفیق طاہر، غفر قریشی اور فضل قدیر سے ہوتی ہوئی ایک سلسلہ چلی۔ پاکستان کی تاریخ کی طرح، بہت سی سلاخیں، ہونے والے کچھ ایسے انداز ہیں جن کی عرصہ کے لئے اس کی شناخت ہی کمزورتی میں پڑی، مگر پھر وہاں کر سچے لاہور کا پانی اسے داس اٹھایا۔ گزشتہ سہ برس سے تو وہی دور میں ادا تھا وہی ادب کے جدید آئینوں کی انہوں کو گرفت میں لاسنے کی کوششوں میں ہی سہی نے ہونے کو حسبِ سابق، اعتبار کی عزت دی ہے۔

ہونے والے انتخاب، ترجمہ کے چارپیس سالہ ایم مسکن کی قابلِ ذکر تحریروں کو قوت کرنے کی حق الامکان کوشش ہے۔ اس شخص میں چند باتیں ایسی ہیں جنہیں نے تمام مسودات کو باہر پڑھتے ہوئے لمس کر لیں۔ ان کا اعتبار ان ضروری جتنوں۔

پہلے تو ترجمہ کے تحریک یا تمام اہم لکھنے والوں نے ہونے والی کچھ تخلیقات سے نوازا۔ پھر جی جی ایم نام میں ان کی تحریروں سے ہونے والے، ان میں سے ہر ایک کو ان کی حقیقت میں زیادہ دہی، جس میں ان کی ایک تخلیق کے انتخاب میں شاید پوری اور ان کو پسند میں فرق ہو مگر ان میں ہے کہ ادب اور دل میں جس قدر سماجی، سیاسی اور تحریکی تبدیلیاں آئیں، ان کی فکر آئندہ دہی کی کوششوں کی لگ ہے۔ اب جو شناخت کی تلک دہا دلی بہت ہی ناقابلِ فرحوش اور ہم تحریروں کو چھوڑنے کے انہوں کی حامل ہے۔ اب جو شناخت ایک جہد کی شکل نہیں ہو سکتی، اس نے دہی کی گئی تھی۔

نواہی کے چارپیس سالوں کی تعظیم اور فکر کا اہل اس انتخاب کی ساس ہے۔

اقبالیات

پیشگی: عبدالرحمن بھٹائی ۱۹۵۳



۸۳۱	نخستین	۸۵۳	اقبال کا انگریزی لی وادب	۸۵۳	داستان اقبال	۸۵۳	نخستین
۸۳۲	ڈاکٹر محمد عبدالکرم	۸۵۴	ڈاکٹر محمد رفیع تاثیر	۸۵۴	ایستادہ لکھ	۸۵۴	فتح محمد کیم
۸۳۳	اقبال کا انگریزی شعر	۸۵۵	اقبال کا انگریزی مکتوب	۸۵۵	اقبال اور انگریز	۸۵۵	اقبال اور چینگر
۸۳۴	ڈاکٹر شریک سہرا	۸۵۶	ڈاکٹر کمال مسعود	۸۵۶	ڈاکٹر مشتاق چاہوین	۸۵۶	چاہوین
۸۳۵	اقبال اور انگریز کے تعلق کے بارے میں	۸۵۷	اقبال اور سرسری	۸۵۷	اقبال کی انگریزی	۸۵۷	نظریات
۸۳۶	ڈاکٹر مصطفیٰ شاد	۸۵۸	محمد عبدالرشید	۸۵۸	نور الدین شاد	۸۵۸	فیضی احمد فیضی
۸۳۷	اقبال - محمدی اور انگریز	۸۵۹	عالم اقبال کے ایک واقعہ	۸۵۹	عالم اقبال کے ایک شعر	۸۵۹	محمد رفیع غلام مصطفیٰ
۸۳۸	امیر غلام احمد شاد	۸۶۰	مولانا محمد مصطفیٰ	۸۶۰	پروفیسر مرزا سلیمان	۸۶۰	مکتبہ شاد اکاؤنٹ

بنیاد

پیشگی: سید رفیع ۱۹۶۱



۸۵۹	عروہ دہ	۸۶۱	عین الدین شاد - نظریات	۸۶۱	عین الدین شاد - نظریات	۸۶۱	عین الدین شاد - نظریات
۸۶۰	عین الدین شاد	۸۶۲	قائم الدین	۸۶۲	قائم الدین	۸۶۲	قائم الدین
۸۶۱	عین الدین شاد	۸۶۳	سید محمد	۸۶۳	سید محمد	۸۶۳	سید محمد
۸۶۲	سید محمد	۸۶۴	سید محمد	۸۶۴	سید محمد	۸۶۴	سید محمد
۸۶۳	عین الدین شاد	۸۶۵	عین الدین شاد	۸۶۵	عین الدین شاد	۸۶۵	عین الدین شاد
۸۶۴	عین الدین شاد	۸۶۶	عین الدین شاد	۸۶۶	عین الدین شاد	۸۶۶	عین الدین شاد
۸۶۵	عین الدین شاد	۸۶۷	عین الدین شاد	۸۶۷	عین الدین شاد	۸۶۷	عین الدین شاد



کہانیاں (ترجمہ)

پیشگی: احمد حسن ۱۹۵۵

۸۶۶	نور الدین شاد	۸۶۸	نور الدین شاد	۸۶۸	نور الدین شاد	۸۶۸	نور الدین شاد
۸۶۷	نور الدین شاد	۸۶۹	نور الدین شاد	۸۶۹	نور الدین شاد	۸۶۹	نور الدین شاد
۸۶۸	نور الدین شاد	۸۷۰	نور الدین شاد	۸۷۰	نور الدین شاد	۸۷۰	نور الدین شاد
۸۶۹	نور الدین شاد	۸۷۱	نور الدین شاد	۸۷۱	نور الدین شاد	۸۷۱	نور الدین شاد

402 *Flavio C. Medeiros*

20

۱۰۳۳	پاکستان فیروز سیکلی	۱۰۱۹	آئینہ دار نقاش	۹۹۴	الطیر مجید	۹۷۸	عقلم نام
۱۰۳۴	شاہد احمد دہلوی	۱۰۲۲	انور مجید	۱۰۰۸	اصول و فروع دارالکرامت	۹۷۹	فیض احمد فیض
۱۰۳۵	شکیل حسین ششلی	۱۰۲۳	ذکی المصطفیٰ	۱۰۰۹	گیسو دار کائنات	۹۸۰	مطالعہ صحیح - ایک کتاب
۱۰۳۶	دلشاد ملک	۱۰۲۴	غلام احمد	۱۰۱۰	نور علی بیگم دار صفات طوہر	۹۸۱	فیض رحیم
۱۰۳۷	آغا محمد دار آئینہ دار	۱۰۲۵	انور بیگ شمس	۱۰۱۱	گودار کائنات	۹۸۲	چشتی (غوث علیہ)
۱۰۳۸	ابوبکر احمد	۱۰۲۶	ذکی المصطفیٰ	۱۰۱۲	سید احمد علی	۹۸۳	میدان پناہ
۱۰۳۹	فیض احمد	۱۰۲۷	شعور دینی	۱۰۱۳	عبد رحیم	۹۸۴	شکر علی
۱۰۴۰	پاکستان فیروز سیکلی	۱۰۲۸	عبد رحیم	۱۰۱۴	عبد رحیم	۹۸۵	ذکر محمد
۱۰۴۱	ذکر احمد	۱۰۲۹	آئینہ دار نقاش	۱۰۱۵	ایک جہان شکر	۹۸۶	چشتی آوازِ راجہ
۱۰۴۲	ذکر احمد	۱۰۳۰	آئینہ دار نقاش	۱۰۱۶	سید احمد	۹۸۷	سید احمد



ڈالے

1991

[illegible]

Figure 1. The study area.

[illegible]

افسانے

سکھ، تھوڑے سا دنا ۱۹۵۹

۱۳۴۵	دھننی	۱۳۴۳	خیر	۱۳۳۶	گھومت گھومت	۱۳۳۵	گرمے دھننی گریو
	مسعود سلطان		ہالیمہ مسعود		احمد رفیق قاسم		احمد سلطان
۱۳۵۵	دورنگا	۱۳۴۶	ڈاکٹر کی لپے پستی ہے	۱۳۳۳	گدائی دا رنگ	۱۳۴۶	عملا دے دوش پا
	غلام اشجیونہ سکھو		آکھاپور		غلام مصدق		جذاب اشتیاق مسعود
۱۳۴۳	رایستروای	۱۳۴۱	اُجھلا	۱۳۳۸	بپ مستدام کی سیانی ٹھلایا	۱۳۴۵	دھننی کی بیٹی
	انجیو مسید		انجیو دیشو		ہریش دتہ سنگ		ایم ایم
۱۳۴۱	سدا اکاٹک	۱۳۴۰	توڑیا کپانی	۱۳۵۱	شاہجی	۱۳۵۰	مریلا
	بانو قدسیہ		اشفاق مسد		سجیو دے بپ		ہمدان علی مسد
۱۳۴۶	مسٹیری	۱۳۴۳	دنگا	۱۳۵۸	سنگتے گدائی	۱۳۵۱	سورج
	جیلہ عاشقہ		ہمدان علی مسد		شوکت مسد		بپ علی مسد
۱۳۵۰	آجیپ	۱۳۴۹	ڈپنگ لکھیاں	۱۳۴۹	آخو	۱۳۴۶	نورنگی مسد
	ہمدان علی مسد		انجیو مسد		شوکت مسد		مسد علی مسد
۱۳۵۳	نورنگی مسد	۱۳۴۹	مُردے	۱۳۵۵	انجیو لکھیاں	۱۳۵۰	مُردے لکھیاں
	انجیو مسد		شوکت مسد		مسد علی مسد		جیلہ عاشقہ
۱۳۴۶	نورنگی مسد	۱۳۴۵	دوسری سوانیات	۱۳۵۹	گھومت	۱۳۳۶	مُردے لکھیاں
	انجیو مسد		انجیو مسد		نورنگی مسد		مسد علی مسد
۱۳۴۳	نورنگی مسد	۱۳۴۱	انجیو مسد	۱۳۴۳	نورنگی مسد	۱۳۴۱	نورنگی مسد
	انجیو مسد		انجیو مسد		نورنگی مسد		نورنگی مسد

۱۶۵۶	ایک پانچس	۱۶۶۵	گشتہ مسافروں کی گاڑی	۱۵۸۵	دور المسافر گاڑی	۱۵۶۷	پلاؤ پاتھ
	عمور احمدیہ ختم		احمد خانہ		اکم صدار		نادر و حیدر
۱۶۵۷	پھول کشا کاسر	۱۶۶۶	کاروانی ملک کا	۱۵۸۶	پلاؤ گارڈ	۱۵۶۸	لٹریچر کے کتب خانے
	فرید علیہ		نفا علیہ		نادر و حیدر		حیدر علیہ
۱۶۵۸	ایک گشتہ کار کی گاڑی	۱۶۶۷	دعوت پر چلنے	۱۵۸۷	دور مسافر گاڑی	۱۵۶۹	پہلے کی گاڑی
	مستند قریب		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۵۹	ایک شیر کی گاڑی کا کھانا	۱۶۶۸	سائپان کاسر	۱۵۸۸	چنگاں پلاؤ		پیرات کاسر
	خالد علیہ		نادر علیہ		مستند پلاؤ		نادر
۱۶۶۰	مسافر کی گاڑی	۱۶۶۹	گشتہ کار	۱۵۸۹	کلی	۱۵۷۰	نادر علیہ
	نادر علیہ		پیرات کاسر		فرید علیہ		نادر علیہ
۱۶۶۱	پہلے علیہ	۱۶۷۰	کلی علیہ	۱۵۹۰	گشتہ کار	۱۵۷۱	کلی علیہ
	نادر علیہ		خالد علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۶۲	نادر علیہ	۱۶۷۱	کلی علیہ	۱۵۹۱	نادر علیہ	۱۵۷۲	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۶۳	نادر علیہ	۱۶۷۲	نادر علیہ	۱۵۹۲	نادر علیہ	۱۵۷۳	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۶۴	نادر علیہ	۱۶۷۳	نادر علیہ	۱۵۹۳	نادر علیہ	۱۵۷۴	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۶۵	نادر علیہ	۱۶۷۴	نادر علیہ	۱۵۹۴	نادر علیہ	۱۵۷۵	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۶۶	نادر علیہ	۱۶۷۵	نادر علیہ	۱۵۹۵	نادر علیہ	۱۵۷۶	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۶۷	نادر علیہ	۱۶۷۶	نادر علیہ	۱۵۹۶	نادر علیہ	۱۵۷۷	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۶۸	نادر علیہ	۱۶۷۷	نادر علیہ	۱۵۹۷	نادر علیہ	۱۵۷۸	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۶۹	نادر علیہ	۱۶۷۸	نادر علیہ	۱۵۹۸	نادر علیہ	۱۵۷۹	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۷۰	نادر علیہ	۱۶۷۹	نادر علیہ	۱۵۹۹	نادر علیہ	۱۵۸۰	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۷۱	نادر علیہ	۱۶۸۰	نادر علیہ	۱۶۰۰	نادر علیہ	۱۵۸۱	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۷۲	نادر علیہ	۱۶۸۱	نادر علیہ	۱۶۰۱	نادر علیہ	۱۵۸۲	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۷۳	نادر علیہ	۱۶۸۲	نادر علیہ	۱۶۰۲	نادر علیہ	۱۵۸۳	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۷۴	نادر علیہ	۱۶۸۳	نادر علیہ	۱۶۰۳	نادر علیہ	۱۵۸۴	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۷۵	نادر علیہ	۱۶۸۴	نادر علیہ	۱۶۰۴	نادر علیہ	۱۵۸۵	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۷۶	نادر علیہ	۱۶۸۵	نادر علیہ	۱۶۰۵	نادر علیہ	۱۵۸۶	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۷۷	نادر علیہ	۱۶۸۶	نادر علیہ	۱۶۰۶	نادر علیہ	۱۵۸۷	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۷۸	نادر علیہ	۱۶۸۷	نادر علیہ	۱۶۰۷	نادر علیہ	۱۵۸۸	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۷۹	نادر علیہ	۱۶۸۸	نادر علیہ	۱۶۰۸	نادر علیہ	۱۵۸۹	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ
۱۶۸۰	نادر علیہ	۱۶۸۹	نادر علیہ	۱۶۰۹	نادر علیہ	۱۵۹۰	نادر علیہ
	نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ		نادر علیہ





شماخت

عدل اور اسلام

ڈاکٹر خدام جیلانی برقی

نچ خیر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل خیر میں ایک سادہ برسات جس کے ثلثے خیر کو ہدیہ اور نصف نصف کر لی گئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس سال حضرت عبداللہ بن رواحہ کو بخش دیا اور اس کے لئے سبھا۔ یہ دونے انہیں زبردستی کر کے انھوں نے دینا چاہا تا کہ یہ اپنے حق سے زیادہ لے لیں۔ انہی کے حضرت عبداللہ نے اپنے پیار کے دوست کے اہل خیر کو اختیار کیا کہ وہ جو چاہیں حصہ لیں۔ اس پر رسول اللہ کے والد اسے لے گیا۔

” خدا کی قسم زمین و آسمان اس صلہ کے ال پر قائم ہیں“ (مسلم کے امام مالک)

خیر کے سوا اور ہر چیز کو عدل کی حقیقت پر بہترین مجموعہ ہے۔ اسلام نے عدل کی نسبت بڑا کام دیا ہے انکی قرار دیا ہے۔

” قیامت کے دن عادل ہر آدمی اور ملک اللہ کی عافیت کا نائب اور کے منبروں

پر ہیں۔“ (مسلم و ابن ماجہ)

انکی حد و قدر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

” کونسی چیز یا چیز اور بڑے فکر و عمل کے متعلق کچھ نہ ہوگی۔ اچھے حکم کو دینا جس

سے تم قیمت کرتے ہو اور جس کے حق میں نہ کیا کرتے ہو۔ بھلا اور تم سے

قیمت کرتے اور تم سے بے قدر کیا کرتے ہیں۔ تمہارے بڑے حکم کو دینا

جس سے تم نفرت کرتے ہو اور جس پر نفرت کیجئے ہو۔ جو ان کو تم سے بھی

جیسا ہی سوا کرتے ہیں۔“ (ترمذی)

عدل کو ترک کرنے سے بڑا گناہ ہے۔ خدا نے اس کو نبی ہمارا فرمایا ہے کہ نبی بزرگ ان بڑے گناہ سے بچنا۔ خدا نے اس کو ہم سے بھی اور نبی کو خدا تعالیٰ نے بھی جو ان کی حیرت انگیز حکم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں مست ہے۔

” اللہ نے اس کو ان کو دینا کرنے کے بعد ان میں توازن قائم کر دیا ہے۔ جو اور

اسی توازن کو اور ہم پر بھی کرنا ہے۔“ (ابن ماجہ)

” حکومت کو ان کے ساتھ توازن دینا، حکومت ہے انکی علم سے ساتھ کبھی والی نہیں ہو سکتی۔“



فادری کا نظم کہ کسی نے کہا کہ اپنے ساتھ ساتھ دوسرے نہیں رکھتے، فریادوں کا نام میری مخالفت نہیں بلکہ میری فرضی ان کمالات ہے۔ ہمارا قول ہے "علیٰ کمالیہ" ہے جس کی جدت یہ کہ دنیا کی گت ہے۔

ایک دفعہ ایک مشہور عالم نے فرمایا "ہمارے علوم کی بہت اور نظام کے بے انتہا ہونے کی وجہ سے:

حضرت کے زمانے میں ایک مسلمان جو یوں ہی کہتا تھا جس طرح اگر کوئی کھانسی ہو تو اس کا تکیہ خود سے اٹھا کر دوسروں پر کرتا ہے۔ اسی
طریقے سے یہودی اور عیسائی بھی اپنے آپ کو ان کی قوم پر ہی لگاتے ہیں۔ لیکن یہ سب جڑی بول چال ہے۔ حقیقتاً یہ خدا کا
”تم کیا کرو گے؟“ اس سے مراد ہے کہ تم لوگوں نے کیا فیصلہ کیا؟

ملیج سٹائن اسٹین میں کچھ بڑا کنگ ماس ہڈی پہنچے پر سوار ماس تھا اور اس میں چاہے کنگ ماس کو سناپی پہنچا جو اس کی کھوپڑی پر پہنچا کر اس کو سوار کی کمر بستہ کیجے ماس مل گیا اور کنگ ماس نے اس کے ساتھ ٹھک جانا تو وہ کنگ ماس کی اس کی ملیج سے بھول گیا۔

100



کائنات کے اسرار و رموز کی تعلیم و تلقین
 کہ یہ ہمیشہ جاری رہا ہے۔ اقبال
 نے اپنی مشنری اسرار خودی ۱۹۱۵ء میں اور
 رموز بع خودی ۱۹۱۸ء میں شائع کی۔ یہی مشنری
 کے ذریعے ملت اسلامیہ کو پیغام عمل دیا اور دوسری میں
 مشردہ گجرات سنایا۔ دونوں مشنریوں میں ایک تاثر
 موجود ہے

John H. Johnson

کتابخانه عمومی



اسلام میں توسیع فکر کی اہمیت

ڈاکٹر غلام احمد چلوڑ

میرے اس مقالہ کا مجوزہ موضوع اسلام میں توسیع فکر کی اہمیت ہے۔ یہی میں کہنا ہوتا ہوں کہ جب تک یہ نہ ہو کہ دنیا جیسے کلام میں خود فکر کیا تمام دلائل کی توسیع کی اہمیت کا سوال پیدا نہیں ہوگا۔ لہذا میں پہلے فکر کی اہمیت کے سوال کو حل کرنا چاہتا ہوں اور پھر میں ان مضمون میں اپنی رائے کو اس کی مستند قرآن پر ہوگی۔ یہی میرا زندگی بھر کا اصول ہے۔

فکر کا حاصل علم ہوتا ہے۔ اسلام میں علم کی اہمیت کا اندازہ قرآن مجید کے ان چند الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ میں کیا کیا ہے۔

”لے رسول ان سے کہ وہ کر کیا اہل علم اور بے علم ہیں ایک جیسے ہو سکتے ہیں یا نہیں یہ حقیقت کی اہی ہی لوگوں کی سمجھ میں آسکے گی جو عقل و فکر سے کام لیں“

اس سے علم کی اہمیت بھارے سامنے آگئی۔ اس کے بعد قرآن کریم نے کہا کہ انسانی علم کی کوئی حد نہیں۔ یعنی کوئی انسان کسی زمانہ میں محدود نہیں ہو سکتا۔ وہ علم کی اتنا تک پہنچ گیا ہے اس علم حقیقت کی وضاحت کرسکتے قرآن مجید میں بتایا ہے کہ (اور تامل) وہ گمراہی نہ رہے جو اس علم پر عمل کرے۔ (وہ علم کی سرحدیں گہرائی پر نہ تو تھیں وہ بھی یہ دعا کیا کہ کھٹے لے کر۔

تو رب فرمائی عِلْمًا (علم) لے کر میرے لشکر و فوجینہ و لشکر میرے علم میں اضافہ فرما۔

اس کے بعد یہ سوال سامنے آتا ہے کہ قرآن مجید کی وہ سے علم کا مفہوم کیا ہے؟ اس میں دو علم لکھے ہیں۔ اس کے واضح الفاظ میں بتا دیا کہ علم کوئی عقلی، قیاسی یا باطنی قسم کی شے نہیں۔ انسانی علم خاص غار بنی کائنات سے جو سوائے حاصل کرتے ہیں ان پر محدود کر کے انسان میں نتیجے پر پہنچتا ہے۔ اسے علم کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے شعری نتائج میں باطنی و بیرونی باتوں سے حقیقت پر مشتمل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ لِقَوْلِهِ رَبِّ لِيَدْرِيَ رَبِّي أَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (Surah Al-Fajr: 28-29)

”جس بات کا تم میں علم ہو اس کے نتیجے میں نہ گھر، نہ کھیت نہ کوئی نعمت کہ تم اپنی سماعت اور بصر سے (۲۸) اس بات

نہایت سے حاصل کر کے اس کو خدا کے لئے پیش کرنا۔ یاد رکھو! اس بات میں تم پر جہت بڑی اور داری حدیث ہو کہ

تم سے پوچھا جائے گا کہ تم اس علم حاصل کرنا تھا یا نہیں؟ اس بات کے نتیجے میں کہ تم نے

اہل علم و محقق کو علم پر پیش نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے (۲۹) اس بات

یہ کہہ کر دیا گیا۔ پھر اس کے (HINDI) کو لفظ دینی کیا گیا جس میں اس کو کوئی حق مفہوم نہیں ہے۔ یہ اس کے لئے اس کے لئے

جو کہ یہ اصطلاح میں اس پر مشتمل ہے جو حق یا باطل ہے قرآن کریم نے اس کے لئے وہ دلائل استعمال کئے ہیں کہ اس کے لئے وہ دلائل



[illegible][illegible]

جیسا کہ پہلے بتا چکے ہیں کہ ایک مسئلے سے دو محاسبات میں کسی بنیاد سے دو سوہا بہت جلد اور آسانی سے پتہ چلے گا کہ وہ ایک ہے یا دو سوہا۔
 چرکیوں کے لئے ہیں اور نسبت سے دو گروہوں کی تقسیم کی جس میں خود پتہ کیونکہ پہلے علم کی ایک اور گروہ میں سے ہے وہی پتہ کیونکہ جانتا ہے
 یہ علم نہ کہ صرف ہے اس کے برعکس یہ اضافی کو براہ راست جاننا تھا، جیسا کہ انیسویں گروہ کیا جانتا ہے۔ اس میں ہی ہی کے ذاتی مطالعہ
 مشاہدہ و تجربہ کی گروہ کو کافی دخل نہیں ہے۔ اس کیلئے گروہ اسے نہایت سے دو سوہا (STRUCTURE) تھا تھا کہ وہی گروہ کو مطالعہ ہی کے
 کوئی اور اس بات پر عمل اور غیر فرق شکل میں قرار کیا جیسا کہ وہی مطالعہ انیسویں گروہ کو کس طرح حق تھی۔ اس طرح کی گروہ انیسویں
 کی کسی بات سے کسی بنیاد کی کسی بنیاد میں نہیں آتی۔

یہی بات جاری رکھیں، آپ کو اس سے کچھ فرق پس پڑنا۔ اس لئے کہ جادو قیقن اس ۱۰ یو یو پیس سے بڑا نام
گنوا ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے لئے تھا۔ جادو قیقن اس حد سے جو حضرت یونسؑ کو پیڑ میں جی باندھ کر وہاں سے نکال دیا
یہ جادو قیقن اس حد سے کہ اس حد تک کے جادو قیقن سے بڑا نام ہے۔ جادو قیقن کو ۱۰ یو یو پیس سے
کہ اس حد تک کے جادو قیقن سے بڑا نام ہے کہ اس حد تک کے جادو قیقن سے بڑا نام ہے۔

خود فکر کی گزشتہ ایک طرف، کہ علم یہ ہے کہ قرآن الہامی ایک ایک آیت کو علم و بصیرت کی مدد سے پرکھو اور عقل و شعور اور
 یہ بات سمجھ کر دوسرے کچھ کی فکر و عقل کر۔ اس طرح اگر کتاب، آداب اور دانش اس کی صداقت پر مطمئن ہو جائے تو حیرت کا فائدہ نہ دے۔
 پس دینی اور تہذیب و دین کے کامل اطمینان کے بغیر مانا جائے اسے ایمانی ہی کہنا جائے گا۔ ایمان (۱۹۹۰ء تا ۲۰۱۰ء) کا نام ہے دیکھتے
 اس حقیقت کو قرآن کس خود ساختہ الفاظ میں، بیان کرتا ہے سب سے پہلے وہ قرآن کی وحدت پیش کرے۔ دیکھتے یعنی حضور نبی اکرم سے
 ایک کتاب ہے کہ

”اے میرے مہربان! وہ بالکل صاف اور سیدھی ہے اور وہ دیکھ کر نہیں خدائی طرف دعوت دیتا ہے تو علیٰ اوہم البصیرت
 ایسا کرتا ہے۔ میری ہی ایسا کرتا ہے۔ اور میرے متبعین میں ایسا ہو کر رہے گئے۔“

یہ اس کے کہ جس کتاب میں تعلیم کے فرقہ و فرقہ ہوتے جاتی تھی وہ کہہ اپنے آپ کہ کتاب میری روا ہے اور دین کی کتاب۔ ایمان (دینی)
 برداشت اور جاننا فرقہ و فرقہ ہونے کے لئے وہ بصیرت کہہ کر پیش کرے وہ صداقتوں پر ایمانی لائے ایمان کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔
 سورہ انفطار میں جو میں کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے کہتا کہ

”یہ وہ رنگ ہے کہ اور تو اور جب اس کے سلسلے کی بات خداوندی ہی پیش کی جاتی ہے تو وہ ایسا نہیں کہنے کہ عقل اور

عقل کے لئے جاتی۔ تو کہی کہ عقل اور جہاں کی طرح اللہ کی گزشتہ وہ ان میں علم و بصیرت کی مدد سے تسلیم کرتے ہیں۔“

وضاحت یہاں تک میرا علم میری پہچان کرتا ہے غائب عام کی جیسے آسمانی کتاب میں کہیں میں اس غائب کے تفسیر کی خصوصیت
 نہیں بتاتی تھی۔ اعتبار سے خصوصیت صرف قرآن پر ایمان مانے والے کو بتاتی تھی کہ کیا اس کے بعد یہ پہچنے کی ضرورت وہ جانی ہے کہ
 اس میں عقل و فکر کی حقیقت کیجئے؟

جب ایمان علم و بصیرت اور عقل و فکر کی مدد سے لیا جاتا ہے تو وہ عقل و فکر کے کام لیں ان میں مادہ تو اور خود عقل
 کی نیچے بھی کچھ ناظر نہیں دے سکتی تھی۔ سوچیں کہ دانش تو اسے ہی ناظر دے دے گی جو اپنی آکھیں نہیں کھٹے۔ اسی لحاظ پر:۔

”ان میں ایسے رنگ ہیں جو ہر ایک نظر آتا ہے کہ ہماری بات میں رہتے ہیں کہ وہ حقیقت ہماری بات میں
 نہیں رہتے۔ اس لئے وہ عقل و فکر کے کام نہیں لیتے۔ سوچو کہ ہم ایسے ہر رنگ کی طرح نشا کو گئے۔“

اے اسے آگے

”اور ان میں ایسے رنگ ہیں کہ ہر ایک نظر آتا ہے کہ ہماری بات میں نہیں کھٹے دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ حقیقت

دیکھ نہیں رہے ہیں۔ اور ان میں یہ بات ہے کہ ہم ایسے ہیں۔ بصیرت ہے نہیں۔“

یہ کہہ کر کے بعد قرآن اور ایک تعلیم حقیقت کی طرف پہنچا کرتا ہے وہ بتاتا ہے کہ جیسے رنگ ہیج پہنچا کر علوم۔ جس کے وہ
 سے حد ماننے اختیار کر لیتے اور ان طرح تباہی اور بربادی کے جہم میں جا کر رہنے کے آگے دیکھ کر اس کے بڑا علم کیا
 ہیں حقیقت یہ ہے کہ

”اگر کسی پر ہم دینی نہیں کرتا، تو اسے اپنے آپ پر علم کرتے ہیں۔“

سورہ انفطار میں۔

گزشتہ جہد جہد شہرہ چشم چرخ آفتاب را چہ گشتا



قرآن کریم سے رابطہ قائم کر سکتے تھے خود راہِ حق پر تھے :

”یہ لوگ قرآن میں تدبیر نہیں کرتے، ایسا نظر آتا ہے کہ ان کے دلوں نے خود دیکھ کر وہ اسے اپنے اوپر ڈال رکھے
 دیں تاکہ ان کے اندر کچھ داخل ہی نہ ہو سکے !“

”انشاء اللہ“ میں خدا کی غیور و محرم کیسے ہر طرح کی کھینچ کر قرآن کا اجماع و کس طرح انہیں کرساٹنے آیا ہے اس سے کچھ کمال
 کے دلوں پر کسی انداز سے دے نہیں ڈال رکھے ان کے دلوں نے خود اپنے آپ کو اپنے اپنے دلوں میں ڈال رکھے ہیں اس کی کج قسمیں کو علم انفس
 کا ہمیں ہی کر سکتے گا !

جو لوگ اس دعوت کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے کہتا ہے کہ اس میں جھگڑنے اور دھاندلی چھانے کی کوئی بات
 نہیں ہے۔ میں اپنی دعوت و میل و بردار کی مدد سے پیش کرتا ہوں

”الکرم اپنے دھوسے میں پکے ہو تو اس کے ثبوت میں دلائل پیش کرو جس کے دلائل غلط ہیں گے کھریا جائے
 گا کہ وہ حق پر ہے :“

اسی تعریف کے ساتھ اسے واضح ہے کہ قرآن کریم کی مدد سے علم و بصیرت اور عقل و فکر کو کس قدر راستہ حاصل ہے اس باب میں ابھی
 بہت کچھ اور بھی کہا جاسکتا ہے لیکن میں تسلسل کے طور پر ایک ایسی دو مشندہ مثال پیش کرنا چاہتا ہوں جو جس کی مثالیاں مانگیر
 اور زبان و دلوں کی حدود سے ادا ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہر فرقہ و قرآن کریم کی مخالفت ساز نیچر پیش کی اور انہیں نے اس کی مخالفت
 مخالفت کی۔ آخر کار حضرت نے ایک دن اسے کہا کہ میں ہر فرقہ سے بڑی تفصیل گفتگو کر چکا ہوں لیکن آج میں تم سے صرف ایک
 بات کہنا چاہتا ہوں۔ صرف ایک بات۔

”مَنْ لَمْ يَأْتِ بِدَلَالَةٍ تَوْحِيدَةٍ (۱۰۰/۱۰۱)“

اسی نسخہ ہی میں کہ کہ صرف ایک بات کہنا چاہتا ہے اس کے لئے یہی کیا کر رہا ہے انہیں اس طرح کاادہ یا کر آپ نے فرما دیا کہ
 ایسی صورت نہیں کہ تمام باتیں چھپتے ہی خود ہی ایم بات ہے اس لئے نہ اٹھو نہ ہر گز دل کے کالوں سے مغرب نہیں کرنا تو ایک
 ایک مدد دیکھ کے ہی کھڑے ہو جاؤ۔

”بہت آپ نے انہیں اس طرح نفسیاتی طور پر اپنی طرف متوجہ کرنا تو فرمایا بات تم سے کہنا چاہتا ہوں یہ کڑ
 و تر ہو جائے خود لوگ مادہ ڈالو، اگر تم نے اس پر عمل کرنا تو میرا قصہ ہی کا ہے جتنے گمراہ بھی تباہی سے بچ سکتے
 گے آپ خود کیجئے کہ کیا یہ ”مطلق کا بند“ اس بات پر مزید اعلیٰ نہیں؟

اسلام میں اگر کسی بہت کے باجم فکر کی توحید کی طرف آتے ہیں۔ تو جس سے مراد اگر یہ ہے کہ کمال کا وہ واحد جس سے ہر
 اللہ زندگی کے کوئی کسی سے کہتے اس کے اندر آتے ہیں تو اس کو جواب یہ ہے کہ علم کی طرف متحرک ہوتا ہے خود تو روشن ہے۔
 قرآن کریم کی مدد سے انسانی زندگی ایک بھوسہ ان کی طرف متحرک ہونے لگی دنیا کے سلسلے بالکل ہے اور وہی دنیاؤں کا کھلکا ہوا کھانا
 قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے ۔

”اس طرح اللہ تعالیٰ عقائد کو داخل طور پر یہی کرتا ہے، مگر دینا اور آخرت کی زندگی پر خود فکر کر سکتے

اس میں طبع نہیں کہ انہی زندگی کی حقیقت و ماریت کہ چھٹو کی موجودہ سچ پر کچھ نہیں سکتے لیکن اس دیکھنے



ان میں سے بعض ان کا پیغام پہنچے :

غیر کیجئے گزرتے تھے دو سو سال پہلے ساری دنیا کے، اٹل صدوں کی ٹنگن کر رہی تھی کہ کھینکتی تھی یہ ہیں، انھیں آفاق کے وہ
 و موز و قزاق کی ہونک و فقیہ میں پڑھتے ہیں اور ہر گنگی لسانی کی قریح کے ساتھ یہ نقاب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارا یہی ان کے ساتھ تھی
 سے صدیوں کا زور آیت دوست صحران و چھپو دور آفات دوست
 یکہ جہانش محمد حاضر وائیں است شیراز اگر در سیندل سن رہیں است
 بندہ موی نکایات خدا است ہر جوان بندہ یارو چوں تبا است
 چوں گئی کرد و چہانے در برش ہمدرد قزاق چہا نے دیگر مشش (جانبیہ سر)

کیونکہ یہ قریح تو اقوام مغرب کے تھے یہاں آتی ہے ہم دو سو سال کہ جن میں ان کتابت بنیم کھارے تواریک دیا گیا تھا اس
 میراں میں ان اقوام سے صدیوں پہلے یہ ہم جب بھی علوم و سائنس کا ذکر کرتے ہیں تو اب اس کے نازی و بدعلی سے بیخبر ہوتے آئے
 ہیں۔ جیسے جیسے ہم دیکھتے ہیں ہمارے ملک میں اس طرح کی تحقیقی کوشاں ہے اس کے ہم ہم پر مجبور ہمارے ہر پہلو ہے ہمارے
 ہاں تو سچے فکر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہم نے حسب بھی اسی جہد کو توڑنا چاہا تو سوائے شکریا و (FARHAD SAHARCHI) کا
 ایسا تو کیفیت یہ کہ ۔

مضامین معتقد قزاق دیگر است دم و آئینہ مسلمان دیگر است

(جانبیہ نامور)

یہی مضامین ان تمام کی گزریں ہمارے آفاق و انارہی کو نجات میں ہمیں ہر گز رہ گئی ہے۔ عالم انھیں انسانی دنیا کی طرف اٹک رہا ہے
 نہیں۔ انھیں بڑا بڑا دل کے انھیں

ہماری شکل یہ ہے کہ ہم نے گزریں قزاق کو بے حساب انداز سے سخر کر دیا ہے۔ لیکن ان انسانی قزاق کو
 سخر نہیں کیا جو قوم ہمارے اندر ہیں۔

تجربہ سائنس کے اکتشاف اور غور سے ان قزاق کی تفسیر انسانی مسائل کو حل نہیں کر سکتی۔ مغرب ہی کے ایک اور مشن انگریز ہیں

(J. W. T. MASON) نے اپنی کتاب (CREATIVE FREEDOM) میں کہا ہے :

”ہم نے زندگی کی ابتدا سائنس کی کارگر سے اس وقت کے ساتھ کیا کہ قزاق کو سائنس میں زندگی کے مقصدوں کو
 حل کر دیا گیا لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم غلطی پر تھے زندگی کے مسائل اتنے آسان نہیں۔“

اتنا بھی نہیں کہ اس سے انسانی مسائل کا حل دیانت نہیں ہو سکا۔ اس سے انسان تباہی و بربادی کے ہمراہی طرف کشاں
 کشاں چلا جا رہے ہیں اور پوپ کے حاضر وائیں کی اس تباہی پر ماتم کہ ہے یہی ٹھیک ہے یہی ہے جس کا وہ مختلف اسیا ہوتا
 کرتے ہیں مثلاً، قزاقوں میں جو تہذیب گشت ہے :

”انسان اگر اس مقام سے بہت دور ہے کہ وہ سیکھ سکے کہ وہاں پہنچا ہے یا نہیں اس کی طبیعت کو سکھاتا ہے :

انسان ہر گز پریشان اور بے چینی کے عالم میں پھر رہا ہے۔ قدیم اقدار و عناصر کو جو چٹکے ہیں اور ان کی جگہ کسی اور نے
 نہیں دی دنیا کے بیشتر تہذیب و تمدن کی قزاق کے پاس ہے قزاقی قزاقی چھائی ہیں اور انسانی نے ہر گز صوبہ کے مسائل



یہ کچھ دلیں ہوئی ہیں۔ ہر ماشرعہ حقیقت کے مطابق اس قسم کے تصور پر متفق نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ اپنی زندگی میں مشعل اور غیر بدیدہ (خامس) میں تقاضا اور تفریق پیدا کرے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس کئی زندگی کے نظم و ضبط کے مستقبل اور ابھی اصل ہوں، اس لئے کہ اس دنیا میں جہاں تفریق واضح نہیں ہو سکتی، جیسے قرآن نے معلم زکات اور غیر بدیدہ کو اس سے زندگی جو اپنی ضرورت میں متحرک و تابع ہونی چاہئے، یہاں تک کہ وہ جائے سکون۔ یہ سب کو کفر اور سیاسی زندگی میں جو کمالی ہوئی ہے، اس کے دہرے یہ کہ ان کے پاؤں کوئی اور غیر متبادل اصول حیات نہیں ملے۔ اس کے برعکس گزشتہ پانچ سو سال میں اسلام میں قدمہ اور غیر متحرک ہو کر رہ گیا ہے، اس کا دہرے یہ کہ مسلمانوں نے مشعل اور قدر کے دائرے میں اصولی تفریق نظر انداز کر رکھا ہے، انہوں نے کچھ چیزیں چھوڑ کر اسلام کی حیثیت اور ترکیب میں کوئی سا اصولی حرکت کا دروازہ نہیں کھولا ہے، اصول ہے جسے اجتماع کچھ نہیں (مجتہد شہر)

اجتہاد نام ہی حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے پیش آتا ہے، مسائل کے حل کی صورت پر عمل و ریاست کرنے کا ہے جیسا کہ میں نے پہلے کتب علامہ جیسے علامہ اقبالؒ نے اپنے حدود، بالا اجتہاد میں خود کو تسلیم کیا، ہم اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہمارا مذہبی عمل ایک خاص دائرہ تک محدود تھا، اس کے بعد اسلام میں مذہبی گنجائش نہیں رہی۔ لہذا جو قوانین اور مسائل اس زمانہ میں وضع ہو چکے تھے وہ ابھی اور غیر متحرک ہیں، ان میں نہ کسراں مل سکتی ہیں نہ تفریق، نہ لیاقتی و گنہگار کے لئے یہ چیزیں اور تفریق نے ان کے تفریق کو برقرار رکھا، ایک خاص زمانہ تک کے لئے خاص اس کے بعد وہ علم و فہم ہو چکا ہے، لہذا اب ہم عام سے متعلق کسی مسئلہ میں اس خود فکر سے کام نہیں لیا جاسکتا۔

علامہ اقبالؒ اس باب میں لکھتے ہیں۔

”آئیے اب ایک نظر ان اصولوں پر ڈالیں جو قرآن نے نازل کی ساری کے لئے ہیں، اہی پروردگار کو ہے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ان اصولوں کی مدد سے یہ لغوی نہیں ہو تا کہ انسانی فکر سبب ہو جائے اور ان اصول ساری کے لئے کوئی محدود ہی نہ ہو۔ اس کے برعکس ان اصولوں میں جس قدر وسعت دیکھی گئی ہے اس سے انسانی فکر بیدار ہوتی ہے قرآن کی تعلیم کہ حیات ایک ترقی پذیر عمل انتقاد ہے، اس کی تحقیق ہے کہ قرآن اس کا حق ہونا چاہئے کہ وہ اپنی شکست کا اصل خود تلاش کرے وہ ایسا کرے جس سبب کے علم مراد سے راجع ہو، ماحول کر سکتے ہیں لیکن اس سبب کے بغیر ان کے ساتھ میں دیکھنا نہیں ہو سکتے۔“

آپ اسے فکر کی ترویج کہہ سکتے ہیں، اس کا اصل مقصد اس کے غیر زندگی کا کوئی معطل نہیں ہو سکتا ہے، چاہو یا نہ کہ ان کا تازہ ہے، یہ خود کو کچھ غفلت ہے جو ہمیں ہمیں چاہی ہو



دوسرا اہم نفاذیہ پروگرام، تحریکِ عورتوں کی ہے۔ اس پروگرام کے تحت عورتوں کو بچے کے گھرانے میں خود اعتمادی اور شہریت کے شعور کی بنیاد پر تعلیم دینا ہے۔ اس کے علاوہ عورتوں کو تعلیم کے ذریعے ان کی تصویر بنانے کی بھی اہلیت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ شہر و دیہات میں عورتوں کی تعلیم کے لیے کوششیں کی جائیں گی۔

سید الشہداء علیؑ

یہ کہیں نہ کہیں میں کسی قسم کے ہوا بے انداز سے نکال کر اُتار دیتا ہوں۔

جزیرہ اردھن پر کھم زنگ و گلاب : ہر نام تو غفر کا ہے اولیٰ است

حضرت نظام الدین الہیچہ فرمایا کہ قرآن مجید

فیر چہ یہاں پر اس کے ساتھ جگہ کی صلہ وافریدہ کی جگہ فیہ نام بتوان

انما حق الدوب کے سبب تمام اوقات میں اہل عرب میں داخل ہوئے وہاں تو قریب دس سو جنگجو لشکر کے ساتھ ان کے ساتھ تیرہ گز
تھوڑے عرصہ کے بعد ان کے لئے غصہ ہوا ہے نعمت میں ہو گیا کہ کئی اوقات ان کے لئے غصہ ہوا ہے کہ وہاں میں غصہ ہوا ہے
کہ ان کے آباء و اجداد ان کے ساتھ ہو کر تھوڑے عرصہ کے بعد ان کے لئے غصہ ہوا ہے کہ وہاں میں غصہ ہوا ہے کہ ان کے
سادا کے لئے رسول کے غصہ ہوا ہے کہ وہاں میں غصہ ہوا ہے کہ ان کے لئے رسول کے غصہ ہوا ہے کہ وہاں میں غصہ ہوا ہے
جیسے غصہ ہوا ہے کہ وہاں میں غصہ ہوا ہے کہ ان کے لئے رسول کے غصہ ہوا ہے کہ وہاں میں غصہ ہوا ہے کہ ان کے
تھیں وہاں کے تمام اہل عرب میں سب سے اچھے خیال و شہسوار سب سے اچھے جنگجو سب سے اچھے شہسوار سب سے
مخلصانہ کہتے ہیں کہ انہیں سب سے اچھے خیال و شہسوار سب سے اچھے جنگجو سب سے اچھے شہسوار سب سے اچھے

میچیشن از توفی زعفر سکنه کویله + که مرشد و افکار و انجمن

[illegible]

تھوڑے لمبے عرصے تک ادیب بننا کوشش بہت وسیع ہے، نظم و ضبط کے جوہر صاف میں سے یہ قائم اٹھایا گیا ہے اور میر نے یہی۔



مہر ترہ صاحبان انوار و تراست ۛ در خطا بخشی چو مہر بلور است

نارنگی شعلہ میں خواہ فرید الدین عطار، حکیم سنائی، سبطین تبریزی، حضرت سعدی، مولانا جلال الدین رومی، انکسائی گجراتی، خضر الدین عراقی، اور حضرت امیر خسرو صوفی شمس اور عاشق رسولؐ گزرے ہیں۔ ان کے کلام کا ایک بڑا حصہ نعت، سناچا اور قصائد رسولؐ پر مشتمل ہے۔ حضرت سعدی کی تیزی مستندہ آفاق تھی، لیکن، ہرستان اور کریمین رسولؐ سے محبت و عقیدت کا دواہبہ زاد گہر تھا ہے۔ سعدی حضرت سعدی کا نظریہ غریبہ اس کی نعت کا مستند ہے، خاصاً عربی ہے، جو سناچا میں نصیحت، حمد اور مجتہد و مدح ہے۔ حضرت سعدی کے نصیحت کا کم از کم یہ ہے کہ اس میں حقیقت کے ساتھ شاعر و معیار مجاہدانہ ہیں۔ ہے اور بہت خوب ہے۔ گریبا ایک مختصر تصنیف ہے، گرا اس میں بھی غلبہ کا بعد دینا ہے۔ لیکن ان کا یہ شعر سب پر مرقیت رکھتا ہے۔

بلغ اقصیٰ یکدم کشف الدبے بجم
حسنت جمیع خصایم صدقا علیہ وآلہ

نقصی کام میں صحت چر خور کیں نہیں فنا، حضرت سعدی نے اس میں وہ سب کہ کر لکھ ہے خود، اور دوسرے شعرا ان انداز میں لکھ کر خود طبع انھوں میں بھی لکھ چکے تھے۔ دیکھو کہ کون سے ہیں، بند کسے کی بھی مثال صرف اس شعر پر مرقاق آتی ہے۔

حضرت امیر خسرو کی شخصیت تمام کی تمام نہیں۔ ان کی خاموش عظمت سے کسی بھی کو اندازہ ہو سکتا ہے۔ سلاطین کے دربار میں رہنے کے باوجود وہ صوفی صفت تھے۔ سعدی ان کی طرح محبوب الہی حضرت نظام الدین راجی الہی کے ہاں آثار مرید تھے۔ اول قول طبعاً اللہ دلتے تھے، پھر پر کا فکر کیا اثر نے دل میں، اور میں سوز و گداز پیدا کر دیا، خسرو کی طرائف حمد و نعت اور سناچا تمام سب اس پر دل میں، ان میں بھی ایک کثرت آتی ہے۔

سعدی اور خسرو کے بعد چالی اور قدسی کی نقیض سے مثال ہیں، خاص کر سعدی کی نعت، تو بہ عاشق رسولؐ گزرا ہیں، چرخی ہوئی ہے، میل و میرت کی صفوں میں عام طور سے پڑھی جاتی ہیں۔

روح شید گنجی مدالی العصری ۛ دل و جان بدخیزت چو حبب خوش فہمی
بن بیدل بچیلہ تو حبب میرانم ۛ اللہ اللہ بچو جہالت بید و بوجہی
چشم رحمت کیشا سوئے کن انداز نظر ۛ اے قرین حق و اشی و مقابلی
نہیست نیست جذبات تو بن آدم ما ۛ بہتر از آدم و عام تو بچو عالی نفس
ہر نقشہ دلیم و توفیق کتب حیات ۛ نام لہر کز زحمتی گندہ و تشنہ بسی
نہیست خود بہ گشت کو ہم درین مصلع ۛ زنی کہ نسبت و یک کہ گفت و شنید لولی
حاصلیم نہ نیکی اعلیٰ پر سر ۛ مستند دوستی کلمات کج و ناپہ بھی
سیدی انت میری و عیب و سلسلی ۛ آمدہ سستہ تو قداسی چہ حدی علی

اردو ادب میں انکا حضور انور پر کافی مرید وجود ہے، مگر انٹر دول میں ان سے دل میں شایع ہو سکتا ہے کہ ان کے لفظ کے جوہریت برکت میں ان کا نصیحت و نصیحت و تہذیب کا یہ شعر جانکدہ ہے اور ہر چہ نرود شریفی اور کچھ ناری اس کا گیتہ کا قول سے لکھ گئے۔



وہ جو ملوں اٹھ چھپا ہے
 بے ہمتا ہے بے پروا ہے
 دور ہوا دور ساتھ رہا ہے
 اہلی و صوبہ — گنا سلا ہے
 یوں تو کس کو چاہ نہیں ہے
 اس ساگر کی تمام نہیں ہے
 میں تو بس اتنا ہی جانوں
 جب بھی اس کا نام لیا ہے
 اس نے بڑھ کر خام لیا ہے
 ٹیٹ موت آہنگ اس کا ہے
 چری میری ادھک اس کا ہے
 ان جان من مانی لگیوں
 میرے ملک تو ملک اس کا ہے
 ایک دھن کی توجہ میں نے
 جگ لگ کالی راتیں کی ہیں
 پچھلے بھر کے سناٹوں نے
 آکر اس کی باتیں کی ہیں
 سونے کی پہلی کڑوں نے
 آٹھ میں اس کی چھب دجی ہے
 دل میں اس کی چاپ ٹٹی ہے
 اس فرام کے سارے جرم
 آٹھ کا آنسو دھیان کا چندن
 غرضیوں کے سب محل دو ملے
 زخموں کے سب گئے بگڑے
 میں نے اس کو سوچ دیے ہیں

میں کانپ اٹھا
 صوبہ دیا قلم کر
 خود جتنا بن جاتا
 میں تکب بنا
 صوبہ اندھا خانہ
 دیا پاسے آنا
 میں سیاہ شجر کے پتھر جتنا
 اک سیکل شاہ زادہ
 میں گویا اٹھا
 صوبہ اندھا خانہ
 میری شاخ کو پاتا
 وہ نام سننا
 کہیں کداریں
 میرے ہم جہاں تیں
 وہ روپ بنا
 جو دیا اولیٰ کی
 غمخیز چالیں آنا
 میں کانپ اٹھا
 صوبہ دیا قلم کر
 خود جتنا بن جاتا
 میں آپ بنا
 صوبہ اندھا خانہ
 دیا پاسے آنا
 میں کانپ اٹھا





بچوں سے پھر گیا دل اب دُھوکا نہیں جاتا
 وہ مولا پہ کول اور سونے دا کچا نہیں جاتا
 دُعا خیر بشرقہ پھر نہا خیمہ ابشر خیرا
 ان آنکھوں سے دیر بشرقہ کچا نہیں جاتا
 ہزاروں آنچے بستہ ہزار آنچہ گر دیے
 قیر سے جلوس سے کوئی بہرہ ورنہ کچا نہیں جاتا
 اکی کوپے میں بیٹھا ہوا ہے سر کاٹھور کا
 گر اپنے شک میں نہیں وہ وہ دیکھا نہیں جاتا
 کبھی جتنا بیک صورت آکر بھی آکری نہ لگتی
 شادوں کو مسئلہ دات مجھو دیکھا نہیں جاتا
 بڑھوں اپنی خدا سے کشادہ سر سجود میں
 یہاں انسان کی قیمت ہے نہ دیکھا نہیں جاتا
 دکھا میں دے مٹا کی ہے غریب سے کتے بچو
 آغا بیک سے تہا بیک نظر دیکھا نہیں جاتا
 مسئلہ ہو رہی ہے چلے کریں امت کو کوئی
 دعاؤں میں یہ انداس پٹا دیکھا نہیں جاتا
 کھڑا ہوں کب سے ملکہ کرم کے سامنے نہ لگتی
 نظروں دہ کے آگے ہے گمراہی نہیں جاتا

داہم کمرہ مسافر کا گلیاں تو ہے
 آنکھیں ہاں پہ مثال سر تا ہاں تو ہے
 تو مجھ میرا ہے تو میں ہے سوساں ہی بہت
 عطا اللہ کو میرا سوساں کو ہے
 کچھ کو کیا علم کو کسی طرف دیتی ہیں رتیں
 جب بہت دشت غریب پر کئی گلیاں تو ہے
 اس خدا سے کچھ کچھ ہو مال انکار
 جن کے شہ پارہ تخلیق کا تھیں تو ہے
 قیر سے دم سے ایک مسدقہ خدا اور ملتا
 تو ہاں انسان پہ حسد اور کاماں تو ہے
 دے بتاتے کو، کہ باطن ہے انسان کی ذات
 وصعہ بڑا اس سے کچھ نہیں ہے وہ میرا تو ہے
 تو نے فاقہ بھی کیا، اپنا گریباں بھی دیا
 اور پھر دستہ انجی کا بھی یہاں تو ہے
 جیوا کو کہ ہے احلام خدا کی تائید
 چلا پھرتا، نظر آتا ہوا قسراں تو ہے
 میرے نقاد کو شاید ابھی معلوم نہیں
 میرا ایساں ہے کمل، سزا دیاں تو ہے



ہے کون نگہاں، دینی قوم کے شرف کا
 پہل ہی بہت، اس دلوں کی نہیں لیگیں
 اندیشہ، ماضیہ پریشانی، فسق و
 اس پہل کی موسم گلو گھر فضا کا
 انورج "یکذات" بنی، بجز مراد
 غلاق جیسا، یا مژو یا العزلی، یا ابشاج
 گوجک مقصد سے نہیں، بس میر ہادی
 ہر ایم دین کے لئے ارضی وطن اپنی
 گم دست ہو جا میں ہوا قافلہ دل کا
 کیا جنس ہے، جہنم تک، ایہ سچی
 ہر چند سوائی کسی سے شکوں میں چلے جان
 گنہار میں گنل ہوں میں کردار میں فدا

اہلکام سے کہتے ہیں جو تفسیرِ اقا لیم
 ہوں میں، انہی مردانہ، اولیٰ مروج کا پہلو

جولائی ۱۹۷۹ء





سراپا دُشمن و ہایت اسراپا رحمت و جود
 نبیؐ کے شمع سے با تار زبیت کی رونق
 نبیؐ کے دم سے رونق ہے بغیر دور رسوں
 طوبیہ ہر رسالت حق مرگہ طلعت شمس
 نبیؐ کے شمع موت نے سانس توڑ دینے
 نبیؐ نے آگے شاہی ہر ایک رسم فضول
 وہ نور مجرا محمدؐ نے سازِ عظمت پر
 مرے نبیؐ میں مہر ہے کلفت، گل ہے خاند
 نہانے پاک کے عہدوں اہل عصا سوا
 بشر کا علم ہی محمدؐ وہ فکر بھی محدود
 قلم و شبر کو نہیں میں بھی کچھ ہے
 ہر گاہ جہاں کو ضرورت ہے کپ کی ہر دم
 شمس ہے کیا کہ دیارِ نبیؐ میں جا رہے ہیں
 مرے رسولؐ کا اسودہ مرے نبیؐ کا وجود
 نبیؐ کی ذات سے وابستہ خلق کی بہبود
 نبیؐ کے نور سے روشن ہے ہر دم است و جود
 رسولؐ پاک کی بعثت حق مسیحؑ نو کی نمود
 کدو توں کے طلسمات، رنگتوں کے قیود
 نبیؐ نے آگے کئے پاک پردہ ہائے جود
 کہ جس نے توڑ دیا صبرِ نغمہ داؤد
 وہی ہیں لارہ ہے داغ، مشعل ہے دھند
 مرے نبیؐ ہیں بیک وقت حامد و مدد
 محاور شبر کون و مکان ہیں لا محدود
 یہ مجروح برہ یہ فضا ہے بیحد و چرخاب جود
 تو عرصہ گاہ و دو عالم، عدم ہو یا موجود
 جو پادری کرے تھوڑی سی طاقت مسعود

سوائے احمد مرسل کوئی نہیں تائب

ملا سہارا، مرا نہ تمسکا، مرا مقصود

محماسبہ

مضروب کی آفت کا ایک فرد ہوں میں
 مگر خود اپنی نگاہوں میں آگاہ ہوں میں
 میں کس زبان سے کہوں ذکر اسود صمد
 کہ اپنی ملک و بعیت نہ لاول و دہوں میں
 میں کس قسم سے کھنکس سرتک کا بیت جل
 کہ ملک و کچکے اپنے ہو کا اندہ ہوں میں
 کہ سکوں گا میں کیا ستر شکستہ صولج
 شکست خوردہ دنیا کے گمراہ ہوں میں
 ہر زعم خود تو بہت منزل آشنا ہوں مگر
 جو متواری میں آؤں میرے گدا ہوں میں
 حبیب لوتی سنسہ ہے کہ صومند ہوں
 جو اپنے گرد ہی گھومتے وہ وہ ہوں میں
 داغوں سے چمڑا تھا جس اکائی کو
 اب اس اکائی ہے تمام زبرد ہوں میں
 بچا رہا ہے جو کہ دستہ کرسفہ ہوں
 اسی بامد یاسنتیہ ایک فرد ہوں میں
 میں اپنی دولت میں ہوں اپنی قوم کی تصویر
 کہ بہ کل کیا نہیں آہل میں گدا ہوں میں
 حضور آپ نے ہمارا چلایا ہوا کیا ہے
 گرمی سوچا رہا ہوں امری خدا کیا ہے
 نقلا خادجہ اناں میسرا سولج
 بابا صوف ہے کیا کب کے نظر کیا

میں حق آپ نے جو بات استعمال کی
 مرا خود کب اس کا سفیر بنا پایا
 نہ میں نے سوچا کہ حق افروغ نہ ہے کیا
 مری گرفت میں کس طسوع آفتاب آکا
 سواد غیب سے جہول کی صدا نے بکے
 حاصل کے کس ادراک پر ہے آگیا
 نہ میں نے جانا کہ اک ملک لا شعور کیا ہے
 جو حرف و صوت کی صورت ہے نیرا ہلے
 نہ میرا حق ہے میرے یقین کا حاصل
 نہ میری عقل ہے میرے جنوں کی جم ہلے
 میں اپنی دولت میں کس طرح ایک عالم ہوں
 جو کل نہ کبھی میسری فکر کم ہلے
 وہی حاضر انصوی زود ادبی مسور
 دل کے شکل مری عقل کے ہیں ہسارے
 کھلے تو کچھ کھلے کھلے پر سوئے افراد
 کہ میرے علم پر ہے میرے بیل کا میلے
 نہ میں نے سوچا کہ قرآن کا دعا کیا ہے
 مودع قیم خاک کی آنتیا کیا ہے
 میری خدمت ہے میری ہی نہیں
 وہ موجود ہے کہتے ہوں جو کہیں ہیں نہیں

میں کس کے نام لکھوں یہ ستم کہ اپنی کرم
 خجندہ صوفی و شکاریں ہر جہاں ہیں نہیں
 میں ایک چہرہ تھا اب ہزار چہروں
 اب اعتبار کے قابل مرا سنی ہی نہیں
 میں شکر ہو ذرا و صبر مسبین کا وند
 گھوٹکا ہوں تو ہاتھ چاک تنگی میں نہیں
 میں دو تنگی کے بیت خوب و بختا ہوں مگر
 اسی انجمن میں جہاں شیخ انجمن بھی نہیں
 میں چل رہا ہوں کسی چہرہ قسود کی طرف
 اگرچہ پاؤں میں میرے کوئی دامن بھی نہیں
 مراد جو ہے سلب مزار کے باشندہ
 کہ میرے ساتھ مری درد کی ہوں بھی نہیں
 میں شہر علم سے صنوب کیا کہوں خود کو
 کسی کتاب کا سایہ مرا کھنکس بھی نہیں
 کہا گیا ہے قرآن میں ہندو دعویٰ
 وہ میرا نہیں ہوں مرا کوئی ہم دامن بھی نہیں
 ہر آنکھ کی یہ فسرد و عمل ہے کیا کہنے
 حضور آپ ہی میسرا جواب کیجئے





میری سوچیں ہیں ساری	میں ازل سے تراپا سنا	تسے تری مراز پور
مرا بچہ جو بدلی	نہ ہو خالی مرا کا سر	تری خوشبو میری پناہ
شبہ و تجو	تسے وری ترا باگ	میری منزل تری آہٹ
کرے خبرو	ورفتا نک ڈاکرک	مرسدہ تری چوگٹ
مرے دن بگڑے ہوں شالی	ترا سست مراد دی	تری گاڑ
تسے دے میری جاں تک	تری یادیں میری دلائی	مرا ساگر
ورفتا نک ڈاکرک	تسے دانے مرے دیک	ترا سحر مر گھٹ
تسے ساتھ میں گھٹے ہیں	ورفتا نک ڈاکرک	تری دست میری بولی
مرے بچے تو بڑے ہیں	یہ زمیں بھی ہو چک سی	تو زمیں میں ہیں جھولی
کوئی تو سانس نہیں بے شک	نظر آئے ہو وہ چک سی	ترا سا پا
ورفتا نک ڈاکرک	میں ہوں قلو تو مند	میری گایا
تری پیش مرغام	میری دنیا ترے اندر	ترا جھونکا میری ڈولی
تو اقلو مرانا	مرا نا	تسے دم سے دلہ دینا
کیا تسے چلے ذریعہ	ملک و آ	کبھی نادان کبھی بیٹا
ورفتا نک ڈاکرک	شعلی ہیں نہ کشتہ	نہ تو کجی پھر
ترا طہر جو مرافی	میں دھوا تو گل	تری خاطر
بچہ اجداد مری	میں شکستہ تو مسلسل	مرا مرنے مر جینا
نہ ہو گئی کوئی کاک	یہ سحر	ترا شیوہ مرا سنگ
ورفتا نک ڈاکرک	تو تجر	ورفتا نک ڈاکرک
	مرا کتبہ ترا گہاں	

مرثیہ کے چند بند

۳

۲

۵

ہے یہ قہقارِ جان و جہاں بے یار
موتِ ابد سے ظاہر ہیں گفتگوں
کہ نہیں جو فداؤِ زمین و آسمان
نظمِ ادھر کہ جہنمِ آدنیوں
غضبِ انساں میں خفاں کے دوسے
مصلحت، مشورے، شبہ، بائیاں
ہاں انسانیت! تیری لہجہ دیاں
تیری چٹائیاں! جری آوازیاں!
ظاہرِ زندگی گوشہ خوف سے
بیتوں میں چلائی کے شیرِ بیاں!!

۴

۶

وہ سوزِ نیا وہ سہاہِ عظیم
غیبِ ظاہرِ تقدیر کا آئینہ
جیسے نانا سے سب تہ کو بھاڑا
دل دھڑکنے میں ماں نے دلا دیا
جب دین سے دیکھا نعت کی طرف
دند سے شیرِ حق نے اشارہ کیا
طوبہ کبر میں تہ کو بتایا گیا
منظر ہے تر کہا میں خدا
منظر ہے تر، منظر ہے تر
قدہ قدہ ہر اک دین کے دشت کا

حالِ رحمت کا دین بھانا ہوا
زیست کی کشش میں پھنسا ہوا
سایہ قلم کی تربیت یافتہ
فطرتوں کو پھٹا، بھٹاتا ہوا
تھے جو آوارہ شہر و دیہات میں
دودھ اچھ دل میں بسا ہوا
چر کر کرب سے اپنے پتھر کا دل
پتھرِ زندگی بھٹاتا ہوا
دکھ کے سینہ کو ہر خدا کی نوک پر
ہر طرف ایک گھٹن کھلتا ہوا

فریتِ ذاتِ حق، عصمتِ زندگی
دینِ اسلم ناموس پیغمبران
ہر ادا جس کی شانِ سعادت خدا
ہر گد میں سب اقتدارِ جہاں
ہر جہاں شہادتِ ایک بیڑاں ہے
جہ ہیں عشق کے عرف کا احساں
تہ پہ رحمت ہو لے عاشقِ پاک ہاں
تیری جاں میں ہے انسانیت کا ماں
میں نہیں سکتی اپنی بوس کی گینز
ایسے جانبدارِ عاشق کی جان و جان





مصنف زانوئے ڈھیر کی زلال شان ہے
چادرِ تعمیر اس قسطنطنیہ کا جردان ہے
قادر کا وہاب مسلسل ہے تلوت کا ثواب
گود میں شیرِ نہیں ڈال دھل پر قسطنطنیہ
ہے غلامِ دنیا سے ظاہرِ عہدہ صم الکتاب
پتیلیاں ہیں آنچیں، گویا وہیں قرآن ہے
خلقِ اعظم، زورِ گدڑی، اقامتِ علمِ صبر
ایک جلوہ دائمیِ خویریں، خدا کی شان ہے
دہر سے خلد بریں ملکِ محنتِ رخصتیں مریں
ماہِ مشعل سے گلاب ہے مصفاً آستان ہے
ایک سبوتا، ایک پیاسا، ایک سبدہ، ایک سر
وہج ہے، اسلام ہے، ایمان ہے، قرآن ہے
ہاں نبی کے دل کا کٹھن جانی، فتنہ بدولت
باپ ہے نصرتِ نبوی، بیٹا نبی کی جان ہے
ان کی پیدائش کا موسمِ ملک ہے نشانِ عزم
اب جو کسا پہننے مشربک شہان ہے
نور نے دی بدعا، دہر سے شہت کو نہا
وہ جہانک انسان تھے اور یہی جہانک انسان ہے
دل کو گھٹتا ہے سینے میں مسکن کا تذکرہ
پریم ایمان میں متافق کی بیجا پیہان ہے

م ہوئے ہیں جہاں تھوڑے زینوں میں
لجے کا ٹیڈر صرف ان دھنوں میں

کام ان سے ہو تو کب سناں پہ ہوتے ہیں
پیام ان سے جہاں مصنفیں سمیٹیں ہیں

ہزار تقزم طوں سے گزر کے اشک آج
یہ خراب کھتا دے گا سینوں میں

کشاوگی میں بھی مسسا جگہ نہیں رکھتا
خزار دھوئیل میں بھٹتیں زینوں میں

دوہرِ تپ سے خیرِ تنگی چمکتا ہے
ساحلے دھوپتے جاتے ہیں آگینوں میں

ہوائے غلام! حذرِ صبحِ نوں گزرتی ہے
غروبِ بہر، دھاوا لگ ہے صفیوں میں



ایک ایسا عقلِ شہیدان کی
ایک صدا، اقتدارِ ودان کی
ایک مصمم خلق وہ جس میں
وہ جتنی ہمد کے نوک پیکان کی
ایک برہم، جگر کو بھیڑ گئی
ایک ضربت جری تیراں کی
جس کے بازو کے، سپہ دیا
جس نے بازی کی، بازی ہلاں کی
ایک بیاد سستہ، سجاد
ایک دھڑکن شکستِ نڈان کی
نظرِ ظلم جس کی گردن پر
وہ ملاست تمام دغاں کی
گھر کا، وحقی میں غدر کیا
جس نے خلیفہ ہمد دیاں کی
دشمنِ ظلم اور نئی کا توڑا بھی
کرنا کرنا، ضیق، ضیق
کرنا، کرنا، اس کا وجود
حق و باطل کا استہاد بنا
پہ شہادت گہر، ضمیر جہاں
راہ و منزل کا استہاد بنا
ایک مستول کے سہو کا میں
ایک قاتل کا استہاد بنا
مست و ہر میں ضیق کا نام
عزم کامل کا استہاد بنا
اسی ہے قسبانِ دولت کو نیست
کرنا کرنا، ضیق، ضیق

پوچھو صحنِ کون ؟ خواہد رسول کا
کتر قروح دین کا، مدینہ اصول کا
مید ہے جس کا اسم ادم کے اصول کا
موصوف ہے ذرہ جس کے کتب پاک و معلوم کا
جس نے مزدِ علم کی نیلیں آغاڑ دیں
جس نے پردہ بیت کی جڑیں تک اکھاڑ دیں
جس کی ناز، نامِ نساہت، میری
جس کے ضمیر فقر سے چھوٹے سکندری
جس کے سکوتِ ضعف سے لڑاں دلا دیں
جو بزرگی کو بھٹن سے تو قہر داد دی
جو خاکِ بگڑد کو فلک کا مزاج سے
جس کی لہر کو مرثیہ معشوقِ ناز سے

پوچھو صحنِ کون ؟ وہ تھیلی انقلاب
وہ تاجدار مطلقِ اقصیم آفتاب
وہ جس کی تھکی سے ہو کوثر تک آب
وہ صبر و شریک دینِ ابنِ بڑا ہے
وہ جس نے پیچوں کو تھانے بہت دی
گھر کے مزاج کو جس نے شکست دی





نقد و نظر



[illegible]

المصدر: نقلي عن: *القرى والبلدات المحيطة بدمشق*، دمشق: دار التراث، ١٩٨٢، ص ١٢١.

لیکن از شعر او معلوم شد کہ اگر عاشق ہے اولیٰ ع است مثنوی کے معنی تو یہ ہوا کہ

www.elsevier.com/locate/jmb

مردم و باطنی خوانند و در دست خطیب عالی که هر روز از خود مایه معرفت نماید.

اس مجموعہ ایک بار پڑھنے کے بعد ہر شخص کو اپنے دل کے اندر سے ایک نیا

یونہی کے کہنے پر گھٹ - اٹھ اداں کہ یہ دوسرا عقلی مشیہ ہے اور اس کا جھوٹ

الکریم علی بن عبد بن کثیف میں اور بدلتے نام ملے ہیں۔ یہ سب کے ان حواجز اور قسطنطین کے ان ایجنٹوں کے لیے ہیں۔

[illegible]

میں جس طرح کہ کم ہر ایک کے اعتبار میں استقلال اور مصفا کا پیشوا رکھتے ہیں اور کچھ مال آزادی کا پہلا عقیدہ جیسی کہتے ہیں بعض اہل علم و کلام کا کہنے لگا ہے کہ ان میں شورش ہے کہ میں نے مختلف طریق پر کھینچا ہے۔ میں نے ۱۸ پہلوں کی شکل میں یہ سبکیں دیکھیں یہاں تک کہ طریق استعارہ کے ساتھ ہے اور ان میں کہیں مقبول نہیں کہتے ہیں۔ یہ جتنی زیادہ تر لوگ ہیں اور جو کہ ان کے لیے ہے۔

سیرت نگاری میں جواب کو نہیں سمجھتے پھر علی غور کا محنت و سرچ کا آغاز فرما لیں گے۔ آخرت کے شوق نگہ ہیں۔

شخصی است عیب و مزاج تمام و معنی اگر افسوس برآید و بجهت فعلی و ماضی و کبریا و ماضی و کبریا

کے گھر کے عزیزوں کو یہ خبر ہو کر خوش ہو گئے۔ خود بھی ان کے ساتھ ساتھ گئے۔

المعروف بـ "الشيخ محمد بن عبد الوهاب"

تغذایانی به قبیر، خوش خوراک، خوش بوی تنگ، به کنگر خرمی صبری بود و در شعبه با نسی و صحبت بازی کشت بود. طبع و روی داشت.

”میں نے تم کو یہ کہہ دیا ہے کہ تم کو غیب کی کتاب ہے۔“

[illegible]

روح تفنزل

ڈاکٹر ابو سن حسن



داشتادان مسرور! آپ اور دہم کے برادرات سے ایک چیز نہ کہہ سکتے۔ طبعی کام صہ جذبہ غم ہے جس سے محبت کے پاتال ہے
اس کے بے غم ہے جاتے ہیں کہ بغیر اس کے انہوں نے مشتعل رہے گا۔ عشق بغیر غم کے عشق کے تخلیق پان نہیں ہو سکتا، بغیر اور ایک غم
اور انسانی خلقیت اور مردانہ رجحان ہے۔ غم کی وجہ سے کچھ نہیں ٹھکنے سے شخصیت کے ہر جہر ٹھکرتے ہیں۔ دانتو یہ ہے کہ انسانی زندگی میں
غم کے عناصر ایسے ہر سست ہیں کہ انہیں ان سے بچنا نہ کرنا ممکن نہیں۔ خوشی اور مسرت کے گریز پانوں کی یاد میں جلد اور خوشی ہو
جاتی ہیں لیکن غم کی یاد کیسے دل سے نہیں جاتی۔ اس کے نقش اپنے گہرے ہر سست میں کہ دل سے کے باقی سے بڑی مشکل سے بھرتے ہیں
غزل میں جتنے غم ہیں حقیقت، لکھنا ہے ہر غزل اور اب میں ٹھیکہ کی دھیر یا کہ حال ہے۔ ہر زبان کے اسباب میں ایسے ہی کام مرتبہ آپ دہم میں
میں دینے مسوم ہر سست کہ غم زندگی میں ایک سہمی سٹے ہے۔ زندگی کی کوششیں کہ اپنی تکلیف اور تفتیش کی وارہ ہر گز نہ ہو، اپنے ہر
غم کی ہر چھائیوں چھوٹ جاتی ہے۔ انسان کا دھم اس کا زندگی کی اپنی تکلیف ہوتی ہے۔ بجائے خود غم آگیا ہے ہر ہر قسم کا کسی دہم جو
اس دہم کی جاتی ہے دم انیز ہوتی ہے۔ زندگی کے عیب کی ہر سست جس اس سو کو بچنے کی کوشش کیجئے گا اتنا ہی وہ اٹھ جاتے
گا۔ مسوم ہر سست کہ وہ انجانہ کیجئے والا نہیں۔ زندگی کے انہیں انہوں کو دیکھ کر کہانی نے اس کو دل سے کے خواب کے تئیر
اور غم ہوا۔

اک مترنہ کیجئے نہ کہ سمجھنے کا زندگی کیجئے کہ ہے غروب ہے دہانے کا

انسان کی طبیعت کی یہی واقعہ ہوتی ہے کہ غم سے بڑا ہر مسرت کی منزل کی طرف رواں دواں ہوتا ہے۔ جب اس
پہنچ جاتی ہے کہ کی اور مشکل محسوس ہوتی ہے اور کہ دل میں وہی مسرت جس کا وہ دل دہانے سے غواں تھا اور یہی ہر جاتی ہے۔ ایک
کمر کے ہے طبیعت کی کیفیت پیدا ہر جاتی ہے جس کے سبب انہوں نے مسوم ہر سست میں۔ لیکن منزل کے خواب دکھانے لگتی
ہیں۔ حال مسرت مسرت کیجئے انہوں نے ہوتی ہے جس سے سالی کے لیے الگ ہے سب ہوتا ہے۔ اس زمانہ کی کڑی کڑی سبب جنی کمر کا
ہے اور اور فریاد کی دواویں میں دشت خود ہی شرارت ہر جاتی ہے۔

دشت نے نہ دلاں جلاں نہ پزیر دیکھ کر کہ ہے

دل و خوار دشت پھر خود کو اٹھنے ہے

(دہان)

سوز زندگی بڑی گہری سخت نئی صورتوں میں ہو، گر ہوتی میں بھولا میرے آؤ۔

کیا ایک ایسی کو کہیں اس کے لئے عشق ہے

ہوئے کہ نہ کہ اس میں خیر الی غار پتا ہے



یہ خیالی ہوسنے کے گوشہ حسرت کیج کہ رہا ہے۔ اس سے یادوں کا آواز کہنا مقصود نہیں بلکہ بعض تصورات کے متعلق صریح کرنا تو وہ بالکل دوسرے نقطہ نظر سے شعرا کا چاہتا ہے۔ موت اور کفن کے ذکر کا مطلب اگر وہ واقعی موت اور کفن پر تو یہی اعلان بیان سے لازم ہے کہ ایک قسم کی کرامت پیدا ہونے لگے، خدایان شعروں کی شہرت میں کچھ کلام ہے۔

شہداء میں کئی کئی ہوئی، تجلیسوں میں
لیجھکتے ہیں جنہاں تیرے دہانے کا
پچھلی آنکھ سے قبر خالی دیکھتے جاؤ
تم اپنے سرے لالہ کی نشانی دیکھتے جاؤ
وہ دیکھو رشتہ اور ہے حیرت کا
رنگ نکال کر قید و توقیر کی

وآغا اگرچہ علم طور پر لذت پرستی کا طریقہ وار ہے لیکن شہر کا کہیں غم کا مصروف ہو یا قندھ ہوتا ہے۔ ایک بگڑت کا نقشہ اس طرح کھینچتا ہے کہ حیرت کے بہانے غم کو کرامت پر تو ہے اسکا شعر ہے۔

حیرت پر میری آنکھوں کا دہلی گیا
تقلیم کو جو ناشیں میری آنکھ کھڑی ہوئی

پہلے کسی کے اعتراف کے لیے ہی کہیں دہر لیکن فاکشن کا کھڑا ہو جانا ایسا مصروف نہیں جیسے غم میں رہنا چاہئے۔ صاف ظاہر ہے کہ شاعر مدد لیا کہ کوئی کیفیت نہیں پیدا کر سکا سراج کو اس غم کا شہرہ کہ کتنا یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے کسی دہلی کا اظہار ہوتے دیکھ رہا ہے۔ جو وضیہ ایک کریم مناسبت ہے۔ پہلے کے شعری جو کفن سرکاتے کا مصروف ہے۔ وہ وہی اسی کیفیت کا ہے۔ لیکن اس لیے کافی ہے ان احساس غم کے متعلق ہے نظیر اشارہ ملتا ہے۔ جو غمناک میں ایسی طرح کہتے ہیں۔ ان اشعار پر ہمارا ادب جتنا غار کسے کم ہے۔ اس کے کلام کا چند سٹیلوں پر پیش کیا جا رہا ہے

دل بھی پر حاصل درویش ناہار
مٹلی کا ہر آننا زلم کی انتہا پر کر

خونخواروں کا کھانا وہ کچھ کچھ ہی بہت کچھ
نورتنی بی بی جو حیرت حق آجینا نہ ملتا نہیں
خستہ ہے حیرت سداں ہے وہ شہریت آجینا کر
ان کی بی بی جو دھاری ہے وہ کچھ ہی کچھ

دوست و دشمن میں فرق و تباہی کی کہ
جو کسی صلی میٹھی ہے وہ جیل غم داخل میٹھی

نہ کہنے قابل میں غمیر نظر آئی
سے خواب حیرت کی تعبیر نظر آئی

دل دہلی حیرت کی نہ کرنا
ڈرتا ہوں کہ زخم دل نہ دہر جیسے

مضرب علی اکبر یا جیل کی گریں وندناں لکھتا ہے
کیا کوئی دمخدا ہوا اپنا یا کوئی قیدی جیت گیا

اس شعر کی بدولت اور گرائی بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ غم نے اپنے مرقم کی کیفیت کا کھنکھ سے جھونکنا ہی کر دیا ہے۔ کچھ باتیں کہ گئی ہیں اور کچھ دینا وہ دلستہ جینی کی گئی۔ جو بعد گرد، دشمن ہے۔ جو باتیں کہی گئی ہیں ان میں لطافت تراء ہے یا ان میں جو ان کی جھوڑ دی گئی ایک تروان کا شعر کا شہریت نظریہ کوئی تیرہ دینہ میں بدو اس پر حیرت کا شعر دہر زمان کے کھنکھ کا کیا ہو ہے۔ کچھ مرہم ہوا آجینا دہلی کا کہہ رہا ہے۔ کچھ کچھ قیدی کی جھڑپ رہا ہے یا کسی لوگ گرد کا غیر شرم مقصد ہے۔ جو صاحب اس شعر میں حیرت کے گئے ہیں اور وہ جو بیان لکھتے گئے ہیں وہاں ان کی گرائی اور غمناک کے الفاظ پر حیرت کا کتا پر کر رہا ہے۔ اس غمناک کے باقی شعری نہایت جڑ میں۔



پہلے کہ ان کی قیود و رسمت جڑا کر کیا کیجئے
 غرض شہر پہ پہنچیں گے انکے آستانہ صفہ روضہ
 نالہ ہم تو جیتے تھے وہ جیتتے ہیں بے گور و گنہ
 غریب تھی مگر اس نے انکے دل اور دل میں صومٹ گیا
 نالہ ہے غصہ اور غم میں غصہ و غم کے ساتھ اور زندگی کے
 زبان سے کہتے ہیں ان کے خیالات غرضی نوعیت کے جن میں ہر
 قدر کہہ دو۔ وہ بھی جو ان کے پاس وہ غرضت کے رجحان کو زندگی کا
 اور بیوی کے اندر جنسی کو سکھنے زندگی کا کیا خوب تر یہ کہ ہے۔

ایک مغرب اور وہ بھی ایک اور لے کا طالب! دھڑ دھڑایا کہ انتہائی کیفیت ان چند غصوں میں موج رہی۔ دوسری بار
 اس مغرب کو اس طرح ادا کیا ہے۔

پرفیسر جو کہ شوکت کی میت نکلی
 جنت کی ایک کیفیت اس غصہ میں کیا خوب بیان کہ ہے!

جنت میں ایک ایسا وقت بھی دلی پر گزرتا ہے
 جہنم میں ایک ایسا وقت بھی دلی پر گزرتا ہے
 جہنم میں ایک ایسا وقت بھی دلی پر گزرتا ہے
 جہنم میں ایک ایسا وقت بھی دلی پر گزرتا ہے



اس منشی کی کتابی افادات دیکھتا
 اس طرح کا ایک ایک صفحہ پتا تھا اور ہر صفت میں لکھا ہوا ہے
 کہ اس منشی کی کتابی افادات دیکھتا
 اس طرح کا ایک ایک صفحہ پتا تھا اور ہر صفت میں لکھا ہوا ہے

نہاں نہ گنہ گار نہ دانا محب بر سرنگ
 کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا
 کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا
 کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا

اور پھر گھبراہٹ اور وہ دایم
 کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا
 کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا
 کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا کہ تو چاہے گا

کو نیزگی مصیبت کیا ہے۔ بھولنا غائب ہے

جبکہ تجو بن نہیں کوئی موجود
بہرہ چنگام سے خدا کیا ہے
یہ ہی بہرہ درگاہ کیسے ہیں
غزوة و عشوة واد کیا ہے
فلکی غائب غنیمت کیوں ہے
نظم چشم سرور کیا ہے

ان سرائوں کا جواب غائب نے دہی دیا جو ستائش و مسرت اور سوگ کے واقف کاروں نے اس میں سے پہلے
دیا تھا۔

اصلو شہرہ و شامہ و مشہور ایک ہے
حیران ہوں پھر مشاہدہ کیسے

ہندوستان ہستی کا کرشمہ سازوں میں اور یہی چہرہ کے غزوة و عشوة واد اور ان کی شگفتہ رعبت عین یہی اور بھیرہ
ساحلہ اسباب و نتائج کے لیے حتمیت ہائی کی جیسے فرمایاں موجود ہیں۔

غائب ہے پہلے جس سے وہ کے یہاں خاص طور پر عالم انوار اور عقل حقیقی کی دوزخ و عینیاں ملتی ہیں۔ ویسے تو میں
سمجھتا ہوں کہ تصرف غزل سے ایسا ہم آہنگ ہے کہ ہر اعلیٰ درجہ کے غزل گو کے کلام میں اس کی عقلی بہت پاشنی ضرور
ملتی ہے وہ عیناں کو اپنے اندر شریعت رکھتا ہے کہ وہ حقیقی جیب اپنے عین کی ہوتی آئی ہر اعلیٰ درجہ و اور بھیرہ
کوچ کا بھیرہ ہوا، عالم میں غائی جاری و ساری ہے۔ جو کیسے وہ اس کے اندر، و صفت کا بھیرہ ہے کثرت اور لذت کی تہ میں
اصلوہ و صحت کا دوا ہے۔ جو کلام کثرت کے ہر تہ میں رعبت ہائی کا بھیرہ اور اس کی بڑا کرتا ہے۔ اسی واسطے مشاہدہ اپنے اندر
کشش اور دلی بستی کا سامان رکھتے ہیں۔ عیناں بھیرہ، اسانی پر کلام و عیناں کے عیناں حقیقی کے صفت تک رسائی
و عیناں کے ذریعہ سمجھنے ہے اگر ذات واجب الہی خودی اور بھیرہ کو عین سے باہر ہوتی تو اس کی موجودگی اور تاثیر انسان
کیسے محسوس کرتا؟ جو اس کی غفلت میں الہی خودی کا غائب ہے کہ الہی صفت میں اپنے آپ کا حکم کر دے اور حقیقت سے
عیناں کی گواہی حاصل ہائی نہ دے۔

غزل کی تصرف کے سبب کو اور وہ غزل میں خرد و تپا ہی سے ہنسا گیا ہے۔ اس لیے کہ یہ صوفیانہ سرور کا یہ حکم و قاضی
طور پر خاصیت رکھتا تھا۔ ولی اور مرید کی رعبت کو زیادہ تر بھیرہ دلی بستی ہے۔ لیکن عیناں اس قدر کے آئی ہی آپ کو ایسے بھیرہ
ملے گی جن میں تصرف کا رنگ صاف نظر آتا ہے۔ کہ یہ صوفیہ پر عیناں کے غزل کی زبان اور اسلوب تصرف کے اسلوب و مزاج کو
پیدا کرنے کے لیے خاص طور پر موزوں تھے۔ بھیرہ عیناں کے صفت کا طرح حقیقی عیناں کی کیفیت میں تقبیل و غفلت مسلسل اور
مروءت کا شکل نہیں پر سکھتے تھے۔ چنانچہ غزل میں تصرف کے صفت اور بھیرہ عیناں کے تصرف کے سبب سے نفس و ملکوت
سے ہی ایسی غزل میں بار بار عیناں کی بدولت کلام میں توجہ پیدا ہوا اور بھیرہ صوفیہ صوفیہ غزل میں ہو گئے۔ جتنا کہ یہ بھیرہ
تک مشرق ملک کے علم و فن کی ساری تاریخ ترقی میں غزلوں میں نکلتے شری کی شکل میں نظر آتے۔ وہ غزل کی حقیقی اساس
جذبات ہی ہے۔ لیکن جذبات جذبات میں فرق ہوتا ہے ایک ایسی شخص کے جذبات ہیں۔ جو یہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ
سے متضاد ہے۔ ایک ایسی جذبات ہیں۔ جو مذہبی جوانی حوالے سے کہنے اپنی نظر نہیں ہے جاساں۔ وہ بھیرہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ
غزل کہنے والوں کے کلام پر پڑا اور پڑا۔



اور میں میسرہ درو کا کام عشق حقیقی کے رنگ میں دیا ہوا ہے۔ لیکن وہ افسوسناک اور شعوریت کے اس کو کبھی ہینے پانے سے نہیں چھوڑا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

جنگ میں اگر ہوا سرور دیکھا	تو ہی کیا تفسیر جو سرور دیکھا
جنت چنانچہ لئے سے دھرچے	کہ لئے لئے تھے ہم کو کچلے
نزدک ہے پار کا ٹھکانا ہے	ہم تو اس جینے کے افسوس رہے
دوستو دیکھا تاش پان کا بس	تم وہ اب ہم تو اپنے گھر چلے

خرمچین میں غائب اور نیاز بری کی یہی نصرت کا رنگ عقیدے خاص طور پر نیاز بری کی تھے جو اپنے زمانے کے مشہور صاحبِ حال صوفی گذرے ہیں اپنے کام میں سرگرمی کے اصول اور رموز بیان کئے ہیں۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

دیوانے کی حق اسے خواہش	آپ کو ہر طرح بستا دیکھا
مردت کل ہی کل کھانے کے ہنسا	شکلِ بلی میں چرچب دیکھا
شعب جو کر کے اور پروا	آپ کو آپ میں ہوا دیکھا
اگر کے اور ہی نہیں دانا اکل	برسرِ دار وہ کھنچا دیکھا

جیسا کہ کشمیر میں بھی یہی عقائد پایا جاتا ہے۔

مہاراجہ نے جو کہ درو اور جنت

میں آپ کو غائب ہیں دیکھا

غائب کے کام میں ہزار اور حقیقت و دہلی کو پڑی غائب سے سراہا گیا ہے۔ غائب کی شخصیت کا طرح اس کے کام میں بڑی دست ہے۔ اس کا چہرہ بیانیہ حیات اور کائنات کو ہر فنِ فکر و نظر سے دیکھا اور ان کی اس طرح ترجمانی کی کہ اس میں سب کو آگے۔ ہزار اور حقیقت بھی شرح و درو اشتیاقی ہیں اور حسنِ کوشش سے ان کی معجز نمایاں بھی شوقی اسی ہلاکی ہے کہ خود اپنے آپ کو بھی نہیں چھوڑتے اور اپنے اوپر چڑھ کر جاتے ہیں۔

یہ مسائل نصرت یہ قرار دیاں غائب

تجلی میں دلی کہنے جو زبان و طرز ہوتا

مسائل نصرت کے ساتھ پری و حلال کا ذکر بھی کرتے بدلتے ہیں کہ کہیں تجزیہ کی شکل کی اندیشیت کی گفتگو کے یہاں ہے۔

دکراسی پر ہی دھن کا اور پھر بیان اپنا

بڑا گیا و قریب آفرقا حوذا زمان دانا

ہمارا کہ جو بھی دیکھیں گے کہیں وہ حقیقت کی نسبت کیے گئے ہیں۔ انہیں جو کہ کہنا ہے بڑی جہد آہنگ سے کہنے ہی جہد اور پیش پاؤں و تفسیروں سے اجڑی سے پیش اور کیا۔ ان کے طرزِ ادا کی حقیقت کا یہ اقتضا تھا کہ خود اپنے عقیدے سے نکل کر کہیں اور پیش پاؤں سے استفادہ کرتے اور کہنے کی دیکھ کر یہ۔ چاہے انہیں سے کہی کیا۔ ہر بات کو ان کے طریقے سے دیکھا گیا۔ جب ان کے مسئلہ کو کہیں کوئی مسئلہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

ہر چیز کو ایک شخص ہی تو ہے

ہر جگہ سے ذکر کرتے ہیں ہے

ان کھا تو مست تو سیر ہستی

ہر جگہ کہیں کہہ نہیں رہے



کمزور آرائی دعوت ہے پرستار کا دم
گردیا کا فوجیان استقام خیالی نے لے لے
ہر جہز ہونے کیست کی مستطوق نہیں
ہم کہیں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود میں

جسکے کا وجود ان صورتوں کے تصور پر جی نہیں ہے جو کچھ تصور کا کبھی تصور کا اور کبھی حباب کا روپ اختیار کرتی ہیں۔ یہ
تصویر صورتیں پکڑے عینہ کوئی وجہ نہیں رکھتیں، بلکہ اس کی شاخیں ہیں جن میں وہ وجود گر جاتا ہے۔ مگر یہ شاخیں نہ ہیں تو
بھوکا پیست ہے رنگ اور بے کیف چرکتے، شاعر نے بڑے ہی لطیف اور لطیف طریقے سے انسانی وجود اور متاثرہ فانی کو اس
طرح ظاہر کیا ہے۔ دایستہ اور خود انکی وجود جو کو آتش کا ایک ہے۔

چہ غیب غیب جسکے کھتے ہیں ہم شہر
میں خواب میں تو خواب جاگے ہیں خواب میں

غیب غیب سے تعارف کی اصطلاح میں اعلیٰ ذات کو کہتے ہیں اور اس کے محدود سے پہنچنے، شاعر کو کہتے
ہے کہ اس کو تم عالم ظاہر کو دیکھو، یہ جو چرچ کرنا دعوت کی صورت میں نظر آتا ہے وہ فاعل امریت ہی ہے۔ اس کی موجود فراخ ہوتی ہے مگر
جتنا کہ یہ متاثر کر دینے والی سے کہنے میں ملتا، پیست رکھتے ہیں۔ مگر اس کے بعد انہیں ہیں، غیب نے بڑی دقیقہ کشی سے غیب
کی تشکیل سے اپنا مطلب واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ انکی غفلت اگر خواب کی حالت میں یہ دیکھ لے کہ وہ سبید رہے تو کیا وہ انکی سب
ہوگا۔ نہیں غیب میں اپنی بیاری کا خواب دیکھنے والا خواب ہی میں ہوگا۔

مداہمہ روہ روہے جو رخاں اٹھائے
لانت کہاں کہ یہ کاماں اٹھائے
دیران غالب میں اسی طرح کے اور اشارے تھے ہیں، جن میں روزمرہ رنگ و تصورات میں کئے گئے ہیں
جسے گنگہ لائے لوگ دوسری عبادت
ہر رنگ میں عباد کا اشیاء چاہئے
میں کعبہ گردن پیما نہ سعادت
عادت ہمیشہ مست کئے ذات چاہئے
خیر نہیں ہے قرین زمانے دار کا
یہ روزہ جو عبادت ہے پر وہ ہے سدا کا

لیکن غلب کے کلام کا پیچھے سے عشق مجازی کی کیفیات پر مشتمل ہے اور کہیں کہیں بڑی دقیقہ کشی سے زندگی کی گنجین
کو کھینچ کر انسانی رمز و ادراک کے زبانی سے بیان کیا ہے۔ اس کے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت جو اسے دوسروں سے
متمازن کرتی ہے اس کا طرز ادا ہے جس کی اور اور شاعری کے لیے سرمایہ مازنی کہنا چاہئے۔ اسے اکثر شعرا ایک ہی گیر کے
فیض میں جملہ کثرت پرستی کی طوفانی چراغوں کا کائنات میں سوسنے والی کے اندر لے جاتے ہیں۔ جو اندازہ دہم سے متاثر ہوا تو
اسے صورت و دہم کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن زندگی تو بڑی وسیع شے ہے وہ مسرت اور دہم اور لذت پرستی سب پر حاوی ہے اور ہر
ان سے بالاتر بھی ہے۔ غالب نے اس کو کھرا کر بیان کیا ہے۔ وہی وجہ ہے کہ اس کے بیان شروع انشراحہ ہے، جو اس کی ہر کیفیت کا
محسوس ہونا ہے اس کے وہیں تم بھی ہے اور مسرت ہی جتنی جذبات بھی ہے اور کچھ اور کچھ دہم ہی۔ جنہیں کے کشش و نگاہ دہم
اور صفائی و صمیمیت کی ترانہ ہے۔ دیران کا بیان اس میں دیکھو کہ سب سے پہلے کہ وہ کہیں کہیں کہنا چاہتا ہے جو کہ

غلب اور نقیہ دہم کے لیے بھی غزل میں تصوف کے نکات اور سادگی بیان کئے گئے ہیں۔ چاہے کمالی، اشقر اور جگر
بار و صفات کے ذوق مستان ہیں۔ مگر ان کے مستان میں اگر جنت ادا کی دکانوں کی کچھ شالی چرہا کے ذوق شہید دہم کی طرح
جاتی ہے۔ اور انکی ذوق کے صلب پر کھینچاں کر کے گئی ہیں



شعر کی تاثیر کا احساس انھوں نے درجستہ اور موزوں استعمال پر جوتا ہے۔ لیکن شعر کا درجہ ہرگز و موزہ ابہام میں پوشیدہ ہے۔ اس لیے غزلوں کے معنی پر کچھ شبہ اور استغناء اور گناہ ہے۔ وسعت پیدا کی جاتی ہے۔ تفسیر میں وہ قوت اور تاثیر میں ہرگز جو استغناء اور گناہ میں پائی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں موزہ ابہام کا ایسا ہی عنصر ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس کے استعمال سے ایک مشکل مطلب میں وضاحت کی جاتی ہے۔ اگر استغناء اور گناہ کا استعمال اس لیے کیا جائے کہ اس کے معنی واضح ہوں تو وہ بھی قیاس کے تحت ہو جائیگا کہ قوت و تاثیر میں کیا گناہ لازمی ہے۔ استغناء سے حقیقت کی تصویر کتنی مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کی حسیہ کی اور ایسا ذکر تکرار کرنا دائم نظرت کی وسعت کو مثبت خراج اس کی غلط فہمیاں اور پھسلیاں لگانا اور حکم کی کچھ نہ حکم ہونے والی سبائیں غریب کی شعوری اور غیر شعوری کیفیت و قیاس اور اگلی ہوتی ہوتی ہیں اس کی طرف استغناء مقصود ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سب سے مراد وہ اگلی ہوتی حقیقت خود اس کے دل کی ہو یا اور اس کے خیالی حقائق ہیں جنہیں حریف و صورت کا شکل میں دفن کرنا چاہتا ہے۔ ہر استغناء دو چیز مطلب رکھتا ہے ایک کہ نگار و قصیدہ قلم کے سلیقے آتے ہیں۔ لیکن وہ دل کی جگہ وسعت پر مشہد ہوتا ہے۔ استغناء اور گناہ کے دو سبببانی ضابطہ کی برعکس ایک سو میں دقتیں ہو جاتی ہیں جس کی وضاحت اگر مضبوطی طرز میں کی جائے تو سلیقے کے سبب سیاہ ہو جائیگی لیکن اصل بات کا یہ نہ ہے۔ استغناء ایک طرح کا پس منظر ہے یا کہ تپہ جس پر شاہ کی بصیرت حرکت کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ غزل میں استغناء کو اہمیت حاصل ہے اور نظم میں تفسیر کو اس لیے کوئی انداز کا مقصود تفصیل اور تشریح کے معنیوں کو سامنے کے لکھنے کی اور اقل انداز کا موزہ دیا گیا ہے اور یہ تجزیہ میں استغناء اور گناہ معنی آفرینی اور حقیقت اور ایک نبرد وسعت وسیع ہے جسے تغزل میں پرتلاش حلوئے کمال پر افلاک کرنا ہے۔ اس کے اور لیے معلوم ہو بات کہ کہاں سے کہاں پہنچا جا سکتا ہے۔ مختلف اب اس معنیوں کو استغناء کی زبان میں کیا خوب بیان کرتا ہے کہ انسان کی حرکتیں ہیں جانتے ہیں اور اس پر اس کو کوئی کار نہیں۔ یہ شعر موزی محاکات کا کمال علم کرنا ہے۔ اس میں دلی اور جاری عناصر میں مداخلت ہے۔

دو میں ہے غزل کر کہاں۔ لیکن تھے نے اقدار بگڑے ہیں بڑا ہے کامیابی

استغناء سے معافی کا ہر پانچ لکھا دینے اور معافی کی غزل اور غزل نے غزلوں کے جہاں میں شاعر کو دوسری جہاں میں سب سے اچھے کی شاعر سے غالب کا کلام بھرا ہوا ہے۔ معافی ہستی ہے لذت کی تصویر استغناء اور تفسیر میں دوسری نگاہ کی پیش کی ہے۔

میری تصویر کو معصومہ کے صورت غزل کی بہائی بقی لڑن کا ہے وہ خود غم و دھند کا

غزل گو خواہ اپنے اندر کوئی جذبات کو فحش کر دے یا نہ کر دے کے لئے کبھی معافی کے لئے معذرتوں کا مذاق کا شکر کرتا ہے اور کبھی انسان کے لئے معافی۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے معافی سے غفلت کی نگاہ کی صورت معنی ہوتی ہے اور غفلت کو جو اصل تعلل ہے خود معافی کا تعین عمل میں آتا ہے۔ شاعر کا خیال زبان اور معافی دونوں میں کدیر مشعر کی ہوتا ہے اور وہ دونوں میں مشعر اور رابطہ قائم کرنا ہے۔ استغناء اور معافی کے مابین راجح ہے جن راک جو گری ہو جاتی ہے جس کے بغیر محکم میں تاثیر نہیں آ سکتی۔ ہم نے شعر کا وسعت سے معنی آفرینی کے میدان میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ کچھ معنی مخصوص شعری علامات یا نمونہ کا سوا ہوتا ہے۔ لیکن معانی و ادائیگی سے شعر کے الفاظ کی نشست و قریب میں من پورا کیا جاتا ہے۔ یہ کہ بہت مشکل



جہ کہ غزال میں غمزدار کہاں ہے آپ کے اس کے فائدہ و ضرر ابط مقرر کرنا ممکن نہیں۔ ایک مصعب کو ایک تراسی حور اور کرتا ہے
کو اعلیٰ جاتا ہے اور دوسرا ہی بات کہتا ہے اور نئے دلتے دلتے ڈالیں مٹا کر نہیں ہوتے۔ یہ اختیار ذاتی جبر ہے عشق کے یا مال
مضربین پر غالب کا ایک شعور ہے اور ذاتی کا ایک شعور ہے۔ دونوں شعوروں کے فرق سے دو رنگ کی شخصیت کا فرق واضح ہو
جاتا ہے۔ غالب کہتا ہے۔ عشق سے ہیبت کے لڑتے کا حور ہیں دروگ دوا دیکھ دو دروگ دوا ۱۱
ذاتی اپنے تم و شوق کے مطابق عشق کو تیرا خاکدان کے پیسے چراغ قرار دیتے ہیں۔ معافی اچھے ہیں لیکن مغضوب کی نفیست
سے اس مغضوب کی جنتی کی حور ذہین و اعلیٰ نہیں ہوتا، بلکہ معمولی اور کچی کسی بات معلوم ہوا ہے جذبات کے لیے حور و اسلوب
کی جنتی لازمی ہے و مدبہ اثر ہے گا۔ انکا شعور ہے۔

فرخو عشق سے جہ رکشیں جو ہی کیجئے
اس نزل میں محسن، مایوسہ عقل سے جو محسنی آفرین کی کا کششیں کہہ دو کہ مٹا رہی ہے۔ کچھ نہیں۔
اہل کان میں کہیں اس صغے کے چہرہ نہ پا
کو اعلیٰ کہتے ہیں کہ ان کا دل پر سب اٹھ جائیگا

ذاتی کے ان اس رعایت عشق کی کثرت سے طرز ادراک کوئی قدرت یا حسن پیدا نہ ہو سکا۔ محرمین آزاد و انہیں پہلے
کچھ کہتے ہیں لیکن غزال میں ان کا کوئی مرتبہ بند نہیں ۱۲ اور غالب کی ترہ گرد کو بھی نہیں چھوڑتے۔

طرز ادراک اور تصور و الفاظ اور معانی دونوں پر ہے جو کام کے اجڑا کے لائیک ہیں اگرچہ معانی شعر کی جان ہوتے ہیں
لیکن انہیں الفاظ کی بر خوار ہی قیادیں کی کرانی جاتی ہے وہ بھی بچ بگڑا ہوتے۔ شعر کے اسی طرح طرز و شعور غزل کا
خارج ہی ہوتے۔ ان کا دار و مدار الفاظ کے صحیح اور معنوں استعمال پر ہوتا ہے۔ الفاظ کو شعر کا جسم اور معانی کو روح کہا جاسکتا
تو ضرور ہے کہ معین و لطیف روح کا خارجی غالب کی کشش اور لطافت رکھتا ہو۔ کہ یہ اس معلوم ہوتا ہے کہ روح اور جسم ایک
دوسرے کو نہایت ہی چار سوار طور پر متاثر کر لے گی۔ انسانی روح کے اعلیٰ تر ہی حاکم ذاتی جسم کی کسی دیکھی صورت میں خود
ظاہر ہو جاسکتے ہیں۔ اسی طرح دیکھ کر کیناںات روح پر اپنا گلہ چھاپ لکھتے ہیں نہیں نہیں۔ بالکل یہی حال انسانی روحانی ہے
اگر کہ ایک منہ مرتجی عمل اور مشتقائے حال کے مناسب ہوا تو اس کی تاثیر اس لحاظ کے متاثر ہیں کہیں زیادہ، چراگ ہو رہی ہی ہو سکتی
اور دیکھنے کے لئے سے استعمال کر دیا گی ہر چاہے آپ کے معانی کتنے ہی ہوں اور گہرے کیوں نہ ہوں اگر ان کی تعداد بہت غیر مناسب نظر
اور دلی نشینی سے متعلقہ تر تو معانی ہی اس سے متاثر ہوتے ہیں نہیں وہ۔ ممکن ہے اور تاثیر تمام کو بھی نہیں پہنچا ہو سکتی شعور غزل کا
مرحہ اور اپنا کی کیفیت اس وقت تک بیکار پاتا ہے جب الفاظ و معانی ہم آہنگ اور مشتقائے حال کے سب مطابق کو اپنے کرتے
ہوں۔ اس سے طرز ادراک دلی نشینی صحت ہے۔

الفاظ میں تصویر مستقیمہ و غیر مستقیمہ ہوتے ہیں۔ ہر تصویر اپنا ایک پس منظر رکھتا ہے۔ جو میں ذہنی طور پر محسوس کر دو پیشی میں
سے ہوتا ہے۔ خزانہ معنی و تفسیرات کے زریعہ جو دراصل انسانی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمیں ایک خاص فن کے سیر کا ارتکاب ہے۔ معانی اور
طور و شیریں و دلدادہ، بلیغ اور معنی، محمود اور اباؤ، کہ تمہیں ملازم خیالات کے یاد آفرین کیجئے کہ یہ درست طرزات شعری ہوں
جاتی ہیں اور یہ صرف محبت ہی تک محدود نہیں۔ جہذا میں قوت اور ذاتی کا خود راغنی ہوتا ہے۔ جس کو کہی کہہ سکتے ہیں
اس کے استعمال کا مصعب جاتا ہو۔ بقول غالب ۱۳

گنجینہ معنی کا علم اس کو کہئے
جو لفظ کو غالب مرے شعر میں کہئے



میرزا غالب اور میر تقی

مولانا محمد رسول ناصر

”یادگارِ مہر“ میں صحتِ حاکمِ مروجہ نے لکھا ہے

”جس روحانی پر مرزا نے اتہنا میں امدادِ شعریٰ کی ضرورت کیا تھا۔ قلعہِ نظر اس کے کاسِ دل سے اٹھانے کا کام خود بہارے پاس موجود ہے، داسی، دیش کا انظارہ اس کا ہی ہے۔ لڑائی ہو سکتا ہے، خود مرزا اگر دہلی سے لگایا ہے کہ مرزا نے جو مرزا کے ہم مدد تھے، اس کے وطن کے اندر سے کہیں کہیں کرانٹری اس لڑائے کو کوئی قابلِ فائدہ نہ کیا اور اس نے اس کو سید سے مستے پر ڈال دیا تو جواب قطع یہاں سے لایا وہ نہیں بکے گا“

ماضی میں مرقم ہے کہ مرزا کے اندر ان کے پیچھے کے دوستِ خوبِ صامِ اندری میں وہاں والا صیغہ مرزا نے نظر کے لیے لکھا ہے۔ علیٰ ہذا ہی ہے اس کیلئے کے متعلق شہادت ہے یہی وہ ہے کبھی اس پر نظر کیا یہی صامی اور میں نے ناظر نے کراٹھا کر یہ صحیح نہیں ہو سکتا۔

غلامِ جاگ نے روایت کی سہ کے سہیجی، ان کا علیٰ استقلال کئے میں رہی ہے شہادہ چہا کہ یہ واقعہ انہوں نے باورِ مطلق کتاب سے نہیں سنا، بلکہ مرزا اور اس کے گھم و سرے کرنے سے یہاں کیا۔ یہاں چہا کہ لکھا

”خود مرزا اگر دہلی سے لگایا ہے“ یہ نہیں لکھا کہ ”میں نے یہاں سے خود مرزا سے سنا۔“

لیکن ظاہرِ صاحب نے باورِ مطلق بنا دیا اور اس حقیقت، یہاں شہر نہیں ہو سکتا کہ میں حد تک خود جو صاحب کی مشنیر کا تعلق ہے، یہ ہے بنیاد نہیں ہو سکتا، ان کے لڑائے سے اختلاف کیا ہو سکتا ہے، ان کا حصول میں کوئی گناہ نہیں لکھ سکتا ہے۔ لیکن یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے کوئی دھوکا دینا یا غرضِ شہادت کے بیرون کیا ہوگا۔

پھر کیا یہ لکھا ہے کہ خواجہ صاحب کو قطعہ بھی ہوئی؟ یا جس روایت میں انہوں نے مشاہدہ جاری تھا اور تھا؟ خود اپنے مرزا نے کیا کہا اور اس کی طرف سے کیا لکھا، یا سب سے آخر میں ان کا یہاں کہ مرزا نے عالمِ سرور میں لکھ دینا یا لکھا کہ یہاں لکھا ہے جو نے ایسی کوئی بات کہہ دی اور ٹھیکہ انہوں نے یا خود خواجہ صاحب نے اسے حقیقت لکھا یا نہ لکھا، عالمِ سرور کی طرف عالمِ سرور کی طرف سے یا نہ لکھا، یہ حقیقت پر مبنی نہیں، مبنی یا نہیں۔



یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے اسے میں خود ہر صاحب منزل کے پاس بھیجے۔ اس زمانے میں مرزا کی شہرت و عظمت مسلم ہونے لگی تھی اور انہیں اپنے لگے لگی کے ثبوت کے لئے مرزا کی یہی حکایت و شرح لکے کہ ضرورت نہ تھی۔

میں نے ایک مرتبہ ۱۲۷۱ھ تک حکام آگرہ کی خدمت میں اپنے مضامین میں کے اور اس حکایت کو مستند حکم رکھا تو انہوں نے فرمایا کہ عام رسالت کے اعتبار سے تو یہ ضرور مستند معلوم ہو رہی ہے لیکن خاص خاص حالات میں بدگمانی مستند بھی نہیں۔ مرزا نے خود لکھا ہے کہ میری تیوریوں کی طرف سے جب تک خود قصور سے مکمل پر اگر تہمت بخار دے تو میری اصل و کو قصور سے دانا بھی میری جہت کرنے کے بعد قصور دور میں نظر آتا ہے، مگر میری یہی کہ میری اپنا جہاں تو مراد سے زیادہ چند برس کی طرف میں استفادہ کا موقع مل گیا۔

”اگر غلبہ کا قصور تھا، استفادہ و رعایت کا یہ اصل تھا کہ چند برس کی طرف میں

خاص نزاع کے اور عذر و حق میں کہ عقل پر دست کشا تھا جس سے مرزا کی بدگمانی

خاص نہ تھی، جس الہی عقیدہ اور ایک چند یہ تہمت جیسے دانا سوز گمان ملک

عقل کے حوالہ دیکھ کر اس کے لئے استفادہ پر گئے تو یہ بات کہیں مستند تصور

کہا جائے تو کیا، میری یہی شوقین ضرورت کہ دیا جو اس شخصیت اور عقیدہ

کا دور سے لوگوں میں اس بات کا چھپا ہوا ہے کہ جو عقلی کو کھسکے یہ تہکار

میر صاحب شکستہ بچا ہوا جو۔“

پھر میرا نے اپنے رسالت سے ہونے لگا کر خود میں نے اس طرح میں شامی ضرورت کہ تھی۔ میری شرفی کہ آگرہ میں اس طرح میں ہوا کہ میری بدگمانی کے اور عذر و حق میں کہ عقل پر دست کشا تھا جس سے مرزا کی بدگمانی خاص نہ تھی، جس الہی عقیدہ اور ایک چند یہ تہمت جیسے دانا سوز گمان ملک

عقل کے حوالہ دیکھ کر اس کے لئے استفادہ پر گئے تو یہ بات کہیں مستند تصور کہہ جائے تو کیا، میری یہی شوقین ضرورت کہ دیا جو اس شخصیت اور عقیدہ کا دور سے لوگوں میں اس بات کا چھپا ہوا ہے کہ جو عقلی کو کھسکے یہ تہکار میر صاحب شکستہ بچا ہوا جو۔“

”اس میں میری یہی کہ میری بدگمانی کے اور عذر و حق میں کہ عقل پر دست کشا تھا جس سے مرزا کی بدگمانی خاص نہ تھی، جس الہی عقیدہ اور ایک چند یہ تہمت جیسے دانا سوز گمان ملک

عقل کے حوالہ دیکھ کر اس کے لئے استفادہ پر گئے تو یہ بات کہیں مستند تصور کہہ جائے تو کیا، میری یہی شوقین ضرورت کہ دیا جو اس شخصیت اور عقیدہ کا دور سے لوگوں میں اس بات کا چھپا ہوا ہے کہ جو عقلی کو کھسکے یہ تہکار

میر صاحب شکستہ بچا ہوا جو۔“

”اس میں میری یہی کہ میری بدگمانی کے اور عذر و حق میں کہ عقل پر دست کشا تھا جس سے مرزا کی بدگمانی خاص نہ تھی، جس الہی عقیدہ اور ایک چند یہ تہمت جیسے دانا سوز گمان ملک

عقل کے حوالہ دیکھ کر اس کے لئے استفادہ پر گئے تو یہ بات کہیں مستند تصور کہہ جائے تو کیا، میری یہی شوقین ضرورت کہ دیا جو اس شخصیت اور عقیدہ کا دور سے لوگوں میں اس بات کا چھپا ہوا ہے کہ جو عقلی کو کھسکے یہ تہکار میر صاحب شکستہ بچا ہوا جو۔“



کچھ حسرت کے بار میں

رشید احمد صدیقی

حسرت نے شعری اختیار کی حسرت ہی تھے 'اُن کا کوئی کیا کر سکتا تھا ایک کوئی بناویں سے بد چلے کر نیک بن جتے تھے کیا پڑی تھی کہ تو نے حسرت کو اختیار کیا۔ حسرت اور غزل بڑی مشق سے لکھی جاتی تھیں کہ حسرت کے کوسریات غزل سے حسرت دیکھتی تھی : ایک شعر میں نے پڑھا کہ میں حسرت صاحب ادیب کے شعر لکھ کر جو چاہے کسی کے حقوق پر قبضہ کر سکتا ہے۔ یہ بالکل ایک مادی پسند ادیب کی حرکت ہے۔ جو آپ کے انی اشعار کو بھی پڑھنے سے، ذرا آگے گام چڑھائیے نظام کا دشمن بن جائیں گی آپ نے لکھے ہیں اور میں نہیں کہیں کہیں مدحیہ کا بیجے معروض میں آپ سے لکھے ہیں کہ میں نے غزل ہی لکھنا شروع کیا اور وہ اس لیے کہ حقوق نہ مل سکتے تھے کہ میں غزل ہی لکھنے لگیں یہ تو باتیں سن اشعار سے آپ کو کسی حقوق پر قبضہ پا سکے یا نہیں اور پانکے تو کتنے غزل قبضہ کا مقام "مرا اس کا بند بھنگنا دیا۔"



حسرت صاحب کا دکان کھلوانا جس پر آپ نے ادیب بننے کے لیے آپ نے طیف غزل کا انتخاب بہت خوب ! حسرت کی غزلوں میں خواہ غزل لکھتے نہیں تھے۔ وہ لکھتے تھے نہیں۔ درجہ اعلیٰ درجہ خزانہ۔ پیچھے درجہ اتنا اندر شریک رکھتے ہیں۔ یہ چاروں پہلے کا لاشن کرتے ہیں ان کو خطاب میں جتا جتے ہیں ہم کو نہ دیتے ہیں۔ حضرات و قلیل کی بھی کہہ ایسی زیادہ کاغذوں نہیں ہے شعر کہنے کے لیے دلوں انھیں مطلوب یا صحت استعمال کرتے ہیں میں نے ان کے اشعار ان چیزوں کے استعمال پر اصرار کرتے ہیں۔

حسرت کو زبان پر بڑا اصرار ہے۔ غزل میں زبان کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ خود ایک جبر پر غزل ہے۔ غزل اور اشعار ایک دوسرے میں ایک اور طرح میں تو قسم قسم میں غزل ہی پر لکھتے ہیں کہ میں غزل سنتے ہیں تو وہاں تو میں ایک وقت میں طرح "صاحب" "ابو" "نہار" "ایمان" میں کاغذ معروض نہیں رہتا کہ ہم یہ لکھ لکھتے ہیں کہ زبان مذوق اور لکھنے کے لیے نقد تحریر دوسرے جوتے یا نہیں ! اشعار سے قطعاً غزل کو بڑا مشکل ہے پڑھتے جوتے ہیں۔ یہ زبانیں اور لکھنا نظام کی لعنت جو زبان بگڑتی ہے اس سے بچتے نہیں! میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں اور اس طرح کی باتیں ریاضت اور لکھ رکھتے تھے انہیں واقفہ و فہم سے۔ بڑی باتیں اور بڑی شخصیتیں جتنا اسان غزلت پر گواہ ہوتی ہیں اتنی کسی نظام کی حسرت یا بگڑت نہیں ہوتیں۔

حسرت کے زبان پر لکھ لکھنے اور لکھنے کے ذریعے پر غور رکھنے میں فرق ہے۔ ہم لکھ رہے ہیں زبان کا کام اس کو تو لکھنے کے کام ہی جو مدح و مہم و طرح اس کے لیے یا مدح و مہم و غلو و غلو کا چھان جانا اور لکھنا کہ رہتا ہے۔ تو ہی میں ہدایت کا یہ قسم صورت و اشعار ہے۔ زبان میں ہدایت اچھے لکھنے کے لیے زبان کو بہت مشکل استعمال کرنے لگیں زبان کی بگڑت اور میں میں فرق نہ آئے پڑتے اور بگڑنے لگے کہ یہ لکھنا نہ بگڑنا اور یہ بگڑنے لکھنا کہ زبان کے کتب یا اپنے کتب کو قوت رکھتے ہیں۔

حسرت زبان کی نالائقی کہیں نہیں کہتے۔ وہ اپنے خیالات اور جذبات کو جس الفاظ اور فقرہ میں، وہ لکھتے محنت ہی نہیں گذرا دیتے۔
 لکھنے کے خیر کی محنت دیتے ہیں۔ آپ حسرت کی عبادت کو ملاحظہ کر کے بتا سکتے ہیں کہ جس خیالات و جذبات کے وہ حامل ہیں وہ
 کس شکل و نشان سے عکس ہو کر کیوں کر لائے جاتے۔ ان کے شعرا اور ادیب خیالات و جذبات کے اظہار کے لیے اپنے نزدیک بہترین الفاظ و عبارات
 تلاش کرتے ہیں اور اس کے اظہار و شعرا میں بھی محنت کرتے ہیں۔ یہ کوئی عیب یا کمزوری نہیں ہے۔ لیکن ظاہر ہے اس شعری
 ادیب کا ذہن کا ہی ہونا چاہیے کہ جو تقریباً ساری دنیا و طبیعت میں اپنے خیالات و جذبات کا اظہار و اظہار خوبی سے کر کے جس میں وہ
 وقت میں لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہر جملے کو جس قدر اہم سمجھتا ہے کہ ہر فقرہ اور خیال اپنی نمایاں اپنے ساتھ لکھتا ہے۔ حسرت کی اس
 کڑی لفظ اور عریضیں طوطی معلوم ہوں گی لیکن بہت بھرپور اور دلچسپ لکھنے کی اور کہیں ایسا ممکن ہوگا جیسے وہ بات اس شخص سے نہیں
 الفاظ میں کہی جا سکتی تھی یا دلچسپ ہو سکتی تھی۔

حسرت میں ایک شعرا سے میں خود عدت اظہار حقیقت کرتے ہیں مثلاً میر تقی میر، صفیق، نسیم گھنوی، نجم دہلوی، مولانا
 فضل الدین شریف، انیسویں صدیقی، ادب کا اتنا اداکار کا اثر ان کے کام پر نظر نہیں آتا۔ اس میں بھی شبہ ہے کہ ان میں سے
 براہ راست اس سے متاثر کیا ہو۔ وہ ایک کام دہنا اور تکرار کرتے ہیں اور خود اپنے کام کا دلو دینا چاہتے ہیں تو بڑے ہی کچھ اور کہنے
 کے ان میں سے کام لے لیتے ہیں۔

شاعرانہ حسرت دلی کے باعث کھنکھارے اور قریب ہی کھنکھارے اور اسے شاعری سے الگ کرنا بھی دیکھا ہے۔ کھنکھارے اور اسے
 شعرا میں اس عشق نہیں جتنی شاعر ہے۔ حتیٰ کہ ان کے لکھے ہیں جتنا حیدر ہے۔ اس دلی میں ہی جس وقت کا ادراک نہیں ہے
 جتنا لانا ہے کہ کھنکھارے قریب کا بہت کم تذکرہ کرتے ہیں۔ قریب سے لکھ بھی کوئی عشق نہیں لکھیں اس پر تعجب نہ ہو۔ ہر ایک
 کہ کھنکھارے شعرا کا عجب کا شعور قریب کے شعور سے اتنا زیادہ بلکہ کے شعور سے اتنا پاک کیوں ہے؟ حسرت کے اس میں دلیب کا
 قلبی اور تقریباً صفر ہے۔

ان کے خیالات کے اظہار کے لیے ان کے دل میں ہر لمحہ ایک ماحول اور عشق پر مبنی کے کرتوت اور کہانوں کے عیب و غریب کر کے پیش کرتے
 حسرت کا عشق مختصر ہوتا ہے۔ اس میں غماز دلی اور شہباز کی شاعری میں جو لڑائی جیتیتہ پیش کیا ہے وہ بھی اس عشق پر مبنی کہ لڑائی
 ہر لمحہ قریب نہیں، ایسا ہی ہے۔ میں اپنے اس گمان کو حسرت کے شعور میں کوئی گتالی نہیں سمجھتا، میں حسرت کے شعور کے ایک لڑائی
 خیالات کے خلاف طبیعت کی سادگی اور جذبات کے گتالی شعور کا دل سے متفرق ہوں۔ ان کی زندگی اور ان کی شاعری کے مطالعہ کے بعد
 کہیں ہرگز یہ نہیں ہوتا۔ ان کی شاعری میں عشق، ان کی سادگی، ان کے مزاج، ان کے شغف، ان کی زندگی کے ہر لمحہ سب میں حیدر، غماز
 میں بڑھ جاتے ہیں۔ ہر ایک کا شعور ہر ایک کے افکار اور ہر ایک کے انداز، ہم جدا ہے۔

حسرت نے اپنے دلچسپ بارے میں جو افکار کہے ہیں وہ بلا منہ غیر ہے یعنی ۔

ہزارہ عشق ہی اس کی شے ہے لیکن

ہم اس نعمت کے مستحق ہیں ورنہ

کس نعمت کو مستحق ہوں؟ خدا کی قسم عشق ہی میرا نعمت کا جسے حسرت نے وہ فریاد اور مہلتی جتنی جوں سے پہنچے ہی سے پہنچا
 جسے شعرا نے بھی سمجھا۔ یہ ان کی عشق کی بات معلوم ہوتی ہے اس کو نہ ہی یہ کہ غماز نے اس کی شاعری میں عشق کا کوئی تذکرہ نہیں۔

اور دشمنوں میں ایسی ہیبتی اور خوفناک صورت پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے آپ کو ہار کا سامنا کرنا پڑنے سے بچنے کے لیے اپنی تمام تر طاقتیں اکٹھا کر کے اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

یہ ایک نیاکھنکھ ہے کہ دل میں یہ کلمہ کہ خدا عز و جل سے پہلے کی فکر حیرت کے کھم میں چلی تھی جیسا کہ ہم نے
مذکورہ بالا بحث میں دیکھا ہے کہ اسی میں شکر کے ہیں۔ تعجب کہ ہر شاعر میں دلچ لچ سے اہل دہلیت میں دلچ لچ حیرت
کے اہل دل میں کھنکھ کے ہیں کہ جتنا غصہ ہے اسی طرح ان کے دل میں تعجب سے اتنا لگاؤ نہیں ملتا جتنا غصہ سے ملتا ہے کہ یہ کلمہ
فرمانہ ہوا کہ صرف جتنے ہی دست و پاگل ہیں اتنے تعجب سے نہیں ملتا اور ان کے دل میں غصہ سے اتنا لگاؤ نہیں ملتا کہ تعجب
حیرت کے ہیں! ان کے دل میں کھنکھ کے ہیں کہ جتنا غصہ ہے اسی طرح ان کے دل میں تعجب سے اتنا لگاؤ نہیں ملتا جتنا غصہ سے ملتا ہے کہ یہ کلمہ

[illegible]

حسوت قسم کے اجبار سے ملے، اجاب پسند واقع ہوئے تھے لیکن ان کی خاموشی میں جو کائنات کی آواز کھم کھم سے دھڑک رہی تھی، ان کے دل میں غم و غصہ کی آواز بھی گونج رہی تھی۔ ان کے دل میں ایک ایسی بات تھی کہ وہ کہہ نہ سکتے تھے۔ ان کے دل میں ایک ایسی بات تھی کہ وہ کہہ نہ سکتے تھے۔ ان کے دل میں ایک ایسی بات تھی کہ وہ کہہ نہ سکتے تھے۔



محلے معمول اور عام اجتماعی سائیکس کی ہرگز غیر حقیقت کے سبب ہی داریں پیدا کرنے اور روحانی دنیا کا حق و رول کی ہرگز تحریک قوی نہایت
دوبی، انفرادی کے جواب میں غرضی، انفرادی کے جواب میں شعرواں اور نصیب دہ کے جواب میں تعویذ کے لئے گئے۔ جن میں جواب کی کاوش کل
موقوف پر اس حد تک پہنچ رہی کہ انکار و ترکیب تک میں ممانعت پیدا ہونے لگی مگر درج مضمون سے بہت کم سرور رکھو۔

شاعری کا رنگ یاد اگر تیار ہو چلتے ہے ہمت کی پائے تو بہت سی حد تک جانتے جانتے ہی ہر اگر ممانعت پیدا کیا کہ شاعری میں کوئی شخص شعر
کی تعالیٰ کی کہے بل شاعر ہی نہ تھا کہ ہر مکرر ذی شاعری کے لئے ہر اسے ہر بات کی ضرورت ہوتی ہے مطلقاً باطن کی دنیا کے ان عظیم احساسات اور
انگشت ناک کی جو اپنی مہمت کے تقاضا ہی ہوتے ہیں اور شاعری دراصل ایک مراقبہ، ایک دریافت، ایک اجماع و امتداد کی طریقہ کی تعریف ہے جس
کے لئے ہر شخص اہلیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس کا شہرہ و قہر جو سکتا ہے، مگر اس طلب گاری میں صرف شعور کی پیش اور موجود
کی اہم ہر زندگی کا حصہ۔ اس کے لئے ہر شاعر خود مگر اور گہرے مدح و محبت کی ضرورت ہے جو انسانی اور انسانی کے باہمی دشمنی کے نام
واقف اور اسے پہنچا کر سکتا ہے۔ جب کہ میں انفرادیت کی یہ اہلیت ہے تو یہ اضافہ ہے کہ گوئی بل شاعر صرف اسے اپنے شاعر کی
تفسیر کے لئے پیش کرتا ہے بل شاعر ایک شاعر اور صرف شاعر کا تصور ہی کر سکتا ہے اور انسانی کم، نگلی کا پیدا ہونا بھی ناممکن نہیں
در اصل تنقید یا تنقید کی کاوش بل شاعریت سے پیدا ہوتی ہے بل شاعریت کا شعور کے معمول پر کہ ہر شاعر ان کی نسبت کے اندر
دور کرنے کے خیال ہے۔ یہ دونوں باتیں اپنی جگہ قابل اعتراض ہیں مگر انہیں ہی حقیقی لحاظ سے کہہ ایم بھی نہیں، بلکہ ایک ناسخ
محرک ہی ہیں، شاعرانہ دیکھنے میں کہ شاعر شاعری میں ہی رہاں کے سبب، اہل معمولی غما کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ چنانچہ شعور میں انفرادیت
کے نقصان دہ اثرات انفرادی کے بعد ہوتے ہیں، اور دراصل میں تو شاعر کا شعور ہی ہے، جن میں غنی و غریب کا مقام خود مگر نظر آتا ہے، ہر
یہاں انفرادیت کی اکثر صورتیں بل شاعر کے اعتبار تک محدود ہیں اور احساساتی یا شعور سے تربیت یافتہ انفرادیت جو ممانعت اور قربات
میں متعلق ہو کر سامنے آتی ہے کم ہے اور یہاں ہے میں ان بڑی غریب کا شعور سب رنگ اور شاعرانہ رنگ کے بعد میں ہو کر رہا ہے، اس
نقد و نظر سے گزروں جانتے تو خود شاعری میں بل شاعر کے انتہائی سلسلہ میں آؤ گئی بل شاعر کے مگر غیر معمولی انفرادیت کے لحاظ سے بہت
سائنس کے لئے کم ہے بل شاعریت کم و بیش ہے۔ شاعرانہ رنگ اور شاعر کے بعد انشاؤں کے بعد اس کا نام
نہیں میں شاعروں کی تعداد کموں سے ہی محدود ہے، جب صحبت و حال ہے تو ہر اہم تنقید جز کی کاوش کو کم نہیں بلکہ رنگ کی ہر
ہرے نزدیک قریب ہمت داغ ہے کہ جز کی تنقید کا دعویٰ یا جس جز سے گہری محبت اور عقیدت کا پتہ ہوتا ہے کہ وہ مطلقاً نہایت کاغذ و
سہ یا ہر ایک اہل تنقید ہی رہیں کہ کبھی کبھی شاعر کا بھی اپنی لہجہ میں نہ لیا کر سکتا ہے۔ کیونکہ شاعر جس حد تک اپنے شاعری پر
کھلے کی بات، شعور کی شاعری کا پتہ ہونے سے لیا خاطر یہ کہہ سکتے ہیں مگر غریب یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاعر ہر تنقید کے لئے
قولہ و بنا قولہ کہ اپنی ہی شاعری کا نقصان پہنچا ہوا ہے۔ غرض شاعر کا بھی یہ تنقید یہ ہر ان کم کہہ سکتے ہیں کہ تنقید سے لگے
نہیں بلکہ شاعر اس کا حقیقی وجہ تو شاعر کبھی ان ہی نہیں سکتا۔ بنا پر یہ تنقید کی ان دوسری شکوے کی کوئی حق حقیقی مقصد ہر داریں
ہوتا ہے۔ یہ دونوں کام شاعروں سے لیاں اور شاعرانہ ہی طرح انجام دے سکتے ہیں۔



یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تہذیب کے کیا کریں اور ان کی کاتنگ کسی دوسرے شاعر کی شاعری میں مکمل طور پر منسلک ہی نہیں ہو سکتا۔ اس پر کا جواب بڑی غصہ سے دیا جاتا ہے مگر یہاں چند شکوک کے ذریعے جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس کے حق پر تہذیب کے کام سے یہ مندرجہ ذیل کرتا جاتا ہے۔ ہوں۔ تہذیب کے تہذیبی شاعر کے شعور خود گنہگار۔

کیا تمہارے بچے پڑھ سکتے ہیں؟
 یہ شعر بچہ ہی اپنی جگہ

[illegible]

سے کیا دیکھائی ہے، بزمِ بیاں کی چاکوں سے جہی کو دیکھو، وہ ہم میدانِ رنگِ کشیدہ، گہ سہا پہ میسر ہے

[illegible]

میر کے بیان کا جائزہ لیں کہ یہ صورت اپنی داخلی قوی شکل میں افق ہے۔ مگر اس کے اسی انداز کے ہے کہ ناگہان کی آواز نے تھیں کہ موت میں
بدلتا اور مکمل قربانیاں کی آواز میں ہے کہ کائنات سے میر کو بڑی شکست ہے کہ میر نے اپنا جہان جہنم میں ہے صرف ظلم کا عالم کہ میر
ہے آواز میں کی شکست واپس اپنی کھوپڑی میں اس کا نام فلم میں اس کی نظر فرمیں اور آواز میں اس کا نام ہے اس کے سب سے میر کا نام اس
کا نام کی مکمل شکست ہے اور اس کی اس شکست سے وہ اپنے اندر اپنی دنیا پر آگے سے کہ میر کو جگہ کی شکست ہی جانا ہے کہ میر کی دل شکست کی رنگی جانی فرم
ہی جانا ہے کہ میر کی دوسری دنیا کے کہ آواز کی کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اس کی سہاوا کی آواز کی آواز کرنا ہے اور کہ میر اس کے میر کی میں میر سے
جائے ہے وہ افق کی آواز ہے وہ اپنی کھوپڑی ہے لہذا کہ یہ سب انداز کے اس میں سے شکست ہی میں اس کا نام کی کہ میر کو دوسرے میں کی اس انداز
میر میں وہ میر کی شکست ہے کہ وہ اپنی تمام اس کو اس کے دوسری شکست اس وقت اپنے اندر جذب کر لیا تھا جب وہ ہندو فلم واپس آکر رہا ہے

Figure 1

میں نے اس سے پہلے اس کی بات نہیں کی تھی

یہ تم کا پہلا شہید رقم تھا۔ بعد کے واقعات سے یہ گناہ اور بھی گرا ہوتا گیا۔ آخری لے شیروں اور عثمانیوں کا انجیلہ دیکھنا امداد کی دہرائی اور تباہی کا گہرا اثر لیا۔ اور یہ گریکا آجیٹے اسی کے نزدیک دنیا کی ساری گمراہی آجیٹے۔ اس کے بعد انہیں جیوش میں بھی لگنے کی گزند ہوئی جس کا ماحول شیعہ طور سے مسودگی ملتی اور یونانی طرز ثابت ہوئے۔

میرے کے بنیاد سے اسی کی شخصیت کو ایک عجیب عجوبہ خداوند بنا دیا تھا بہت بڑی شخصوں کا مجموعہ۔ اگر ان کا ذاتی علم شیعہ ہر شخص نسبت کا تھا مگر اس میں ایک نسبت اور آکاشیت بھی ہے۔ پتا چلا کہ اسی کے تصور کی مثالی شخصیتوں میں اسی طرح بھی خدا ہے۔ وہ
 پہلے اس شخص سے جو کلمہ ہوسے گا اس کو کمال پر بہت کم ہوسے
 ہر گز مومن کو اس سے ایک شیعہ خاص بھی ہے تو ایک حکم ہونے

کامیابی سے جاہلیت تک کا یہ سفر وہ حال اور اپنی افکار کے جزووں ماحول پر مبنی ہے۔ نیز کہ آکاشیت اور عالمیت اسی کی شاعری میں ایک آئینہ کائنات کی بنیاد سے برہنہ ہو رہا ہے۔ نیز کے اکثر تصورات اسی کی اسی وہ منہ آکاشیت اور زندگی کائنات عالمیت کے دہراہ و طرف ہیں اور اسی کے سامنے خداوند سادہ سے ہمیشہ بیان اور پیرائے اسی مرکز کی عقل کے اثرات خدا ہی ہیں۔

یہ بھی میرے کے بہت خاص۔ اگر کسی کے کام میں یہ خاص بھی ہے تو اس پر عقیدہ میرے کو پاس آئی۔ مگر کسی کے کام میں یہ خاص بھی ہو یا ہونے کے سبب اس کو پہلے میرے کی شخصیت ماحول ہوگی۔ پہلے تو اس میں عقل کے بعض شعروں کی کچھ دل بڑھائی پائی ہوتی ہے اور میرے کو خدا کی علامت میں اسی کی آواز دہراہے مگر میرے پہلے بیان پر پکا ہے۔ نیز اور عقل میں ہم لگتی کم اور لہذا یہ ہے۔ مثلاً کائنات میں شیعہ کے بیان میں پائی کہ جسک نظر آتا ہے گراں کے کام میں دھڑیلنے کے انداز اور ہم راہی کی حالتیں موجود نہیں۔ انہیں باوجودی کو یہ ظاہر ہوسے کہ وہ شیعہ اپنے کام میں میرے کی ماحول پیدا کرنے کے اندر ہونے کے اندر شیعہ کی اپنی آواز میں کہاں کہہ

کسی دلوں میں ہوسے شعیر، اسے میرے میرے ہے

مگر ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ قبول افکار اسی کی اپنی ان شخص میں کامیاب بھی ہو گئے تھے۔ بنیاد عقلمانی نے شیعہ کی اس کامیابی کا ثمرت اس بات کا ثبوت ہے کہ اسی کے بیان میں میرے کے سادہ انداز موجود ہیں گری میرے کے طرف سادہ بیان سے کوئی شخص حیرت میں نہ آتا۔ اس طرح افکار نے شیعہ کو اس طرح کے سادہ سے بھی بنایا ہے۔ وہ

شاید اسی کا نام حیرت ہے شیعہ ایک آگ اسی ہے بیخ کے اندر لگی ہوئی

گری شیعہ کو اس طرح تو میرے وہ سادہ غائب کی ماحول کی دکھائی دے گا ہے کہ اگر اسی میں حیرت کے سادہ ہے آگ کا لاشعش پائی جاتی ہے اور گریہ کی یہ حالت کتاب کی تصویریت ہے۔ مگر میرے اندر میرے وہ میرے یہ آواز اور میرے کے دہرائی آواز قیلا ہے۔ یہ سادہ گریہ میرے سادہ سات کا گہرا اس طرح کرتے تو میرے نہ ہوتے۔ نیز تو عارف جانی کے مادی میں۔ نیز کہ بہت کم ناکی میں اب شیعہ کے متعلق میرے اپنے پہلے پہلے آگ کا پل اور اس کے میں وہ

گرم کے ایک دہی وہ چھتے تک گیا تھا تپ سے جلدی چھائی ہر شب جاکر ہے

حیرت کی کیفیت کے متعلق شیعہ کا یہ جوابی دہرائی اس سے میرے کے لاشعش اسی کا طیف میرے جانی میں گریہ میرے کے میرے جانی ہے۔ آگ عارف جانی سے آگ گرم کی میرے اس آواز سے شیعہ کو غائب کے قوسے کا گری جہاں چاہے۔ مگر میرے کی لونی کا ایک فرقہ

میری دانے میں پہلے ماحول میں اگر کوئی شخص میرے کے کہ انداز پیدا کر سکا ہے تو وہ غائب ہے اگر پہلے سادہ کا میرے کے لاشعش دہرائی کہتو



کرت اس مدخل پر آگاہ ہے جو اعلیٰ مدخل ہے اور یہ الہی ریح کو دیر سے جہت قدر پہنچا رہی ہے۔ ان کے اصل احوال کا یہ رنگ ہے۔

جہاز جبرہ رنجیں ہزار ہندوئی انگلر
خارق مدعی کیلین چر تو کیوں کر
چھتہ ہوں میں کہ کوہ رنجیں جہاز
جہاز میں کو کہہ بیان نہیں دیا
کوہ سے تو چہرہ انکس نہیں دیا
رہیں انکسیں بیان ہمسای نہیں دیا

ابن کثیر لا بخوری پیرایہ اللہ علیہ کی عظیم شاعری کے ازاں قریب ہے دیکھو کہ۔

[illegible][illegible]

مولانا آزاد و بنام غائب

ژانر: نثر

یہ بات اب قاعدہ کلیے کی ہونے تسلیم کی جا چکی ہے کہ مولانا اگر حسین آزاد ہمارے مناسب طرز ادیب اور انشا پرداز ہیں اور ان کا اسلوب تحریر یہ حد تکشن اور تقریب ہے، جس کا نتیجہ ممکن نہیں یہ سب حد سبب، لیکن اس سے بھی انکار ممکن نہیں کہ قادیانی باعصوم اس کی زبان اور ہوشیاری سے میں ایسا گویا ہوتا ہے کہ اس کی سببی دوسری خصوصیات کی طرف اس کا خیال جاتا ہی نہیں۔ آزاد کی نگاہ کشش کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کی تحریر بہت پیلو و دہوتی ہے۔ وہ عام طور پر احترازی اور محتاط صاف کمال کر نہیں کہتے۔ وہ صرف غفلتوں میں ان کی چوٹ سیدھی نہیں ہوتی، بلکہ وہ چلو سے دار کہتے ہیں۔ پڑھتے دلا ان کے فقروں کے دروہست اور انشاء کی رنگین میں ایسا گم ہوتا ہے کہ اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ انہوں نے کہاں چلی گئی تھی۔ ان کی صحبت میں ان کے غائب پر اعتراضوں کا باطن میں مقصود ہے۔

۱۔ مولانا آزاد کی نظر میں غائب وہ اصل آئندہ کے نہیں بلکہ فارسی کے شاعر ہیں۔ اس لئے ان کا خیال ہے کہ ان کے نام کبھی حیات میں قبول نہ ملے۔ جو آزاد شاعر کا ذکر ہے۔ لہذا ان کا حال شروٹ ہی ان الفاظ سے کہتے ہیں:-
"مرزا صاحب کو اصل حقوق قادیانی کی نظم و نثر کا غائب اسے کہاں کہاں نظر آجیے تھے۔ لیکن چونکہ تعالین ان کی آواز میں چلی ہیں اور میں طوطا امراء و دروہستائے اکبر آباد میں علم خاندان سے تالیف اور میراثے فارسی میں، اسی طرح آزاد کے معنی کے ایک ہیں، اس سے واجب ہوا کہ ان کا ذکر اس تذکرہ میں ضرور کیا جائے۔" (ص ۶۲۵)

پہلی بار مولانا آزاد وہ باقوتی پر توجہ دلاتے چاہتے ہیں:-

دانت ایران کا اصلی شوق نظم و نثر فارسی کا تھا۔ اور وہ میراثے فارسی میں ناگوار آئندہ کے خلق مملکتانوی تھا۔
اب اس امر اور دقت سے اکبر آباد میں مملو خاندان سے تالیف ہیں:-

امیر زادہ اور دانت میں زادہ اور وہ بھی دلی کا نہیں بلکہ آگرہ کا۔ مقصود یہ کہ دانت ہوں گے، لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ شاعر ہی بنے ہیں۔ جب کہ وہ شاعر ہی بنے ہیں، جبکہ وہ زبان کے مرکز دلی میں پیدا ہوئے ہیں، لیکن آگرہ کی وجہ انشائیہ ہی کہا جاتا ہے۔ ہوں کہ اگر حالی خاندان بھی ہیں، تو آگرہ میں، یہاں دلی میں انہیں کوئی بچپن تھا، یہاں کہ صاحب حیات کی وفات کے بعد شاعر ہوا، اور غائب کی ساری عمر دلی میں گذری تھی۔

۲۔ ان کی فارسی میں انہوں نے پھر دہرایا ہے اور یہاں ایک اور چلی لے ہے۔ فرماتے ہیں:-

"اس میں کہ شک نہیں کہ میرزا ابی ہند میں فارسی کے بالکل شاعر تھے۔ مگر معلوم دہلی کی تحصیل طالب ملاز



پہلی بار مولانا آزاد وہ باقوتی پر توجہ دلاتے چاہتے ہیں:-

ہیں نہ لاسکتے تھے اور انہیں حدودہ انا لادیں ایسی جتنی اور دستھی سے باندھتے تھے کہ وہ نہیں سما جی نہیں سکتا تھا۔
اس لئے کہیں تو مطلب کہہ کا کہ جو جاتا تھا اور کہیں کہیں جی نہیں رہتا تھا۔

(ایضاً)

گویا جو بات وہ غالب کے لئے مرام سے لکھنے کی عزت نہیں کر سکتے تھے اور اسے صرف "مفتی آفریقہ اور نازک خیال
ابن کاشیہ" خاص تھا کہ کہہ گئے تھے اس کی انہوں نے یہاں شرمناک کر دی۔

لیکن دوسرا اعتراض اس سے دائم تر ہے۔ جب وہ لکھتے ہیں کہ اکثر اہل انا اس طرح بھرتے نہیں، تو اس سے ہوا کی یہ
سہ کہ وہ غلط زبان اور غلط سے اور دوزخ کے خلاف آزدو لکھتے ہیں۔ اس کی کہ متاثرین انہوں نے آگے اور وہی "مفتی
کے خطوط سے متعلق لکھتے ہوئے دی ہیں۔

۵۔ یہاں ایک تو اہم کتاب "اندر کا ایس میں پیچھے جس سے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ یہی آزدو کا ابائی، بلکہ جو جہاد
ہے اور وہی مفتی اس دین کی "بیرونی کتاب ہے۔ آزدو کی مفتی پر تصوف لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس کی صورت کا نام منازعہ خود اور مفتی رکھا۔ اس خط کی مہلت ایسی ہے گویا آپ سانے پیچھے لگا اٹھ کر رہے
ہیں، مگر کیا کریں کہ ان کی باتیں بھی خاص غلامی کی خوشیاں فراخوں اور حد و حریموں سے مرصع ہوئی ہیں، مہل فرخ
کم استعداد ہندوستانوں کے کانون کو کونے معلوم ہوں تو وہ جانیں یہ علی گڑھ کی صاحب ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

مہل دنگ وندی کی تصویر صاف کیجئے۔

ہیں چاہیے کہ ان کی کرامت کا اثر کہ انہوں نے خود ہی ایس صاحب کے ہر ہر ہتا۔

یہ جو بری اور دشمن کے وقت ہے۔

مروا ہے سازش قتل و ہندوستان ہوا

(۱۹۳۸ء)

یہ تو انہوں نے خود ہی لکھا اسے لکھ دیا کہ "بعض فقرے کم استعداد ہندوستانوں کے کانون کو کونے معلوم ہوں، تو وہ ہاں ہیں۔
یہ علی گڑھ کی صاحب ہے جو اصل یہاں ہر انہوں سے جو علی گڑھ کی ہے اور یہ کہا ہے کہ گویا کہ رہے ہیں، آزدو میں بلکہ
قاری ہے اور آزدو ان غلامی فراموشوں اور تراشوں کی مثل نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی انہیں سمجھتا ہی ہے۔

۶۔ اسی سلسلے میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

"بعض مگر نام معلومہ غلامی کا ترجمہ کیا ہے، جیسے میرا اور سواہی و قریب کے کلام میں لکھا گیا ہے۔ چنانچہ انہوں
میں فرماتے ہیں: "اس قدر خدا چاہتے ہوئے یہ لفظ ان کے حکم سے اس واسطے لکھا کہ خدا خود اس طرح جو غلامی کا
ہے وہ اس کا لکھنا ہی پر ہی تھا ہوا ہے۔ ہندوستانی خدا کو ناپا خدا محنت کرتی ہوتے ہیں، "نظر اس دستور پر
اگر دیکھ تو ایسے اس شخص سے جس برابر علاقہ خدیجہ داری کا نہیں؟ یہ ہی ترجمہ "نظر بریں" ضابطہ رکھا ہے۔

"مفتی" ہی نہیں تھا اسے خدا نہ لکھے گا لکھ دیتے ہیں؟



محب احسان ہے ہرگز جب خدا اس کو نکلتا ہوں

تو دل کیجے اور کہتا ہے، غم کیجے اور کہتی ہے

بلکہ اگر خود مولا آزاد کا اعتبار کیا جائے تو یہ شعر ظہر سنا نہیں بلکہ ان کے لہجہ استادانہ لگتا ہے کیونکہ یہ شعر کے دیوان صوم میں ہے۔

(ص ۱۵۳)

۱۳۔ جس دلی میں نذرک — اور گشت میں خوش ہے۔

انگریزی اشعار کی تذکرہ و تائیت کا اس زمانے تک تیسری کہاں ہوا تھا کہ اس پر اعتراض ہو، بلکہ یہ تو یہ ہے کہ ابھی تک اس بارے میں کوئی ایک خاصہ متعین نہیں ہوا، ایک ہی لفظ کوئی نذرک کہہ رہے کوئی خوش ہے۔ یہ ہے مولا آزاد و مروج کی لغز و جرم غالب کے خلاف اس سے کہ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ

- ۱۔ غالب ودا اصل اردو کے نہیں فارسی کے قاصر تھے۔
- ۲۔ ان کی تعلیم و تربیت تاتاریہ سے رہ جانے سے وہ اس میں گند مچا اور ظہر خواہ کھائی یا حاصل نہ کر سکے،
- ۳۔ اردو میں ان کا اکثر کلام اپنا اپنی زبان اردو سے اشعار میں یہ سنی ہے۔
- ۴۔ اردو میں وہ غلط محاورہ اور روزمرہ لکھتے ہیں۔
- ۵۔ وہ اردو میں فارسی ترکیبیں اور محاوروں کا ترجمہ کرتے ہیں اور اردو کے اپنی زبان کے روزمرہ کے خلاف ہوا ہے،
- ۶۔ ان کی اردو سوانح غیر منجیدہ تحریر کے اور کسی مصنف کی نہیں۔
- ۷۔ ان کے اردو خطوط عام قاری کے لئے ہے منسوب ہیں۔

نذرک ۱۱۹۷۳



[illegible][illegible]

[illegible]

روح در آن گویا کجاست و چه می کند
 آن آدمی که مستعد و پیراسته زنده
 سالکان خرم متذلل غافل و معکول
 دامن راه نشینان راه مستعد زنده
 مشکب اینچو که میان من و او هیچ افتاد
 عین حق در قفس کنایه ساقی شکوای زنده
 چنگ بیا و دور وقت چرخ از بند ختم
 بجز آن که در بند حقیقت دو اقیانوس زنده
 آستان برافراخت و تو ایست کشید
 قریه کمال بساط حق در دوازده زنده

خودی کا ستر نہ ہاں لا الہ الا اللہ خودی ہے تیغِ قساں لا الہ الا اللہ

یہ دور اپنے ہلالِ بزمِ کدِ توشی میں مسموم ہے جہاں لا الہ الا اللہ

یہ حال و حالِ دہلی دنیا پر لٹو دھندلے مہمانِ دہم و گھملاں لا الہ الا اللہ

اگرچہ بہت چہرے موت کا آئینہ ہیں مگر ہے حاکمِ حاکمان لا الہ الا اللہ

شعرائے افسوس ہیں غالب اور فتح کے ہاں اسوی اندازت کی کثرت سے نظر آئے ہیں مگر ان کا قصہ بھلے خود ایک اسی اصطلاح ہے۔ میں اپنے قصہ کا کہتا ہوں ہے انہوں نے ماضی میں عشق و محبت میں اسوی اندازت کو اپنے انداز سے استعمال کیا ہے۔ جن سمجھت کے ساتھ یہ لکھی زیادہ نمایاں ہے مثلاً۔

اٹھ لے کم دی شہد و گنگہ بھوڑ کر موتی ہوا ہے کھلے کاک اور لکے ساتھ

خود را تو کاغذِ عشقِ بنیاد میں تو کہ ابرو رفت ہی کی خاک میں چھوڑ گئے

دل ایسے خوں کو دھونے لگا کہ راستہ قریب میں آ اور دل لکے طر کا سا

موتی ہوا قریبِ خدا ہے ہم بدست اس سے نہ بیکے میں کہنا آگے نہ ہو اس شکر کہ مہم کا فریاد ہے دی مٹا دھرائی آگے اس شکر کہ لہر منگلی جو جاتا ہے۔

ہر لفظ ہے اس کی لکھی قساں ہی آں گستاخوں، گمراہوں، اللہ کی بڑائی کو لکھتے اپنے قصوں کی ہر جگہ کہ جب بد نظانی میں خودی کی ہی مگر نہ توجہ سے کہ عذابِ خودی لکھتے چہ کہتے ہیں۔

مرا قبر جو میرزا پاھلوان کے ہم پیر تھا مرا میرت نہ وہ دل آکھتے غارِ جوشنت کا

رہا جہنمِ خود کا پایا اگر موتی تو سب سے پہلے تو کیوں نہ لکھتے خود کا

غالب کے ہاں تاثراتِ خودی کی گنجینہ بہرہ پر بھر گئی ہے اگرچہ شعر کے انداز کے مطابق وہ اپنی شریعت سے شریعتیں بھی کہتے ہیں مگر جہاں کہیں ان کی نظر بدستِ کمالِ کمال آگے چلا ہے وہاں خطراتِ خودی کے احتمال میں بھی کمالِ احتیاط اور محروم و نیاز ہے کام کیا گیا ہے۔

اس کی امت میں ہوں ہی جو جی کہہ گا کہ ہے راستے میں شکر کے غالبِ غنیمت پرور کھو



اُسے کون دیکھ سکتا کہ پانچ سو روپے کا
 سو روپے کی نوٹس پر لکھا ہے کہ پانچ سو روپے کا

وہ اپنے ساتھی ٹھیک آگے سے چراغ ملک
 تیرا سرد اسن بھی ابھی تر نہ ہوا

دلت اگر قبول کرے کہ یہ ہے
 تو یہی ہے وہ نہ کہ گناہ ہے

آتا ہے رانا حیدر دل کا شر پار
 تو ہے سرے گہ ہوا پتہ ناز و رنگ

چہ ہرے سر پر رنگ سے اپنا مسود
 تو کو اپنی نظر قبول ہے کہ یہ

نہر سچا مطلق کی کر ہے علم
 دل کہتے ہیں کہ یہ یہی ہے مگر

ہاں ہر وہی ہمارا بکھٹ ہے قول دوسرا
 عشق عیب نہ گیں اور انہی ہاں

کس پر ہے یہ سچا کائنات ہر سے ہوا
 بات کہ ہر خواہ لب ہے سوال سے



یہاں اسی بات کے اندر کی مروت ہے نہیں کہ یہ عشق غائب کے خاص رنگ میں نہیں ہیں وہ خوشی، غم اور یہ تکلیف جو ان
 کے رنگ میں سے خاص ہے وہ اپنے عشق میں بد و خیر کا یہ جو جو ہے ہوا اپنی اچھٹ کے باعث زبان تو نہ سمجھا مگر یہاں
 میں اسی قسم کے یہ خود اشد مثال ہیں خود میں چند خیر

اور نہ دم جو دیکھ کر بچ سکو
 کیا بات ہے کہ وہاں شراب نہ ہو کہ

حالت یہ ہے کہ وہ انہی کی کالک
 اور نہ ہی ذرا نہ کہنے کی بہت کو

تا کہ وہ گھبراہٹ ہو گئی حسرت کہ وہ
 یہاں اگر ان کے گناہوں کی ناز ہے

بہت سے کلمہ حق مستر ہے کہ یہ
 ہم ساری کوڑا ہوا، ہاں کلمہ ہے

قیامت سے کہ ہر وہی کلمہ ہوا ہے
 وہاں ہر کلمہ کو گناہ سونا ہوا ہے

نوع داری به شرطی استوری اصل ایالتی است. نوبت به نقد می شود که می گذارد و می گذارد.

کم نہیں ملو، مگر یہ تیرے کو کچھ سے بہت ہے۔ یہی نقطہ ہے، جسے اسی قدر آ بار نہیں

بگڑے جاتے ہیں فرشتوں کے کچھ ہر ایک آدمی کوئی ہمارا دم خرید بھی سکتا
 لاپتہ کے دیگر سامعین میں زندگی اور حق ہے ان مخصوص عناصر جو خدا اور ملاقات اس کی خاص روئے نظر آئے ہے بلکہ حالت
 کے ہر کے شعور، ہمیں یہ خصوصیات نمایاں ہیں مثلاً حال کے ہیں۔ تاکہ ان فرشتات میں کہ انہیں ہمارا ایسے اشارات ملتے ہیں اور انہیں ایک
 پیچھے پیچھے نازل ہوا ایک ایک کیفیت اس قدر کہتے ہیں کہ ہر ایک کو ان فرشتات اشارات کو کم و بیش وہی رنگ ہے جو میں حالت کے ہیں
 ملاقات میں ان کو اور ملاقات میں مثلاً

[illegible]

والتفكير في الحوادث

سید علی ادریسی نوری مدظلہ العالی نے

۱۱۔ یہاں سے دیکھ کر اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر وہ اس کے ساتھ آج بھی آئے تو اس کے دل میں کیا ہوگا؟

حضرت اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جو باتیں کہ ہر قرآن کا صاحب پڑھ لے، اللہ تعالیٰ بخیر فرمادے۔

وہ دہائے قبل از اسلام ہونے کی وجہ سے قندھار کو بھٹا فروریج مانا گیا ہے

کلمه عشق و محبت در دنیا اول دی آخِر
دی اولی دی آخران دی اولی دی آخر



[illegible]

۴۔ "میں نے لکھا کہ: کبھی میرے پاس جو جو میرا انگریزی مسئلہ"

“*Myself, I am not a person*”

المجلس الأعلى للدراسات الإسلامية

۱۔ "مذہب اور تہذیب عرب قبیلے نے اس چھوٹے کے منہ کا بنایا جو ہم نے اس کا کیا بٹکا تھا؟"

^a $\chi^2 = 0.67$, $p = .81$.

۱۰۰: میرزا علیخان اصفهانی کو ایک سو پچاس ہزار روپے عرصہ ۱۰

۱۰: یوں ہی ہمارا کھانچے ہوا جسم کچھ گڑی کا م کے میں رہا ہیں؟ قیاداعظم پڑھ کر وہ سہارا پر فخر پڑھا۔

وعدہ فصلی چوں شود نزدیک
مقتضی شوقی فیضی گردد

۴۔ اوس میں مستند ذرا آگاہ اور اپنی کمالی دلوں اور فطرت سے اندہ بنانے کے لئے، جو اسے کھنڈ کو بنائے ہوئے،

نہ دلی میں میرا دل کرم، وہاں کہوں میں عیاد شرم، نظم قرین مختصہ کہی، نطق کہی مختصہ کہی، ایک کہندہ سوا خواہی، حصار
خائب حدیہ لہر و درویش، نہ غزل و نہ رجز و نہ غزل و نہ رجز، راستہ راستی کہی، بھڑا میں جاتے رہی۔

اس وقت کے شاندار مشہورے اداکار میں مجروح کی شرکت :

[illegible]

فوسن سمن پر عمل آندے وقت کا عظیم خطرہ:

میر ہادی کی وجہ سے شہادت کے ساتھ شہر و کھن کی دنیا میں مصروف فحاشیت تھے کہ کیا ایک بد قسمت الہیہ دلی پر ایک نیریت
 عالم پر بنا جس سے شہر و کھن کی حضور کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی ہر چیز کو تباہ و آوارگی کے جوش کو فحاشیت کے ساتھ یہ اسی صحبت ظنی
 کا کام آگیزان کے ساتھ اور بچاؤ دیکھا اور دوسرے عالم کی کھن کے لئے ہر دم سے عفت اور بکباری کیلئے تھے۔ مگر عفت میں
 وہ ایک خداوندی شاد تھا جو جلد ہی بد اعمالوں اور بد کرداروں کی پاداش میں ہم پر کیا۔ اور جیکوٹوں، چٹاوسوں، خاندانوں کو تباہ اور
 پران کے لئے لکھا۔

پوری طرح سے ایک نئے اور بہتر عالم بنانے کی ضرورت ہے۔

اور سخت اور مصعب حالات میں سیکڑوں غلاموں کے ساتھ میر سیدی محرقہ جی رہے، اب وہیں اور دوسری کے خلاف تانے



کے ساتھ اپنی سہ کالی تیار رکھے اس پر اپنے نہایت خلص دوست حضرت سلطان غلام مصطفیٰ مینا علی کے پاس اپنی بت چھٹ گئے۔ حضرت تاج نے جنہیں یہ صحبت کے ساتھ اپنی گرفتار کیا۔ ان کے حکایت اپنی بت کے علاوہ انہیں میں واقع تھے انہیں نے اپنے کھانوں میں سے ایک مکان اپنے دوست کو دے دیا۔ اور وہاں مجروحہ کو لے کر اپنے گھر پر لے آئے۔

مجروحہ کی دہلی میں واپسی :

جب یہ حرکت دیکھ کر ان کے تعلق و ملاقات کے بہادر گرجوں کا غیظ و غضب کو کم ہوا اور ان کے دشمنوں نے اللہ سے ہم مدافعی کو بیخود سمجھا تو تیسرا غافلانہ منصوبہ دہلی میں واپس آنا شروع کیا۔ میر جہادی مجروحہ کو اپنی بت سے واپس آگئے، گریبان درہنہ کر دیا۔ نہ پیشے کو کھانا، نہ مصلحت کو کوئی ذریعہ نہ دہلی کی کوئی سیل تھی۔ نہ شامیہ کے ساتھ کوئی ہتھیار تھا۔ تھے جس سے مدافعی کیسے۔

مجروحہ کا ریاست اللہ میں جانا :

تہذیب ہی صورت اور تنگی کے ساتھ مجروحہ نے دہلی میں چند دن بسر کئے، مگر جب حالات ناخوش برداشت ہو گئے اور دہلی میں حالت کی کوئی شکل نظر نہ آئی تو تہذیب میر جہادی کو مجروحہ دہلی سے نکلے اور اپنے بھائی کے پاس ریاست اللہ میں چلے گئے اس وقت وہاں کا فرمانروا دیر شیر محمد خان ملکہ تھا جو قصود ادب کا کافی ذوق رکھتا تھا اور شاعری کا ذوق بھی تھا اس نے مجروحہ کو اپنا ریاست میں اپنے نائب قیصر اور احمدیہ اور چند روز بعد قیصر بنا دیا۔ مجروحہ کی بگڑی ہوئی حالت اور بے غری کے ساتھ بسر کرنے لگی۔

استاد کا انتقال اور مجروحہ کا قاتل :

اسی سال دہلی میں ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو قیصر کے وزیر نائب کا دہلی میں انتقال ہو گیا۔ مجروحہ کو میر جہادی نے خود کھینچنے والے سے دہلی آئے اور بہت کچھ آوارہ گردی اور نام لڑائی کی۔ استاد کا بہت بڑا دشمن تھا اور قیصر نے اسے بھی کچھ آوارہ گردی کے لیے مقرر کر دیا۔

مجروحہ کا ریاست اللہ سے رخصت ہونا :

دہلی سے واپسی کے بعد مجروحہ زیادہ دیر تک اللہ میں نہ رہ سکے کیونکہ ۱۸۷۰ء میں انگریزوں نے ستارہ آج کل ریاست سے پورے طور و سخن کا تہذیب دہلی اس کے ساتھ ہی مجروحہ کی حاضرت ختم ہو گئی۔

ریاست سے پورے میں جانا :

جب اللہ کی کوئی چھوٹی تو پھر مجروحہ کی حاضرت کی تلاش ہوتی۔ انہوں نے ستارہ آج کل ریاست سے پورے طور و سخن کا تہذیب دہلی ہوئے۔ اور وہاں کا فرمانروا بہادر شاہ سومانی نام ملکہ تھا۔ قیصر کا قیصر وہاں ہے اس سلسلہ انہوں نے بے پروا کر حرم کیا اور یہاں چلے آئے۔ بہادر نے جن کی تہذیب دہلی لڑائی اور انہیں شہر کا نائب کو قاتل مقرر کیا۔ مخالف کی طرف سے جنگ ہوئی تو پھر شہر امن کی صورت کی مدافعی نے اور پھر پورے مشہور طور و سخن دہلی کے مشاہدوں میں شریک ہو گئے۔ قیصر کو انہیں سپینے لگا۔

مجروحہ کی دہلی میں واپسی :

۱۸۷۰ء میں بہادر شاہ کے انتقال کے ساتھ ان کی حاضرت بھی ختم ہو گئی اور یہ دہلی چلے آئے اور یہاں صورت اور تنگی کے ساتھ گزار کر گئے۔



رہاستہ نام لڑکے کی تفسیر مقرر ہوگا :

جبکہ اسالی بیگماری میں گھر گئے۔ ۱۹۹۷ء میں نوبل عارف اعلیٰ تعلیم ریاست ظلم پر کے فروغ اور اچھے قرائن پر اعلیٰ تعلیم پر مبنی جالیس مہینے ایوارڈ جو اس کا اعلیٰ تعلیم پر مبنی کر دیا، جو ان کے لیے ایک نیا دور تھا۔

ہاگ دام مراغب نے گھوڑے کو پیر کے بعد نوز قسطنی سے لایا، حاد علی خاں بہادر دلی نظام نے حیدر دلی کی اور انھیں چاہیے۔
 ہاگ دام مراغب نے گھوڑے کو پیر کے بعد نوز قسطنی سے لایا، حاد علی خاں بہادر دلی نظام نے حیدر دلی کی اور انھیں چاہیے۔

مگر دیکھنے کی بجائے سچے کی جوہریت کی سچائی کی وضاحت ۱۸۷۷ء میں قائم ہوئی ہے اور ان لوگ عادل علی خاں کی انکساریہ مضمون صاحب کے اپنے قول کے مطابق ہیں ۱۸۷۷ء میں زمانہ ہوجئے یہی ہیں جس وقت پر کی حکومت قائم ہونے کے بعد جو کچھ کو اپنے پاس کس قدر جا چکے تھے اور اگر ۱۸۷۷ء میں ان لوگ مضمون صاحب کی مضمون صاحب کے چار سال قبل (۱۸۷۳ء) میں انکساریہ مضمون صاحب نے بھی اپنے ۲۵ اگست ۱۸۷۷ء کے لڑائی نامہ میں لکھا تھا کہ ان لوگ عادل علی خاں ۲۴ اگست ۱۸۷۷ء کو مر گیا ہوتا ہے تھے؟

اگرچہ کہا جاسکے کہ ۱۹۹۶ء میں فروغزادہ پر سنے کے بعد خواب صاحب نے مجھ کو گرام پر لایا اور یہ وہاں جا کر خواب صاحب کی صحبت تکمیل دے تو اس بات کی کوٹھنیں بھی دیکھ کر فریضہ خانی سے نہیں ہوتی تھیں، نہ اس کے متعلق اکبر علی صاحب ایم اے اسسٹنٹ ڈائریکٹر ریجن دفنا ڈائریکٹری رام پور قلعہ حضرت مرثیہ رام پور سے واقف کیا تھا۔ ان کا خواب ایک ایک گرام کو زبیر کا ہوا کہ وہ شاید ایک ایک سترجہ مجھ کو یہ خواب صاحب کی صحبت میں قصہ و پیش کش کرنے کے لئے رام پور آگئے ہوں۔ اگر ان کے یہاں اگر خواب صاحب کی صحبت میں رہنے اور رام پور میں رہنے سے قیام کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

1922-1923

جب مجوزہ مشعل طرہ پر دی گئی، انگریز بیچے تو مگر شیعہ اہل تشیع تھے اس لئے طبعاً اُن کی کار بلا اور شیعہ عقیدہ میں کی زیارت کا مشعل ہوا لیکن قومی خلیفہ ہر گز تھے اس عبادت میں بہت گنہگار نہ ہو سکتے تھے اس لئے کہتے ساتھ ایک عازم کو لایا اور اُن کے سفر پر روانہ ہو گئے اور زیارت کے بعد واپس چلے گئے۔

بصارت زائل ہو گئی:

مجموعہ کا کردار خدائی تو بہت مرحمت ہے کہ وہ ہر جگہ تھی مگر کر کے دلیلی کے بعد تو بالکل دکھا دیے تھے وہ گنیمت اور اب وہ کسی بھی کردار خدائی کے بغیر نہیں آ سکتے تھے۔ اور اپنی اس زیادتی اور معذرت کے باعث بہت پریشانی اور مشکل دیتے تھے یہ اچاندی اور بے بسی کی حالت آفریں نہ ہی۔

عمر بن الخطاب رضي الله عنه

[illegible]

وفات :

اسی رنج و اندوہ اور غم وصال کو پہنچے ہوئے انراں کا وقت آپ تھا۔ اور خاتب کا یہ بڑا ہے ہی عروج اور محبوب اور محبوبہ شائستہ گروہ ان صحت و صیانت کی تکمیل میں جبکہ سہولت کے بعد ۱۷ صفر ۱۳۲۹ ہجری مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۱۰ء عیسوی کو چھ کے دن قید ہستی سے اکتاہو چکیا۔

موسیٰ ہکدام صاحب نے کتابت کو مجروح کی وفات ۱۵ اپریل ۱۹۱۰ء کو جو کہ دن پڑی۔ مگر تقویم دیکھتے معلوم ہوا کہ ۱۷ صفر ۱۳۲۹ء کی تاریخ ۱۵ اپریل کے مطابق ہوتی ہے۔ مگر ۱۵ اپریل کے بعد ۱۷ اپریل کو جو عیدین کا دن تھا۔

احقرم العزیز صاحب شاغل نے اپنی کتاب میں حیرت کا سال وفات ۱۳۲۹ء ذکر کیا ہے (یعنی ۱۹۱۰ء) جو قطعاً غلط ہے۔ ۱۳۲۹ء میں مجروح نے اپنا بیان شائع کر لیا ہے اور اس وقت وہ زندہ تھے۔ پس یہ سال پہلے ان کا انتقال کسی طرح درست ہو سکتا ہے معلوم ہوا ہے کہ جب کہ ان کی وفات ۱۳۲۹ء ہجری ہی لکھا گیا، مگر کاتب صاحب نے ہندوستان پرچہ کی ۱۱ کو ۱۳۲۹ء بتایا۔

یہ نیز فرمودہ ہے تعلیق میں ہے اس لئے بیان کی کہ لکھنے کے لئے صاحب جو ہستہ اور ایک ظہیر شاعر کے حسنِ تخلیق کو نہیں دیکھ کر لوگ دھوکے میں نہ پڑی۔

تجزیہ و تکفیس اور مرقعہ :

انتقال کے بعد وہابی کے معزین اور ظہر کے بہت سے حضرات اور اب بنان پر بھیجے ہوئے اور طبعاً طریقے سے تجزیہ و تکفیس عمل میں آئی۔ ان کے اس لئے کہ جنازہ پر تو بڑا ہنگامہ برپا ہوا تھا کیونکہ ظہر عزالت اپنے ظہر پر ان کے مراسم دین دار کے نہ ہونے تھے۔ لیکن خواب منہ لادیں، ظلال ہیتر و غفلت نے کسی کی دیکھنے دی اور تجزیہ و تکفیس کے تمام مراسم المہنت کے طریق پر ادا کئے۔ مگر مجروح کے روح پر کوئی مداخلت نہیں ہوئی۔

جنازہ جنازہ کے بعد مجروح کو درگاہ شریف وہابی کے مجدد مدظلہ کے درمجلس کے متعلق جناب میں دینی کردیا گیا اور "اسد اللہ غلامیہ" کی یادگار پیش کے لئے دیوانی نقول سے اوصل ہو گئی۔ "حق حق فیض خاں" و "مکی دینہ نہتہ ذوالفقار" و "ذوالفقار" پیش سب سے نام ادا کیا۔

روح عزاد

بعد میں جب ہی مجروح کی قبر پر سنگ مرمر پر کندہ ایک کتبہ لگایا گیا۔ جس پر مجروح کے شاگرد و خواب احمد سید غلام صاحب صاحب دہلوی کا معنی ہے "ظہر شائستہ گروہ تھا۔"

یادگار خاتبہ مجربیاں	میر سیدی : سستیہ الانبار
یادگار سیر سیر آفاقاں	چول خلعیں جو مجروح نگار
گروہ ذوالفقار آجنگ صفر	گفت : الطولی اللہ چنبد
خاتبہ دیگر مرزاں فکرا	دار قرائش نور العزلی : بکر

حلیہ اور اخلاق و عادات :

مشہور دہلوی لکھنے والی کتاب "سیرت اکبر" میں "سید احمد صاحب" کے لئے ہے "ظہر شائستہ گروہ" "یادگار"۔



حکومت علی گڑھ کی شان میں داخل ہوتی تھی۔ پانچ سو صفحات کی یہ کتاب ایسی ملک در ملک سطح سے ادا کرتی نہیں ہوتی اور نقلی حالت میں آغا محمد سلیمان مرحوم مجلس پنج احمد متعمم کراچی کے مکتب کے پاس محفوظ ہے۔

گھر خراب کے متعلق بچے سلاطین رضا خان برصغیر میں دام بڑے سے حاصل ہوئی ہیں وہیں کے لئے میں انگریزی میں صاحب دام نے اس وقت تہجیر میں کاغذوں میں اور آیات علی فی شان مولیٰ علی "کو پڑھنے بجزری آغا محمد باقر صاحب (نیسرو مولیٰ محمد صبیح اکابر) نے دیا تھا۔ یہ کتاب ان کے پاس بھی رکھنے کے لئے آئی تھی مگر انہوں نے لی نہیں۔

مجموع کی نظم و شعر کے متعلق آثار :

۱۔ جو کچھ مضمون بہت طویل ہو گیا ہے، لہذا نہایت ہی اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں یہاں مجموع کی نظم و شعر کے متعلق مزید دائمی چیزیں لکھ رہا ہوں مگر ان کی نہایت وقیع ہوں گی۔

۲۔ مجموع کی نظم کے متعلق دوسرے انجمن خاں برادر سر شیخ عبدالقادر ڈیڑھ مقرر کی ہے جو اردو کے نہایت ستم ادیب تھے شیخ صاحب فرماتے ہیں :

"شاعر شاعری کے لئے غالب مرحوم اور ان کے مسامرین کا زمانہ ماضی دیر ناز ہے گا، ان کے فضائل صحبت سے ہم بغیر کے چلا پائی اور ان کی شاعری اور کمال کو پائی، ان میں سر سید کی مسند نہایت بلند ہے شاعر کے لئے ہیں۔ جو لوگ انہیں جانتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ایشان شاعری کا ایسا مجمع اور نمونہ ہوا کہ کسی اور میں بشکل نظر آئے گا۔ اور یہی نہ ہوسکتے ہوتے ہوتے انکوں کی آنکھیں دیکھتے ہوئے تھے اور انہیں اس کی سہولت کے لئے تھے جس پر میر نظام الدین مسکن، مفتی صدر الدین آصفیہ، حکیم حسن علی مسکن، حاج محمد مفتی، ادیب مصطفیٰ خان شہید، ادیب ضیاء الدین خیر اور ادیب علاء الدین خان مدنی جیسے شائق فن و فنون کے نام آج تک رہتے ہیں، ان لوگوں کی ہم نشینی جہ مذاق لوگوں کو بھی باخلاق بنادینے کے لئے کافی تھی میں اس شخص کے لئے جو قدرت سے ملیا ہوا اور شیریں کلامی تھے میں نے کہہ دیا کہ یہ جیسے پارس یا بول پانچ تھے نصیب اور امید ہی ہوا :

(رسالہ مخزن لکھنؤ، جلد نمبر ۱ بیت ۱۰، اپریل ۱۹۰۶ء، ص ۵۹ - ۶۰)

۳۔ مجموع لوگوں کی نظر کے متعلق جو سر شہادت ان کے اہل و عیال سے دریافت کیا، وہ پڑھنے کے قابل اور نہایت دلچسپ ہے، فرماتے ہیں :

"مجھے درجہ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰) (۱۰۰۱) (۱۰۰۲) (۱۰۰۳) (۱۰۰۴) (۱۰۰۵) (۱۰۰۶) (۱۰۰۷) (۱۰۰۸) (۱۰۰۹) (۱۰۱۰) (۱۰۱۱) (۱۰۱۲) (۱۰۱۳) (۱۰۱۴) (۱۰۱۵) (۱۰۱۶) (۱۰۱۷) (۱۰۱۸) (۱۰۱۹) (۱۰۲۰) (۱۰۲۱) (۱۰۲۲) (۱۰۲۳) (۱۰۲۴) (۱۰۲۵) (۱۰۲۶) (۱۰۲۷) (۱۰۲۸) (۱۰۲۹) (۱۰۳۰) (۱۰۳۱) (۱۰۳۲) (۱۰۳۳) (۱۰۳۴) (۱۰۳۵) (۱۰۳۶) (۱۰۳۷) (۱۰۳۸) (۱۰۳۹) (۱۰۴۰) (۱۰۴۱) (۱۰۴۲) (۱۰۴۳) (۱۰۴۴) (۱۰۴۵) (۱۰۴۶) (۱۰۴۷) (۱۰۴۸) (۱۰۴۹) (۱۰۵۰) (۱۰۵۱) (۱۰۵۲) (۱۰۵۳) (۱۰۵۴) (۱۰۵۵) (۱۰۵۶) (۱۰۵۷) (۱۰۵۸) (۱۰۵۹) (۱۰۶۰) (۱۰۶۱) (۱۰۶۲) (۱۰۶۳) (۱۰۶۴) (۱۰۶۵) (۱۰۶۶) (۱۰۶۷) (۱۰۶۸) (۱۰۶۹) (۱۰۷۰) (۱۰۷۱) (۱۰۷۲) (۱۰۷۳) (۱۰۷۴) (۱۰۷۵) (۱۰۷۶) (۱۰۷۷) (۱۰۷۸) (۱۰۷۹) (۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) (۱۰۸۳) (۱۰۸۴) (۱۰۸۵) (۱۰۸۶) (۱۰۸۷) (۱۰۸۸) (۱۰۸۹) (۱۰۹۰) (۱۰۹۱) (۱۰۹۲) (۱۰۹۳) (۱۰۹۴) (۱۰۹۵) (۱۰۹۶) (۱۰۹۷) (۱۰۹۸) (۱۰۹۹) (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳) (۱۲۲۴) (۱۲۲۵) (۱۲۲۶) (۱۲۲۷) (۱۲۲۸) (۱۲۲۹) (۱۲۳۰) (۱۲۳۱) (۱۲۳۲) (۱۲۳۳) (۱۲۳۴) (۱۲۳۵) (۱۲۳۶) (۱۲۳۷) (۱۲۳۸) (۱۲۳۹) (۱۲۴۰) (۱۲۴۱) (۱۲۴۲) (۱۲۴۳) (۱۲۴۴) (۱۲۴۵) (۱۲۴۶) (۱۲۴۷) (۱۲۴۸) (۱۲۴۹) (۱۲۵۰) (۱۲۵۱) (۱۲۵۲) (۱۲۵۳) (۱۲۵۴) (۱۲۵۵) (۱۲۵۶) (۱۲۵۷) (۱۲۵۸) (۱۲۵۹) (۱۲۶۰) (۱۲۶۱) (۱۲۶۲) (۱۲۶۳) (۱۲۶۴) (۱۲۶۵) (۱۲۶۶) (۱۲۶۷) (۱۲۶۸) (۱۲۶۹) (۱۲۷۰) (۱۲۷۱) (۱۲۷۲) (۱۲۷۳) (۱۲۷۴) (۱۲۷۵) (۱۲۷۶) (۱۲۷۷) (۱۲۷۸) (۱۲۷۹) (۱۲۸۰) (۱۲۸۱) (۱۲۸۲) (۱۲۸۳) (۱۲۸۴) (۱۲۸۵) (۱۲۸۶) (۱۲۸۷) (۱۲۸۸) (۱۲۸۹) (۱۲۹۰) (۱۲۹۱) (۱۲۹۲) (۱۲۹۳) (۱۲۹۴) (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) (۱۲۹۷) (۱۲۹۸) (۱۲۹۹) (۱۳۰۰) (۱۳۰۱) (۱۳۰۲) (۱۳۰۳) (۱۳۰۴) (۱۳۰۵) (۱۳۰۶) (۱۳۰۷) (۱۳۰۸) (۱۳۰۹) (۱۳۱۰) (۱۳۱۱) (۱۳۱۲) (۱۳۱۳) (۱۳۱۴) (۱۳۱۵) (۱۳۱۶) (۱۳۱۷) (۱۳۱۸) (۱۳۱۹) (۱۳۲۰) (۱۳۲۱) (۱۳۲۲) (۱۳۲۳) (۱۳۲۴) (۱۳۲۵) (۱۳۲۶) (۱۳۲۷) (۱۳۲۸) (۱۳۲۹) (۱۳۳۰) (۱۳۳۱) (۱۳۳۲) (۱۳۳۳) (۱۳۳۴) (۱۳۳۵) (۱۳۳۶) (۱۳۳۷) (۱۳۳۸) (۱۳۳۹) (۱۳۴۰) (۱۳۴۱) (۱۳۴۲) (۱۳۴۳) (۱۳۴۴) (۱۳۴۵) (۱۳۴۶) (۱۳۴۷) (۱۳۴۸) (۱۳۴۹)

گو حضرت مرزا نے خود پر عظیم بائی نہیں دہنے دیا اور صفات طوطی پر دیا، غالب میں فرمایا کہ اسناد کے یہ الفاظ میر جہادی میں بخود کے متعلق ہیں۔ حضرت مرزا کے لکھنے کے بعد مائل صاف ہو گیا اور اب کوئی اشتباہ باقی نہیں رہا۔

مجموع کا نکلنا و نشر کا نام :

۱۔ مجموعہ کی تکمیل میں سے ہمارے پاس صرف اُن کا ردیوں موجود ہے جو بیشتر پرانی طرز کی خبروں سے معمور ہے۔ اسی میں سے ہم چند اشعار یہاں نقل کر رہے ہیں جو بے انتہا کاوش کے بعد مرتب کئے ہیں :

جنت و کوثر و طرب و قصور و اندھ
کچھ نہیں مانگا وہ جو کہ ہے خدا ادا تیرا
میں چٹاند چوں تو غصہ و جنت جو دے
ایک ہے حال تیرا اور سزا اسی تیرا
آؤ اور حضور پہ "لے غصہ ہاں حق
دست و کھارہا چوں رو کیستقیم کا
ہر اک بقدم طرف ہے اس حد سے کامیاب
وہ ذات پاک چہ شہر ہے فیض و رحیم کا
و تو دنیا ہی شہر ہے اندریں کے کامیاب
اسے مجموعہ : کہاں تیرا شکار ہوگا
ظاہر علی و کجیا ہے اسی کو چھٹے پتے
کیا میں شخص نے حامل، طرفہ نکاح کا
کبھی سر نہ پکھڑا، کبھی غریب کو انصاف
بھلا تیرا صاحب آقا تو ہے مطلب ہر اک کا
شاید بھلے دلی کے لٹانے کی فکر ہے
خدا میں نہیں ہے اُن کا یہ ہر بار دیکھتا
ہے دفتر کجی عدل کے جانے کے گردیا
انسانوں رشتہ رشتہ بڑھا ناخود رشتہ
تاہ کا نہ دیکھ لیا ہے۔ اُن کی ایک
دورانہ ہیں کے مطلب اصلی کیا معمول
اس عہدش کے خلق سے مانع ہوا مجھے
فیروں کو صبر کیجئے، اصرار کجی بڑا جان
تم کے کھانے سے لافٹ ہی نہیں اصرار
نقص تھا میں دیکھ میں، جو نہ چھتا اصرار
کہا جی نے کہ "مری غریب" تو بولے
افغانی یہ پائیں ہیں، مقصد اگر چہوتا
اچھا ہوا مصل میں ہوسرحد نہ کچھ ہوا
اپنا کشتی کا ہے غصہ حافلہ
کتاب آستہ ہی، لافٹ لے مجموعہ
انگلیں نہ ہم پہشت، نہ چوں اگر شراب
ندی و صفت دے غماری و شہاد ہادی
اُن کی جنس ہل کے ہی کا لٹا بہتر جانو



پانچویں سال کی خدمت



کلیج : اندوں کو حشر میں ہیں خدا
سب جھلایا ہے غصہ پر نری نے
ڈر دے کلیج : زور ہے ادب سے
جود لینا ہے ، توشت ہر میں داد
دل کو میرے ڈرا لیا جھٹ پٹ :
پوسہ دانگا تو کیس دھوشت سے
نزد لانی کا کیا جھسہ دس ہے
دنگ اہل جہاں کا یہ ہے
ہر اسوں کا اٹھانا ہے نہایت مشکل
یوں سخن وہ بہت ہیں ، پر جھرت
بد مذاق کو د جھسہ دے عداوت ہر
تھوڑی محنت میں ہنر نیکے مروت نانی
شعر میں ہے شال ہے جھسہ کج
بھانے جب کہ ہوں عاشق نگاہیں
ہیں بھر کیا ، ملک بھی لہجہ میں
دلی سے گالی ملے ، نہ ہر سب
عاد آباد دے جھرا سدا لے دشا
عزیز عشق میں کچھ پوچہ زندگی کی نہیں
اس جہاں میں نہیں چرچ ، جگہ شادی
فریکے نہ تھے جادو ، آخر اس سے بھاگو
کبہ رنہ نہیں چھو کر میں جھسہ کر آنا
دل میں ہیں حسرت و الجہ کے تباہ گے
میں کے ایسی تھے ہم پڑ قصہ قصہ
قصہ عالی کے حالی میں خاتم مجروح
چو میں یوسف سب ، وہ پر منصور
جب ملے ہر سے ، ہے شہر ملے
داست کا چاہتے ہے باطن صاف
جو جی اقرب : وہ کا نقاب ہیں

نہ دیکھنے کے جناب کی صورت
یاد آتا ہے پر ، مشہاپ بہت
فدا چھوڑو ، یہ بھانے کی عادت
کو تم کو ہے ، نگر جانے کی عادت
واہ کیا خوب آپ کی ہے جھٹ
کچھ ہیں "پہل راستہ" پر سے کوہٹ
سادے جھٹ سے نیز تو جھٹ پٹ
کل چو دھن ہے جو کہ یاد ہے آج
نہر کا دگر ہے کیا ، یاد کی میں نہ کیج
اد ہے اپنی ، کچھ بیانی کی طرح
گو سخن ہے سرا ، لے شاعر تاہم تانی
اس کا آواز تو ہے تلخ ، اپہ انام لیل
معنی طالب و سلسلہ مست جھسہ
تو چھوڑو ، ہاؤں کیوں دیکھ نہیں پر
اس کے پیچھے کا دیکھ میں جو آج
کچھ محب تا وہند ہے کسک
رنگ دھم غیب ہی نکالتے تھے جہاں چکر
اس میں یوسف بھی سہ قید کی نکل چکر
فریکے میں خاک میں گھر شادی پر خدای چکر
عصیق دیکھے جو جہاں کی ، انسان چکر
ولی آباد جہاں دھیان نہ لانا ہر کو
آٹھ لکھا نہ کہیں چو کا خزانہ ہر کو
ہاں کو مٹ نہیں فردا کا خزانہ ہر کو
اپنی ڈیڑھ اونٹ کی مسجد نہ لانا ہر کو
سے محب عشق کا شیب و فراز
کتنی ہی وہ کہا کئے ، "بہن ہیں"
کوا ہے ظاہر میں اگر بہا غلام
چھو کہ ، کہیں میں اب رہا غلام

ہم کو اس سے امید نکلت ہے
 کہیں دنوں دنوں کیسی ہی گر اتریں نکام
 دیکھنے کے واسطے ہیں تو ہیں غصہ پری بہت
 نہیں اس کا پتہ بھی دنیا میں
 آسمان سے دم پر شہسوار !
 کہیں ہے نگر تائی، اور کہیں نگر میدان
 کیا ہے اس دلدادہاں کے سخت شہنشاہ
 دکانی کلچر تو سونگے، دھڑلے ہاتھوں کے
 دہان شمع کو ہے نگر قیام جادواں ہر دم
 قسمی وہ جنوں کے دم ہی تک مدنی
 یہ دہشتہ یہی نہیں دکھانے کے قابل
 دل سے شوق نگاہ سے بھرنے
 کہیں نہ ہو وار کا وہ مستوجب
 کیا ہمارے تھار، ایک دفعہ !
 ہر کیا چیز ہے ؟ وہ کیسی ؟
 آٹا مرودہاں، کہ ڈر ہے جگہ
 جنوں کے ہولے سوالوں سے پر
 طلب ہو سزا زلف کہتے ہی ہلے
 ہر جہت، تو سب کچھ آسمان پر
 جب بوسے دیا تو نہیں گایوں کا اور
 خود ہے، جو کس اور کہتا ہے بڑا
 فیضان کا اس کو حال پچھا یا ہوا کچھ
 نہیں کے کہتے ہیں، ڈگر درد پر ہی
 دنیا کے قلب گار چستہ دی کے پہلے
 میں نے ہوسہ طلب کیا، تو کہا
 عسجد تو ذات کیسے ہے
 کہیں کا تھا آسمان یہ دنیا

جو نہیں جانتا، ہے کیا اخلاص
 نام مدحت ہے اُس کا میں سے کوئی پائے نہیں
 آدمی کہتے ہی اُس کو میں سے کوئی پائے نہیں
 نام مٹا کا دیکھ سدا ہے، "خدا" !
 دے نہ چکے، یہ رعنش ہے ہانک
 برکات حال میں آشفہ مذکار ہیں
 سفید بال چستہ اور سیاہ کار ہیں
 غرض یہ ہے کہ نہ ناز کا رنگ دکھانے ہیں
 میں رنگ نہ ناز کا ہل جاتی ہے دم جبریں
 خاک اُڑتی ہے اب بیا باں میں
 انہوں سے چٹانیت ہوں نہ دھتورہاں میں
 دیکھنے ہی کا پارسا ہوں میں
 جو کہ بندہ کہے، "خدا ہوں میں"
 کلش دینے کے سر ہالے ہیں
 یہ تو باتیں ہی اب درج نہ کہیں
 قمر سے چربک دے زمیں نہ کہیں
 ایسی باتوں کا ہاں تو جواب نہیں
 "نہ چکے بہت مار کھانے کی باتیں"
 و قشیں ہی جو کار مشکل میں !
 قصور پر سر جو گن ذوق گماں میں
 نیک وہ ہیں جو ہاں کو ہیں جھجھکتے ہیں
 مل مت پھنسا جہاں کے لعلش و نگار میں
 "ایسا آدم کوئی کے ہم سا ہو"
 جاتا ہوں کہ ہر اور کچھ جانا ہے کچھ کو
 "دھو تو رکھ خاتم ایسا منہ"
 خدا سے کم ہے اور سب سے سچ ہے
 یہ لہر تکتا چہرتے جو جیہ عوار سے



پیش کردہ اشعار میں جو بے انتہا انتخاب کے بعد سپرد قلم کئے گئے ہیں، بعض نفاذ ہیں، بعض حاشا نہ، بعض نواہر بعض احوالی



مسلک: دیباچہ دیوانی بیروت مطبوعہ دہرہ شائع کردہ "مہاجرین کا ہر کتاب" ص ۱۰

مسلک: مجموعہ نظم و نثر کتب شریانی، مطبوعہ دہرہ ۱۳۳۵ھ، جلد ۱۰ ص ۵۵۵-۵۵۷

مسلک: تذکرہ نگاروں کے نمبر ۱۰ کا نقل استعمل کیا ہے اور نمبر ۱ کے صفحہ ۱۰ کے اوقات و ادوار کے ہیں۔

مسلک: علامہ فقیر خواجہ احمد قادری، مطبوعہ دہلی، ریزنرٹ ۱۹۹۱ء، ص ۱۲۵، (فرزنگ حاضرہ ص ۱۳)

مسلک: گفتگو میں چھوٹے، بڑے، سب کے سب کو چاہیے کہ ہم کو کجا ہے گھر کا نام نہیں۔

مسلک: تحفہ خدیج مطبوعہ ۱۹۵۷ء شائع کردہ مرکز تصنیف و تالیف محمود (ہندوستان) ص ۲۲

مسلک: رسالہ صحیفہ لاہور ۱۵ بیت، ۱۹۹۷ء، قریب ادارت ڈاکٹر سعید قریشی ایم۔ اے۔ ای۔ ایچ ڈی، شائع کردہ مجلس ترقی ادب

لاہور ص ۶۶۳ تا ۶۶۴۔

مسلک: دیباچہ دیوانی بیروت مطبوعہ دہرہ تذکرہ شوق چھپ رہی ہیں سال ۱۳۳۲ء، کھنڈ (مسلک)

مسلک: رسالہ صحیفہ لاہور، شمارہ نمبر ۱ ص ۱۱

مسلک: اکادمی خدیج مطبوعہ محمود (ہندوستان) ص ۲۵۲

مسلک: اختصار و خلاصہ، دہلی، مرکز سرکاری پبلیشرز احمد

مسلک: رسالہ صحیفہ لاہور، شمارہ نمبر ۱ ص ۱۱۵ تا ۱۱۹

مسلک: رسالہ صحیفہ لاہور، شمارہ نمبر ۱ ص ۱۱

مسلک: اکادمی خدیج، لاہور، ص ۲۵۲، دیباچہ دیوانی بیروت مطبوعہ دہرہ ص ۱۰

مسلک: خدیج، تحفہ مولانا غلام سلیم ص ۳۳۷

مسلک: خدیج، (۱۹۷۹ء) غلام سلیم ص ۳۳۷۔ اگر ایک نام لے لیا جائے کہ ہمارے اشعار کے اپنے بیروت کو راستہ آواز سے

تکلیف (خدیج خدیج ص ۱۲۵)

مسلک: تذکرہ شوق چھپ رہی، تحفہ اعظم (دہلی، شائع ص ۲۵۲)

مسلک: تحفہ خدیج ص ۲۵۲

مسلک: تحفہ معرزی ایک نام صاحب، ص ۱۵، اگست ۱۹۹۶ء، ہم خاکسار قائم الخوف

مسلک: تحفہ خدیج ص ۲۵۲

مسلک: انقلم جری و ص ۱۰۱، انصاف محمد قادری ایم۔ اے۔ ص ۱۲۵، مطبوعہ انجمن ترقی ادب دہلی ۱۹۳۹ء۔

مسلک: تذکرہ شوق چھپ رہی، شائع کردہ انجمن ترقی ادب دہلی، حیدر آباد مطبوعہ ۱۹۵۵ء، ص ۲۵۲

مسلک: خدیج، تحفہ مولانا غلام سلیم ص ۳۳۷ (مال دولت خدیج)

مسلک: اکادمی خدیج، لاہور، ایم۔ اے۔ ص ۲۵۲

مسلک: مطبوعہ خدیج، مولانا غلام سلیم ص ۳۳۷، ص ۱۵۵

مسلک: انجمن ترقی ادب دہلی، ص ۱۰

مسلک: اس کے جواب میں مولانا علی نے سرشار و مزاج، آواز و مجروح کرتی اور کہ ہر اس اٹھتی ہے، دے دے لاکھ، فیصلہ کا قرار ہرگز



واغ کے کلام میں منظرِ عینِ حسن و عشق

0-1000000

مفتی محمد رفیع

مختصہ شیعہ کے کوئی قابلِ حارثہ
 یہی معذرتی شاندار اور میرے بعد
 اب مجھ سے کیا گیا ہے کہ اس دوسرے گورنر خانہ کے حق میں بیعت کر دی گئی:

منشیہ شیشلی کی دبی ایک کابل تھا۔ اورنی محض اولیٰ ادا فرما دیا اور ان کے بعد
 اتفاقاً دیکھ کر عرصہ ہوا میں نے یہ بات اسلئے ہی لطیف بنی علی غرض ایک دلی شکر کا یہ خط لکھا۔

دل فتنے کا ہمیشہ دروازہ کھلتا رہتا ہے۔

خیال آیا کہ میرے معروض میں "دعا" سے مراد دعا ہے۔ خدا سے خواہ میری سزا ہو یا نہ ہو، اس پر ہرگز کوئی اثر نہیں ہے۔

عقل و مشق کے بڑاں میں اپنے اپنے رنگ میں بخود ہی شام ہو گئے ہیں۔

اعظم مجاہد و کبیر مقبلیت ہو دیکھئے اب میں چنگز کا مارا ہے ہاں کیلے ضرورت تھا

مرزا داغ بخت غزل کے بادشاہ ہیں، سب ہائے شیگر و زہریلی صوفی رنگ کے شاعروں میں بھلائی صوفی و عشقی کی داستانیں داغ بخت سے زیادہ جوش و خروش، دلچسپی اور شیرینی کے ساتھ ترکیب نے پیش نہیں کی۔ جیسا کہ غزلوں میں اتنا دلدادہ و اسرار دار ہائے جذبات و کیفیت، عشق و معشوق، غرضی و عیاں کی سب کو تسلیم ہے، لیکن انھوں نے انفرادیت و جہاد اپنے بیان و ادبی میں ہے بقید انداز ہے تمام رنگے ہیں، باشعور، شاعر اور پچھلے شاعر کا ایک بڑا فریضہ شہید و فدا ہوا بھی ہے بیان کرتے وقت اپنے جذبات اور دل اور زبان پر نگاہ اور قدرت رکھتا ہے، کلام جیسا کہ اس نے ایک انداز سے داغ بخت پر ماضی کر دیا، ماضی کے جذبات و خیالات سے زیادہ دھڑلانی سے کام لے کر بیان کرتے ہیں۔ بات تو قدر پر کہنے کی ہے، دھڑلہ پر یہ لیکن اتفاقاً، یاد رکھنا چاہئے کہ کسی شاعر اور شاعری پر اس طرح تنقید نہیں ہو سکتی، شاعر اور شاعری کی عظمت تو اسے فکر غزل سے ملتی ہے لیکن اس کے جذبات اس کے اپنے خزانہ و حیثیت اور اصل کے اثر سے گنجز ہو سکتی ہیں، اس کا غزل و اسلوب زمانے کے دلدادہ و ادبیت کے ساتھ ایک صدا ہے، اس کی بے باکی و دھڑلانی، فطرت و احتیاط و سراسرائی کے نقد و تعجب سے متاثر ہوتی ہے۔ اتفاقاً کہتے ہیں کہ انھوں نے عظمت اور انقلاب خود کے مصائب کا علاج یہی کیا اور غزل فراموشی خدا، داغ بخت کے دھڑے جب آجری تمام چھڑے پڑا تو خدا پارہ خود فراموش ایک جہنم کے درد و حسرت پر جا پڑا اور وہ کئی شروعا کر دی، لیکن اس میں یہ بات واضح، داغ بخت کے غزل میں شاید شراب، مصائب و احواس کے اثر سے دھڑے بلکہ غزلوں (جی مضامین کا نام ہے میرزا سرتا سے پہلے میرزا سرتا، برکت و حقانیت عشق کے لئے میں بلکہ مصنف غزل کے آثار سے مراد ہیں ایک غزل بری ہے، چند مسکن میں ہیں سوسر ہے ہی جذبات اور ہی



سعادت میں اور اعلیٰ درجے پر پہنچنے اور ہی مرغانی منزل کی جگہ آ کر رہی ہے۔ پھر جیسے شقی، محمود اور نعمت اللہ کے لئے ہونے والے واقعے سے زیادہ غرض کیا ہے۔ خوشنود میں گاہاں کی ہیں، جرات، انکسار اور دلچسپی کا نام یہ نام ہیں۔ داتا ان سب کے متعاقب میں ہانگ بلور کی نہیں ہے۔ اور ان میں سے کسی کی غزلوں میں بھی اور گستاخی اور ہتک میں بھی شبہ نہیں موجود ہے۔ انہی کو تو کیا کیا جانے، حافظ بھی سب سے پہلے ان میں جا کر ہر ہند نظر آئے ہیں۔ غرض اس کو یا علی کہنے، غامضی کہنے، نازی و نندہ غزل میں ایک ہی قسم کی جگہ تہذیب و شانگلے کے طور پر مزہب کو، کچھنے کو کچھ پھینکا، بازاری دہلیز کھینچے اسی کام میں داخل ہیں اور شرکت اور تہذیب کی شہری کے اندر جگہ سارا کھٹا شہر میں ہے اس کو بھی نظر میں رکھنے چاہئے کہ آخر یہ قصہ کیا ہے، بات یہ ہے کہ اخیر میں صدی ایک سو سترہویں اور سترہویں کی صدیات اور ذہنیات ایسی ہی تھیں کہ شاعری میں کھینچے ڈالنے سعادت اور ہر ایک چند بات اور ہر صحرانہ بیانات میں ملکر نہ جھٹکتے تھے، مثال کے لئے داتا نہ جانے، اور کچھ مولانا غفری جن صاحب خیر آبادی کیچے چڑے عالم پر ہر گز کھے۔ مولانا غلام غفری صاحب مطہر عاشق و رومی اور نصرت گو اور سید و غلام کیچے ہانگ و ہر گز نہ تھے لیکن اس زمانے کے اکثر بزرگ اصحاب کے پاس بھی غرض تھیں غلام تھیں ان کے سپرد صرف یہ قصہ تھا کہ حق کو دن کو رات میں اور مہمانوں اور مسکونوں کی پذیرائی کر دے، ان کی خاطر قاضی کریں، ان کو پاکی دنا کر گھاسیں، اس کے علاوہ ان کو اور ان کا نام اور معرفت نہ تھا۔ بعد میں صاحب شوق کے ان چند کوئی کی پاکی اور پاکیزگی میں نہ جب ملک تھا صاحب ہے، اس لئے کہ یہ وقار و مدخل اس زمانے کی سوسائٹی نے ہانگ کو نہیں تھی، مرزا داتا کے پاس بھی سید آباد میں طوائف اور غرض، لیکن ان کے حیدر آبادی اصحاب اور شاگرد ان کو اس معاملے میں مصلوب نہ کرتے تھے۔ مرزا داتا کی بڑی اجازت اس پر غرض تھیں۔ اس کے متعلق داتا کے ایک شاگرد نے یہ لطیف بیان کیا ہے کہ ایک دن مرزا داتا آئے گا ان سے ہمارے تو ایک غرض لگ رہے تھے۔ شاگرد نے پوچھا استاد غفری تھے؟ غفری اچھی تہذیبی انسان کی بہت پر ملازمت میں۔ کہتی ہیں کہ طوائف صرف دل پہانے کے لئے نہیں دیکھتے تھے اور استاد نے یہ غرض کیا۔

تم کہو کہ وہی غیر سے نکلا اور جو ہم سے لکھے دیکھ لیا

اور فرمایا کہ یہ مضمون قہری انسانی کا ہے، غفری میرا ہے۔

اس لطیف سے ایک اور بات بھی گفتگو ہے مرزا داتا نے اس طرح کے بہت سے اشعار اپنے ہی واقعات اور تقریروں پر کہے ہوں کہ میرا ان پر غزل کہہ دی اور دہلی میں شامل ہو گئے۔ سب اس پر غزل کیجئے کہ سب کہی کہی میری اس لئے میں میرا شاعر نے تو کیا اور کیا نہیں کہا میرا داتا نے کہا ہے۔ صرف داتا ہی کے ہم عنوان اور ہم اصول کو دیکھنے تو میرا جیسا کہ آئینہ و نگار نقد و حریف کوئی پہنچا کہ ہے یا نہیں داتا کی اکثریت اور شدت کو نہیں پہنچا۔ کہا سب نے سب کچھ کر لیا غزل اور ہر داتا کی غلامیست لکھا سب۔ لکھتے ہیں صاحب خود داتا کا مزاج و طبیعت اور اعلیٰ و سعادت تھی۔ دیکھتے تھیں غرض کہ ان میں داتا کی نورانی ماحول میں مصلوبی، ان سے پہلے اسی کے بعد کسی نے اپنی داستان عاشقی و محبت پر حتیٰ اس طرح بیان نہیں کیا۔ کچھ کو آخر ان اور مصلوبوں میں سب شاعر جم، اجم، دیکھتے ہیں، لیکن اکثر وہ غرضیں ہوتے ہیں کہ کوئی بھی نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی ہوتا بھی ہے تو لکھنے پر بھی کہتا ہے کہ کیا یہ ہے چنانچہ کسی کا: مومن مہمان کی جیسی جی کی جی کہ انہیں نے کچھ نہیں کہی کہ شہر دیا کا نانا دیکھا، اس طرح داتا کے مزاج و طبیعت میں یہ غرض اور یہ جذبہ تھا۔ داتا کے سوانحیات اور اس کے ماحول کے حالات کتابوں میں لکھے ہیں اور سب جانتے ہیں، میں آج کہیں لاکھ ان سے بہت زیادہ لکھے اسلام میں، کبھی غری و بیان میں نہیں کہنے اور میں ہی اس وقت بیان نہ کروں گا



اگر یہ جذبہ و شوقِ غزل میں شامل ہو سکتا ہے تو مرزا داغ کا خون میں اجڑا سے مرکب تھا ان کے اندر سے اگلے آسکتی ہے، لیکن آپ اس سے بالکل علیٰ غفلت کر کے دیکھتے تو دانت لے کر حالتِ کھڑی میں بدوش پائی اور پیرای کو جو سوسائٹی ملی اور آفریں جو فرات سے تیر سرائی، ان میں سے کوئی الہ کی طبیعت اور نظریات پر کوئی اعتقاد قائم نہ کر سکا۔

مرزا داغ کے خواب کب ملے خال کے وہ بدشیں اور اخیر و جلال اور سوزا کہ اب اعلیٰ تر پر ابھری کے وہ پہلی دگر جواب سے عشقِ بانی کی، وہ ہے جناب پرگز فرمایا دوتا کہہ دی یہ کوئی نیک حالت و ناکا جسے اب شاعری کی طرف آجیے اور داغ نے جو کچھ لکھا ہوسکا، عاشقِ خاطرِ بانی، عاشقِ گھائیں، داغ ڈانٹ جاتی تھی، اس میں سے ایک صفحہ کو نکال کر اب سب شاعری ہے۔ خاص شاعری، سب شاعری، داغ شاعری اور اس شاعری جو داغ کے صفحے کی تھی، نہ اس سے پہلے کسی کے صفحے کی تھی نہ بعد۔ جو عصر میں نے داغ کیا ہے، وہ ہے جہاں طرف ہے جو کہ ہے شاعری نہیں، ہر طرف کو شاعرانہ سلوب و فن کی پروا نہیں، چہ اس کی ایک مثال دینے، جہاں صاحب کو شاعری میں مقصد ہی، اگر اس میں عشق ہی کی جگہ کہتے اور بہت اختلاف قائم کا کیا ہے، اس کو چھوڑتے اور وہ لکھے جاتی ہیں صرف غزل کا ایک نظریہ دیتے اور یہ بھی کہ پیچہ کو مرزا داغ کی کہ جب پہلی مرتبہ کسی سلیو شعر سنایا تو کہتے ہی چلے گئے اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ شاعری اس کو کہتے ہیں۔

جہاں صاحب کہتے ہیں۔

کافر خانے میں خدا کے ہے کہے دھل لیا، بچو تم پہلے نہیں بڑا، ہمارے بعد

کیا کافر خانہ دیکھتے، کافر خانے میں خدا کے ہے کہے دھل لیا، داغ نے بے مزہ یہی کہا ہے، جہاں شاعرانہ غفلت نے کامی گری نہیں کی، اس کو شاعری سے خارج کیجئے، لیکن جو کچھ مزہ لکھا ہے، جہاں جدت پیدا کی، جہاں لطافت ہوئی ہے، جہاں شاعری کا فرما ہے وہ عصر کے اعتبار سے کیا ہی ہو، قابلِ اعتراض نہیں ہو سکتا اور کیوں ہو، وہ متکلف و نیا نہیں نظر آتا ہے، وہ جذبہ انسان میں ہو کہ ہے، وہ ساز و مشق و بہت میں پیش آتا ہے، وہ ان میں پیشانی میں پڑتی ہیں، اگر بہت ہو شاعری میں بیان کی پہلے، خدا کی بہت ہی کیوں ہو۔ جندوں کی کیوں ہو، شاعر انسان ہی ہوتا ہے، اس کے فن میں اگر ہی پیدا ہوتی ہے، اس کے دل میں جنابت ہی ہوتی ہے، اس کی فکر ہے ہلکی ہو سکتی ہے، پھر وہ اپنے اس میں جذبہ کو بیان کیوں نہ کہے، ہم صرف یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ اس کے بیان میں طریت ہوئی چاہئے یہ اعتقاد نہیں کر سکتے ہیں کہ اس میں ہوس کیوں ہے، بے باکی کیوں ہے، اپنے زمانے کی تھی اور انسانی شاعری کے ہوتے ہوئے بھی داغ پر انعام نہیں دیا سکتے، دوسری صدی کی شاعری کو جن نثر لکھ کر اگرچہ کو انعام دینے کا حق ہی نہیں ہو سکتا۔

داغ کا ایک مشہور اور بہ نام مطلع دیکھئے،

ہر امامت دوسرے ہاتھ لک چکی ہوئی، اُن تجری کافر خانی پر شہر پائی ہوئی

یہ شعر میں تصور ہے کہس ہا بہت مستعد کی بتائی ہوئی، وہ کافر خیتہ نظر آنے لگتا ہے، اگر یہ شاعری نہیں کو شاعری ہی کہہ نہیں، ایک اور مطلع دیکھئے۔

بے پردہ، اگر جلوہ نما وہ نہیں گھر میں، بجلی سے چمک جاتی ہے کوئی سداوت وہ میں

مذہب در میں تو بجلی کی نہیں بجکتی ہوئی اور نہیں چمک سکتی، مگر پچھلے زمانے کے دل میں بجلی سے اب جو چمک جاتی ہے، اس کو شاعری کہتے ہیں، ایک تصویر اور علامت فرمائیے۔



یہ میر ہے کہ وہ بڑا کڑا آدمی ہے مہا ۔۔۔ باب پچھتے ہیں سید کرشمہ بچپن
 یہ داخل ہے دانیس۔ یہ سطر کبھی لکھا کرتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کے لئے ان سے میر انعام لکھتے ہیں اور میں پوچھتا ہوں کہ
 اس بات کے کچھ میں حسب کیا ہے؟
 اب ایک اور جی بات بچے جو داتا کے سرائی سے دیکھتا تھا اور کہتے کہ انعام دیکھتے۔ سوتھی کہ کھڑے تھے۔ یا داتا نے کہا ہے
 کہتے ہیں۔

منہ دکھانے کی جگہ اب مجھے باقی درجی آئینہ دیکھ کے اسی نے مری صحت دیکھی
 آپ عوامی کہ بچے میں کھادی کا نہیں، اگر دیکھتے، انسانی بات کو کس طرح کہا ہے۔ اس غرض چاکلاری شاہین قرآن میں، غالباً
 نے بھی ایک شعر میں پورے کی بات اس طرح لکھن کے پورے میں لکھی ہے کہ جواب میں دیکھتے ہیں۔
 اس سادگی پر کون درمیان سے خدا لڑتے ہیں اور اندر میں عوام میں نہیں
 داتا کے ایک شعر کا اسلوب بیان خاص ہے۔ کس قدر جنت و قدرت پیدا کی، اور ہے وہی سادگی بات:
 سامنے میرے جو پڑتے ہو اکٹھے آئینہ کیا آج نہیں ہو گیا
 عشق و محبت میں فیروز و رجب کا قصہ اور تھک، پاک محبت کے عطف ہے، لیکن قیام زمانے میں یہ کوئی عیب نہ سمجھا جاتا تھا
 میرے تو ایک اگر شاعر کی اور ان کی شکل آئی تو یہ مجھ جانا ہے۔ داتا کے پر مشاعرہ بچے،

منظور واکر غیرت تھا استقلال دل دیکھیں تو آپ اپنی طبیعت کا کیا ہوا

دقیب اس کے بھی حال میں غدا کی تم اگر تم بھی کیا تو میں نطف توڑنے کیا

صحت دانی دہی کوئی بکڑ بکڑا جیر وہ جو بکڑے ہوتے تھے ہی تو میں آئی ہے

دائم فہید میں جوبیں دیکھا خدا یہ فہید کس کے گھونڈ میں

(جہاں ۱۹۹۹ء)



آداب اور اخلاق

ڈاکٹر گلین چند

آداب اور اخلاق کا تعلق درپائت کرنے سے پہلے یہ بتا دینا چاہیے کہ اخلاق سے کیا مراد ہے۔ اسے اخلاق کہنے کے لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اخلاق ایک گروہ کے باہمی برتاؤ کے طور پر چلتے چھوڑنے کی بات ہے۔

سید ابراہیم حسین نے اپنے ایک مضمون میں چند سوالات اٹھائے تھے۔ ”کیا اسلام دنیا میں ایک ہی نظام اخلاق رکھتا ہے؟ کیا ہر مذہب میں ایک ہی قسم کا اخلاق رہا ہے؟ کیا ہر طبقے کے لوگ اخلاق کے ایک ہی مرتبے پر ہیں؟ کیا کوئی ایسا نظام اخلاق بنایا جاسکتا ہے جسے سب اپنے لئے مفید جانیں؟“

ترقی یافتہ ممالک میں مساوی کا جواب نفی میں دیا گیا ہے اور یہ بڑی حد تک صحیح ہے۔ مثلاً ہندو میں ایک صدی پہلے غلو توں کا مردوں کی بڑم میں جانا نہایت سے غیرت کی بات سمجھا جاتا لیکن آج اس پر کوئی انگلی نہیں اٹھاتا۔ ہندی اندیش نے پہلی بار اسی رویہ کو چٹھی لکھی تو اس پر ہندوؤں نے بڑی حد سے کٹے۔ آج ہندو اس طرح کے ہندوئی کے لئے کوئی مسئلہ نہیں رہا۔

تبدیل کے فرق کے علاوہ اختلاف مکان کے ساتھ بھی اخلاق کے پیمانے بدلتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں محبت نامی عرصے سے ہاتھ نہیں ملاتی لیکن ایک ملک میں آپ کے پاس کوئی ٹوکا کہنے تو آپ اس کے حقد پر دوسرے کو خوش آسکتا ہے۔ جب یہ خوش اخلاق کہلائے گا کہ جب کہ مغرب میں محبت نامی کے ساتھ تو چپک کر قہر کرنا ممکن سمجھا جاتا ہے۔ جہنم دنیا میں اپنے بھائی کے بائوس پر بڑی نظر ڈالنا سخت مجرب ہے لیکن بعض جگہوں کے پھاڑی علاقوں میں نام بھائیوں کی ایک ہی نظر کر جوری ہوتی ہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق کا تصور عورتی، عیسائی اور ہندو کا ایک ہے۔ آفاق اور دوالی نہیں ہیں۔

لیکن اخلاق محض ان امور و افکار تک محدود نہیں جن کے پیچھے سماجی رواج کا تائید ہے۔ تین خاتونیں جو ہمیں اخلاق اصول پر عمل پیرا رہنے کے لئے مجبور کرتا رہتا ہیں۔ سماج، حکومت و ملت کے قوانین اور مذہب۔ سماجی تنظیم کی نگہداشت کے لئے سب سے بڑی طاقت حکومت ہے جس کے احکام قانون کہلاتے ہیں۔ چوری دزدی اور دہشتہ سالہ کی سزا ہو جاتی ہے۔ دھرتی زلزلہ وند فرماؤ اور زلزلے کاؤ گئے وغیرہ۔ اس صورت میں قانون بددلی اور اخلاق ایک جہاں ہے۔ لیکن اخلاق محض پابندی قانون کا نام نہیں۔ ظہر علی کہ زیادہ تر اقلہ قانون کی پابندی کرتی ہے لیکن اخلاق جہت سے وہ بے دماغ نہیں کہی جاسکتی۔ پانچ دو چیز ہر آدمی کے لئے ضروری ہیں۔ تو قانون میں سے کوئی بھی قانون نیکوئی کا مرتکب نہیں ہیں لیکن سماجی اخلاق کی نظر میں یہ فرد مذلت ضرور ہونا چاہیے۔ جیسا اپنے مکان کے دیوانے



برائے ہے۔ نہ ان کی دوستوں کے ساتھ بیچ کر ہر رات، مجلس ابو و لعب آراستہ کروں تو قانون کی خلاف ورزی نہیں ہو گی لیکن اخلاق ہی سچائی کو ضرور ملحوظ رکھوں گا۔

اخلاق طرز حیات کا سب سے بڑا سرچشمہ مذہب ہے۔ بہت سے گنجلے کا سبب اباد بہت سی بیگمونی کی تحریک ساز ہوا کی قوت ہی سے ہوتی ہے۔ قانون، سماج اور مذہب یہ تینوں اہم قیاسی مل کر ہمارے اخلاق شعور کو جنم دیتی ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اخلاق طرز معاشرت یعنی ان قوتوں کے خوف کا نتیجہ ہے۔ نہیں، ہمارا عقل، ہمارا دہقان، ہماری جبلت خود دوست و اخلاق کی طرف مائل کرتی ہے۔ ہمارا انی جبلت میں خضر جھک کر غفلت اور جنسی خواہش ہی نہیں مادی جذبہ ہی ہے جو جسے سے جسے ایثار کے لئے اکٹھا ہے۔

زندگی کو ایک نصب العین مسرت کے ساتھ ہے لیکن ذات مسرت کی تلاش سے زیادہ بلند جذبہ ہے جو معاشرے یا اپنی قوم انسان کی مسرت کے لئے کوشاں ہو۔ زیادہ سے زیادہ انسان کی زیادہ سے زیادہ فلاح کتنا سہا ہا اصول ہے۔ اس سے بھی رفیع تر وہ دانشمندیات ہے جو اپنی مسرت کا قربان دوسرے دوسروں کی مسرت کے لئے کوشش کرتی ہے جو خود تکلیف اٹھاتے تاکہ دوسروں کی تکلیف میں کمی ہو۔ ایسے ہی سچے صلیب ہرود میں بھٹے چم۔

کیا اخلاق صرف مخصوص معاشرہ کے امور و نواہی کا نام ہے کیا حالات کے مطابق ان میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے ؟ کیا وہ ایک قدس کا وجود نہیں ؟ ایک مسلم اصول ہے مسیح پورا کوئی معاشرہ اگر صرف اس ذریعہ اصول پر عمل کرے تو ہر مذہب کا مذمت، بے ایمانی، فرقی نہ مٹے گا، جنسی بد مزاجیوں، وغیرہ کا کوئی علاج نہ ہوگا ہر ہلے نہیں خواجہ احمد علی کا اقتدار سرور بھی بڑھ چکا۔ فرقہ وارانہ فسادات کے بدلے سرور بھی کے ٹھکرے ایک مسلمان چھاپے باہر بند ہوا لیکن کی بجڑ ہے۔ اس موقع پر اگر سرور جھوٹ بولتے ہیں کہ اس نے ٹھکرے میں کسی مسلمان کو پناہ نہیں دے سکی تو اس صورت پر ہر مذہب چکا تر بنا سکتے ہیں۔ درحقیقت صلیب کا نیزہ اگر اس کا شہرہ انگیزہ "آگ شعلہ میں دو قطعہ لہو میں جوان کو کیا اپنی عصمت ایک وقت کی طرف کسے سے بچ رہا ہے کیا ایم کو حق ہے کہ ہم ایسے عربوں کو بد اخلاق کہیں۔" یہ دونوں مثالیں غیر اصولی استثنائی صورتوں کو پیش کرتی ہیں۔ ان سے قطع نظر ہم ایسی قدس یعنی کر سکتے ہیں جنہیں عام طور سے سراہا گیا ہے اور سراہا جاتا ہے۔ مختلف معاشرہ اور مختلف ادوار کے اخلاق میں یقیناً فرق رہا ہے لیکن اس اختلاف کے پیچھے ایک قدر مشترک بھی ملتا ہے اخلاقیات مختلف معاشرہ کے اخلاق کی خصوصیات اخلاقی قدس کی ترجمانی کرتے ہیں اور مشترک حصہ ذاتی امور و ذاتی قدس کا خاندان ہے۔ یہ زبان و مکان کے بند ہیں کا تابع نہیں۔ اس قسم کی چند قدس یہ ہیں۔

بکابر لو۔ بے ایمانی نہ کرو، دوسروں کو دھوکا نہ دو۔ چور نہ کرو۔ ڈاکہ نہ کرو۔ دوسروں کو نقصان پہنچا کر اپنا فائدہ نہ کرو۔ وغیرہ

اخلاق قوانین جو کچھ یا یہ بھی کہ اصولوں کی سی تعلیمات نہیں ہوتی اس لئے ایسے اسٹیٹ میں ساری تصور کرتے چاہئے ہیں جب مذہب یا مذہبی اصولوں کی خلاف ورزی جائز ہو لیکن مستثنیات بہت کم ہیں۔ ان قوانین کو قبولی عام کا مسئلہ مل چکا ہے۔ وہ قدس ہیں جو ہماری زندگی کو لو پر مائل ہیں۔ اگر زندگی میں خوب داشتہ قانونی عام ہو جائے گا ہر روز جو ہر



تاریخ کا مطالعہ کیا۔ جو جانتے، ہم اس سے کوئی سبق ہی حاصل نہ کر سکیں، ماحول کے کسی واقعے پر کوئی تعمیری ذکر نہیں۔ ایک قوم دوسری قوم کی بات ہی نہ سمجھ سکے لیکن ایسا نہیں ہے، انسان کی دنیاوی سرشت ہر ذلت اور ہر روادار دنیا کیسا دلچسپ ہے، مستقل آکاکی قدروں سے انکار نوجو فوج انسان کی وحدت سے انکار ہے۔

اصول ایک سماجی تصور ہے، سماج کے ہر رتیبہ اور راسخیت جو کچھ ہے لیکن اخلاق کا مظاہرہ یا فقدان نہیں ہر سکتا ایک جزیرے میں تیار ہونے والا انسان کی دوسرے جمہوریت کیلئے ہے نہ چار سو بیس کر سکتا ہے نہ کوئی کو دوسرے سکتے ہیں، کسی کا جھوٹ کر سکتا ہے نہ جڑا، جب وہ سماج انسان کی نہیں تو اخلاق کس کے ساتھ رہتے ہیں۔

اس میں دو ماحول نہیں ہر سکتیں کہ غرض اخلاق مستحسن ہے اور برا اخلاق مدموم، جو کچھ انسان اور سماج کے اخلاق کی اصلاح کے وہ قابل قریب ہے، جو اخلاق کو اصلاح کی طرف لے جائے وہ قابل قریب ہے لیکن متعدد ایسے کام ہیں جو اخلاق کو نہ فائدہ پہنچاتے ہیں نہ نقصان، یعنی غیر اخلاقی ہیں۔

یعنی جہاز سے اقبال و اخلاق کا بڑا حصہ ایسا بھی ہوتا ہے جو اخلاق قدروں سے غیر متعلق ہے جو نہ مصلح اخلاق ہے نہ نقصان اخلاق کو غیر اخلاقی ہے، مثلاً صبح اٹھ کے چھینے مانا، غسل کرنا، کھانا کھانا، معصوم کھانا، اختیار پڑھنا، سنا، یہ اور ایسی چیزیں کے کام جہاز سے کہ راز کو نہ وہاں اٹھتے ہیں نہ نہ بچے گرتے ہیں۔

کیا اچھا ادب وہ ہے جو اصلاح اخلاق کو سنے یا کی اخلاق سے نافذ نہ کر سکا کوئی ادب یا وہ بھرتی اور۔ میں جگہ پر سکتا ہے؟ یہاں ایک بنیادی سوال خط کھڑا ہوتا ہے کہ ادب کا مقصد کیا ہے؟

قدیم سے ایک بحث چلی آ رہی ہے کہ ادب کا مقصد اصوات و تخمین ہے کہ سب سے پہلی، اخلاق کا نقشب بیٹھ سونڈ اور نکلان کے نیچے پڑا رہے، ایسا ہی ایک نقشب انجمن تھا، اس نے جو ہر امر کا نام کیا کہ اس نے ویرانوں کو اخلاق بنا کر پیش کیا۔ پرانی اور جدید ہر اصوات و تخمین ہی ان کی تعلیمات ہیں، اس وقت وہاں جو پیش کرتے ہیں، اور ایک رنگ تعلیمات اخلاق ہیں، اخلاق عام پر ایسے بات کہ اکثر چھاتی ہیں، اس وقت ادب کی اصلاح اخلاق کی جملہ شخصیت دیکھ کر ایسا دیکھ کر میں یہ بھی اچھا دیکھ کر اس میں علم و کام کی پوشیدگی کر سبیب ہذا ہے اور تو کیر غرض، سماج کا سبب جو جانتا ہے، انگلیٹن میں سولہویں صدی میں سر فریڈرک ڈیوڈ نے شاعری کے اصلاح پر بہرہ زور دیا، اس کے نزدیک شاعری ہذا نے ادب کے ذریعے اصلاح کرنا کر رہی ہے۔ ڈیوڈ نے یہ نکتہ یہ دیکھ لیا کہ تخلیق کو شاعری کی فطری اصل قرار دیا۔ انیسویں صدی میں دیکھنے نے آئٹ کو تھوڈا آئٹ کی، یہ حد کی شان کا حصہ تھوڈا کی کہ اس کے بعد بھرتی اخلاق کا تصور دیا ہے اور دوسری میں ٹھٹھٹھ نے آئٹ کے وصف اخلاق کو نہ بچا کر بہرہ زور دیا۔

دوسری طرف دوسرا خیال اور خیال بدستور نے ادب سے اخلاق کر کے اصل کہنے پر زور دیا، سنہ ۱۸۸۳ء میں گتھ نے کہا کہ آئٹ کو اخلاق سے کوئی مطلب نہیں، وہ غیر اخلاقی ہے، غرضی اخلاق کا سب سے بڑا غرض ہے اس نے غرض سے آئٹ کو کسی اخلاقیات کی کمری کی ضرورت نہیں، میں ایک شہر میں اس کی خطر فریڈرک ڈیوڈ کے دوسرے کام میں ہیں اگر وہی قتل اور جرائم ہوتے ہیں تو مجھے کوئی مطلب نہیں، غرض میرے کیا کہ شہر سے شاعری کوئی اخلاقی چیز نہیں نکال سکتا، بد بھرتی نے اصلاح اخلاق کی کہا کہ شاعری کا بہتے حوالہ کوئی مقصد نہیں، اگر شاعر نے اخلاق کو اپنا نقشب لیکن بنایا تو اس نے اپنا ذوق کھنڈ کر دیا، اٹلٹ ڈیوڈ



پروفیسر سید احمد

اسکو دیکھنے والوں کی کوئی کتاب اخلاق یا طریقی نہیں ہوئی۔ کثرت میں اخلاق چنانچہ عالمی سوال ہے۔ سادہ کثرت غیر مفید ہے۔ جیسویں سداں میں بدلتا ہوا سب سے بڑا گے ہو گیا۔ اس نے کیا اولیٰ عقیدوں و اخلاق کو کچھ بے اثر کر دیا۔ اس کی خواہش ہو گئی انہاریت اور آخرت کی فکر کرنے میں خلل آئے اور ان کے جھبہ انہار پر نمودار۔ اس سے کوئی واسطہ نہیں کہ یہ اخلاق اخلاق پر کراؤ کرتا ہے کہ اچھا۔

اور نقادوں میں حالی ادب میں اخلاق کے سب سے بڑے علم بردار ہیں۔ فلسفہ کے ابتدائی حصے میں لکھتے ہیں:
”ضرر اگرچہ برائے راست علم اخلاق کی طرح ظہور اور تربیت نہیں کرتا لیکن زندگی کے مصروفات میں اس کو علم اخلاق کا نائب صاحب اور قائم مقام کہہ سکتے ہیں۔“

وہ فارسی جب بگڑ جاتی ہے تو اس کی زیر پٹی پر اسو سوائی کو بھی نہایت سخت نقصان پہنچاتی ہے۔ جب جھوٹی شاعری کا رواج تمام قوم میں چوڑا ہوتا ہے تو جھوٹ اور منافقت سب کے ہاں مافوق ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ جب جھوٹ کے ساتھ ہزل اور سخریت بھی شاعری کے قوام میں داخل ہو جاتی ہے تو قوی اخلاق کو بالکل ٹھنک گاتا ہے؟
حال اور دوری اسلاف میں بدتر تھک کر نہ وقت کی وہ فعل ایک ہی جہاں پر مبنی نظر رکھتے ہیں اور وہ ہے اخلاق۔
شکل نے شاعری کی مختلف قسمیں بدل دیں۔ لہذا، اخلاق، معتبر، عقلی اور ان میں خود شاعری و اخلاق کی تجدید داشت کا فیصلہ ہو گیا۔ البتہ جمال پر مبنی کے باوجود وہ غالباً مستند عالم کے اثر سے رکھتے رہے اور پھر ہوئے:

”وہ شریک اخلاق پیدا کرنے کا شاعری سے بہتر کون؟ اگر نہیں ہو سکتا۔ اخلاق تعلیم کے لئے ایک ایک ضروری عظیم کتاب سے زیادہ کام دے سکتا ہے۔۔۔۔۔ اگر شاعری کے ذریعے سے اخلاق مضامین بیان کئے جائیں اور حرفہء حدیث حق خواہت جنت، فیض، محنت، آزادی، اقتصاد کے لیے اہلکار بن جائے تو کوئی اور شاعری اس کی برابر نہیں کر سکتا؟
اس کا رد عمل کیا ہو سکتا ہے؟ یہاں سنا ہے۔ وہ مغرب کے ہول پر مبنی سے متاثر ہیں چنانچہ ان کے انداز میں لکھتے ہیں:
شاعری صرف تاثیرات کی زبان ہے۔۔۔۔۔ ہر شاعر کو اپنی نہیں دیکھتی کہ ان تاثیرات کی فوجت کیا ہے۔ جو جائزہ اخلاقیات اور مذہبیات و غیرہ کی بحث چھیڑا کر اسے تو شاید کہ وہ پھر بھی تورا داد کرے اگر شعر کہنے پر آجائے؟“

”بعض نے عربی و فارسی کبر و خرم کو اپنی ہی سستی نے طعنے مانتے دیکھے۔ یہ کے الفاظ سے بہت طراز کو تر لڑ کر کیا کیا لیکن آپ اور کہنے کو جس نے بھی ان باتوں کو سمجھنا بھی نہیں چاہا کہ اگر مگر برا تصور اس سے دو ایسا یاد سروں کو نفع پہنچاتا نہیں۔ یہ کہ خود طعنے اٹھاتا ہے۔ پھر وہ کہہ کہ خدا ہی لذت کھو تصور ایسا شوق نام لیں کہ کہیں سے کہ“
”علم الدین اور بھی اخلاق کو شاعری کا جز نہیں سمجھتے۔ مسدوی حالی کی تنقید میں لکھتے ہیں: تمام نظمیں اس قسم کے اخلاق کو اخلاقی حیثیت پر مبنی ہیں۔ ان خیالات کا انہار شاعری میں ممکن تھا۔۔۔۔۔ دین کی موجودگی ان کی شریعت کی دلیل نہیں نظم اخلاق کی حامل ہو سکتی ہے لیکن اخلاق کو شاعری کے پردے میں مستور کرنا چاہیے؟“

”اخلاق انکار لیکن شاعری مستور ہے؟“

”جہاں سے سادہ پھر وہی سوال آتا ہے کہ اس کا قصہ کیا ہے؟ خون کہ وہ قصہ میں خون طیف اور مفید خون۔ شاعری، توسیعی، قصہ، ڈرامہ، مصوری، بہت ترانہ اور فی لیر خون طیفی، طیف خون کی تعریف اور تصنیف میں بڑا پیش قدمی ہے۔ سب سے



زیادہ معقول تقریب یہ معلوم ہو چکی ہے کہ ذوقی حیران کا انہار ہو تو وہی اور ان سے غزلی کی آسودگی حاصل کر دیتے۔ عام طور سے خالین کر لطیف فنون میں شغور کیا جاتا ہے۔ ادب کو نہیں، لیکن کوئی دور نہیں کہ کم تحقیقی ادب کے ترقی جیسے رنگی فن لطیف قرار دے دیں۔ ادب لطیف کے ترنگ رنگوں خلق نیاز فتح پوری کی افشاغی طرح شعر نہیں ہے۔ ہاں تنقیدی اور تحقیقی ادب کو فن لطیف نہیں کہا جاسکتا۔ خاص کر جہاں دور کے مضامین ادبی تحقیق کا نہایت اہم سرچشمہ ہیں لیکن نہایت سبب کم غلطیوں سے ادب کے بارے میں تو کہہ سکتے ہیں تو ہمارے زمانہ میں تحقیقی ادب ہی ہوتا ہے نظم پر کونٹر اور ادب کا یہ پیش بہا سوادہ فی لطیف ہے۔ لطیف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ افغان کی اسوج ادب کا نصب اسمیں نہیں ہو سکتا۔

ادب برائے افغان کے خطے کو ادب برائے زندگی کا شاخسار نہ گھرا رہا چاہیے۔ ادب برائے زندگی کہہ کر پوری ملاحظہ یہ نہیں ہوتی کہ ادب میں زندگی کا ذکر کیا جائے۔ کسی دکنی شاعر کی زندگی کی حکایت تو ہر زمانے کے ادب میں ہوتی ہے۔ ادب برائے زندگی کے مراد یہ ہے کہ ادب میں ایسے موضوعات پیش کیے جائیں جو زندگی کو آگے بڑھانے اور اپنا خاندان ہی محدود کر دیں۔ اور پراختی سے مراد ماضی اور مستقبل ہی ترقی سے ہے جس کا نتیجہ ہوگا کہ ایراضہ عرب کے درمیان تفاوت کہے گئے کم رہ جائے گا۔ انفس سو برائوں کی جڑ ہے۔ پھوری کیا نہیں کوئی اگر قوم کے قہاروں کی زندگی کا بقایا ضروریات پوری ہو سکیں تو بہت سے گناہ گاروں کا بخور دود ہو جائیں گے اور قوی کر دے پست ہو جائے گا۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ترقی پسندی اپنے اندر ایک چھائی اخلاق رکھتے ہوئے ہے۔

حق ایک دشمن کے ہوا کہ گنہگاروں کو زندہ ایک سرور دے دیا باقی ہے لیکن فکر کی پہلے میں ایک منہ بھی پر آگاہی جاتی ہے۔ نئی ڈانگ دوم میں مصنفہ بد چھو جاتی ہے تو کوئی گنہگار نہیں انہی عوام آقا کے سامنے چاہائی پر گنہگار ہوتے تو شامت آہنے۔ دین کے حقوق کام کے ٹپے ہیں انسان، بچے، بوڑھے، عورتیں، بچے، کافر، مسلمان، بچے، پورے اور فوسٹ کام کے ٹپے قابل چلے جاتے ہیں اس عدم مساوات کے غوغا احتجاج کرنا بہترین اخلاق کیوں نہیں۔ نزدیک است ابرہوم سے ہمدان کسی خلیفہ میں پسندیدہ نہیں؟ اس میں کوئی شہر نہیں کہتے ادب کا یہ پہلو اخلاق کے تقاضوں کا گنہگار گنہگار ہے لیکن اس کے بعد دین کے راستے جدا ہو جاتے ہیں۔

اشتراکیت کی تحریک اقتصادی ناچار اپنا دین کرنا چاہتی ہے اور جلد سے جلد اس تک جم میں وہ اخلاقیات سے دلچسپی نہ پا سکا اگر نہیں کرتی۔ اخلاق کی پکار ہے کہ درحقیقت خداوند تک ہو۔ دیکھو دین کے صالح ہوں بشدہ نکست و خون اخلاق کے خالی ہے لیکن اشتراکیت منقاب سوادہ استبداد کا سرنگا گت ہے۔ سوادہ یوں پوٹ کے یہ خطر:

ہذا خداوت آب کلی موت آگاہی میرا

لور ہو جاتا ہے میرا سر نہ میرا شہادت

ہنگ کے میدان میں میرا بیعت کا آگاہی میرا

دیکھتا ہے میرا بد چھو میرا بد چھو

نہا میرے موت آگاہی اہل اہل امرا دینک و خون ماضی خداوند بھی لاسکیں۔ لیکن یہ اخلاقیات کے حربہ نہیں۔ ان میں اور غرض اخلاقی ہیں کہ بھی اشتراک نہیں۔ عرض یہ ہے کہ ادب برائے افغان اور ادب برائے زندگی کے گناہ گار ہیں۔



تھو اشتراک ہے اختلاف بھی اسی سے کم نہیں۔

اصناف کی اصوات بہت یکساں ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر یکساں کام ادب کا ہو، خدا کی موضوعات پر لکھا جیسے کہ سدا ہمارا
سکتا ہے لیکن ہم اسے تخلیقی ادب بھی نہیں کہیں گے۔ جہاں تا شعور اور اصوات اخلاق کے بچا میں ادب جہاں تا شعور کو ترجیح دے
گیا۔ ساتھ ہی اخلاقی شعور بھی پیدا ہو جائے تو کیا کہنا، ذہن تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ادب اور اخلاق کا رشتہ کامل کرتے وقت ہم ادبی تخلیقات کو کئی قسموں میں بانٹ سکتے ہیں۔

- ۱ : وہ تخلیقات جن میں ادبی حسن گہرا ہے اور جو اخلاق کی اصوات بھی کرتے ہیں۔
- ۲ : وہ ادبی تخلیقات جن میں ادبیت بہت کم ہے لیکن جن سے اخلاق کی اصوات ہو سکتے ہیں۔
- ۳ : وہ تخلیقات جن میں ادبی حسن موجود ہے لیکن غریب اخلاق ہیں۔
- ۴ : وہ تخلیقات جن میں ادبیت برائے نام ہے اور جو غریب اخلاق بھی ہیں۔
- ۵ : وہ تخلیقات جو ادبی حسن سے محروم ہیں لیکن اصوات پر کئی نئی باتیں پیش کرتے ہیں مثلاً نہ جھٹلے اخلاق جن میں غریب اخلاق۔
ان قسموں کے بارے میں فرماؤ اگر آپ دیکھتے ہیں۔
- ۱ : وہ ادبی تخلیقات جن میں ادبی حسن گہرا ہے اور اخلاق کی اصوات بھی کرتے ہیں مثلاً "اصحیح آواز کا" "نیکو بول" "عاقی کی
صدائیت جیو" "ہم چڑکا دنگوڑاں" "خانہ میر تقی میر" "ایلی کے خطبہ" ان کو پڑھ کر ہم کچھ نہ کہیں تو ان سے متاثر ہو جاتے ہیں۔
کسی تھو رغبت ضرور محسوس کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ادب کی یہ قسم برہید سے قائل تھو ہے۔
- ۲ : وہ تخلیقات جن میں ادبیت کم ہے لیکن اخلاقی شعور گہرا ہے مثلاً "نور احمد کے ناولوں میں جو مختلف دانت سے یا حادی
کی" "کلاس آف" یا "مال کی" اخلاقی شاعری، خطبہ ان کی ایک مختصر نظم ملاحظہ ہو۔
"ایک ایک غریب کو بار بار پکار کرنا"

گو آواز کا ملاحظہ کیا تھا جو قوی
ہوتا ہے اس سے کہ زبان کوئی اگر
ہر قورہ بھولتا نہیں ہرگز نہ چاہیے
ہر نطق سے پیچیدہ تھا یہ اس کو یاد
بھولے ڈالنا یاد سے نہیں کہہ دیتے
آخر لفظ کا خامس ہے، سچو اور خطا

ان تخلیقات کی ادبی اہمیت کتنی ہے اخلاذہ لگا یا پاسکتا ہے۔

- ۳ : تیسری قسم ان تخلیقات کی ہے جن کا ادبی حسن مستقیم ہے لیکن جو اخلاقی گناہوں کا طرف سے جاتی ہیں یا سے پاسکتی ہیں۔ مثلاً
دانتوں اور شہزادی میں سراپا اور حبشی دیانت کے سلسلے میں مرزاں مطالب عشق کھنوی کا عشق "عرب عشق" اور "بہار عشق"
حسن عسکری کا "انداز" "چشمیں" "وہو"۔ ان ان تخلیقات کو ان کے ادبی پہلو کے باعث کاملاً غنا سمجھتے ہیں لیکن ان کی اخلاقی کیفیت
کو کسی طرح سراپا میں۔ مومن عشق "حسن مومن" میں ایک نظر و پیش کرتے ہیں کہ مکتوب رحمت پر کئی فیروزہ وصلیہ دل سے عاشق
جو بہت توحید کا فرض ہے کہ وہ خود کو اس عاشق صادق کے حوالے کر دے۔



اسی مشنوں کے گروہ کو کئی بلند مرتبہ نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن بعض اوقات اور بہت اچھے نہایت بڑھاتی ہے کہ وہ
 اخلاقی اعتبار سے خطرناک مضامین پر بھی جہاں ہائی ہے مشن گھوڑا سیر کے گھڑی نکالتے۔
 عظیم جو خرابہ اول میں ملتا ہے وہاں خود قیاس کا سراپا بھی اسی قبیل کے چیز ہے۔
 اکثر ایسے ادیبوں کو یاد کر جاتا ہوں انھیں جسکا نتیجہ ہے۔

۴: چوتھی قسم ان تخلیقات کی ہے جن میں اولیٰ حسن برائے نام ہے اور جو بہت اخلاقی کی پوٹ بھی ہیں۔ مشن ہاتھ صاحب کا
 میسٹر اور چوتھی کا قلم حرام یا نکھوت کی وہی وہاں قی کے ناول۔ یہ چیزیں ہر اعتبار سے بہت ہیں۔ انھیں ادیب میں کوئی تنقید
 مقام نہیں دیا جاسکتا۔

۵: پانچویں قسم ان تخلیقات کی ہے جو اولیٰ حسن سے مراد ہیں لیکن اخلاق سے کوئی تعرض نہیں کرتیں۔ ساری نئی شاعری
 اسی نوع میں آئے گی۔ مشنوں "مرحمت" "گھوڑا سیر" "دہا" "دور" "فرد" "جہاں" "ظہر" "شعے" کے بعد اخلاق پر کوئی تامل نہ کریں
 تاثر نہیں ہوتا۔ دوسرے ناول "سراٹھ" "بھان" "دعا" اور "خوش" "چند" "حکیم" "آمن" "معد" کے کہہ سکتے ہیں۔ اچھے ناول بھی کہیں ہوتے ہیں۔
 کوئی اخلاقی نتیجہ ان ناول کے مصنفوں پر ظہور نہیں ہے۔ ان تخلیقات کے لیے ناول ادیب میں ایک مقام پر ہونے لگا۔ ایک شعری اور واضح
 اخلاقی سبق کے نہ ہونے سے ان کا قدر و قیمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اس بحث کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دیاتے ادیب میں اخلاقی پہلو سے جہاں تامل پہلو کہیں ایم سے جو تخلیقات پر اخلاقی کیا شامت
 رہی وہ بہت گہرا نہ ہوتی ہیں۔ بغیر تحریروں کو ہم ان کے اولیٰ خودی کے اعتبار سے سوچ رہے ہیں۔ ان میں سوائے ہندی ہولو کیا
 کیا نہ ہو تو کوئی مضامین نہیں۔



(پہلے ۱۹۹۵)

عشق میرا میں ہر دم و جہت جلا
 عشق کی حالت میں نظر اور میں جلی
 میری نگہ میں ہر صورت میں کا چمک
 چہرہ میں ہے شرمساری میں
 لعل میں ہے شرم کی نگہیں کا رہا میں
 حق میں ہے شرم کی شمعان میں
 گزرا میں

تنقید علم و فن

محمد احسن خاوندی

تنقید کو ایک فلسفی نے شروع کیا تھا اور یہ پیشہ علم کا تابع رہی۔ اصل میں فن کو گھڑ بان چمدا کر رہنے کا نام تنقید ہے تنقید نگار
 ایک کہتا کہ جس دن اور ان کے دور میں علم سب سے زیادہ رائج تھا اس سے آئی تشریح کی سرحد پختہ رہے۔ مگر ماہر کے دو کام رہے۔
 ایک اصول سازی اور دوسرا کسکا تنصیف یا فرو بردارے دل۔ اور سطر کا غلط مطلق تھا اور اس کی ریس میں جو تنقید بھی کی جاتی رہی وہ
 نام کر مطلق ہی تھی۔ جس طرح مطلق میں تمام کی برتری اہمیت تھی۔ بحث کرنے یا ثابت کرنے کے لئے وہ تمام تمام میں اسے دہانے
 تھے جو سولو جرم کے ماتحت ہا کرتے ہیں۔ اسی طرح سب میں بھی تمام ہی اہم تھا۔ کو پیشی و شریعتی دارک، پاسٹورل وغیرہ آئی نام لے
 گئے۔ ان کی ترکیب کو بھی آئی ٹھہرایا گیا اور ان کے مطلق میں کسی نئی تنصیف کو جانچا گیا۔ یہ میں تھا وہی صدی تک جاری رہا مگر مرقی
 صدی کے وسط میں فرانکلن نے ڈراما کی بابت اس طرح کے اصول سے بحث کرنا گھڑ بان ڈراموں کے علم کو اہمیت دی مگر انگریز ڈراما
 کو بھی اس نے ایک تمام بنا دیا اور اس کے اصولوں کا بھی ایک ضابطہ بنا۔ مگر یہ کہ وہ تنقید کو مطلق کے دائرہ سے نکال دیا۔
 اس کا سبب یہ ہے اور یہ جانیں پر تنقید کو پیشے کو موسوم ہر ایک پر کہ وہ ان گھوں کے لئے کرتی ہیں۔ فلسفہ نگار رہے۔ یہ چیز بھی علم
 نہیں ہوتی اور انھی بھی تھا کہ مطلق کے مطلق طریقہ اور یہ وہ ہے اور تھا وہی اچھا ہے کہ جو اس کے علم کا حق واقف ہیں۔
 مگر انیسویں صدی سے مطلق کی جگہ مادہ الطبیعیات اور اس طرح کے جگہ جو ان فلسفیوں نے لے لی۔ ایک جگہ اور کوریج
 نے اب کو بھی مادہ الطبیعیاتی طور پر دیکھا کہ شروع کیا۔ شاعری کیا ہے؟ شاعری کیا ہے؟ زندگی کیا ہے؟ جیسا کہ زندگی کے مطلق
 ہونا چاہیے؟ زبان اور زندگی میں کیا تعلق ہے؟ شاعری کی زبان کیا ہونی چاہیے؟ ہر فرد کو اپنی زبان تک پہنچنے کا کھد کا تقیید
 ہے؟ اس قسم کے سوالوں کے جواب کو تنقید کہا گیا۔ نقاد کا فرض یہ تھا کہ اگر وہ شاعری اور شاعری سے الگ ہی تعلق پیدا کرے۔ یہاں
 تک کہ اس کا ایک فوجی پیدا ہو جائے اور پھر اس فوجی کے مطلق وہ شاعری اور شاعری کو جانچے۔ کو لکھنے کا بیج پر کہ کو
 اس منزل تک پہنچا یا مگر تصور کرنا لے اس کو آگے نہیں دیتے۔ یہ تھا کہ اگر نقاد رفت اصول وضع کرے چنانچہ اس نے کافی تعداد
 اصولوں کی بنائی اور ان کے مطلق اب کو جانچا مگر اس کی کچھ تنقید ہی تھا اور اس کے اصولوں کی شکست کی مثالیں چلی۔ اب بھی عام
 تنقید میں مطلق سے مادہ الطبیعیات کو کشال کر لیا جاتا ہے اور اچھے نقاد مطلق اور مادہ الطبیعیاتی دونوں پرست ہیں۔

مگر انیسویں صدی کے وسط میں سائنس کا دور آیا اور ہر چیز علم پر مبنی ہو گئی۔ جن مشاوریات میں نے اس طرح مطلق کو علم کر کے
 ایک جدید سائنس مطلق کی بنیاد رکھی۔ مادہ الطبیعیات کو بھی سائنس بنا دیا گیا اور کہا گیا کہ تنقید بھی ایک سائنس ہونا چاہیے۔ انیسویں
 نقاد سائنس پر کسی تصور کا تمام کیا پہنچے۔ اس نے کہا کسی صنف کو سمجھنے کیلئے اس کی شخصیت کی سائنسی تحلیل ضروری ہے۔ لہذا



تقدیر کا یہ کام یہ ہوا کہ مصنف کی سوانح کو اچھی طرح پڑھے تاکہ اس کی شخصیت کی مشین سے واقف ہو جائے اور اس کی تصنیف اس کی تقدیر کا پیداوار نظر آئے۔ سائنس تجربے کا ایک دن آئے گا جب کہ انسانی کوششوں کا مائٹس مرتب ہو جائے گا اور جب فلسفہ و تہذیب کی تمام مغز پر جانچی گئی اس وقت صحیح فائنل تقدیر سامنے آئے گی۔

میتھے نے اس سے اچھے اچھے آدمی اختیار کیا۔ اس نے انسان کے علم و کلام کو تنقید کے لئے ضروری سمجھا۔ اس نے بتایا کہ ہر مصنف اپنی قوم اپنے عقیدہ اور اپنے دور کی پیداوار کو کہے اور اس طرح تنقید سوشل سائنس کا ایک طبقہ بن گئی۔ موش نے تنقید کو عقل کی منطق بنانے کی کوشش کی۔ اس نے کہا کہ تنقید کو "ڈیٹا" کہنا سائنس سمجھا جائے۔ جیسے علم نباتات، جیولوجی، کیمسٹری، کائنات کے ان کے دور کے تائید و دیانت کرتا ہے۔ جیسے مافیائت جہالت کے اصول بتاتا ہے، اسی طرح ایک سائنس پرکھتا ہے جو عقلی پیداوار کا مطالعہ کرے۔ موش نے اس سائنس کا سب سے اہم اصول یہ بتایا کہ "ادب کی تشریح سائنس بن کر کا طرح ہوتی ہے۔ اس کی حقیقت اس قدر عقل پر ہوتی جتنی ہے، جس قدر وہ دلیا کا کائنات کی وضاحت کر سکے، کوئی شگرت کے متنی وہ ہیں گے جو الفاظ کے مطلب سے قریب تر آسکتے ہیں، کچھ کہار کا ٹیڑھ و جھوٹا جو الفاظ اور اثرات سے باہر جا کر براہی پرکھنے میں نا اہل ہے جو کسی فرد کا نام نہ لے گا کہ ہے "موش نے کچھ اور اصول بھی بتائے جن میں پہلے یہ تھا کہ تنقید کا مائٹس مصنف کے دنیا کا کام کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ فن نظریہ کا ایک حصہ ہے اور دوسرا یہ کہ ادب بھی ارتقا کرنے والی چیز ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ادب کے اثرات کا جائزہ ہمارے سامنے دینا، انکشاف ضروری ہے۔ اس نے فلسفے تنقید کو کئی اصولوں سے غفلت اور بڑی رکھا ہے۔ اس قدر انی تنقید ادب کا بالکل عقلی جائزہ دیتا ہے۔ وہ ان کے اصولوں کو عقلی کے عمل میں تلاش کرتی ہے۔ عقل کو بھی ایک ارتقا پذیر چیز مانتی ہے جو ہر مصنف اور ہر دور کے ساتھ اپنے لئے قائم کردہ جو عقلی ہوتا ہے، ہر آدمی کو ان خصوصیات حالت کے مطابق دیکھتے ہیں کہ ایک قائم کردہ سبب قائم کے اصول سامنے نہیں ہوتے دیکھتا۔ سائنس تنقید کی روش سے زیادہ نادر و عمارت کو سامنے نہیں لے کر دو برٹش نے اس کی غفلت کی اور یہ ثابت کیا کہ یہ طریقہ ادب سے مصنف کی شخصیت کو نادر و عمارت ہے۔ دو برٹش نے راستے زنی کو بھی تنقید کا اہم فرض سمجھایا۔ اس سے باہر تو انھوں نے سب سے زیادہ نادر و عمارت اور تنقید کی روش پر بتایا کہ ان تمام عصبان کا جائزہ جو برٹش نے قانون تصانیف اور مصنف کے حقوق رکھتے ہیں اور اسے زنی میں مدد دیتے ہیں، انھوں نے نادر و برٹش کے نظریے سے استفادہ کیا۔ چونکہ کئی تنقیدوں میں موش اور دو برٹش کے نظریات کا ارتقا ہوا ہے مگر تنقید کا سائنس انیسویں صدی کے ساتھ ختم ہو گیا۔



پورا دور کا ایک نہایت وسیع علم نصیبت ہے۔ دو برٹش کی آرا سے یہ بڑے گہبے کا وہ تنقید کی بنیاد نصیبت پر رکھنا پڑتا ہے۔ تنقید کا سائنس کو طرز اثرات سے حرکات رکھتا مگر نصیبت لا تعلیل ہے، جن اصطلاحیں مکمل شکل میں "ڈیٹا" و "ڈیٹا" و "ڈیٹا" کی تشریح میں مصنف کی ضرورت کر دیں۔ اس سلسلہ میں آئی۔ اسے چھوڑ کر تنقید کے نظریہ کو دو سطحوں پر رکھنا اگر چاہتا ہے۔ قدری اور اجوش۔ وہ کہتا ہے کہ کئی طرح کی کامیابی اس میں ہے کہ اس کے ذریعہ کائنات کے خالق کے ذہن تک پہنچ جائے۔ اس کا نام ہے "اجوش" کسی نظم کی قیمت یہ ہے کہ وہ کس خلقت سے یہ کام انجام دیتی ہے۔ قدر کے سمجھانے میں وہ بہت۔ خلقت سمجھانے کا یہ اور تنقید کی نوعیت سے خارج ہے۔ ذہن کا مصداق کا گہبہ ہے۔ اس میں جنس کا جو پر ہے اور جو جنس اس میں جنس کو نکلیں گے وہ وہ دلی تقدیر ہے۔ زمین کا سب سے قابل قدر کیفیت وہ ہے جب کہ سب سے زیادہ سکین حاصل ہو اور اس میں کسی قسم کی کشمکش شکل تشکیل کا کارڈ ہوتا ہے۔ اس کیفیت کو بھی اس نے اور زیادہ واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ بعض شخصی قابل قدر چیز نہیں بلکہ کامل سکین کے لئے

کا شاعر کی۔ لیکن کوئی جب مسلم ہوئی اس کا کوٹھانے کے لئے آئے۔ یہ گراں گناہ تھا جس کا شاعر اور مسرتوں کا شاعر ہی
 کو نہیں سمجھتا۔ ہاں آئندہ شاعر کی بدکھنے کے لئے ایک نئے نظریہ ایک یا مطلق ایک یا اصولی فکر ہی رہتی ہے۔ پھر کہ ایک اس قدر سے
 ناپاک اثر شاعری پر تنقید کر جاتے ہیں۔ وہ سب نے غلطی پر انداز ہو جاتے ہیں۔ کوئی کہ تنقید ایک نئے زمانہ کو پیدا ہی نہیں کرتی،
 بلکہ پورے عمارت کو کھڑی کرتا ہے۔ ہاں اس طرح سے مٹا کر ہوتا ہے۔ مٹا کر ایک یا مطلق اور شاعر آتے ہیں جو پورے صدی
 کے لئے غلط راہ پر لے جاتا ہے۔ اگر ہمدردی، شعور اور عقل ہاں آئے۔ زمین کے اثر سے اس میں تبدیلیاں آتی ہیں اور اس کی اثرات
 ہر آدمی پر رہتا ہے۔ ہمارے یہاں مٹا کر باوجود نئے شعور کے اس دور پر کچھ جانتے ہیں۔ انہوں نے پہلے نچلے زمانہ کی، پھر ایک صدی
 میں اس کو دیکھا کیا۔ اس مقدور نے ہر طرح ہمارے تنقیدی نظریوں کا اثر کیا۔ اس کی صورت میں کہ جسے ہم نگرمان کے بعد کرنا چاہتے
 ہیں جو جو فن تنقید کا اصل نعرہ آئے۔ ہمارے یہاں تنقید اور نگاروں کا کام ہے اور فن کاروں اور سرے نگاروں کا۔ تنقید کے علم اور نگاروں کو نظریوں
 کی طرف بہت کرنا تنقید نگار ہو جاتے ہیں۔ اس کا کہ ہم کو کہتے ہیں اور نگاروں کو نہیں دیتا جس کا کہی نظریہ کوئی جبر یا کوئی مضمر ہاں
 مضمر سے ناقص رحمت کا اظہار ہی کر دیتا ہاں یہ ہو گیا ہو۔

اس وقت ایک اور زمانہ آ رہا ہے۔ ادب زوال پذیر ہے۔ عقلی نو جوان پانچ۔ سٹاک کا فرض ہے۔ انہیں آزاد کوں کرنا گستا
 ہے جیسے کوئی کہہ رہا ہو۔ یہاں پر آئے۔ ہمارے نیا پائے۔ لیکن کہتے کہ وہاں ہے۔ پہلے کہہ دیا کیجئے۔ پھر اس پر تنقید کیجئے۔ عقلی نو آہ
 ہے۔ آپ ہو جائے گی۔

اس عالم سے ہم اسی وقت تک کہتے ہیں کہ ہر فن کار اپنے فن پر تنقید کر سکتا ہے۔ لیکن یہ بھی لڑکوں پر تنقید کرے۔ بعض تنقید نگاروں
 کو کہی خاصا بہت دوری ہے اگر وہ ہم میں داخل کرتے ہیں تو اسے مانا جاسکتا ہے اگر وہ گنہگار ہے جس کے لئے جس نے جتنے ذرا
 ہیں تو وہ ہے کہ ہے اگر مصنف خود اپنی اضعیف پر تنقید کرے تو اسے غور سے سمجھا جاتا ہے۔ ہمدردی نہیں کرے غور سے ہی ہو۔



ان دنوں کو گناہوں سے بچنا ہے۔ مسلمان قرآن مجید کے احکامات کو اپنا رہنما بنائے۔ اس کے لئے بیسیوں کتابوں سے استفادہ کرنا پڑے گا۔ اگرچہ قرآن مجید ہی سب سے بڑا اور سب سے اعلیٰ کتاب ہے۔ لیکن قرآن مجید کے احکامات کو سمجھنا اور ان کو عمل میں لانا ایک بڑا کام ہے۔ اس کے لئے قرآن مجید کے احکامات کو سمجھنا اور ان کو عمل میں لانا ایک بڑا کام ہے۔ اس کے لئے قرآن مجید کے احکامات کو سمجھنا اور ان کو عمل میں لانا ایک بڑا کام ہے۔

[illegible][illegible]

قرۃ العین طاہرہ مکتوبہیں

اس کا نام اُمّ سلمہ تھا۔ قرۃ العینؓ کا چہرہ کے نام سے مشہور ہوئی، اُمّ سلمہ نام کی اگر معلوم ہو ہی نہیں، یہ بات کہ ایک آدمی کی ایسے نام سے مشہور ہو جائے جو اس کا نام ہونا ناقص، ناقص، نہ معلوم ہو کہ وہ نام کس نے دیا اور کب دیا جو میں نے یہ نام اس کے ساتھ متفق ہو جائے مگر عجیب بات اس کی قدر گہری علامت ہے۔ اس کے ساتھ اس کو "قرۃ العین" سمجھا جاتا ہے۔ جس میں اس کی زندگی کے اعلیٰ اوصاف کے عادت معلوم ہیں، البتہ جب سے وہ پرہیزگار بھی رہی کی ہوئی۔ بیشک، بیشکیں بری کی طرحی، تو وہ ختم ہی ہو گئی۔

بچپن میں ہی اس کا نام ایک کی طرح ایران پر بھی ملتی اور ملکیت کے حامل ملکہ ہے تھے۔ زندگی کی وہانی ختم ہو چکی تھی اور وہ ایک جلد کا لب کے متعلق پانی کی طرح تھی، قوم غلطی کی اس منزل میں تھی جب اس میں ارادہ اور فیض ختم ہو جاتا ہے، اور صانع کرم اور ذات لہری کے اور کوئی حرکت اس میں پیدا نہیں ہوتی، دوسری قریب میں وہ پر اپنا نقطہ اور انتشار ڈھانسنے کے لیے ریشہ درانیان کر رہا تھا جس ملک کے صاحب اختیار لوگ سازشیں اور غور غریب میں مل جاتے تھے۔



اس صورت عادت میں زندگی کی خاتمی برائیں گہرائی میں سوتی ہوئی ہوتی ہیں، جب جب طرے سے نمودار ہونے کے سامنے کاغذی کرتی ہیں، کبھی متوفی کی شہادت میں، کبھی کسی نئے ذریعہ یا مذہبی احسان کے ابراہی صورت میں، کبھی زندگی کے دریا میں عاجزی میں، ایک صلاحیت اور مصیبت پیدا ہو جاتی ہے، کبھی زندگی غیر قوی کی قدردانی اور طریقہ کی اندھی تقلید شروع ہو جاتی ہے، کبھی ایک ذہن پرست لکھتا ہو یا دیگر زندگی کا ایک نیا ذہن شروع ہو جاتا ہے، کبھی انکار اور دھوکا دہی میں وہ تہذیبی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تمام کو کبھی زندگی کا دوسری پیرامیٹر اس کے احساس دشمن اور بدست پر مضمحل، اور قوم کے سرگرمی اور تہذیبی مغلوط اور دوسری کو کبھی شہادتیں سے متاثر ہوتی ہیں۔

نامور عالم شاعر قاضی محمد قاسم (۱۲۰۴ تا ۱۲۸۹ھ) کے عہد کے ابتدائی حال دیکھیں گے، اس کے بعد اس کی حالت کو ایک مشرط طرے کے آغاز کے لیے مشہور ہیں۔

قرۃ العینؓ یا قرۃ العینؓ میں شہر قریب کے ایک گنہ گھر نے میں حاجی محمد صالح محمد کے بیٹے پیدا ہوئی، ان کی کئی تہذیبی دعوت علم و تہذیب کے مرکز ہوتے تھے، بلکہ وہ بیانیہ قوت کے مالک حکومت کے مشیر اور لوگوں کے پیڑا بھی ہوتے تھے، گہرا قرۃ العین کی بدولت یہ ان کا تہذیب و ذہن کے بہتر عالمی میں رہی اور وہ اسی تہذیب کے طاہرہ دامن سے بھی طرے واقف تھی۔

گہم ہستی میں اس کی تادیب اس کے گہم عالمی قیام محمد صالح محمد قریب کے لڑکے مابین قیام ہوتے رہتی تھیں وہ نیا دور تہذیب کے جس کے بیٹے رہتے تھے۔

اس کے بعد ایک عجیب کشش اور با تربیت بھی تھی اس کے باوجود ہونے کے بعد اس کا باپ مابین قیام صالح گنہ گنہ۔

نے اس دعوے کو تسلیم کر کے اپنے دعوے کی مخالفت کر کے اور اپنے زندگی میں کچھ معنی پیدا کرنے کا سہارا نہیں لیا۔

قرآن عظیم اپنے باپ کی ذہنی و فکری تعلیم حاصل کر رہی تھی، لیکن اس کی زندگی عقلی اس علم سے آلودہ نہ ہو سکی، جس میں وہ جھوٹا تھا، وہ نہیں تھی۔ شیخ احمد سامانی اور سید کاظم رشتی کی تعلیمات میں اس کو کچھ تاثر نہ ہوا، بلکہ وہی صحیح رہی، باپ اور چچا اس تعلیم کے مخالف تھے، اس مخالفیت سے قرآن عظیم کا موقف اور بڑھ گیا، جبکہ کاظم رشتی کو بلا میں تھے، اس سے ایک طرح کے زہر سے قرآن عظیم کی اندوختہ بات تھی، اس سے علی کا موقف ظاہر ہو کر نکلا، اس کو بڑھ گیا، لیکن اس کے کرنا پہنچنے سے وہی سچے سچے سید کاظم کا انتقال ہو چکا تھا۔ علامہ ہوسید کاظم رشتی کے مسلک میں رہنے والی اور اس کے کچھ شاگردوں کو دے دینے والی۔

کرنا اور نہج کا سامانی جہاں حال اس کے افراط میں سما رہا ہوتا ہے اور مجوزے واقعات سے زیادہ اصلیت رکھتے ہیں، ان تمام باتوں کے سمجھنا اور انکار دینے میں اس کا موقف اور شیخ کا اپنے زندگی سے جسے اپنے علم سے اسے بھیجی کرنا وہ بیکار اور اپنے حیا و وقار سے اس کو دنیا و آخر کو غرض میں مصروف ہر وقت بھی ذکر و فکر، دوسرے دیا مفتوں کے بعد سامانی آیات اور نشانوں پر بغیر اس میں قرآن عظیم اور علامہ ہوسید کاظم کے علم سے شہرہ ہوا، جس میں شخصیتیں، خاص ہے کہ شوق اور شیخ کی اس شدت میں ہمدی کا ظہور ایک مذہبی بات ہو گئی۔ وہ اگر کوئی باپ دے دے تو ایسی میں سے کوئی ہر تاثر ہو رہا ہو۔

اور محمد علی باب نے انگلستان میں شہرہ دیا، اپنے باپ جیسے کا اعلان کر دیا، ایک روایت یہ ہے کہ قرآن عظیم کو اس اعلان کا علم نہیں تھا، لیکن جب ہمدی کی طاقت ہمدی کی کافی میں منتشر ہوئی تو اس نے علامہ ہوسید کاظم کی کتاب الیاب سے کہا کہ تم ہمدی کو فرما دیاؤ گے۔ ایک روایت یہ ہے کہ علامہ نے یہ روایت شاذ کے بعد ایک خواب دیکھا کہ ایک شخص فغانی مسلمان ہو گیا ہے، کچھ دیا، مانگ دیا ہے اور وہ اس نے محفوظ کر لیا۔ جب محمد علی کی کتاب اس شخص نے اس کو سنی تو اس نے دیکھا کہ وہی اٹھا اس کتاب میں، دور ہے اس نشان سے محمد علی باب کے دعویٰ کی تصدیق ہو گئی۔



علامہ ہوسید کاظم نے قرآن عظیم کے محمد علی باب کی خدمت میں دیا، علامہ مسیحیاب

لغات و جہلک اشرف و شعاع طلعتک اعتلا

زچہ رد الست ہو یکسو لڑا، بلان کہ بلی بنی

نہ کہانیا قرآن عظیم کی زندگی میں دوسری بھڑکی کا نہایت اہم واقعہ ہے۔ یہاں وہ زمانہ ہے جب اس کے دل کی کاشانی نے ایک راستہ چھوڑا اور انوکھا دھڑ سے اسے ایک نئے رخ دکھائی دیا، جہاں سے وہ راستہ پھر اسی اہمیت میں نکلتا، جہاں سے نکلتی اور یہی اس خوفناک گنگ تھوڑوں نے ہی نہ ماحولی کا احساس دلا کر دیا، اور اپنے آپ کو ایک مقصد سے وابستہ کر لیا۔

کہ جس سے قرآن عظیم کا چہرہ سامانہ غلامی اور دانا ہوا، جس سے ان کا دماغ پرانے کی اہمیت و مصلحت پر چھوڑ کر اپنے اندر دانا سے جہاں پہنچے۔ ملک میں یا دانا غلامی کا فحش کا خراج خدا کے خدشہ و مخالفت اور موافق پیدا ہو رہے تھے، لیکن اس کا خدشہ اور فحش ہو رہا تھا، لیکن اس ملک ہادی برحق تھی، ماحولیت اور تبلیغ برابر جاری تھی، اس طرح میں جس کے بعد قرآن عظیم اپنے جلدنا قصوں کے ساتھ دلیلیں قرآن عظیم پہنچی۔

اب قرآن عظیم نے اپنے شوہر سے بالکل غلطی اختیار کر لی۔ جو خوالے وہی دانا ملک، اکاشکے اس سے میرا کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔ اگر تمہارے اندوہنا ہوتی تو تم میرے پاس کرنا آتے اور وہاں سے قرآن عظیم میرے جودوں کے ساتھ ہوتے، تب میں تمہیں پتہ دار

خلعت سے پیدا کر کے اودھا ہوا و کھانا تہ حقیقت میں ملائم سوائے شرعی اعتبار کے اور کسی معنی میں اتنی نفس عامہ کا جسٹ نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی وقت کے مجموعی ماحول و حالات کے اندر ایک ایسی حق اس کے علاوہ یہ رشتہ بعض ایک الجھن تھی اور فرقۃ العین کو تو گراہی میں ہی قائم الجھنیں ختم کر آئی تھیں۔

قرۃ العین کا یہ دور سب سے پہلے فرقہ حق کی مخالفت پر مبنی ہو گیا۔ ہر فرقہ جیسے کہ فرقہ حق اور فرقہ اہل حق و الجہت سمیت حق اور کفر شیعہ جیسے کہ اسے حق پر نظر رکھتے ہوئے معلوم نہیں اس حق میں فرقۃ العین کا اتنا تھا یا نہیں، لیکن وہ سب باہم کے ساتھ ہی کوئی گرفتار کر گیا۔ اسی کا سبب ظہور بیت کوٹن تھا کہ فرقۃ العین کو سب سے قتل دیا جائے، لیکن قاتل قاتل شیراز نے عدالت کے سامنے انکار کیا کہ فرقہ حق شیخ احمد احمادی اور یوں کہ تمہارے حق کو سب ختم کرنا تھا اس لیے میں نے ہی کو قتل کر دیا تا قاتل کو سزا ملے اور فرقۃ العین اپنے آپ کے گھر میں غرق ہو کر دلا گئی۔

باہم کا خلع و مذہب مذہب پر کڑا جا رہا تھا۔ غرض اب تکت ماہ کو میں ایسے تھا۔ اس کے متبع محققین غرضاً ہی از اندر اندر دوسرے طرف میں دیکھ کر اچھڑ کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے گھر میں رہتے تھے، جیسے کہ گھر سے گھر تھے۔ تمام ملک میں بغیر یہی ہوئی تھی۔ اسی حالت میں ہر فرقہ شیعہ و کفر، قاتل کا جتنا ہی ہو گیا اور ناصر علی شاہ قاتل تھے۔ جیسا کہ حکایت اور تقریر ہو گئی، باہم کا خلع و مذہب۔

قرۃ العین اپنے آپ کے گھر میں نظر نہ تھی اور اس طرح جو فرقہ حق یا باہم میں رہتے تھے، ان سے ایک نہ لکھتا تھا۔ لیکن وہ نہ مروجہ یا خود مرض سے یا جرحی ہو کر باہم سے یا نہ لکھتا تھا۔ یہ حق کہ ہر گھر میں ایسی تو ہر خانہ میں کوئی نہ کوئی باہم خود تھا۔ کوئی ایک جگہ جاتا تھا یا باہم میں پیدا ہوا تھا۔ خود فرقۃ العین کے علاوہ کسی کے گھر یا باہم سے کسی افراد یا تھے۔ اسی کی وجہ سے وہ اپنے گھر سے فرار ہو گئی۔ اس کی ازادگی حرکات سے یہ رکاوٹ تھی ماحول کی مخالفت ہے۔ لیکن نہ زمانہ عام سماجی زندگی میں اس کی خلیج کا ردائی کا زمانہ تھا۔ لیکن کے ساتھ مروجہ بات اس کی پاس تھی کہ اس نے کوئی ایک گھر یا باہم پہنچنے کی کوشش کی ہو، اور کوئی میر تقی میر اس کوشش کی وجہ سے ہو گیا۔ اسٹیشن میں یا رشتہ اس کا واسطہ قائم ہو کر ایک سر پر کمرہ دیا گیا تھا اور بعد میں یہاں مذہب کا دانا ہوا اور وہ خلیج طور پر باہم کا ایسا مضبوط گہنہ بن گیا کہ وہاں کے مروجہ ماحول کے باہم کوئی کوشش نہیں کی کہ ان کی حرکات کی تعلیم دیا جائے جس سے مروجہ حق اور وہ جہت کے اجتماع میں بھی جرح ہو گیا۔

جہت طرہ اور از اندر کے دیکھیں واقع ہے۔ جیسا کہ آٹھ کی ایک تھا اور جہت کا اجتماع اسی نے طلب کیا تھا۔ اس میں وہ دھنکے شریک ہوئے۔ باہم کو ایک کی تفسیر اور فرقہ حق کا جتنا ان اور اتھان کی طرف تھا، جب اس نے ان کے اندر داخل ہو کر اور حرکات کی طرف سے سخت ہوئی اور ان کے دل میں باہم دیکھ کر جہت تیز ہو گئی اور ان کے دلوں میں خیر خیر طور پر احساس پیدا ہوا کہ جہت کوئی مخالفت نہیں چاہتے والا نہیں ہے۔ وقتی صورت یہ تھی کہ تو کہیں کہ تو اسی طریق پر چلا جائے، اس کا مقصد احمد اتحاد عالم کا بننے اور یہاں تعلیم کا استقامت و غیرت و حقوق و جہت کی مخالفت تہذیب نے ہم کو دیا ہے اس کی اپنا بننے، تاکہ تو کہیں کی کچھ جیسے کہ پیدا ہوا اور پہلی انجیل کے تحت کے بعد تفسیر کو وہاں منظم کرنے کے لیے مقصد یہ کہ ایک اور خیر کی بنیاد دینا چاہئے۔ یہاں جہت کے دل میں یہ وقت کا جہت کی سختی میں ظاہر ہوا، اس نے اپنے گھر کا احاطہ تو پیش کر دیا، جو دلوں کی حالت میں کیا، لیکن جہت کے اجتماع میں ہی اس کی طرف پہلے تھا۔ فرقۃ العین کا کتاب لکھنے کا واقعہ اسی اجتماع میں پیش آیا۔



باب العین کا خلع و مذہب

کلر آئینہ کی تحقیق

شیر عابد علی شاہد

ہاں میں اور اردو ادب کے راجے ہیں آئینہ سنگند سے منسوب ہے اور سب حکایت طبعی، ادبی، سیاسی، ماحولیاتی ہے۔ (اور اس نے "آزمین سنگند" فیصلہ و پر شک جہان کھینچا کے حقیقت پر اشارہ فلم ہد کئے ہیں۔ ان سے مستعار ہو کر ہے کہ آئینہ سب کو سینما کے لیے لکھا گیا ہے۔ خود میں کہتا ہے۔

راہیں مجھے میرا ساخند ہنر جوتا گرد و گنجائند
فرات دہاں آہیں تیرا رنگ چکا آئینہ گرد و گنجائند

نفا کی گولڈن تو ہر است بیان کیا ہے کہ آئینہ ماحول سنگند ہے اور صرف اس نے کہ سنگند نامہ ایک حصہ ہے "آئینہ ماحول سنگند" کے حقیقت آئینہ کی دنیا کا انصاف ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اس سے میں بہت سی باتوں کو آواز دیا گیا۔ لیکن آئینہ سے پہلے کوئی چیز پہ میرا سینہ نہ تھکی ہوئی اور دیکھنے ہوگا آئینہ سب تک محدود ہو چکا جس میں نہیں دیکھا بقول نقاشی بہت سے تحریک کے ہر اثر کا آئینہ کی نگین ہوگا۔ چنانچہ نقاشی کہتا ہے۔

چونکہ مندرجہ آئینہ نقاد نہ تھے ہیں آئینہ
ہر پہلو سے ناگوار تیرا منظر ہر اوصاف شرابی خود راہنظر

قرن کر لے کر اگر میرا صراحت ہو بیان ہو رہا ہے کہ آئینہ سنگند نے انہیں سے بنایا ہے۔ لیکن وہ رعایت غفلت کے لحاظ سے ہیں۔ آئینہ ماحول سے مراد یہی موجود ہے۔ یہ بڑی سنی نیز ہا ہے اور اس کا گہرا اثر ہے کہ آئینہ کی

آئینہ کو سنگند سے منسوب و خصوص کر کے کہ ایک اور وہ ہے کہ وہ کہ سنگند کے شہر جہان کی ایک آئینہ آواز
نفس خدا اور چوکر اس جہان کی تصویر سنگند سے منسوب ہے۔ اس نے آئینہ کا یہاں جو اس سے منسوب ہے۔ لیکن اس سے انکار کوئی بحث نہیں کہ آئینہ سب کا یہاں جو اس سے منسوب ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ آئینہ ماحول کی ایک تصویر ہے۔ سنگند سے قدرتشہاں میں
یاد رہے کہ۔ ہر حال سے سنت نہیں ہے اس دستان کو بھیج شمع کے آئینہ سنگند نے اس کو مٹی کے دیباچہ دیا۔ اس کو کہانی
حقیقت میں شکر کی کھائی ہیں۔ ان آئینہ کے مشق ان کا قیاس درست ہے۔ صاحب ہواں قائل "کچھ ہے۔"

"آئینہ" بیخ تاوت ہر روزہ و سنا ہوا

کلر آئینہ سنگند کے حقیقت صاحب ہواں قائل "کچھ ہے۔"



”آئینہ ہوا از ہنر دانے در سلوک کہ بھستہ آگاہی از حال فرنگ بر سر زندہ
اسکندریہ کو در بعد دو فرنگ بر کلمہ دیا تا کہ وہ اسکندریہ میں نصب
کر دے اور وہ۔“

صاحب ”فرنگ آئندہ راجہ“ کہتے ہیں۔

”آئینہ لطیف کھلت و کھنڈیوں، جہولانہ و مہن آئینہ و جہول اول پارکین
را صیغہ کردہ اندر کہ کس پر پر شہرہ، ان کا آئینہ خواندہ راجہ پر رکھا ماند
و جہول اسکندریہ کی ڈانگیں کردہ جام اور آئینہ سکندریہ سکندریہ شہر
بہ صاحب جہول مہن ”فرنگ آئندہ راجہ“ آئینہ دو آئینہ کے ہفت کہتے ہیں۔
”اول فرنگ است از آئینہ بر دوزی و مہن آئینہ خیرہ کی زبرد کردہ اصل
از آئینہ ساغرہ اندوہ دم فرنگ از آئینہ بھستہ زیب و آرائش۔“

یہاں عجیب قسم کا شعر سمیٹ پیدا ہوا ہے اور اشتباہات نے میرٹ الگ شکل اختیار کی ہے۔ اگر آئینہ اور آئینہ ایک ہی کلمہ
ہے اور اس کے ساتھ آئینہ ایک ہی پس تو اس کا نہ وہی ایک ہی ہونا چاہیے۔ لیکن یہاں صحت سے پہلے جوئی ہے کہ آئینہ آئینہ ہے اور وہ
بہ آئینہ ہے اور آئینہ تو خیر آئینہ ہے ہی اور دونوں پر یہ نہ کس ہیں۔ یہ تصرف کی صحت جوئے تو اس کے لئے ضروری میرٹ و مہن کی صحت
بہاؤ حقیقت کا شعر دیکھا ہے۔

آئینہ دیکھ کر صحت نہ دیکھئے میں آئینہ نہیں مجھے میری نہ دیکھئے

بہر حال آئینہ نہ سکندریہ کو اولیہ روایت میں جو نسبت ہے وہ ستم ہے اور اس پر شکایت کا چہرہ ہے۔ جو بزرگوں نے شکل کی ہے
حادثہ کہتا ہے۔

دہر گر جہو برا فرودست و میری والدہ نہر کہ آئینہ سازو سکندریہ دوز

اور وہاں کہتا ہے۔

اسکندریہ دقت کن ماحول عقل آئینہ سکندریہ ماحول

شاہ ولیعزم آباد کا شعر ہے۔

تجربہست رہے آئینہ سلامت باپ

پر مہیں کہ چہ چہ دانی کہ سکندریہ ہم ہیں

اب آئینہ کا ذکر چھڑ گیا ہے تو ہر چند طوطا قیقت سے ملتی ہے۔ لیکن کچھ دلچسپ باتیں اسی سلسلہ میں اور بھی سن لیجئے۔
صاحب ”ہندو علم“ اور صاحب ”فرنگ آئندہ راجہ“ آئینہ کی جو صفت و تشبیہات بیان کرتے ہیں ان میں سے کچھ سن لیجئے۔ بے جا
گور کچھ رطوبتوں، رطوبتوں، پریشان نگہ سامہ دہی، پر ہند، چشتر جہول حدیث و غیرہ، اسی تشبیہات و مناسبت سے جو دنیا
پیدا ہوتی ہیں وہ بے غلط ہیں۔ لیکن اسی سلسلے میں کچھ اشعار رشیدی بھی ہیں اور کچھ اشعار دیگر روایت سے بھی ہیں جو حقائق ہیں۔



اور میں آئینہ طویل صفتی داشتہ اندہ کہ چہ استاد ازل گفت بعد از گزیم
اور تمام کہتے ہیں ۔

تیس چھون کے نشان تھے وہیہ اور چوتھے بہار گل کھانے والوں کا صاحب آئینہ تھا
اور میر کا استاد ہے ۔

اپنی قریبی آنکھ لڑکی پھر وریں دیکھو آئینہ کو چلا ہے پریشان نظریں کا

(۲۱)

میں نے عرض کیا تھا کہ آئینہ بہت قلع غلط ہے ۔ اس کی وجہ ظاہر ہے ۔ انسان میں خود قریب و غور پسند ہے ۔ اپنا چہرہ دیکھ کر خوش
ہوتا ہے ۔ عورتیں بالخصوص آئینہ کی نگاہوں میں قرب ہے کہ جو انہی نے غصے کی آنکھیں مڑوں میں قدم رکھا ہوگا ۔ آئینہ کی کوئی نہ کوئی
شکل حیرت سحرور ہوگا ۔ چنانچہ یہودی میں اس کو کرک پرشکو ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی آبادی قبیلہ و عشق میں سے گریبان ہو
چند دستان میں آباد نہیں ہوتے تھے کہ آئینہ اور وہ بھی آگیا ۔

حقیقت یہ ہے کہ آئینہ کا وہ آئینہ ہے ۔ صاحب فرنگ آئینہ کا کہتے ہیں ۔

”آئینہ مصطفیٰ پائی مصطفیٰ زینت و احسن آرزو ہو کہ وہ شہر و

بادشاہ صاحب حرم و خانقاہ قیاس و سوسہ و دیار ملک گنزد و رسم و عادت ؟

صاحب برادر کاظمی کہتے ہیں ۔

”آئینہ ہر دلی دامن مصطفیٰ زینت و آرائش است و رسم و عادت

و فرد و زائر گویند ؟

اب یہ تو بالکل واضح ہو گیا کہ آئینہ آئینہ ہی سے مشتق ہے کہ سبب زینت ہے اور آئینہ سے اور آیت ہے اس کا کوئی شوق نہیں
لیکن آئینہ ہی کے سبب سے میر کا ایک اور افسانہ پیدا ہوا کہ اس کا آج کو بھی ہر ذوق و حسن آئینہ دیکھ ادا ہے کہ ہے ہیں چنانچہ صاحب فرنگ
آئینہ کا کہتے ہیں ۔

”آؤ تیرے بوز و مصطفیٰ آئینہ و زور کاوش کو مردم آئینہ ہندی گویند ۔

فرنگ سین کاوش و رسم و عادت و قافوں ؟

صاحب برادر کاظمی کہتے ہیں ۔

”آؤ تیرے ہر دلی دامن آئینہ زینت و آرائش و رسم و عادت و قافوں ؟

کوئی شک نہ رہا کہ آئینہ ادا آؤ تیرے ایک ہی لفظ میں ادا ہوئی کے سنی آؤ تیرے و زور و قافوں کے ہیں اب ہم اس کو کرک میں
حقیقت سے قریب ہوتے چلے جا رہے ہیں ۔ آؤ تیرے سب سے ہیں ایک اور کرک کا ذکر میں چلے وہ آؤ تیرے میں مدد سے لہا کہ
اور صاحب فرنگ آئینہ کا کہتے ہیں ۔

”آؤ تیرے ہر دلی دامن آئینہ زینت و آرائش است ؟

اب یہ بات مکمل گئی کہ آؤ تیرے ایک ہی کرک کی حقیقت نکلیں ہیں ۔ والی اور والی کا مستند (والی گھر) بہت پر اسرار ہے ۔ آج



میلے میں فتنہ طواغیت کی کڑی نالی ہے۔

آہلکے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے

دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے

۱۔ فتنہ اس دینی کیم ہے کہ مومنوں کے جہاد میں دھوکا دے کر ان کو فتنہ طواغیت کے فتنہ کا نام ہے۔
جیسے فتنہ طواغیت کے نام پر ان کے تمام دینی امور میں اس قسم کی فتنہ دہرے لگا دیا ہے اور جو کوئی فتنہ اور فتنہ کو سزا دے گا اور
پڑھا گیا ہے۔ ان کے یہ صرف فتنہ ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہے جیسے فتنہ دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
ہے اور فتنہ دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہے اور فتنہ دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
اور فتنہ دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے

(۳)

اب یہ سوال باقی رہا کہ کیا ہے۔ اور فتنہ طواغیت کی فتنہ دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
ہے اور فتنہ دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے

آگ ہے فتنہ

گھر میں ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے

گھر میں ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے

یہاں پر فتنہ طواغیت کی فتنہ دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
اور فتنہ دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے

(۴)

اب ایک مسئلہ بھی پیش آیا ہے کہ کیا ہے اور فتنہ طواغیت کی فتنہ دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
ہے اور فتنہ دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے
ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے

ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے ہر کسی کی دل راز دہرے

گر ترجمے سے فائدہ اخلائے حال ہے

عزیز حسن مسکی

ایزہ پڑھنے کے بعد ہے کہ اگر اندر گھینتی صبح کے اذان سے عظیم ہوتا ہے وہ قرآن کے الفاظ سے بھی عظیم ہوتا ہے، یا گھینتی اور ترجمے کے زور کے ساتھ آج صبح کے طرح اگرچہ یہی روز بروز کا اضافہ، پڑھنا کی دانسی میں، اور اس طرح اگر آنگاہ تمام باتوں سے کہ اس کا سنا اور سمجھنے سے کیا جا سکتا ہے، پھر اگرچہ یہی روز ایک ترجمہ ایسے جو کسی پر بعض انتہا سے اصل کتاب سے بھی زیادہ سنگینی، خاصہ عربی میں صدیوں پہلے کا فرق اور سراسر غلطی رکھنے کی خاطر زیادہ سے زیادہ میں یہ دوست کا ترجمہ اس کتاب کو اگرچہ اضافہ کیا ہے اور خود مصنف کی دانسی میں اصل سے بہتر ہے، قرآن کے مضمون پڑھنا کی دانسی کا اضافہ کیا ہے اور اسے خوب سے بھی بڑا ہے جب ساری دنیا کے کتب کا کرنا تو ان دنوں ادب کے کسی نہ کسی مترجم کے مشورہ، عظیم کا لفظ استعمال کرتے ہوئے پہلی بات ہوتی ہے، بہر حال، ہمارے یہاں قرآن کی بھی عظمت ہے، اس کا کہہ نہ کی تصنیف قرآن سے ضرور ہے، اور ادب کے آثار سے لیکر کتب کے زمانے تک ترجمہ کیا ہے نہ یہاں نہ ہمارے یہاں، لیکن ہمارے یہاں خود قرآن کی کوششیں کر رہے تھے، ایک طوفان آسمانی کے بعد سب اب ان ضرورت کو پہنچ رہی ہیں کہ سچے سچے سچے سچے، اور ساری طرح اس کی زبان کو ایک زبان اور ایک مداح حسین کو پہنچتے تھے، یہ بالکل نئی چیز ہے جو قرآن میں اور دوسری صدی میں بھی نہیں ملتی، اس انکشاف کے شعروں نے انہیں کسی کے نزدیک اپنی اپنی زبان کے لکھے۔



پابلس کا لکھنا

پھر جب مغرب کو پہنچا تو درجہ ہوا تو مترجم، جیسے میں دیکھنے، لکھ کر کوئی نہ کر سکا، سراسر پتھر کے غلیں آندہ کی حکم دینا، یہ وہی اس کے ایک تو "نشد اکبر" اور "سبح" جتنی پہلی، غیر اتنا اوقات کا ہے کہ اس وقت کی انگریزوں کی ترجمہ میں بہت کچھ لکھا ہے، لیکن وہی یہ چکر، خدائی تو درجہ کے لکھا ہے کہ وہ پہلی بات تو یہ ہے کہ مترجم نے قرآن کی زبان نہیں، بلکہ اصل کو اپنی زبان میں لکھا ہے، اس میں انہیں کچھ بھی کرنا پڑا ہے، اور مترجم خود قرآن میں اس طرح کتاب کے بعض حصے بالکل پہل کر لکھا ہے، پھر انہوں نے سراسر لکھا کہ وہی قرآن لکھ کر کوشش کی نہیں کہ، لکھا انہیں یہی طرح لکھ کر غرضت کی پیش رفت کرنا مترجم کے زمانے میں ماضی قریب میں شروع کر دی گئی تھی، لیکن صدیوں کے عرصے میں اس ماضی سے بڑھ کر شکل اختیار کر گئی کہ ہم نے کہیں ہر طرح کی قرآن میں اس میں پہل کے ایک طرح کا ماضی میں، چند ادا کی کسی اور طرح ماضی کے ادب کو اپنی طرح نہیں لکھا، اس کے مصداق یہی ماضی کی بات کو قبول نہیں کرتے۔ صدیوں کے ادب کی یہی طرح لکھ کر ماضی میں قرآن کی طرح نہیں لکھا، اس کے مصداق یہی ماضی کی بات کو قبول نہیں کرتے۔ انیسویں صدی میں بہت شروع کیا، سب مغربی ممالک کی زبان میں پہلے لکھی تھیں، اس لیے کہ مترجم نے ایک مغربی شاعر کا مترجم کا انداز کرتے ہوئے لکھا کہ لکھنا قرآن میں پہلنے کی بات نہیں، انہوں نے اس کتاب میں اتنی ہی خاص باتوں کے ماضی سے پہلے لکھا، پہلے، ترجمے کے ساتھ ہے ایک قرآنی "نشد اکبر" میں یہ کہانی اس طرح لکھی گئی کہ اس میں کہ اس کی موت کا ہمارا ہے، ہمارے، اچھے، قرآن پہلے ہے نہ لکھا۔



آرٹوکل پہلا صحافی

ڈاکٹر محمد صادق

یہ اس بانی فخرت کہ پہنچ چکا ہے کہ شاہی ہند میں آرٹو صحافت ندری کہ کما زمرہوں کو باقرے ہوا جو مرادوں کو صحت آقا کے دالہ نہ گونے نہیں نہ کہ ندری کے حدت باقاعدہ طور پر ہی کہے گئے اور انہی واقعات پر، موصوفہ انہی سے خوب کیے جاتے ہیں، متنازعہ ندری کہ ہے جس میں کہ ندری کے دو کام حدت، جو کہ گزشتہ چندہ سالوں میں صنعت ذرائع سے حاصل ہوئے ہیں، کہا کر دے گئے ہیں، موصوفہ باقر کی واقعات کو آج تقریباً سہ ماہی کا موصوفہ گزشتہ کل ہے اسی لیے کہ ندری پر متنازعہ نظر ان اور حقائق کو دریافت سے ہذا کہ بہ قریب قریب ناظم ہو گیا ہے۔ ہر حال جو کہ میں یہاں پیش کیا جا سکتا، حقیقت سے بہت قریب ہے اور اسے نہایت قابل اعتبار اور مستند ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے۔



موصوفہ باقر کے سرٹ احسن ہندو، راقی ایراس سے تعین رکھتے تھے آپ کا سب گراہی طبعی ہو قنور تھا۔ آپ شاہ دالم کے دار حکومت میں، دارم چندہ دکان ہوئے اور وہی بن اقامت اختیار کیا کہا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے عہد کے مستند عالم تھے، جو یہی ان کا پہلا دہ سے تعین ہو گیا اور وہ طبعی تھے۔

طبعی ہو قنور، اور ان کے صنعت کے حدت نہ کہ معلوم کرنے کے لیے لا محالہ ان کی نادرانی دریافت کا سب دالہ بن چکا ہے، انہی دارم دالہ اسلامات کے شاہ کی شخصیت کہ بہت زیادہ حدتیں نہیں ہوتی، انہی موصوفہ باقر ایک، تاریخی حیثیت رکھتے ہیں، آپ نے دلی کالج میں اسی وقت تعلیم پائی جب دارم اپنی ندری کی ابتکائی منازل طے کر رہا تھا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد سرکار بنگالہ کی خدمت میں منسلک ہوئے اور دفتر ذہاب تحصیلدار ہو گئے، انہی ان کے دالہ اس سے ملنے نہ تھے، اس لیے خدمت کے متعلق ہر مہرہ اس حالت میں قائم رکھا

موصوفہ صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ معلوم کرنے کے لیے وہی خدمت کے زمانہ قبل کا بازو لینا ہو گا۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اس قدر غافلانہ غفلت کی جو اس کو کھلی ہوئی تھی، اسی قدر غافلانہ غفلت اور ادب اپنا دالہ رکھتے تھے۔ سرکار بنگالہ کی خوب جانتی تھی کہ انہی اور حکومت غفلت لازم ضروری ہیں اور اگر انہی میں عوام کی زبان، ذہنی یعنی حکمران کی زبان کی جڑ سے ان کو حکومت غفلت کے شے ہونے افتد ان کو ایک ذہنوت چرکے کا سب، یہی بعض سیاسی مصلحت کی بنا پر حکومت انگلی ہی نے یہ فیصلہ کیا کہ شاہی ہند کی سرکار کی زبان اور دارم دالہ ہی ہے، اس وقت شاہی ہند غافلانہ غفلت کی ابتکائی منازل سے گزر رہا تھا اور ہندو کی ایک ایسی ہی اور ادبی خضایا رہ رہ رہی تھی، جس میں مغربی علوم و جمادات کو بڑا دخل تھا، نیا جمہور نہ تھا چکا تھا اور ندری میں ایک چلا چلا کرتا تھا یہاں ہوا تھا، صحافت نگاری میں اس وقت کا نہ ہوا نہ صرف اس پر دالہ

خدا اور کون سے تعزیرات ۳۰ ہزار اور بیس ہزار سے کہ سلطنتِ عثمانیہ کی فزاری کا عہدہ حاصل کیا۔ ادیب، انجمنِ اچقی پاری اور تربیت و ترقی کے لیے ایک عالمِ دین کی قسمت کا حق ہوئی۔۔۔۔۔ قراب صاحب نے بی جعفر علی صاحب کو مولانا محمد باقر کے ساتھ جو بی بی کے ۱۲ کیا اور اس طرح علی اور دانا دانی سے دینی کی تعلیم حاصل کی۔ اتفاق پیدا ہو گیا کہ اور قری گروہ جو متحدہ دینی ایک ہی خانہ کے ساتھ مقیمیت رکھتا تھا۔ اور باہمی حق میں تقسیم ہو گیا۔ مولانا محمد باقر اور مولانا جعفر علی کے درمیان چند فقہی مسائل پر اختلافات تھا اس کے متعلق بعض روایات منقولہ اور روایات میں ہوتے تھے اور اکثر باہمی ایک صورت پہنچتی۔۔۔۔۔

مجھے قوت سے خواہش تھی کہ وہ حالات کا کھنکھارہ نہ ہو۔ چنانچہ غرض قسمت سے ۱۹۴۳ء میں مجھے پروفیسر شیرانی اور مگ کے ساتھ مل کر ایک رسالہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جس میں مولوی محمد آغا پر لکھا کہ غرضی کا لگاؤ انہیں شیعہ مذہب سے غدار کی بجائے ایک مسلمان سے اس علاقہ پر ہیبت و شرمیلے بخاتی ہے۔ اس رسالہ کا ٹیٹا رام نے یہ کہہ کر رسالہ مسلمان اور ہندو المومنین متفقہ رہا، وہی حضرت جنتیہ پر یہ کہہ کر مسلمان ہندو مولوی ایک دوسرے کے خلاف کے دائرہ اپنی سے بچ کر باہمی اور جب کشمکش کے ۱۹۵۳ء میں علی گڑھ مولوی اس رسالہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوئی ہے کہ مولوی محمد آغا احتمالاً ہندو واقعہ جسے کئی اوروں نے بعض انتہا پسند و فہم کے انہیں ہندو رام احمد میں اتفاق نہ تھا۔ چنانچہ میں نے کئی خاصہ لکھنے کی۔

”کبھی نہ اہل شیعہ شمس کو نہ اہل غنیائی اور شیطان کی قرارداد سے اور کبھی دنگ اپنا یہ بیانی کرنے کے کسی شیعہ کی کو بھی
 اپنی زبان سے نہ سنا تھا۔ اور کبھی جبکہ کو حرکت بازار میں لے گئے۔۔۔ اور کبھی ماہِ رجب کا طالع کی خدمت میں دوپہتہ اور
 بے اور میں میں گئیں کہ روح منظرہ کا طالع کو نہایت خدمت کی کیا۔“

[illegible][illegible][illegible][illegible]

نہیں کیا چنانچہ جب یہ صاحب دہاد کا دعوت کے کرا خضر اٹھنے کے پاس گئے تو انہیں انکار کیا اور باقی قیدیوں کا طعن انہیں ٹھونکیا یہ
چڑھا رہا تھا۔ انہیں یہ روایت کہانی آتی تھی، انہیں معلوم ہوئی اور اگر اسی کا ٹھنڈے دلوں سے ٹکڑے کیا جائے تو باطل کے صفی ثابت ہو جاتی ہے
مسلک کے کردار جو بہت کینہ تھا اور نہایت دُور ذاتی ہی معلوم ہو کہ جب کہ اپنی موت سے چند گھنٹے پہلے وہ ایسی خدارے کے ترک گلب ہوئے۔
پھر وہی مسلک کے قتل کا مودی محمد ابراہیم کی گرفتاری اور سزائے موت سے گھر آتے تھے۔ خدو کے بعد ٹھیکری کا ناچار گرم تھا اور اسلحا قسم کے
لوگ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ذلیل ترین انتراہ دلاؤں سے بھی نہیں بچ سکتے تھے، لیکن کچھ عرصہ بعد کچھ ایک ایسے اعلان کیا گیا
ہوئی جس سے یہ عجیب و غریب باطل عادت برآ ہو گئی۔ میری رائے میں مودی صاحب کے قتل کے معاملہ میں اگرچہ حق بھانپتے تھے میرا
یہ صاحب نہیں کہ مودی صاحب نے دہاد پر قدر باخیر کیا تھا تو دیا لیکن وہ دہاد فتنہ یا بھارتی مجبوری اُن سے ایک ایسے فعل کا ارتکاب
ہوا جس سے ان کی اگرچہ دشمنی ثابت کرنے کے لیے اچھا خاصہ مواد مل جاتا ہے یہ معاملہ ذرا مختصر یہ مطلب ہے۔

دہاد کے احوال میں جب انگریزوں کا پتہ بھاری ہو گیا تھا تو وہ دہلی کا محاصرہ کرنے لگے تھے، انہوں نے ایک اشتہار جاری کیا کہ
اس کا رد کرنے والے اور اس کے قواعد کے خلاف اس کا حضور تھا کہ اُن کا حضور تھا کہ وہ مسلمانوں کو خطہ کے مسلمان ہی ہی ان کے گھمٹے ہیں اور
خدا کا حق چندوں کی سازش کا نتیجہ ہے۔ ان اشتہار میں اس امر کی بھی وضاحت کی گئی تھی کہ اگر دشمنوں میں جو خدا کا باعث خیرت ہے خدا کی
پرہیز اشتہار نہیں کی گئی، بلکہ اُن کے گہری اشتہار کی گئی ہے، لیکن انگریزوں کی یہ حکمت عملی کام نہ آئی، اور اسے لغزت سے دھتکا دیا
گیا۔ مگر ان اشتہار کی وجہ سے ان اشتہار کا ایک جواب خارج کیا گیا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

”رسالہ دہادی اعلیٰ دہادی، فی جہاد الجہاد، الی جم التنا، مختصر جواب یا صواب۔“

یہ اشتہار دہاد میں جس بار خدو میں دہی کا تمام اشتہار کو کر یہ غلام جواب اس کی محمدی محمدی مسیح دہلی دہاد جہاد
مطلب یہ خطاب خیر و خیر میں انجام سیدہ ہو گا۔

استفسار کیا فرماتے ہیں چاہئے دہی۔ اس امر میں کہ انگریز دہلی پر چڑھ آئے ہیں، و در اقلی اسلام کے جان و مال کا ادا دہ
روکتے ہیں اس شخصیت کے جواب خیر و خیر میں یہ جہاد فرض ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ جو ان اشتہاروں اور اشتہاروں کے رہنے والے ہیں
ان کو بھی جہاد فرض ہے یا نہیں؟ بیان کرو۔

”دہادیت مرکز فرض میں ہے اگرچہ اس خیر کے تمام لوگوں کے اور اشتہار ضرور ہے، اس کی ذمہ دیت کے
واستقامت چنانچہ اب خیر و خیر کے تقاضے اور لڑائی کی ہے اور یہ مذہب کثرت ایمان کے خارج کے اور مذہب ہرے آواز
مرب کے فرض میں ہونے ہی کی شک رہا؟ اور احوال اور حوالی کے لوگوں پر جو دہی، ہادی و خیر کے فرض کیلئے ہے۔
ان اس خیر کے لوگ کا جہاد دہادی میں ہے؟ یا مستحق کریں اور متاثر کریں کہ اس شخصیت میں ان پر بھی فرض میں ہونے کا؟“

یہ جواب اشتہار دہادی محمد باقر کے چھاپے خاصہ شافی ہوا تھا اور یہ ان کی گرفتاری اور سزائے موت کے لیے کافی تھا۔ خدو سے
کچھ سال پہلے دہلی انڈیا اخبار کی ادارت مولانا آزاد کے شخص حسن رچا چہ ان کا بھی وارنٹ کیٹ گیا تھا، انگریز پانچ کر لیں گئے، اور کھنڈے پہلے
اور جب وہاں پر توجہ ان کا دہلی دہادی میں وہ بہت عرصہ پہلے تھا ہے اور ان کے ڈاکٹر انگریزوں کے دہی سے معاملہ دہلی دہادی ہو گیا۔



ایک زمانہ کہ امرائے شام و عراق نے مل کر اس پر چڑھ گئے۔ ان کے حضور نہایت ہی بے نیکی سے اس کی بڑی فوج کو میدان جنگ میں امداد دی۔ مگر وہ ہار کر لوٹا۔ کتنا دانا تھا!

انھوں نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس وقت تک کہ اس کی تابعداری نہ کی گئی کہ وہ فوج میں اور کس طرح کی بے نیکی سے اس کی فوج کو قتل کرے۔ اس کے قتل کے بعد اس کی لاش کو اٹھا لیا اور مصر میں دفن کیا گیا۔ ایک اور واقعہ تھا کہ اس کی فوج کو ہار کر لوٹنے کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔

اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔ اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔ اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔

چنانچہ اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔ اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔

اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔ اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔

اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔ اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔

اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔ اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔

اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔ اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔

اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔ اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔

اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔ اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔

اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔ اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔

اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔ اس کی فوج کے بعد اس کی فوج میں مصرت سب کے ہاتھوں کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس کی فوج کی بے نیکی سے تھا۔



کہا ہے کہ ان کی نظر تحریر میں اس وقت تک کہ ان کے سر پر کپڑے پہنے ہوئے ہیں کے حالات سے مراد کوادھو طریق میں کسی شاعر کا مثنوی کی جاکہ ہے۔ ۲۰ اگر کوادھو طریق پر مشتمل مثنوی کا سادہ سادہ سریتہ کے قلم میں ہے۔ اس کی زبان لبقا بہت صاف دیکھیں۔
عرب کا یہ اڑتھن غالب کا نیا اسلوب رائج ہو جانے کے چند برس بعد ہی عرب پر ۱۱۰۱ھ میں لے گیا یہ لکھنا ہے کہ سریتہ صاحب کے سب سے کامل شاعر ہیں۔

سریتہ کے غالب کی نظریں سے شاعر جو نہ کوادھو طریق ۱۰۰۰ ب نے بھی تسلیم کیا ہے۔ جب کہ مقدم ذیل بیانات سے

کلیا ہر کام ہے ۱

(۱) مسودہ فرزند اسو صغیر بلگرامی شاعر و غالب اپنے تذکرہ فخر میں دو مشتمل میں ۳۰ بیانات کے جواب میں لکھا کہ، تحریر فرماتے ہیں۔

”تاثر و اثر کے موجد ہیں، انکی دستور و طبعیت غالب علی احوال تھے چاہے جس کو انہیں نے بعد تک تحریر فرمادی خود میں

خط لکھنے کا وضع دلی تھی کہ اگر کوادھو صاحب اس سے باتیں کرسکتے ہیں، ادا ہی کے راضی ساتھ اس کے کہ وہ اب ہر سریتہ

اصول سے بعد سے فخر تحریر کو مقدمہ میں جو دیا میں کا گیا و تصنیف کا تعلق ہے؟“

(۲) مرزا مظہر علی نے مشتمل میں سریتہ کی وفات کے بعد سریتہ احمد علی لڑکے کے حوالے سے وضاحت کی کہ اس میں تمام غلام ہیں۔

”خود ان پر دلی کا جو اثر ہے ہر جس کے چہرہ اور امام سریتہ مروج تھے۔ اس کا لکھ بیا و واصل مرزا غالب نے لکھا تھا

سریتہ کا مرزا سے برتنی عمارت کا ہر ہے۔ اس کے کچھ نہیں رہ سکتا کہ سریتہ مرزا کی طرف سے مستند ہے۔“

(۳) لام ۱۱ لکھنؤ فرماتے ہیں۔

”مید صاحب اور غالب کے معاملہ اختلافات کو دیکھ کر یہ ماننا چاہیے کہ مرزا کی طرف سے اس سید صاحب پر ایک خاص اثر

پڑا اور جو کہ ان کے ادب کے تعلق میں کی جانت میں پائی جاتی ہے۔ اس کا کوئی مثال غالب کے انھوں صورت پذیر ہو چکا تھا۔“

(۴) داسکتی کا راجہ لکھنا کہ صفت لکھا ہے کہ۔

”سریتہ کے بعض صفت میں اسکا نام کے غلام ہیں لکھے ہیں۔ خود میں یہ مدعی مرزا غالب کی کہ ہے۔ ان کے غلام

سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں نے غالب کا تباہ کیا ہے۔“ (صفحہ ۳۰۰)

اسی قبیلہ اثر کے ہام و سریتہ کے اثر خود میں خود ہی ثابت قوالی ہے۔ بعد یہاں ہے جس طرح مشرق کا نافع بدست میں انہیں

کا سوا ہی حاصل ہوئی اس کا اعتراف تذکرہ انگریزی اور ہوا۔

میرزا حاکمی نے یہاں سریتہ کے واسطے کہ انھیں کا ذکر کیا ہے وہاں ان کے اسلوب تحریر کی خصوصیتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ۱۰۰

فرماتے ہیں۔

”سریتہ کی طرف تحریر میں نے بھی نہیں برسی کے غلام میں انھوں نے لکھنا کہ ان کا پیر ویا اور صفائی کے بہانے شکل اسلوب

عملیات میں انھوں نے پیدا کر دیا۔ اس کے بیان سے یہ کہ نہ معلوم ۱۰۰۰ جاسکتا ہے۔ جس تحریر میں یہ تاثر ہے کہ شاعر

اس کام میں مصروف غریب سے جو مشرقی لڑکچہ میں کام کیا تھا کہ سید لکھنا جاتی ہیں بلکہ ہر صورت میں ہے۔ پس اس بات

اور بات کو کوئی آسان کام نہیں ہے کہ جو تحریر شہادت و استعارات سے، عناصر عقل و معنی سے، شاعرانہ لڑکچوں سے

اور نہ لفظ و لفظ کا تلاش خواہش سے خالی نکل آتی ہے، اس میں وہ کیا چیز جس کے قوت میں خست میں اپنے غیر متحر



نہاں کے پیدا کر دینے ؟

مورخ فقیر احمد دہلوی نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے جنہیں جم اقتصادی کی فرقوں سے علم الفاظ کہتے ہیں۔ انہوں نے ادب اس کے جدید حرکات اور تقاضے، زبان کی اصلاح اور اس کی ترقی و وسعت کے حقوق خود سرستہ دیئے ہوئے ہیں۔ یہ خیالات وہ اظہار کہتے ہیں جنہیں اپنی مذہبی، تعلیمی اور سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ وہ اپنی قومی زبان کے مسائل سے کچھ غافل نہیں رہے اور اس کی ترقی و وسعت اور حریت کے لئے بہت کام کیا۔ انہوں نے اور نظم اور وقف رکھا، جس سے ان کی بصیرت، ان کی درویشی، ہندو اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے شعور، محبت و شجاعت، فلسفہ، ادب اور معارف پر ان کے علم سے جو کچھ نکلا ہے وہ اس کے اہمیت کا ایک اندازہ دیتا ہے۔ ہر بعد انگریز کا کہنا ہے انگریزی سہی سہی ہر مضمون سرسید کے کہنا سے کہ ان کا عدم اعتراف صرف انگریزی ہی نہیں بلکہ ہندو کی غلطی ہے :

سرسید کے اندھ زبان پر اس بات کا ذکر کرتے ہوئے سادھی عید الحق صاحب لکھتے ہیں :

”اس نے زبان کو پستی سے نکالا۔ انداز بیان میں سادگی کے ساتھ قوت پیدا کی۔ سنجیدہ مسلمان کا دل لگا لگا۔ سائنٹیفک سوسائٹی کی بلحاظ ذہنی جدید علوم و فنون کے تجربے، انگریزی سے کرانے، خود کتابیں لکھیں اور دوسروں سے کھرائیں۔ انہما سائنٹیفک سوسائٹی، علی گڑھ انشٹی ٹیوٹ گرٹ باجاری کر کے پہلے انداز تحریر اپنے ناک تھیں اور اس میں سادہ انداز نویس کا پایہ بڑھوا۔ تہذیب و اخلاق کے فویدہ اندھ ادب میں انقلاب پیدا کیا، ناپ کو دیا، زبان کی اور ان کے روحانی عمل سے علی گڑھ انہوں نے طرز اور لفظ کا زائد تھا اور ادب کی تاریخ میں اس کا ذکر ہمیشہ محترم سے کیا جائیگا“

یہ سرسید ہی کا کلام تھا کہ ان کی جدت ایک صدی کی تخیل و فطرت میں اندھ ادب کہیں کا نہیں پہنچ گیا جس کی نواہی کی کہ پڑھا میرت کہ تھیں دستیاب ہوئی ہیں۔

سرسید نے زبان و ادب کے مختلف شعبوں میں ایسی خدمات انجام دی ہیں جو آندھ ادب کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہی گی۔ ان کی تفصیل یہ ہے :

(۱) اندھ نظر کی اصلاح اور جدید طرز کی تدوین ۔

(۲) ان نثر میں سادگی کے ساتھ اندھ پیدا کیا اور سنجیدہ مضامین لکھیں اور ان کے متفقین اور مخالف ادب پیدا کر کے علی گڑھ دست دھریا۔

(۳) جدید علوم و فنون کی کتابوں کے تراجم کرانے

(۴) انہما تھیں سائنٹیفک سوسائٹی قائم کیا۔

(۵) علی گڑھ کی تعلیم لکھیں اور دوسروں سے کھرائیں۔

(۶) جدید اصول کے مطابق اندھ زبان کی فطرت کی تدوین کا شروع پیش کیا۔

(۷) اندھ کے صحافتی ادب میں ایک نئے دور کا آغاز کیا۔

(۸) اندھ کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لئے سب سے پہلے چہرہ دیا۔

(۹) انہوں کی حریت و مخالفت میں اجتماعی کوششیں کیں۔

(۱۰) ان کے فنیجی محبت اور اثر سے اندھ میں علی گڑھ کے انقلابی کار اور مختلف پیدا ہوئے۔

سرسید کو ابتدائی سے علم ادب کا ذوق تھا۔ سائنس و فنیجی و تربیت اور دیگر کی محبت نے ان کے دل و دماغ پر گہرا اثر پڑھا۔



خدا میں چھپا سکیں وہ انعام دے۔ اسی کو مولوی عبدالقادر صاحب نے پہلے روایت کے ساتھ سالانہ اور ہجرت کوڑا مٹھانہ شائع کیا، اگر یہ دونوں کام سرانجام پاتے تو انوار ادب میں زیادہ جگہ ہوتے۔ ان سے اندازہ زبان و ادب کے لئے سرسبزگی کا حصول کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

خریج، تحصیل اور سیاسی حوالوں کے ساتھ ساتھ سرسبزیت سے ادبی مضامین میں بھی جی جان کی لگن سے لڑا کرتے ہوئے فیضی سرسبز کے دریا میں غریبیت اور اعلیٰ مقامی کا قیام قائم رہا تھا کہ وہ خاص طور پر اعلیٰ مضامین ہی میں اپنے قلم کے ہر دھڑکتے دھڑکتے پہلوں کی اعلیٰ ترقی و اعلیٰ مضامین میں ورنہ صرف تقنی قلم کے طور پر بلکہ اعلیٰ اور نیکو مزاجیت سے لکھے گئے ہیں، اسی کی طرف اشارہ کر کے شعلی بہت جلد سے پیدا کرتے ہیں، ایک طرف اعلیٰ کا قلم ذہیب، غلط اور سبب بات میں اپنی قسمت دکھاتا ہے اور دوسری طرف خاص ادب میں چھپا چھپا مقویب الاغلاں کے مضامین میں کام کی سرگزشت "ورنہ امید کی کوئی" ان کی ادبی سفر کا عمدہ نمونہ ہیں، خود ادب سے سرسبز کو بہت محبت اور دلچسپی تھی، انہیں نے خود شاعریوں کی تصانیف کا خوب مطالعہ کیا تھا، اور اسی بنا پر سائنٹیفک سوسائٹی کی طرف سے ان کے مطالعہ کی تمجید لکھنے پر راضی ہو گئے تھے۔ خود سفر کا حوالہ دہری کے مطالعہ میں سرسبز کا بیان اور لکھلکھا جاتا ہے، خود قلم کے شعلی میں انہوں نے بہت ترقی کی آرزو بیان ظاہر کیا ہے، وہ کہیں فرق کی شاعری کو غیر مفید اور محدود سمجھتے تھے اور اس کی اصلاح کرنی چاہتے تھے۔

اگر فیضی قلم و فن کے چند مضامین کے دل و دماغ پر اثر کیا ہے اس نے ایک نئے شعور و نئی بات اور قلم کی صفات کو نکالتا ہے، یہ قلم بالکل نیا ہے، ایک طرح کی جماعت پر گہری تھی، اور وہ اپنے قلم کی بات کو قدرت سے دیکھنے لگے تھے، اس نے نادر میں پورے شاعری کی طرف مہمان پید کیا اور قصوں اور فرقوں کی مدافعت شاعری کو ہر طرح حقیقت و حقیقت پر مبنی بنائی ہوئے تھے، وہ میں سرسبز قلم کے حوالہ کرنا لازمی کی سرسبز میں جی آگیاں قائم ہوئی تھی، اور اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ سرسبز میں سرسبز آواز اور وہ مائی خیر و خیر کی شاعری کے قلم پر مبنی کہہ گئے، اور اس پر اس کی ترکیب کا ساتھ ساتھ دیگر موضوعات پر بھی شریک تھے اور جدید ان کی قلم اختیار کرنے کا انداز کی اصلاح کرنا چاہتے تھے اور مشاعرہ شاعری کے ساتھ ساتھ دیگر موضوعات پر بھی شریک تھے اور جدید ان کی قلم اختیار کرنے کا انداز ترقی و ترقی کا نثر یہ سمجھتے تھے، اسی نے اپنا خیال اور قلم مضامین پر مبنی آواز کی کہنے کو وہ انداز زبان و ادب کے فن میں سرسبز بلکہ سفر بیان کرتے تھے، اُن کی لکھلکھا اور قلم میں اور آواز کے مطالعہ سرسبز کی کوششوں کو خاص طور پر مبنی ہے اور اسی شاعری کو انعام ترانہ کی ترکیب کا نتیجہ ہے جس کا آغاز سرسبز حال کی سرسبز اور سرسبز شاعری کی قلمی سرسبز سے ہے۔

سرسبز کے مطالعہ میں جی جان کے کہنے سرسبز میں خود سرسبز شاعری کے کہنے ہیں، وہی یہ تکنیکی سادگی اور قلمی طبی نظروں سے جو غائب کے مطالعہ کا اختیاری وصف ہے۔ دوسرا اور علامہ میں جو ادبی آغاز ہے۔

سرسبزیت ہم کی باتوں کے علاوہ کسی اعلیٰ سیاسی پہلو پر بھی لکھتے ہیں تو اس میں بہت مددگار ہیں اور قلمت راستہ لال ہوتی ہے، جس مباحثہ پر ان کے کہنے کے مطالعہ کو بہت دلچسپی اور قابل مطالعہ ہیں، خود میں سائنٹیفک کتاب کے بعد سرسبز کے کتابت کا دوسرا نتیجہ سرسبز کو بہت بڑا کامد حاصل میں ہے۔ جب وہ میدان میں آئے تو اہلادت کی زبان اور فرقہ زبان قلمت کا رنگ لے رہے تھے۔ سرسبز نے سادہ لکھی کو سادہ دیا۔

مٹھانہ میں سرسبز نے سائنٹیفک سوسائٹی کی طرف سے اعلیٰ کا کہنے ایک اخبار نکالا جو "اٹھنی لوٹ کوٹ" کے بہت سے اعلیٰ شاعری میں لکھ چکے ہیں، وہ یہ اخبار پہلے پہل نظر تھا، پھر پڑھ میں بار بار لکھتا تھا، اس کا انداز سرسبز کو لکھنے کے قلم میں بہت سبب ہے، سادہ پڑھنے ترقی کی بات تھی، اس اخبار نے لوگوں کی خواہش میں بڑی تبدیلی پیدا کی، اور اس کی وجہ سے ہم مطالعہ میں بڑی ترقی برائی مٹھانہ



اُردو میں مرثیہ نگاری

شاعر احمد بدایونی

مرثیہ نگار اگر کہے ہیں اگر ایک فن خیرانے کہ جو کے نظم چہرے حقیقت میں نظموں کے سامنے آجھنے لگتے ہیں تو دوسری طرف ان کے کلام کا غلط کیوں پروردگار ہو کر گزرتے ہیں نہ واقعت کی یاد دہانے لگتا ہے کیونکہ ہم ان پر یہ بات دینا چاہتے ہیں کہ مرثیہ نگاری کو کون سے ان دونوں صورتوں سے شروع کیا گیا اپنی بدنامی پر ختم ہو گئی۔ حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہے۔ ان سے بہت پہلے بلکہ خود زمانہ ان کے تشکیل سے قبل ان کا اور عرب میں اس صنف نظم کا وجود پایا جاتا ہے۔ غور ان میں نے اپنی مرثیہ نگاری کی بات کیا ہے۔

مرثیہ نگاری ہے اس وقت کی شاعری میں بالوں بہشت ہے قیصر کا تہاں میں

یہ تو ہے ایک عہد کے ایک زمانہ کی پانچ ہفتوں کا حال۔ اس کے بعد عربی و فارسی کے اردو میں مرثیہ نگاری کے شعور کا ذرہ پیدا ہوا۔ کوثر انبات کا دفتر تھا پانچ لکھ مرثیہ کے مجموعہ اس سے بھی زیادہ قلم ہے۔

کتاب کے خاتمہ سے لفظ مرثیہ نہ تھے مطلق ہے اور اس کے معنی ہیں صریحہ و لے کا اگر خبر تو لیکن شاعری کی اصطلاح میں ماہر پر اس کا مفہوم وہ اہم و قلم سمجھا جاتا ہے جو کسی شہید و دوست یا اہل کبر کے مدح و تحسین پر نظم کے پیرائے میں کیا جاتے۔ کیا شخصیت کی اس کے علاوہ نہیں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ لفظ مرثیہ اس کا اس وقت خیرانے کہ جو پر چڑھا ہے اور میر تقی میر کی طرح یہ بیاد نہایت کے لیے مخصوص ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ جو مرثیہ نگار اسلام سے بھی پہلے مرثیہ کہتے ہاتھ آئے۔ یہی حال فارسی زبان کا تھا۔ حافظ کا کہ بعد عربی میں پہلا مرثیہ فرمایا نے اس وقت کا جس شخصیت کے لیے تھی کہ لیکن ان کو زیادہ قبول عام حاصل نہیں ہوا عرب و اعراب میں لیکن بعد فروریہ ہائیکے۔ ان کے صول و شاہی حیدر نے ان بات میں مل سکتے تھے۔ حتیٰ کہ ایران کے بادشاہ عباسی صول کے لیے جیسے فارسی زبان رسالت سے دایہا حقیقت تھی اس پر ہندو دیوار اپنی ہیشت کی شان میں لیا کہ ان کی بات سے چنانچہ قلیو کو کہنے لگوں کہ غریب میں مقیم آغی کا نام سر نصرت نگر آتا ہے۔ اس نے یہ چہ شہرہ کے بند کھو جو طاعت مقبول ہوئے اس وقت مرثیہ کے لیے لفظ فارسی راہ میں آئے۔

اگرچہ مرثیہ نگاری جب اردو زبان کی تشکیل میں آئی تو اعلیٰ دکن پرانا برصغیر کے دارالافتاء کے زمانہ میں سر کا آئی سلطنت تھی۔ اس نئے دور میں بہت لیکن کے ساتھ اور بعض مرثیہ نگار کے لفظ کے مطابق سب سے پہلے مرثیہ نے فرمایا یا اور اہل قلم کا بہت سا ذخیرہ فراہم کر دیا اور اب میر حسین علی لکھنوی کے زمانہ میں اس کی تہاں مرثیہ نگاری شروع ہوئی ہے جو اب بعض اور بعض کا حصہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی مرثیہ نگاروں میں پڑھے جانے لگے۔ فوراً نے ابتدائی مرثیہ کے ادب میں خود لکھا ہے۔ اس میں جیسا کہ کوثر کے آگے تھا عجیب حال کا طور غلے میں تھا



جین دانی کوئے تھے صبا راہ وا کہ دیکھیں میں گھما ہے کیا مریا
 زبان اپنی میں کس نے لہا لکھا کبھی اس سے پہلے سنا سنو بڑھا
 لہا لہا سے اس کا سنے گا صمد کہ ہے قوسری سوہر قوس لڑکا
 افسوس کہ تو کہی کہ اصل مرثیہ خوش و خوشی کے باوجود ملے گا اس کے بعد فاشم لی برائی پر لڑکا کام نازک میں ملے ہے اس
 کے ہندو شعر کو خط ہوں ہے

زخم لگے مرتضیٰ کے سر اُپر گر بڑا ہوں آکلب اس دام کو
 زہر سے ماسے حق کو کھلے سزا تھا وہ چوسا گلفام کو
 کرنا میں تھا حسین بن علی آج غم ہے گا اچھا امام کو

الغناء ایران کی ہندوئی قبر بانوس ہونے کے باعث ممکن ہے کہ یہ اشعار ہندو خانہ ہوں لیکن تقریباً صدی پہلے کا یہ نودہ کام
 نظرا لہذا جنسی کیا جاسکتا، جو تصنیف اور بناوٹ سے بالکل پاک مجھے تاثرات کا اثر دار ہے۔

سواد و سواں جیسے سلاطین شہر میں صمد مجلس میں رہے جو حسین کا نام سے نثر اللہ کی پہلی تصنیف قرار دیا ہے و شاہ افضل راشر
 فضلی نے واقعات کرنا کو پہلی بار تفصیل کے ساتھ لکھا اور شاہ لہو کے لئے جو لفظ طبع رکھے گا پتا راستہ معلوم دیا، اس حصے کے
 جسد نامہ ذکر میں نظر آئے ہیں۔ مولوی نور محمدی مسکن اس صنف میں شامل ہیں۔ ان کا کام مستند راہ ہیں تمام جہات میں شہادہت
 یمن شعر کو خط ہوں ہے

جب سے دیکھ ہوں میں نہانے حسینؑ ہو گیا ہوں بر دل فراتے حسینؑ
 خاک ہوا غم صمد ہے اکھر کیوں نہ ہو جاوے خاک کے حسینؑ
 غمندی میں، بنو رسن مسکن کیوں نہ ہوئے ہیں "ہائے حسینؑ"

اگرچہ دل دکن نے مجھے واقعات شہادت کے منظوم کیا تھا مگر اس کے کام میں اس حق صنف میں کو بڑا نہیں جاتا۔ قیاس کیا ہے کہ دکن
 لفظوں کے ساتھ، بھی تلف ہرگز نہ دلی کے بعد اور بہت سے نثریوں نے بھی میدان کرنا جو خیال کے گھوڑے دوڑائے، جن میں سے
 وہ بھی افسوس غایت کاظم، افضل اور دکن کا بھی ذکر ہیں۔ مگر ہرگز نہ غنا بات ضرورتاً نہ رنگ سخن کو نہ کہ دیکھ دیا اور وہی ہوا جو
 اس سے قبل عرب و ایران میں ہوا تھا تصنیف اور نظریں نے مرثیوں کی نگہ سے لی۔ جیٹر شاہرولی تاثرات کا بھونے غارتا اثرات
 کی قربانی کرنے لگے۔
 یہ تھا ادبی دکن کا حال۔

کہا جاتا ہے کہ خیال ہند میں رہنے کی ابتدا اس وقت ہوئی جب کہ خستہ و جواراں ایران کے بادشاہ چاہسپ مغربی سے بخت
 جو کہ ہندوستان دانی تھی اس دیر کے خیالات پہنچے ساتھ بادشاہ چاہسپ کو فانی مہانت سے دایہ ہندو مت حق ہوا ایران میں مرثیہ کی
 ابتدا اس کے بعد ہوئی تھی۔ چنانچہ دھندے ملک میں بھی رہنے کے دلائل ملے جو دکن میں بڑی جوتہ دیکھ جاتی رہی۔ یعنی خوشیوں کا
 کہنا ہے کہ شروعات میں دکن میں ہی خیال ہند ہی مقبول ہوئے پھر یہاں کے شاعروں نے اس صنف سخن کی طرف توجہ دی۔ آج کلہ نگار
 نے جو کچھ اس کا رواج زیادہ زور دیا ہے اگرچہ اس کے متحرک و زورانی نام پر لکھی مگر افسوس ہے کہ اس جہاں کو نہ نودہ کام مستند نہیں ہوتا



عمران کے جہیز ملکتی، آخر یہاں اور غلطی سے خاص شہرت حاصل کی۔ یہ طبعی تھا کہ تھے۔ ابابقی خان نے اپنے بزرگ سے یہی سن کر بڑی تعریف سمجھی ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ ان کا کام بڑا فخر آگیا۔ بڑا خدا۔ یہ بڑا راجہ تھا کہ اپنے کی امت ہے۔ سوتا نے مرزا شاہ کو خصوصیت کے ساتھ ترقی دی اور اسے دو سو روپے کے کوٹے لکھ دیا۔ ان سے چھ سو روپے ٹھکانے کے انداز میں دیا جو بعد میں غریزہ کہے جاتے تھے۔ انہوں نے اس روٹی کو تمام رکھنے کے بعد اس کا کوئی بھی شرف کے لئے وقف کیا جو اس وقت تک ساڑھے چار سو کے مرہم کی گاتھلا (۹۱) بنائی جاتی ہے۔ ان میں سے چند سو روپے ان کے شاگرد امیر آغا نے کچے تھے جو اعلیٰ سے ان کے کلمات میں شامل ہو گئے۔

سوتا نے مرچے کی بیہوشی میں تھوڑی نہیں کی۔ اس کے اسلوب کو بھی بیکسیر جلا ۱۸۸۰ انہوں نے شہادت کے واقعات پر ایک ایک مین آؤٹ کر کے لکھا۔ سب پہلوؤں میں ایک ایک نام کیا اور سارا حکومت ایک جگہ پر کھڑی کر دی۔ بیزان سے قبل مرزا شاہ کا کاموں تک یہی مقصد ہی تھا۔ یعنی خاص کر اسٹیشن کرنے تھے کہ غم حسین کا اظہار اس طرح کریں کہ خود روٹی اور دو سو روپے کو روٹا لیں۔ سوتا کے مرچے پر کمرہ کی کیفیت مشکل ایک سے پیدا ہوتی ہے۔ سات سو روپے قیمت جہیز سے دوتے نہیں، سو روپے سے تصویر غم پر بنانے ہیں کیونکہ انہوں نے حکمرانوں کے ساتھ ان کے لئے بڑے سا دل دیا تھا کہ اسے کام لیا اور ان کو کھانا کرنے کے لئے نوازا۔ اگر گھر جاتی ہے ایک سو روپے کے دو ہندو کا حکم ہوا ہے

کس سے اسے جہیز کہیں ہاں کے ٹری وارا

جو ہے دیا جا سو کہتا ہے کلمہ ایزاد

اتھ سے کون نہیں آتا قرے فسرہا

ہاں تلک پوچھی ہے طعون ٹری جولا

کون فسرہا علی ہاں یہ ستم کرتا ہے

کون ملکات سے اس کے فرہم کرتا ہے

غریب و فرزند و عزیز اس کے حقے ہشتہ پاتا

دشمن و رقیب سے اپنا لالہ لے سب جاتا

الہ بیت اس کے جراتی ہیں سو ہیں آوارے

خیر ہی کو ٹیلا کے ہاتھ ہیں وہ بیچتا ہے

نہاں حسین جین سے دن کو نہ انہیں دانت کام

اس مصیبت میں پہلے جاتا ہے کھیت کا کام

جذبہ دھار کے یہ کیفیت بعد کے مرتبہ لکھوں کے ادا تو مل جائے گی مگر ان کے پیشروں میں لیکن نہیں۔

شہادت کے ساتھ ساتھ کر دیو و تسلسل کے ساتھ بیان کرنے کے لئے سوتا نے بعض ضمنی باتوں پر بھی خاص توجہ دی۔ مثلاً جنگ کی تیاری، شام کی جانب ہانگی، وہاں پرینج میں بیٹلی یا میکا کا سان و سوپ کی تیزی اور گر کی کشتہ جہان کرنے میں اس سے جہت ملے لکھائی جو دشمنی و تکرار اور ان کے بعد جنگ کے مرتبہ لکھوں کے لئے فیض دیتا بہت ہو گی۔ یہ ملاحظہ جہت مرتبہ



دن کو سب باہجی شہید غلام سب ہو گئی

کھولے لٹ ان شاہدوں کے کلمات ہو گئے

عقیقہ کے تہ تیغ والے دلگیر، قیامت اور جھڑپے، انوارِ کبریا کے ساتھ دلتے سے گئے تھے، ان کا نام منظرِ حسین تھا اور انہی کا طرح
معتقہ کے شاگرد تھے جس طرح عقیقہ کے چنے لوہے، باہ سے نرہ وہ ظہور ہوئے۔ اسی طرح ضمیر کے شاگرد و تیران سے بڑھے اور
بعض لڑائی سے انہیں کے ہم پل ہو گئے، منظرِ کبریا کا، سراپا کھینچا، انوار اور گھوڑے کی ٹریفک کھنسا ضمیر کا تھے شروع کیا تھا۔ یہ
روضات اپنی جگہ اچھے تھے لیکن واقعہ کبریا کے ضمن میں نہیں جفت تھے ان سے محبت کو سزا کر دیا۔ وہ اور جس کے پیچھے غرض نگاہوں
نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی کہ الٹی سیت عرب نزار تھے۔ انہیں دیکھنا یا کھنکھانے کا تہذیب وادان کے دم و دراز سے کوئی واسطہ
نہیں تھا، سٹو روپا کی جفت سے علی اکبر کا سراپا کھینچنے وقت کھٹے ہیں۔

گنگنے پہ وہاں بیاہ کے جو مرنے لگا تھا

ہرگز دمسدا کہوں، تھا عقیدہ فرما

تھا صفت جا بستر میں جو تڑو تھا کا

دوسرے تھا جیلا میں مثال یہ بیضا

طوائف جو اس مرنے کے سہرے کی ٹوٹی تھی

مرنے کی ٹوٹی ان کے دان پاؤں پڑی تھی

ضمیر کے سرچے جن میں سے بعض سو سو بندے ہیں، ان کی عظیم جلدوں میں، ان کے گنگے ہیں، اسی طرح دلگیر کے سرچے
جلدوں میں چھپ چکے ہیں، انصار کی کل تعداد تقریباً ساٹھ ہے، جہاں سے جہاں ہے، شاہ ولی اللہ علیہ السلام کے شاگرد تھے اس کے ساتھ رہا بیوی لنگو
ان سے کام میں بہت زیادہ ہے جو سدا گاہ طبیعت پر گراں گزرتا ہے اور یہاں تو گویا ان کی کھنکھ میں پڑا تھا جس سے کہن لال تھا، حوالہ
کا سرچہ میں کما ہوا ایک بندہ حاضر کیجئے۔

گہر صدر پہ، گہر شافوی پہ، گہر فرقا میں پہ

گہر ننگ پہ، گہر کوہ پہ اور گاہ زہلی پہ

اسوار پہ تھی گاہ، گہر گھوڑے کا زہل پہ

عشق تھی کسی جا پہ وہ جنتی تھی کہیں پہ

گہر رتق تھی، گہر شہر تھی اور گاہ، ہوا تھی

بند انکھ ہوئی ہاں تھی ہر بار تھا تھی

عقیقہ میں ناگ کے شاگرد تھے لیکن جب دلگیر کو دنیا وہ شہرت ہوئی تو ان سے اصوات بنے گئے، ان کا کام بہت زیادہ نہیں ہے۔

لیکن بعض بند نہایت خوب ہیں، حضرت حسینؑ حضرت علیؑ حضرت کا فضل تھے شیخ کا طوٹ کر بنے ہیں، اس وقت کا کیفیت کا صنف ہوں۔

دو قدم پہنچتے ہیں اور چھپتے ہیں شاہ

راہوں چھپ کر مڑنے کے کہتے ہیں نگاہ

کہتے ہیں تڑو یک ہے اب عید گاہ

شہر ہوئی گا بانو اور پہ آہ !

نیر مٹی ناز میں کے پار ہے

خیمہ کھج ہاں بہت دشوار ہے



مڑے نکل پڑا تھی ہر اک صبح کی زبانیں تیریں تھے سب پہلنگ کر تھی لہلہ چہرے

پانی خزاں آگ، گرہ دہڑے حساب تھی مائی جو بیچ سوچ تک آگ، کتاب تھی
 حاکم کے ملک کا حصہ سے بھی زیادہ دائرہ نگاری میں انہیں پیر طوں حاصل تھا اور کچھ پر چھوڑ کر اسی چیز نے انہیں مقبول و عام بنایا
 تھا حضرت امام حسینؑ کی بہن جو سب سے زیادہ امام علیؑ کے نام سے محبت کرتی تھیں، لڑائی جھگڑے سے باز نہ گئے تھے اس
 طرح احتجاج کرتی ہیں کہ

دین چ پکار رہی بیٹ کے زانو بعد حال ہے ہے غضب بھرا اگر آیا انہیں جلال
 کبر دے کر دے کہ اسے اسوہ کبر کے قال عزمت پہ اپنی خاطر کی تم کرو خیال
 قسریان ہر گتے ۱۰ لڑائی کا نام ہو
 میں دائرہ عزتی ہوں کہ نقشہ کو ختم ہو

لڑائی کو طرح طرح کی مکاری، ایک ایک کر کے سب میدان جنگ کی طرف چلتے ہیں اور سب دستورِ نصرت کی نہایت طلب
 کرتے ہیں، حضرت علیؑ کا بڑا بھی مردانہ گھم سے قبل ان کے پاس آگئے تھے یہ ہے

مجھے میں آگئے دوتے ہونے اکڑ کر ہی جھاتی لگا پاوان سے بھلے نے جاتی میں
 ایک آؤ سو بھوکے ہو اور وہ مجھ میں ترستے ہیں کالوں کے آگئے ہیں شاو دی
 دوتے ہیں فیروز ستیزہ باز کے حال بد
 امان مقامِ رحم ہے ہمارے حال بد

لڑائی شروع ہو جاتی ہے، پہلے بڑا جنگ کی ایک جھجک سا صف ہو جاتا ہے

کونے طبق زبانی کے بنا چرخِ لہر و مانع کبر یا ہوا تھی کا رنگ لہر
 نوا کر نہیں سے چلے گئی دھڑے میں اگر جنوں کی آغ دیکھ کے بھاگ بھاگے سو
 گرتے سے رن کے جوش آگئے دشمن دھڑکے
 سفیر اسی طرف اتر گئے دیر کو ہر کے

اس لڑائی میں کئی خونریزی ہوئی اور دشمنوں کا کاردار کسی کس طرح بے نقاب ہوا اس جنتِ خدا پر ہے کہ

نہیں ہر کے ساتھ نہیں ہوا، سر کے ساتھ سینہ کے ساتھ کان، دل جگر کے ساتھ
 بل جلی رہ تھی کہ ہندو ظہر ہر کے ساتھ اس سر کے ہی جھوٹ گئے کچھ ہر کے ساتھ
 ہونے طرزِ نصرت و منصب کو چھوڑ کر

جانی دواز ہو گئیں قاسب کو چھوڑ کر

مردانہ شہتہ نے "مولانا" میں انہیں کو دلچسپ و فوجیت دی ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ ان کی رائے جانہذا لادہ آگاہ
 اس جانہذا کی بلکہ ہر کوئی دیر نظر نہیں آتی، سید ظفر الحسن نے "الیزن" میں مسازدہ کے معنی بیان کیے ہیں کہ جنت کے جہنم کی



[illegible]

کسمپرسی کا کہہ کر ان کا منہ راجہ دن ایک طرف چٹخا لیکن ان کا منہ راجہ
 رستم اپنا منہ نہیں کھین کسمپرسی راجہ برقرار ملا لیکن رستم ان کا منہ راجہ
 شہر کھن راجہ کے جہاز کے پاس
 ہوا کہہ رہے ہیں جیسے ہوتے ہمارے

منظر نگار کے لیے یہ بھی دیکھ کر کسی طرح ہنسی سے کم خنک ہو نہیں سکتے۔ اس ضمن میں خاص طور پر انہوں نے آثارِ شیعہ بات کی ہے کہ اہل

عوضہ کا عوض، کتاب مجیدہ تھا ادا شدہ، انگریزوں کی دسیہ تھا

ہولائی، حیدرآباد سے جا کر تھیں جو تھیں وہاں جس طرح بھاگیں دلالتے میں چھوڑ کر نکلیں

صفت بزرگ تھا اس طرح سے ٹیڑھ نہ ٹھکر تسبیح میں جس طرح سے دالے ہوں عباد
کھنکھرنے کی شاعری میں مرادات انھیں کر لیا، دھول تھا۔۔۔ صفت بھی دیر کے کام میں غریب لگ جاتی نظر آتی چھوڑے شروع ہو جاتا
پیشانی بھی کبھی تھکا کر عبادت سے ہٹا دیا بدلی تھی شوقِ شام کی گشت گشت کا طر

ایسا ہی بنگلوں کے مجرگانہ ہے ہی پوشہ ہی ہاں میں مگر انہی ہے ہی

انجمن ودعوت کے بعد ان مرنے والے شخصوں کے خراجِ تعزین حاصل کیا جانے کے نام حسب ذیل ہیں۔

میرزا اشق، میر محمد اوس، میرزا آقاس، میرزا اشفاق، میر تقی، آقا صاحب، محمد علی، پیر صاحب، خدیو اورینا آقاج و غیرہ۔

ان میں میر تقی میر کا پرانا نام میر غلام علی تھا، میر غلام علی انیس کے پیش تھے۔ مگر اخیر کے حالات میں چنانچہ نعت کے رواج سے ان کے
یوں تو ان کے وہ جتنی بھی تخلص اور نعت تھے، ان میں یہ نعت تھے مگر ان کے لئے جسے صرف نہیں تھے وہ چاہے داد کے کج
نقل تمام پہنچے۔ بلکہ ان میں سے بعض نے یہ نعتی ہر کوشش علی کر کے اپنے محبوب میں کا شرت دی۔ یہ میر تقی میر انیس کے چھوٹے بھائی
تھے۔ بہت زیادہ ملحد تھے۔ بعض شاعر اور مولوی غلام علی ہیں۔ اسی تذکرہ کے بعد ان کے بارے میں ہے کہ انھوں نے کمالی کر دی۔
نعت نگاری کے باب میں ان کا کمال شعر ہے یہ ہے۔ اسی پر اس مولوی کو کمال دیا ہے۔

دانتوں میں خشک ہونے پر مصلحتاً یہ باتوں میں متوجہ رہیں کہ طلب علم کے لئے



کر بلا — تاریخ تخریب کی روشنی میں

سید محمد رفیع

حکومہ جلا کا واقعہ تاریخ کا ایک واقعہ ہے اور تاریخ سوا تاریخ کے بارے میں یہاں کچھ باتیں کرنی ضروری ہیں۔ تاریخ سب کچھ دیکھتی ہے مگر تعلیمات نہیں ہو سکتی ہے۔ طبیعتی معانی کو آپ مطالعہ کی کمیوں پر پرکھ سکتے ہیں لیکن تاریخ کسی حیرت کے وارے سے اپنے آئنے سے انکار کرتی ہے۔ لیکن اور اس یلگی سے منہ پٹ، حال میں بنیادی فرق پیدا ہو چکا ہے تاریخ منطقی کے درجے و دروس سے باہر نہیں جاتی اور تاریخ کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرنے پر باز نہیں دیتی، تاریخ کا خاص بڑا حصہ اہل مذاہبات پر مشتمل ہے انہیں منطقی میں مشہورات سے تفسیر کی گئی ہے، یہ منطقی کے تقاضا سے انہیں میں دوسرے درجہ پر گرتے ہیں، اس لئے ان کا ملکی مقام محفوظ ہے۔ اہل بات انکار اور منطقی کی جوتہ مشہورات سے بھی انکار کیا جاسکتا ہے جس طرح مشاہدہ کو بھی جلد کر دین لایا جاسکتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ خود مشہورات — بھی ایسے واقعات کا نام ہے جو ان کی کارروائیوں کی بنیاد سے ہم تک پہنچتے ہیں اور مادی کسی بھی واقعہ کے بیان میں باطل کیساں تفصیلات بیان کر سکتے ہیں اور اس باطل کی بھی ممکن ہو سکتا ہے، تاریخ کی عیاں معانی ۵۵۵۵۵۵۵۵ ایسے ہیں جن پر مشہور کرنے کی شلیہ میں کسی کو ضرورت پیش آتی ہے۔ بنیاد کا ایک باشندہ جس کا نام سقراط تھا اور جسکی حقاہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار کرنے کی کسی نے ضرورت محسوس نہیں کی البتہ سقراط کی ذہن گردانی کی وہ ایک ہم تک پہنچا ہے اس میں انقلاب منہ کی وجہ سے کوئی سقراط کا اپنا وجود معرہ شک میں قرار دیتے، ایسا اس تک نہیں ہوا۔

اسلام کا دوسرے نام جسے غالباً سب کے مقابل پر انحصار رکھتا ہے کہ اس کی سماعت کا یاں شخصیات تاریخ کے روشن آئینے پر موجود ہوں ہیں۔ اہل حضرات کی مگر گریوں کے بارے میں جو تفصیلات ملی ہیں ان میں اختلاف کی بڑی گنجائش ہے لیکن خدا ان کے بارے میں کسی کو اختلاف ہو ایسا نہیں ہے۔ اس کی طرح تاریخ اسلام کا ہم واقعات جو مشہورات کے دائرہ میں آتے ہیں انہیں مشہورات میں ساقط کر دیا جی شامل ہے جس سے انکار واضح طور پر دکھائے کہ حقیقت رکھتا ہے البتہ واقعات کو تاریخ کے سلسلہ میں بھی جوامع کافی بحث اور گفتگو کا موضوع بنا ہے وہ اس واقعہ کی تفصیلات میں کیا جاتا ہے کہ بہت سے وہ تفصیلات جو بنیادی کی جاتی ہیں مستند کتب میں موجود نہیں اور اس سے معنی دوسرا داستان کی حقیقت کہتی ہیں اور یہ دو داستان، داستان کا حصہ نہیں ہوتا۔ انکار کو کا واقعہ اپنے طے شدہ تاریخی معانی میں بہت فقہر دار سے یہاں بند ہے جسے دوسرا داستان سے بہت جڑا بنا دیا ہے۔ یہ خیال اس مذہب تک پہنچے کہ واقعہ کر بلا کی



مستند تاریخی تفصیلات نہایت کم ہیں اور وہ چیز جسے ارببہ داستان کہا گیا ہے کہیں نہیاد۔

یہ کہیں نہ کہیں اس سلسلے میں مستند تاریخی تفصیلات اور بیادیں کی صفوں کو بڑی موری طور پر مستحق کر کے لکھے نہیں جاتے۔
 جہاں بیادیں ہیں ان کو ہم سبھی جنہیں نظروں کے تحت ہیں کہ اس قدر افسانہ سے گھسا کر لکھا گیا کہ ایک سو دو سو سو چھ سو چار سو اسی سے تعلق رکھتا ہے۔
 جہاں اس قدر ایک سو دو سو سو چھ سو چار سو اسی سے تعلق رکھتا ہے وہاں کہیں نہ کہیں ایک سو دو سو سو چھ سو چار سو اسی سے تعلق رکھتا ہے۔
 کامیاب ہیں جس کے افراد میں شاہدوں کی حیثیت سے کہہ کر ملے یہاں میں موجود رہے اور اس لیے کے تعلق سے اور
 جہاں بیادیں ہیں ان سے بیان کرتے رہے۔ تاریخ کی اس متعلق کی مد سے مستند واقعات وہ ہیں جو اس عاقلانہ کے
 افراد کے متعلق بیان سے ہم تک پہنچتے ہیں وہ ہیں جو غیر متعلق و گروہ نے عام ذراخ سے حاصل کر کے تاریخوں
 میں مستند بنائے ہیں۔ مستند تاریخ ہندو مت میں ملے واقعات بیان کرتی ہے جب کہ ان کی تفصیلات میں شاہدوں کے
 بیانات میں ہیں جن پر ہندو مت کے افراد جو رہے ہیں کہہ کر ملے یہاں میں موجود رہے اور اس لیے کے تعلق سے اور
 ایک پورا عاقلانہ تھا جس نے اپنے اہلکار تجربات کی تفصیل ہم تک پہنچائی ہے۔ ہندو مت کے عاقلانہ کی وہ تفصیلات
 جو چاند شہ کے ذات اور اس سے تعلق رکھتی ہیں صرف وہی لوگ صحیح طور پر بیان کر سکتے ہیں جو عاقلانہ متعلقہ کے موزی
 مندر کے قریبی اقرباء۔ وہاں ہے۔ وہ عورت ہیں جو اس واقعہ کو دیکھ گئے۔ بلاشبہ ان بیانات میں انفرادی
 عنصر موجود ہے گا جسے دور کرنا ایک ٹوفن ہی تجربہ نگار کی ذمہ داری ہے لیکن صرف اس انفرادی عنصر کی وجہ سے جو
 صانع کا باعث بنتا ہے آئندہ کی اپنی اہمیت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ساتھ کرنا ہیں آل کا سب سے
 مستند عاقلانہ اعتبار آئندہ عاقلانہ اہل بیت ہے جس پر یہ ساتھ گزرا ہے۔ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہندو مت اور اس کے موزی کو
 بیان کر دیا ہے۔ تو مستند تاریخی تفصیلات وہ ہیں جن کے بیان پر اس گھرانے کے افراد متعلق نظر آتے ہیں اور یہی
 تفصیلات کا یہ حصہ کافی بڑا ہے جو عام بیان کا حصہ نظر آتا ہے بلکہ آپ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ اقرباء ہی کہہ سکتے
 ہیں کہ ان مستند قوتوں نے اس واقعہ کی تفصیلات اور اہمیت اور اہمیت کے اُن مجموعوں سے کہیں نہ کہیں عاقلانہ اہل بیت
 کے بزرگوں کے جائز بیانات متعلق ہوئے ہیں۔ لیکن یہ ہے جب اس کا یہ ہو کہ ان تفصیلات کو دیکھ کر سے متعلق کتب کا نظم
 کہیں نہ کہیں ہندو مت اور اس کے موزی پر تاریخ کے حلقے سے عاقلانہ نہ ہو سکتا تھا۔ اور کچھ بھی ہو حقیقت پر مبنی تسلیم کرنا
 پڑے گی کہ آئندہ کرنا کہ وہی تفصیلات کے ساتھ بڑھنا ہے کہیں ان کتب کا سطر نہ کہہ کرنا ہرگز ہو گا اور راست اس
 عاقلانہ کے آئندہ میں موجود ہیں تو یہ کہہ کر لیا گیا تاریخ کا جوہر۔ لیکن ساتھ کرنا کہہ کر لیا گیا اور وہ ہیں جو تاریخ کی پانچ
 حیثیت اور اہمیت سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ خودی ہے کہ تاریخ میں ایسے سانچوں کو پڑھتے دلت جو سنگین تراکیبوں پر
 حلقہ ہر ان اہلکار نظروں سے اور جمل نہ ہونے والا ہے۔



مذہب عام طور پر چند سلسلے کی حقیقتوں یعنی عیاں حقیقتوں پر مشتمل ہوتی ہے اس کے مستند مقدمہ نے ان عیاں کو لکھ لکھا
 آپ اس واقعہ میں ہندو مت اور چند سلسلے کی حقیقتوں، اہلکار کی تعداد، انہوں کی فرائض، ان کا مذہب، ان کی
 ملی غیرت کی مقدار اور چند برس سے قریب انہوں کی بعض اہم سرگرمیوں کے بارے میں پڑھتے ہیں لیکن صرف عیاں
 حقیقتیں یا سائنس کی حقیقتیں ہیں مگر ان کے اہلکار ان کے اہلکار کی فرائض اور ان کے اہلکار کے عیاں اور ان کے عیاں پر

تک تاریخ کی نظر نہیں پاتی۔ اہل ان کا تہا ریزہ جو وہاں سکندریہ کے ہاتھوں اور مرادھرا مارا پیرا مار بیخ میں ڈکھ تو ہوتا ہے لیکن اس پر کیا گنتی رہی اس کا تھانہ جن بات کے کسی طوائف سے وہ پار رہا ان کے احساسات و تاثرات کی خاطر اس سے متعلق ہر تاریخ گو ان پہلوؤں سے غور نہ کر سکتا ہے۔

تاریخ سطرطی کے زیر غورانی کے واقعہ کی چند سائے کی تفصیلات یہاں کر کے آگے بڑھ جاتی ہے لیکن تاثرات کا وہ طوائف جو موجود سطرطی کے پہلے غلبہ و داغ اور اس کے لاشخانہ والوں کے دلوں میں مروجہ تھا۔ تاریخ کے اپنے اثر سے میں نہیں سکتا۔ حیات انسانی کو رگدہ افسانہ، تھوڑی، نغمہ اور مرثیہ کے دائرے میں آتا ہے۔ آپ اسے تاریخ میں ڈھونڈنے کی کوشش نہ کیجیے اور یہ بھی نہ کیجئے کہ سب کچھ زبیب و ستاروں میں مٹا لی ہوگا۔ جو حقائق سے تعلق نہیں رکھتے کسی کو جاننا اس کے سامنے قتل کر دیا گیا جو تو صرف یہ کہنا کافی نہ ہوگا کہ چند لوگوں نے ایک کھیل زمین کو اس کے باپ کے سلسلے ہلاک کر دیا۔ یہ عاویذ تاثرات کی جو پہنائیاں دکھاتے ہیں جن طوائفوں پر مشتمل ہے، پہلی کوئی امیدوار اور دوسری ہوتی تھاؤں کے میں طویل سلسلوں کو اپنے بطور میں لئے ہوئے ہے ان کا ذکر بھی آپ کو کرنا ہوگا ورنہ اصل واقعہ کے ساتھ انصاف نہ ہو سکے گا۔ شہزادہ افسانہ، زندگی کا زندہ حقیقتوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن یہ زندہ حقیقتیں وہ ایجاد ہیں جو تاریخ کی زندگی میں نہیں آتے۔ مرثیہ، حیات انسانی کے ان ہی ایجاد کو اپنے دائرے میں لیتے ہیں۔ ایسے طوائف کے استدلال سے اور نتیجہ میں چاہے عرب، ہندو ایرانی ثقافتی و صحابی سے تعلق نہ لگتی ہیں مگر خود ان واقعات کا تھانہ یا عمومی طور پر ان حقیقتوں سے ہی بنایا گیا ہے جو افسانہ کے اپنے اندرون میں موجود ہیں اس لئے یہ سوچنا صحیح نہ ہوگا کہ مرثی صرف یا میں پر مشتمل ہیں اور مرثیہ ہر سائے سے الگ ہے۔ لیکن یہ بحث کہتے ہیں اس کے ذہنی ایجاد کے ساتھ ہی۔ میں میں بلا خبر جانو کی کار فرمائیاں بھی ملتی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اندول کے وہ خاکے بھی سلسلے آتے یہاں صرف آیت کی پہنچ ہوتی ہے۔ واقعہ کو بلا چند ایسے واقعات پر مشتمل ہے، جو تمام مستند تاریخوں میں موجود ہیں ان مستند واقعات سے غیر جانبدارانہ طور پر صحیح نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

کہا جاسکے کہ جو حقیقتیں میں ملتی ہیں۔ حقیقتی امام اور افسانہ رسولی ہونے کی نسبت سے دو مابینت کے مفہم درجے پر ہوا ہے میں۔ لیکن یہاں گفتگو ان کے دو مفہم مقام اور مرتبہ کی نہیں۔ ویسے اگر آپ سلسلے میں کی اس وہ فی کونفرانہ اثر کر دیں اور وہاں یا حضرت (پیغمبر) کو وہ حوصلہ میں باطنی ہے تو چہرہ انسانی قدوں کا حترام حقیقتی دو مابینت قرار پائے گا اور میں جبکہ میں کہ انسانی انداز کا لاشخانہ گھما جائے گا تو اس کا مطلب ان کی وہ مانی ملت کا ایجاد میں ہوگا اور وہ جسے جو واقعہ کر کے انسانی انداز کی ماس سے متعلق ہوگا وہ مانی میں شہار کی جائے گی۔

جہاں سطرطی



سعد اور اس کے زہر اثر کئے جانے والے ڈراموں میں ان کی طرح ہی فرق نظر آتا ہے جو اصل اور نقل میں بڑا جال ہے۔ — یوں کہیں کہیں ان میں سے بعض بن بعض یا تو ممکن و ممکن ہیں جس قدر کہ ممکن ہی ہے۔

اور سچا کامیاب ہو کر وہ اپنا کل شروع ایم پی بی اے مٹا کر اسے سمس کر کے کہہ کر امانت نے وہ بھی تفریح اور لطف و طبع کا اور وسیلہ بنی کر لیا ہے اور یہ بات کہ اس کا شروع کرتے کرتے پڑھنے والے کے ذہن پر ایک بڑے فضل کی طرح ثبت ہو جاتی ہے۔

اور سچا کامیاب اور تصور ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس میں جو کچھ شائع اس کا حلیت فعلی اور لفظی ہے۔

اعدیجہا الا اذ نہات ظہورہا لکھنؤ سے جرات ہے میرا مطلع ہے یہ ہے

سبحان و مستقر اللہ کی آمد آمد ہے یہاں کے افسر کی آمد آمد ہے

تفہیم: بات کہیں نہیں جانتا کیونکہ اس نے کہا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں نہ کبھی کسی کو دیکھا ہے نہ کبھی کسی سے بات کی ہے۔

وہ ناز بیٹھ کر اپنے کے ساتھ اٹھل میں چل کے دیو کے لشکر کی آمد آمد ہے

زمین یہ آئینہ گرام کے ساتھ سب پرانے مستحقوں کے عزا اور کی آمد آمد ہے

ان شعروں سے ختم ہو کر یہ کھٹل میرا جا رہا تھا۔ آؤں گے، جیسا کہ انجیل اور دیو آئیں گے۔ اس کو ٹھوکر کے ساتھ چپے شمر رہا جو
خود جان کر اسانی کا ہے، وہ شرمناک صورت ہے اور اسے چڑھ کر کڑی شکر ہے۔ یہ الفاظ ہیں، کہ مہربان کباب کسٹم خیرینا کی گئی ہے، وہ
انجیل میں نہیں، اصل شعروں سے جو اب سناؤں جا رہا ہے، اسے مل کر کھٹے دے رہا ہے جو اس کا میرے شعروں سے ہے۔

فقط ۲۲ ہے اور ان کا ہے قیامت ۲ چہرہ کا عشر کی آمد آئے ہے

دولت و قلم بر آتش می‌سوزند

سہاں دلائی آمد کا کیا کروں اُستاد بھڑکے ہاں کے دلیر کی آمد آمد ہے

[illegible]

ماہرین میں قوم کا پتہ میرا نام ہے۔ یہاں پر ہر شخص کی رہنے کے بلکے نہیں آرام

— ۱۰۰ —

پچھلے شریک بعد اب اس کے دیوانے ہو گئے ہیں، سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اب اس کے علم و ادب کے لیے بہت زیادہ محنت کر رہا ہے۔

مفتی رام محمد یحییٰ صاحب مدظلہ العالی ہے۔ ہمارے خطوط کی سزا و جزا یہ کہ آئی ہے
اس کے بعد ان کا بیان کیا جاتا ہے اور اس کے بعد یہ ہے۔

اسی تعارف اور احسن کا پرتیا اور ان کی شہرت سے

ملک و مہاجرین کا کچھ خواستہ و ملکہ ہے حصول میں پھر اس ملک آتی ہے
یہ شعر غم سے ہی پھر اس ملک کی پہنچ پاتی ہے اور اپنی تعریف میں دشمن کی ایک فریاد آتی ہے مگر اس کا مطلع ہے ۔

جیسا کہ واقعات میں شروع میں بیان ہو چکا ہے۔

لڑا میں مشہور ہے کہ جاگر ہندوستان تو اپنے حقوق کو سمیٹ کر برکے چمپائی
 بھی ہے مشہور ہے۔ اچھے پیر جان بھلا دھار ہے۔ میں اس پر قربان
 ہوتے ہو گا ہے خبر پھوڑ کے تم گھر بار آنکھیں کھرو نہ ڈالے، نیند سے ہم چمچہ
 تھے کسی اس حکمران سے جسے دھار کے ساتھ بیڑ کسی دلدھار اور نسل کے اور زمانہ کا زمانہ کے حق تھا خدا سے ہے نیاز ہر
 تین شروع میں بیان کیا ہے اس کا وہ سانس اس کے اور کچھ نہیں کہ تھے سے لڑا جان اور ان کے کام جانتے ہیں اور ان کی کوشش ہے
 کہ خدا سے جو کچھ مل گیا ہے اس کی کافر کے نے جنہیں تین پر یوں کے آغا کاسے کے جاکر لڑا تھا کاسے کا ملے نہیں ۱۰۰ عدد
 چکر کر لیا نہیں جس کا دل لڑا کافر اسے شریٰ فرعون شریٰ سے طرک کے دھار ایسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں سٹیج ہوا ہوا
 نکلے جتا ہے کہ جب پہلے لڑا کافر کے جاتی ہے اور وہ جلد ملاتے، مہجرت میں ہے جتا ہے کہ "اگر طرک کا تاجہ سر کا سٹیج ہے۔
 غمختہ دن کن خدا کے لئے عیا ہو کہ کسی ستم مارنے سوتے سے بچا ہو کہ
 اس طرک کے جہاں کیا گیا ہے۔

اس کے بعد ستر لڑا کافر کے کا اندھا نام کر کے ٹھکانے کی کوشش کرتا ہے اور اس سے اس کا مصیبت اور تہ شکنانہ
 ہے۔ لڑا کافر کے جتا ہے کہ میں لڑا کافر کے گھام ہوں۔ لیکن تو اس قوم کی قدرت ہے اور تہہ وہ دن کدھوں پر کیا ہے
 ستر لڑا کافر کے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام
 سے اپنی صحت اور لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام
 "وہ جسے لڑا کافر کے اسے لڑا کافر کے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام
 کدھوں سے لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام
 سانس اندھ کی صحت ہے اور لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام
 کہتے اپنا کام پہلے پھر میں ہوں آئی تھری، چند غزل کی پی میں دشمن ہے سوائی
 کی کہ وہ لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام

جنسی سے شری کے جہاں سے ہے اور لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام
 اس شعر میں لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام
 لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام
 "میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام
 جہاں سے لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام

دل دشت کا اسے دت سے ہی گیب لچے اسے کم دت سے ہی گیب
 شعر ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام

۱۰۰ عدد لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام
 لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام اس سے جتا ہے کہ میں ستر لڑا کافر کے گھام



یہاں دیا ہوا، یا کرتی چھتہ والی ہے۔ "لوگو! اور جدا ہے کچھ کر سید اس کا۔" یہ حکم بات ہے جی ہاں، لیکن انعام کے اس واقعہ اور فقہی اس سے
یہ جتنا ہے کہ ان کے لئے ہے اور قہر کے لئے کہ وہ ہے۔ اصل انعام کے اندر ہی نہیں ہے۔ "میں نے ان کو انعام کے اندر ہی نہیں کیا کہ ان کا جی نہ ہو
میں نے ہی کیا ہے۔" انعام سے بہت سی آئے گی کہ ان کے لئے ہے اور فقہی اس سے کہ ہے۔

ہذا عالی آیت ۲۱ ہے وید ہائیک جید کر اچھی وید ہائیک ہوں تم خاک

ابو جہل کے سوال پر کلمہ عزیز کرتا ہے کہ:

مکھوں کیا ملک لاستا ہوں میں جہاں ٹھیل کر رہی یہ آباد ہوں میں

اسی کے بعد اپنے والدین میری کے عشق وصال بیان کے بعد ہی سے کہتا ہے۔

در این ایستگاه گرفتار شوی هر چاه منزلت گشتار شوی

راجا کو شہنشاہ کی باتیں سن کر بے حد غم آئی ہے۔ وہ سبزی پوری کو ملتے جچ کر اُسے سخت لذت دیتا ہے۔ راجا

کی زبان سے اہانت نے اس واقعہ پر جو ٹیسر کہہ دئے ہیں ان میں الفاظ کے انتخاب اور ان کی شجست سے جو موزوں اور

مناصب پر۔ راجا کی لہان سے نکلے ہوئے ایک شعر یہ ہے۔

اسکے دو پیرایہ سہرا لکھتے ہیں۔

فقدان حیات = ضلوع کوشش برآورد نامت

میرا دل ہے کہ میں اپنے آپ کو اپنے آپ سے بچاؤں

جایا اوسے لوگ سنا کر ہلے ہلے ہوئے کہ یہ تو اے ابلہ

رازِ کفایت سے آگاہ نہیں بچے کیا پری زارِ بختِ نہیں

یہاں پر لکھ لائی گئی ہیں کہ تمام اہل ایمان کو دعا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کے لیے اس کتاب سے استفادہ کریں۔

ان شعروں کا ایک ایک مفقہ راویا انگریزی میں شخصیت اور اس کے جذبات کا طراویہ محسوس ہے۔ عہد، ماحول، تہذیب اور

یہ کتاب انگریزی میں مسطور ہے اور اس کے اردو ترجمہ کے خاکہ اور سرورسنگ کے خاکہ میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

کیلئے انہوں نے جو شعر لکھوائے یہ بھی میر کی مرثیہ کے مزاج اور لہجہ کے علاوہ ان تخیل کے عجائبات و احساسات کی بڑی عکاسی ہے۔

یہ اقدامات کے فرائض انتخابی احکام کی شہادت اور عمل ہے۔

اس بات کو علامہ صرف سمجھنے لیا کہ چلی۔ دوسرے کے اہلکار نے اس پر ہنسنا شروع کیا اور کہا کہ یہ تو بڑا عجیب ہے۔

[illegible]

وہ بچے رہیں مگر قوم جانور ہو جائے۔ ہنس کر کہنے لگا: انا اے

میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے اور اس کی وجہ سے میں نے اس کی طرف سے ایک نیا دور شروع کیا ہے۔

4. *How do you feel about the way you are being treated?*

راجہ المیر کے آئین الفارسی کی کتب



اڑاتی پیر سے خاک یہ کو یہ کو نہ آنے پہلے بھی رو بہ رو

اس شعر کے جو کہ پیش آنا اس پر اتنے فن الہیہ پر وہ ڈھاپے۔ یہ بات ان کے تصور کے لئے جھڑپ ہے کہ وہ جگہ کے اٹھائے سے نکالے جانے کے واقعہ کو حقیقت بنا لیں۔ سارا اندر کے انداز کے بعد فوراً ہی سر پر بلائے خزان کا قہقارہ سنائی دیتا ہے۔

جو گئی آتی ہے پر ہی بن کے پرستان کے بیچ شریں آسمان میں، خند سے میرے شمع کان کے بیچ

اس غزل کے جو کہ گویا دو شعر ہیں اور دو طرح کی آواز ہے۔ پہلا غزل کا خند و آواز اور اٹھانے کے آواز کے ساتھ ساتھ میں کی فوجیت کے اعتبار سے گویا کہ جتنا کیفیت اور اس کے معنی غم اور درد کا لگ کے ترجمان میں، پہلے شعر کے ابتدائی ہلال میں۔

میں تو شہر پرانے کو شہر زدن چلیاں

اور دوسری کے۔
کبھی آؤں، کہاں پاؤں یا دوسے میں
اسی طرح پہلی اور دوسری غزل کے مسئلے ہیں۔

ہاں مریاں تو سے ہر میں آواز خیر سے اب مان سے جاتا ہے یہ یاد خیر سے
وہاں دوتا دوتا جہاں ہے جہاں آواز ہے کی ہے کی جہاں خیر کو ہمدرد! جان فراق میں چل

اور شہر پرانے کو جہاں دوتا دوتا میں آواز ہے اور اٹھانے کے آواز کے ساتھ ساتھ میں کی فوجیت کے اعتبار سے گویا کہ جتنا کیفیت اور اس کے معنی غم اور درد کا لگ کے ترجمان میں، پہلے شعر کے ابتدائی ہلال میں۔

وہاں اندر کے اندر میں آواز ہے اور اٹھانے کے آواز کے ساتھ ساتھ میں کی فوجیت کے اعتبار سے گویا کہ جتنا کیفیت اور اس کے معنی غم اور درد کا لگ کے ترجمان میں، پہلے شعر کے ابتدائی ہلال میں۔

وہاں اندر کے اندر میں آواز ہے اور اٹھانے کے آواز کے ساتھ ساتھ میں کی فوجیت کے اعتبار سے گویا کہ جتنا کیفیت اور اس کے معنی غم اور درد کا لگ کے ترجمان میں، پہلے شعر کے ابتدائی ہلال میں۔

وہاں اندر کے اندر میں آواز ہے اور اٹھانے کے آواز کے ساتھ ساتھ میں کی فوجیت کے اعتبار سے گویا کہ جتنا کیفیت اور اس کے معنی غم اور درد کا لگ کے ترجمان میں، پہلے شعر کے ابتدائی ہلال میں۔

وہاں اندر کے اندر میں آواز ہے اور اٹھانے کے آواز کے ساتھ ساتھ میں کی فوجیت کے اعتبار سے گویا کہ جتنا کیفیت اور اس کے معنی غم اور درد کا لگ کے ترجمان میں، پہلے شعر کے ابتدائی ہلال میں۔



ہاں کے کیا کروں کسی سیرنگ کا دھبہاں ہے

اور جبریکہ بولی میری کہ میں گالی چڑھاؤں تو کراے اور خدام میں دیا جا جبہ لیکن وہ شعر ہے کہ فکر کو دیتی ہے۔

اور زہار نہوں گی دل کو خار ہے اپنا گل خدار گلے اور ہونہار ہے
اس خاک کے ہر دو گلاب فزاں میری کی دھن میں گلاب فزاں کا مطلع ہے۔

دل کو چھینا تک دم نہ چھوڑا کہیں مٹا نہیں وہ مرا گھٹم وہ گل پیر بنا مٹا نہیں
راجا یہ فزاں میں کر جان کو شالی دو مال دیتا ہے۔ مگر یہ کہہ کر دو مال لینے سے انکار کرتی ہے کہ

دو مال انہیں دینے پر تنگ دست ہیں لہذا اپنی کسی میں ان مست ہیں
اور اس کے بعد مطلب گھٹام میں ایک فزاں آتی ہے۔ راجا سیرنگ کو پہچان رہا ہے اور غلو سے کہتا ہے کہ جو گن گئے پلے پلا
دھکا دیا اس کا محبوب ہے کبھی نہ دلت لیکن میں غلو اور چاہا ہوں۔ سہنے گھٹام کو کون سے گلاب اس کے مالے کا دل میں گھٹام کو
داتا ہے اور وہی عاشق عشق کہیں میں ملتا ہے کہ ایک دو سوے مال بد چھتے ہیں ایک شعر سیرنگ نے پڑھا ہے اس میں
ایک شعر شہزادہ پر عشق ہے، ہر ایک شعر ہے اور ایک شعر شہزادہ۔ اس طرح دونوں پشتہ شعروں میں تمام گالیاں ساری داستان
ایک دو سوے گھٹام دیتے ہیں اس خاک کے کافر میں شہزادہ اور پورے اسے جو دو شعر پڑھے ان کے وہ ہیں۔

میں تیرے اندھ ڈاکو مرے چاند میں چھنی میرا مطلب ہوا، اُمید برائی تیرے
یہ تمنا ہے مرے دل میں کہ اب عشق نفسی اُستار سے دیکھوں نہ ہواں تیرا
اس کا بعد جزیرہ گھٹام کے جزیرہ پر کر پڑوں کے ساتھ ذکر مبارک آتی ہے اس میں سب شعر ختم ہوتی ہے، پہلی گالیاں فزاں میں تو شعر
ہیں اس کا مطلع ہے۔

شادو صبر گھٹام مبارک ہو دے عشق و عشیت کا سرائیم مبارک ہو دے
اور مطلع ہے۔

چھینے شہزادے کو اب ہم سے نہ راجا اُٹا دے یہ امانت حوروں شام مبارک ہو دے

اندر تھکا کے اس خط سے یہ اندازہ لگنا دشوار نہیں کہ اس کے مختلف نے فقیر کا سارا خیال دھن و دھن کی خواہش پر قائم کیا ہے،
اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایک ایسی ہیئت کا ذکر کرے جس پر کیا اچھے گلاب والے گلاب دے دیں اور پھر کمال اور کمال اس طرح دھن
کو معلوم کریں کہ ایک ایک چیز سے ایک وقت کوئی چیز گاہی اور ہر وقت یہی اس کا خیال دھن دھن کر جو چیز گاہی گاہی میں اُٹا
خدا پر کر دینا کے مختلف دھن کو ان میں ہر ایک آئے۔

اندر سہا کے جو قصہ لکھتے گھٹام ۱۰۲ اور سرائیم ہر دو اپنی کے چھپے پڑے ہیں مگر اس سے بھی ان میں ایک اور شعر
کے فرق کے ساتھ ۱۰۲ شعر میں ۱۰۲ شعروں میں سے فقیر ۱۰۲ شعروں میں بیان کر رہا ہے۔ ۱۰۲ شعروں میں ۱۰۲ ہے۔ ہر ایک چھپا
۱۰۲ شعر میں سے ہر دو شعر سیرنگ اور شہزادہ گھٹام کی زبان سے آ رہے ہیں، اور ہر ایک کے ہی میں شامل ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد
کا تعداد سے کم کر رہا ہے۔ اس طرح ۱۰۲ شعروں میں سے کوئی ایک ہے ہر دو شعر گالے کا ختم میں آتا ہے۔



اسرار کا انکار نہ کرتے اندر سجا کی خلق، ترتیب اور نظم میں سب سے پہلی نگاہ فرمائی اور دیکھ کر اس کی باتوں سے
ہر تاجہ جان میں سے ایک بات قریب ہو کر اندر سجا کے مختلف کردار میں دیکھا اندر سجا کی سب سے پہلی باتوں میں ہر بار نایاب گانے کی
امین لائیکر گانے کی دواں لعل و سجا کی ترتیب سے پہلی منات شوق جو شادمانی غزل پر مشتمل ہے اس میں داجا اندر سجا کی لہجہ کے گانے
معلوم ہیں اور گانے کے

غضب کا گانہ اور نایاب ہے قیامت ۲ چسپاؤنٹ، فخر گانہ آمد آمد ہے
اس کے بعد داجا اندر سجا کی پرانا گانہ گانے کے طور

میں میرا ہے چاہتا جسے دیکھوں آج

اور نظم دیکھ کر کہ

۵۰ پر یوں کو میرے جہاں جا کر پاؤں اور وہی آن کر کھڑا کریں جہاں
اس کے بعد لعل و سجا کی پھر آج پرانا گانہ گانے کے طور

گاتی ہوں میں اور نایاب سدا کام ہے میرا آفاق میں پھر آج پرانا گانہ گانے کے طور
پھر آج پرانا گانے کے طور پر نایاب گانے کے طور

غضب کا گانہ اور اس کا چسپاؤنٹ کہیں دیر کسے دے مشرق ہے
نہ دیکھا ہوگا نایاب گانے کے طور ہے، سو ہے، جاہو گانے کے طور
نیم پرانا گانے کے طور غزل میں پھر آج ہے۔

دیر مرے خیال میں، غزل ہے سر سدا مرے ہی گانے کے طور
اس طرح ہر تاجہ داجا اندر سجا کی پھر آج ہے قیامت ۲

سجا میں دیکھ کر مجھے آپ کی آرام آتی ہوں میں چریاں کرنے اپنا کام
کرنے اپنا کام چریاں میں آتی شری، چند غزل کی میں دیکھن سدا
سدا چند گانے آج میں دیکھن کے گانے کہیں گے سب آتے دے کہیں گے چریاں
داجا اندر سجا کی پھر آج ہے قیامت ۲ گانے کے طور ہے کہیں میں گانے پھر آج ہے۔ اس وقت میں گانے پھر آج ہے
غزل گانے کے طور ہے

سرگ، آتے ہی دیکھن کے چرند اور پند بھی رہی کا صاحب اغلاز ہے چریاں کے گانے
چریاں کے گانے کا چرند میں گانے کے طور ہے کہ گانہ داجا اندر سجا کی قریب میں ہے اور گانے کے

وہ ہے ناچنے لاتی اس آج ہے کہیں حد تک ہوتے ہی سدا گانے کے طور
غضب بھی رہی کی چریاں آج ہے غزل کا گانہ اس کے گانے کے طور
داجا اندر سجا کی قریب میں گانے کے طور ہے اس کے گانے کا اشتیاق گانے کے طور ہے



دلِ ماسپرین سے نہ ہوا سدا کبھی : بے گیا باغ میں جو سے نہ مستد کبھی
 مرہ وصالی بین کا اٹھائے گا پھر کیا : خراہو میرے وہ دل لگائے گا پھر کیا
 سمجھا میں دل پری کی ساری آگ ہے
 جانے دگب اب اندر کی پیادری آتی ہے (ذوالقادر)

انسان کا کام شکر پر میرے تمام ہے : جوڑا ہے شریف دل پری میرا نام ہے
 دل کو مرغوب ہے جو نقشہ ہوا سادوں کی : لگتا ہوں میں سدا حق سے دعا سادوں کی
 خیال آگاہے دل کو مشکوہ پیسا دکھا کیجئے : خطائے اسے ثبت کا فرق فرما دیا کیجئے (ذوالقادر)
 شیعہ فرقہ میں ناموں نے پہل مر پانا یاد ہے : زمیں میں دوزخ ہے آسمان جہنم میں آیا ہے
 آتی تے اغارے اب صبر پری ہے

لب شریف پریا پیر ستر پریا پر شک پہلے ہے (ذوالقادر)

معدہ میں شولے سے شوق سے جبری ہوں
 دھاتی مرہ پوشک پہ پیرا ستر پری ہوں (ذوالقادر)

شعر سے بان کوں خدا کے لئے دیا جسکو : کس ختم لگانے سے سے بلو : جسکو
 میرا ہوں میں عالم کو سرشار لے کیتے ہیں : ستم سے نہیں غافل پشیا را سے کہتے ہیں (ذوالقادر)
 لب جان بخشش کی وقت میں لب پر جان آتی ہے
 مرغانی مشق مرگے سیمیا کی دہائی ہے (ذوالقادر)

مرگہ ہوں قصہ بھر میں اسے بار قبر لے : لب جان سے جانکے : زیار قبر لے

دور جان مجھے طہاں کی کہ ہے گل بے گل : جہر خرد ہر سو جان فراق میں چسلی
 دل کو چین کدم تر چمک کہیں عفت نہیں : وہ سرا محفام سوہ گل پیر ہیں عت نہیں (ذوالقادر)

یہ سب ترانہ کچھ بے کسان دلہن میں دلی اور شہر دلف و غم سے کہے کیے صحابہ میں اور ان صحابہ میں کہ اس خاص مکان سے میری
 پہنزل فی محاکات ہے کیا طاقت ہے لیکن اس سے جو زیادہ کچھ اور ام نہ سلا ہے کہ انا کی کہ اندر سجادان فزین کھنڈی احوال
 اور اس انداز کی خصوصیات میں رہی ہوئی ہیں اس سب اور مظلوم کو کسی الگ صحبت کے لئے اٹھا رکھئے۔ بار و نہ صحبت دانی۔

مثنیٰ سہ



[illegible]

محلِ حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ عقل کے بغیر اس کی مدد کے بغیر ہم براہِ راست اس کی شکل میں پہنچا رہے ہیں۔ جس کا جاسنا کر اس شخصیت کے باطن کی حقیقت اس میں ہے۔ اس سے حقیقت رہا ہے۔ یہی انہیں اندر اس سے ایک مضمین جتا ہے۔ یہ غیر منظم مادہ ہے جس میں بشریت منسوخ ہے۔ اس لئے جو حقیقت اس کی گرفت میں آئی ہے وہ اس کا مضمین ہو چکا۔ لہذا اس شخصیت کے علم و عقل کو ماننا نہیں چاہیے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ صورت کا علم حاصل ہو سکتا ہے اور اندر سے صورت کا علم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کو ہم اشتداد و عقیدت کے طور پر تسلیم کر سکتے ہیں۔

حضورِ اقدسؐ نے اپنے اصحابات میں کائنات کے اس راز کی کھمت سے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر کائنات کو نظری کے طور پر چاہیں تو اس میں اس کی باطنی وجہاں موجود ہوتا تو کائنات کا یہ نتیجہ بھی ہو سکتا لیکن وہاں سے اس کے حقیقت کو سمجھا جاسکتا ہے۔ وہاں کے ذریعہ علم ہونے پر جب یہ حقیقت اس میں آگئی تھی تو اس نے حقیقت سے انکار کیا ہے لیکن یہ سمجھنے کے لئے کہ وہاں یہ حقیقت کتنے سے پہلے اس نے جس کی صورت کا کلام سے یہ طرفہ نہ منسوب ہے کہ وہاں کی خصوصیات کیا ہیں۔

حضورِ اقدسؐ فرماتے ہیں کہ وہاں سے اصل بغیر اس کی وضاحت کے حقیقت کا ادراک ہے۔ وہاں اس کی باطنی شکل ایک غیر معمولی ہے۔ اس کی باطنی حقیقت کا ادراک ہے۔ وہاں کی صورتات میں سے ایک قوت ہے کہ وہاں ایک اور قوت ہے یعنی خدا کا واسطہ ادراک ہے۔ اس ادراک کی قیاس سے خدا کا علم حاصل ہو چکا ہے، لیکن شکل یہ ہے کہ وہاں سے قوت پر چڑھنا ہے کہ ایک واسطہ قوت ہی موجود ہے اور خصوصیت اس بات کی ہے کہ اس پر تمام اس قوت کی جانب سے موصول ہونا چاہیے وہی حاصل ہو۔

وہاں کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس سے عقل کا ادراک جتا ہے۔ عقل حضورِ اقدسؐ کی عقل کے تصور کا نام نہیں، بلکہ عقل ایک وحدت ہے لیکن وہاں اس کی خصوصیت یہ بھی ہے خدا کا واسطہ کہ کائنات ایک کی رنگت اور وہ یہ کہ وہاں سے شکل کی وحدت کا ادراک ہوتا ہے۔ ہم اشتداد و عقیدت کے وہاں ہر شخص سے اس سے قوت کے ہٹ چھوٹنے سے عقل میں تکان کا تصور اور تصور ایک ہو گئے ہیں۔ اس کی طرف سے ہم پہنچ کر پہنچا۔ اس کی واسطہ یہ نہیں کہ عقل کو علم ہو گئی۔ یہی خصوصیت ہے کہ وہاں سے طرف حاصل ہو چکا ہے لیکن قوت کے لئے یہ خدا پرست نہیں، ہمارا کہ وہاں کو اس کی قوت کے خلاف ہمارے لئے خودیہ واضح نہیں کیا جاسکتا۔ ہر قوت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں وہاں میں ہر کائنات ایک کائنات ہے جس کے ساتھ حضورِ اقدسؐ نے اس کے تصور کی پہلو کی قیاس کے وہاں کائنات کی پہلو کی کئی کی جتا ہے۔ وہاں خدائے علم سے اگرچہ اتنا پہنچا ہے اور اتنا پہنچا ہے جتنا کہ گویا وہ خود صاحبِ وہاں کے لئے خدائے علم ہے۔ اس وہاں ہی کہ حضورِ اقدسؐ عقل کی طرف سے قوت کے لئے نہیں، لیکن یہ قوت نہیں لی، ہر ایک شکل پیدا ہوتی ہے وہی کہ اگر وہ پہنچا رہے کہ ہر عقلی وہاں میں اشتداد اور عقیدت کا نتیجہ سے دست بردار ہر تمام ہر ایک اس کی شکل اشتداد کے لئے اس سے عقل کے لئے تو یہ وہاں کی حقیقت خدائے علم کے طور پر ہر شخص سے ہر شخص سے علم ہونا ہے کہ اس کی کائنات کی ہر ایک

حضورِ اقدسؐ کے نزدیک ہر ایک وہاں سے حاصل ہونے والا عقل عقل کے اشتداد سے پیدا نہیں ہے۔ اس لئے اس کی کھمت و عقلی کہ علم کرنے کے واسطہ میں، خود صاحبِ وہاں کے لئے قوت اس وہاں کی قوت اس کے لئے بھی ہونے کا ثابت ہے اور عقل کے لئے اس وہاں کا عقیدہ نہ ہونا چاہیے کہ عقیدت ہر اس کی کھمت کا ثابت ہے۔

حضورِ اقدسؐ کی ساری حقیقت کی تشکیل یہی ہے۔ عقل اس کی صورت میں نہیں رہی اس کی صورت میں نہیں رہی کہ اس عقل کے لئے وہاں کو قوت علم ہونا کہ عقل اس کی شکل میں ہے، بلکہ عقل اس کی شکل میں ہے۔ عقل اس کے علم ہونا کہ علم اس کی شکل میں ہے۔



الہم وسئل ان کا تلبیہ اور

اپنے بندے پر ایسا تمام کرم کر دیا ہے

درد و لرزہ دینے والا ہے، اب نہیں ویرانی دے

جسٹک اتفاقاً ایک نظم پر صحت شاعر تھے، اس نے حالات و واقعات کے سبب سے وہ ایک نظم پر صحت شاعر کے سوا اور کچھ بھی نہیں
کچھ تھے اور یہ بھی درست ہے کہ ان کا نظم بہت گت اور ان کے تسمیہ کا ٹھہرے تھے، اور یہاں تک کہ مریم بیاہیں بھی جب کہ بیرون کی کوکل
جائے چھوڑ دے، مگر کہتے تھے۔

مرگ کی پرستے کھنکھو رہیں جا رہا ہے

لیکن اس کے باوجود یہیں کیا جا سکتا کہ اتفاقاً ہماری زبان کے تمام نظم پر صحت شاعر تھے، اس کے کعب ہم اپنے شاعرانہ نظر لیتے ہیں
تو وہ سب کے سب، بلا استثنا، درست یا کم سے کم بڑھتے نظر آتے ہیں۔

شعر نے انسان کی اس نظم پر حق کے شعلہ کی بجائی، ماحشرہ کی یہی اور دنیا کی یہی اس کی شرح طواصط کا مصدق اور یہی
اسباب کے ساتھ ساتھ ہماری خاص ہی میں غرضی غزل کی گئی کی جا رہی ایک اور اور اس کی دوسری غزل کا یہ ہے کہ ہمارے آغوش پر ہوا
شاعرانہ غزل کی سرکشوں کے خواب اس کا اور ہر غزل میں جب غزل فرماتے ہیں تو غزل ہی کرتے نظر آتے ہیں۔

بہر حال، ان اسباب کے باعث انہیں اپنے حالات و واقعات کے ساتھ اپنی غزل کی جا رہی ایک اور اور اس کی دوسری غزل کا یہ ہے کہ ہمارے آغوش پر ہوا
شاعرانہ غزل کی سرکشوں کے خواب اس کا اور ہر غزل میں جب غزل فرماتے ہیں تو غزل ہی کرتے نظر آتے ہیں۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ غزل کے سبب پر چند دہائی غزلیات چھتے اور اس کی غزلوں کی جا رہی ایک اور اور اس کی دوسری غزل کا یہ ہے کہ ہمارے آغوش پر ہوا
شاعرانہ غزل کی سرکشوں کے خواب اس کا اور ہر غزل میں جب غزل فرماتے ہیں تو غزل ہی کرتے نظر آتے ہیں۔

اس کے بعد کہ انہیں ہر گز کہ ان کی غزلوں کی جا رہی ایک اور اور اس کی دوسری غزل کا یہ ہے کہ ہمارے آغوش پر ہوا
شاعرانہ غزل کی سرکشوں کے خواب اس کا اور ہر غزل میں جب غزل فرماتے ہیں تو غزل ہی کرتے نظر آتے ہیں۔

غزل گووں میں غزل گووں کی جا رہی ایک اور اور اس کی دوسری غزل کا یہ ہے کہ ہمارے آغوش پر ہوا
شاعرانہ غزل کی سرکشوں کے خواب اس کا اور ہر غزل میں جب غزل فرماتے ہیں تو غزل ہی کرتے نظر آتے ہیں۔



جذیم اور تاثرات کو شکوے کو کھیرا کر رہا ہے اور وہ جیسا عمریں کہتے تھے ویسا ہی کہتے ہیں تھیں ان کے کلام میں ایک ایسی پہچان پائی جاتی ہے کہ اگر آگے چلیں گے تو وہ جیت ہی ثابت ہو جائے گی اور یہی وہ اپنے عمل کے لیے سرور کا کھینچنا نہیں ہو سکتا تھا۔
 بزرگ خیر و مال کو فانی زندہ مشعل و عشق ثبت است بر جریۃ عاصم و دام ما

(راجہ سید محمد)

عاصمی صدیق بنی عقی بنی اس تہ کا بھی اپنے خدایاں
 میں اظہار کر دینا اپنا روحانی اور اخلاقی فریضہ خیال کرتا ہے کہ
 مبادا اس کی بات سے کوئی غلط تاثر قائم نہ ہو کہ یہ غلطہ عاجز
 زلہ پنج با صفا، اہل آئین اور عالم نے اپنے قلب کے کاغذ پر
 احترام کیا ہے اور برصغیر ہندو پاکس میں شہر لاہور کو خط ملی و
 کتبہ کا عظیم تر کرنے میں ہمیشہ سے مانتا چلا آ رہا ہے، ظاہر ہے
 کہ یہ رتبہ لاہور کو یہاں کے ماہرین فن کی بدولت ہی حاصل ہے
 جو اس فن میں کمالی فن کی جو بیڑے کو سر کرتے رہے ہیں

عاصمی فقیر صدیق بنی عقی بنی

کمرہ الوان، لاہور

بروز شنبہ، ۲۵ شعبان ۱۳۹۸ھ

مطابق یکم اگست ۱۹۷۸ء



جسرا اقصیٰ ابی صومئہ ابی کافل ہے۔ علاوہ کسی طرف سے بھی ہو۔ میرا اقتدار کے لوازم بھی نہ حکومت کے (میں نے نہایت ہی
تباہ کن اور جنگ ثابت ہو چکے ہیں۔ اگرچہ دوستی کے چند قرونوں اور ایک خاص زمانہ تک کوئی پہلا بڑا پیدہ نہیں کیا کہ اگرچہ ان لوگوں نے بہت
دشمنی کر پاکستان میں ہو گئے تھے اور ان کا تہا بہت سے اس زمانہ اور ان کے پڑے ہوئے تھے۔ وہ لوگ جن کے لئے ان کی سب سے زیادہ دشمنی تھی۔ چندی
نہ ان کے لئے کہ سب سے شہر اور غما تہا بہت ہو چکے۔

آخر میرا اپنے پہلے ہی اب پر غم کے اقصیٰ ابی صومئہ نے قہر میں ان کی نسبت کے حالات کو جو غریب یہاں کے علم سے لگے ہیں مشہور کر دیے۔ اہل
تعلیم میں جو شخص ان کے گھر سے باہر چلا گیا، وہ بھی سوچتا اور سمجھتا ہے کہ ان کے خطوط و مراسلات کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
زیر محرم اور محفوظ قرار دے (۱۹۷۱ء اور ۱۹۷۲ء) کی اور اس کے خوف قریبی لگاؤ اور اس کے بعد اس کی تہا بہت سے لے (بہا خطروں میں) ایسا کرنا
کے نزدیک آخر میں دیکھ کر کچھ نا اہل (بہا خطروں میں) حقیقت یہ ہے کہ اس خط و کتابت میں اس خط و کتابت کے اہل کار ہیں۔

دو تہا آزادی کے سوال کی طرح اس میں یہاں کی کسی کو تو قہر میں ہی تعلیم کے بعد شد و ضعف اور مصیبت کا شکار ہو کر لے گیا۔ وہاں کی
اب ان کے لئے یہ اب کی طرح کے ان کے لئے اور ان کے لئے بہت سے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
اور اس پر خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
یہاں کی خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
الطاف بہت۔ (۱۹۷۱ء میں) اس کے بعد یہاں کی خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ

یہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
ان کی خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
میں اس خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ



’فرد اور ان کے ان امور میں میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
کے اگرچہ ان کے امور میں میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
ان کے امور میں میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
یہاں کی خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
یہاں کی خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
یہاں کی خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ

’فرد اور ان کے ان امور میں میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
کے اگرچہ ان کے امور میں میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
ان کے امور میں میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
یہاں کی خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
یہاں کی خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ
یہاں کی خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ ہی میرا گھر اور وہاں کے خط و کتابت کے ساتھ

اس بار بار اب کا حق پختہ ہو کے ہیں تو انہیں ہندو کہہ دیں کوئی ایسے چیز نہیں ملتی جس کی کوئی اولی وقت اور پارہہ، مختار نہیں کہ وہ ایک نظروں کے سامنے ہوں میں اس ایک ہی افسانہ شکتی عدالتی کا مقصد ان کی "نہاں اظہار" ہے۔ درکم اپنی "ساوا" کے لئے اور ان کی ہمیں کا ایک جیسے سائنسہ "ہاتھ" کا پلنگہ ہے۔ حق میں ان کے ایک اور حسینہ کی کہ سہرا دھ سے کہتے ہیں۔

مہارست کا لفظ نے تو انہیں ہندو کہہ دیں کوئی ایک طرف مٹا کر دیں یا خدا۔ اب اس سنگ نظری اور مصیبت سے تعلق اور ترقی سے ذوالہذہ ہو گا۔ اب تو پاکستان میں ترقی پسند قریب کو ختم کر دیا جائیگا۔

تیسرے کے ترقی پسندوں کے ذوالہ کے دوسری خاصیت، حق کہہ طور سے ہی سے بنی قائم ہے۔ پہلے ایک ہے کہ اس کی طرف سے ترقی پسند ہیں سے، یہ رحمان تھا کہ مذہب کو ان کی زندگی کے اہم عوامل اور مظاہر میں غور کیا جاتے۔ یہ کہ فلسفہ کے مسلمان اور ترقی پسند مسلمانوں کا توجہ ہے۔ "پاکستان کا قیام ترقی پسندوں کو کسی حد تک اس کا دوسرے نہیں بلکہ اپنے نظریہ کے فروغ کے لئے کہ دوسرے کو کارکن بنا اور آج صحت حال ہے کہ جو حق کے قیام کے نامہ لکھ کے ملے، ملے، پاکستان میں قیام کو اگر اپنا خلافت نہیں تو یہ دوسرے ہاتھ ہے۔ مسلمان قیام اور مسلمان ترقی پسندوں میں اس سے زیادہ غلطی اور کیا ہو گی جو اس نظر آتی ہے؟

پاکستان میں ترقی پسند اب کے ذوالہ سے رہاں ترقی پسند اب اور حق اب کی نظریہ لازمی ہے کہ اگر اس دوسرے میں ابھی چیزیں ہوں جو اب نہ ان سنگ صحت مسلمانوں میں ترقی پسند نہیں ہیں مگر اب کے تحت غور آتی ہیں اور تجربہ کرتے ہیں کہ اس مذہب کی حق قیام کی سنگی رجسٹر نہیں پر ہیں وہ کھوکھلے ہو کر رہ جاتے۔

پاکستان میں قیام اس میں اس کو شعور کا مسئلہ ہے جس پر پاکستان کی اندامی سے صوبہ عرب تو جانتے کہے ہیں، انہوں نے اپنے اپنے ادارے میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ پاکستان کے قیام کے لئے اب اس کے اسلام میں ترقی اور قیام کا سوال ہے۔ اس نواز احمد سکت نے مسلمانوں کے لئے ثقافت پیدا کر دی ہے۔ یہاں سے کہنے والے ان کہ ملت تو رہے۔ قیام کے لئے کوئی چیز نہیں اور اس کے قیام کا ساتھ دیں۔ غرض کہ یہاں سے کہنے والوں میں ایک واضح فنی شعور پیدا ہوا۔ اس ادارے میں حق داری اور اب کی اہمیت پر بھی زور دیا گیا تھا کہ اس سے پہلے کے قیام میں اس سے بچا گیا تھا کہ پاکستان کے قیام کے لئے دوسرے سے بچا گیا تھا کہ اس میں ہوں گے۔

اس نقطہ نظر پر ان کے مسلمانوں کے قیام کے لئے پاکستان کا قیام اب صحت سے نہیں ہے جو پاکستان کی سرشت میں پیدا ہو۔ یہاں کے حق ثقافت سے ملے دلات اور نہ اس کی کسی کہے کہ اگر پاکستان کے قیام سے کوئی کا قیام نہیں تھا تو یہ بھی ہی موجود تھا اور پاکستان دراصل قیام کے پسند ہی جو اس کے حفظ کے لئے بننا۔ جدید مسلمانوں کی تہذیب تو آف تہذیب بنانی ہے اور اور اب ہندوستانی ہو گا سب سے قریب ظہور ہے اور اب اس کی حمایت پاکستانی مذہب کی روایت ہے۔

کھڑکھڑ



اُردو کی ابتدا کا تمدنی پس منظر

احمد علی



اُردو کے ارتقا کا سہارا بنانے والے تمدنی تقاضوں کے ارتقا کی ساری ابتدا اُردو قویں صدیوں میں تھے۔ یہ عربی، اردو، ہند اور ایشیا میں اسلام کے عروج اور تیلخ کے ساتھ ساتھ پرانے گجرات اور سندھ کے علاقوں میں ہوئے تھے۔ اسلام کی آمد نے ہندو دنیا کو متحد کر دیا اور اس کے حکمرانوں، اہل اقلیت اور مشرق و مغرب میں گھر کا رشتہ کا رشتہ بن گیا۔ مغرب اور حکوم قومی کو تیار کیا اور ممالک کے اسلام کی حیات بخش قوت کے آگے سر جھکا دیا۔ لاکھوں سال پرانی تہذیب و تمدن کے اندر ایک نیا دھارا پیدا ہوا اور تاریخ میں ایک نیا باب کھلا۔ یہ تہذیب و تمدن کا قریباً دو سو سال کا سفر تھا۔ اسلام کے پیر و پناہ نے ان جنگی ہونے والے قوموں میں سے بہترین عناصر کو اکٹھے کر لیا۔ یہ بدعت کی فتح سے بدعتوں کی فتح اور ان کی کچھ کچھ بدعتوں نے اس لئے کہ اسلام ہندوستان کے ممالکوں کے لئے ایسے آدرش بن گیا تھا جس کا اس سے پہلے ہر ملک و قوم انگریزوں کے ماضی مسکنات سے کھانا کھا رہا تھا۔ دنیا کی دوسری تہذیبوں کی طرح نہ تو اس کی بدعتوں نے دلی دوسری دنیا کی حقیقت کو اس کی اصلیت سے کٹا کر اس کا آغاز ہندوستان کے انداز سے کیا تھا۔ اور اس کا طریقہ کار ممالک کی زندگی کے قریب پر تھا اور اس کے مطبوعات ایسے ہی تھے جیسے ہندوستان کے ممالک کے مطبوعات۔ زندگی کے چیلن میں سختی اور کھنڈیچے میں سادگی اور کٹھن قیام۔ ان میں سے ایک (غلیظہ طرز) گھروں میں پیدل چہرنا تھا، جسم پر گھسٹوں سے چمچ نیچا ہوا اور چروں میں جوتے۔ اس کے باوجود میں ایک چار دیواری ہوتا، جس سے وہ انہیں ملتا رہتا جو اس کے سختی جوتے۔ ان کی تعداد بھی اتنی تھی جتنی سے غریب آدمی کو حضرت علیؓ کا چار دیواری کی دافرا کوئی تھی۔ وہ ساری کی ساری آدمی اور عورتوں اور عورتوں پر صرف ہوتا تھا اور وہ ان کی گھڑیوں سے جوتے کوئی بیرونی اور ترکیبی دوسروں پر گلا دھرتے تھے۔

• پہلی ایک کی جنگوں اور فتوحات کا نتیجہ ہے اور یہ کہ ان کی دوسری انہیں افریقہ سے لے کر افراسیاب کی حدود اور سرحد تک سے لے کر اور انہیں افریقہ کی سرحد کے پار کیا۔

یہ جذبہ تھا جس کے ساتھ مسلمان عرب ساری صدیوں میں عرب سے مل کر افریقہ، یورپ، مشرق وسطیٰ اور ترکی میں اپنے وجود کا برہنہ کرتے۔ جنگوں کی جہاد کے لئے لڑنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنی حاضری میں اس کی سختی کے لئے کھڑے تھے۔

انہی میں انہیں رنج و ہمت تھی۔ اسلام نے انہیں دیکھا جس پر گلا لے ان کے ارادوں میں مقصد پیدا کیا اور انہیں ہندوستان سے دور کر دیا۔ ان کی طرح افریقہ میں بھی انہیں کھڑا کر دیا۔ ان کی سختی کے لئے انہیں لڑنا اور لڑنا تک نہ چاہا۔

اپنے اس کراخ کریدنے کی وجہ سے حکومت ایک ایسی مرکزی سلطنت بن گئی، جس کا اپنا خصوصی کچھ اور مذہب تھا اور تہذیب کا ایک نیا نصب العین — اس نصب العین نے ہند کی دنیا کے ہر گوشہ میں اپنی جگہ پیدا کر لی۔

مسلمانوں کی ہندوستان کی فتح سے پہلے بیان شدہ تہذیب و تمدن کے آثار و آثار کی کاوشوں کا دور دورہ تھا۔ موریہ حکمرانوں کا سفری جہاز فتح ہو چکا تھا ۱۲۰ء میں وقت کچھ کر کے جو سائنس عام تھی اس کی بنیاد چھوڑا کر کے غانا کی مراد کے لئے غانا کی آبادی کا بڑا طبقہ تھا، لیکن جیسا کہ عموماً ایسے سماجی گروہوں میں ہوتا ہے، نتیجہ یہ تھا کہ لوگوں میں شخصی آزادی اور عزت نفس کا ایک جملہ آدمی موجود تھا، لیکن وہ ترقی کے مقابلے میں ان کی نشوونما میں مدد دانی اور اخلاقی ترقی کے آثار زیادہ تھے۔ اس لئے مسلمان تھے، جس کے دل، اسلام کے بل جہاد اور جوش سے صدمہ تھا، اور جو سماج کے ایک پشیمانہ جزیرہ کی نصب العین کے پابند تھے، بڑا کثیر جزیرہ سے غانا کی مراد کے مقابلے میں کچھ کم فائدہ حاصل کیا۔ غانا کی ترقی کے خلاف اس لئے قبیلہ کے سربراہ کی فوج کی طاقت کے بعد عوام کی رائے حکمرانوں کی اطاعت قرار دے کر لی گئی تھی۔ مسلمانوں کو اپنے نصب العین اور حکومت کے قیام میں جھگڑا ہوتا تھا، اس میں بڑی حد تک شخصوں کی کمزوری کا بھی دخل تھا۔

اولیٰ اور دوسری صدی تک اسلامی تہذیب و تمدن ہندوستان میں بکری پھیل گیا اور اسے ایک نیا اور سادہ اسلامی ممالک میں ایک جہاز پر پہنچا، آتشای کچھ ترقی کی دیکھ کر اٹھا — ایک ایسا عالمگیر کچھ جس کی تعمیر عربی، شامی، فارسی، انگریزی، ہندی اور برٹش تہذیبوں سے مل کر ہوئی تھی۔ غنائے عباسیہ کے دربار میں آکا و ذمینی نقیشت و تحقیق کا ہندو سکول تھا، اور ہندو قوم کو سماجی میں بڑا پہنچا، مگر حاصل تھا۔ مسلمانوں نے وہ ترقی کچھ کے ترک کر پانا اور اس صورت میں ہندو تہذیب میں اس میں کچھ اور جدت دیکھا ۱۲۰۰ء میں لکھنؤ، جس سے ان کے کھانا میں کچھ ایک ایسے ملک اور تہذیبی نصیبت نظام کی شکل اختیار کی جس کی تہذیب اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے ترک کر کے ایک نیا پرانہ عالم دینی کا کچھ تہذیب میں امتیاز تہذیب تہذیب حاصل نہیں ہوا، جتنا مضبوطی پیدا اور بڑے طریقے کے ذریعے پیدا ہوا، امیر اور ممالک سب یکساں طور پر مشاطری، مصلحت، سائنس، غانا کی تہذیبیات کے سال پہلے سب متعلق اور مدنی کے منظر پر تھے کہ بڑھتی کچھ کے اس بہرہ میں، جب ہر مل میں کام چلنا سنا تھا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ غانا کی صدی کے ہندوستان میں جب مسلمانوں کا اقتدار کم ہوا، تھا، تہذیب سے، سرور، امیر اور ممالک اپنے وقت کا سامنا صرف مشاطری میں صرف کرتے تھے، بیان کے معنی ہزاروں اور اس میں ان کے سخت و زلل کے انکشاف کی امید میں یہ پپ ہاں کی بڑی سے بڑی تھوڑی دیکھتے تھے۔ دنیا میں جب ہر مصلحت علوم کی ترقی تھی، جس میں جوتی تہذیبی علوم کے جہاز میں اکثر شعروں میں تہذیبوں کے لئے جلیقہ اور اس وقت تھیں تاکہ وہ بڑھیں گئے اور ان کا عاقلہ کر سکیں، مذہبی شاعروں، مصنفوں، مسلمانوں اور صورتکاروں کی ایسی سرگرمی اور ترقی دانی ہوئی تھی جس میں ہندوستان اور ایران کے مسلمانوں کے معین، جوتی تہذیبی علوم کے آداب نے فرما دیا، کہ اگر کوئی علم کی کاشی کرتا ہے اور اسے پائیدار ہے، اس کا علم خاص تھے ہیں۔ ایک انعام ملی نماز میں اور اس کے حصول کا اس لئے اگر علم حاصل نہیں ہو کر ایک انعام ملے گا، ایک دوسری جگہ فرمایا ہے، وہ ان کے علم کے مانتے پہلے ہوا، اٹھ اسے جنت کے مانتے کی طرف لے جائے گا اور بے شک، ایک عالم ماس کی فضیلت ایک جاہل، ماد پرستی میں ہی ہوتی ہے، چنانچہ فضیلت سادہ شاد و پڑھ اس کے باوجود چند ابتدائی، بھری صدیوں میں، مجموعی حیثیت سے، شاعری اور تہذیبی ادب کی حیثیت سے، رہی، مسلمانوں نے غانا کی کچھ کر پائے، وقت اس کی شاعری اور دانی سے کوئی توجہ نہیں لکھا اور اسلام کی ترقی کے



ابتدائی سوبرمول میں شاعر کا آفتاب گرہیں میں رہا۔ اس بے انتہائی کہ جہاں ہے، اور باہیت کے طمرانے پہنے ہیں اور حق کی قوت سے گج کام نہیں آیا۔ اور اپنی شاعری میں جس چیز کی تعلیم دے گا وہ اس پر حال نہ بہت اور اس نے قرآن نے جو نئی نہیں کے متعلق کہا اور شاعر اور ان کے پیرو وہ ہیں جو شرک و ماہ پر پختہ ہیں کہ قیام نہیں دیکھتے کہ وہ ہر دکان میں بیٹھتے بھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جس پر عمل نہیں کرتے؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر بار اس بات کا اعلان کرنا پڑا کہ میں شاعر نہیں ہوں اور ان کی بات کو تو کھتے ہیں باور دہرایا، تم نے اسے دیکھنا اسلام میں شاعری کی تعلیم نہیں دی۔ اور یہ دکان کی کسی شاعر کا کام نہیں اور شاعری کی طرف سے بے انتہائی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمان تبلیغ، عاشیات، غزوات اور بے غلی کو ختم کرنے اور دم کو عام کرنے کے زیادہ اہم دہریہ مسائل میں زیادہ مہمک تھے۔ ان کا انداز متعلق علوم پر زیادہ تھا۔ چارہ لہذا میں جس دہریہ میں اور ان عقائد پر چلیں اعلیٰ کثرت کا اثر ضرور دے گا یہی صورت حال نظر آتی ہے جس کی انتہائی درجنوں کے خلاف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت بلکہ شاعرانہ محاسن سے تحقیر تھی۔ اس لئے انہوں نے جس اور اپنی شاعری کے نقوی کی مذمت کرنے کی بجائے اپنے پیروؤں کو یہ تعلیم دی کہ یہ خاص ہے اور حسی سے داخل ہوتا ہے اور اس کے ختم کے نیچے عزت کے مستور ہیں اور ان عزتوں کی انہیں شاعری کی زبانیں ہیں، اس لئے انہوں کی ترقی کا دور محمد عباسی کا۔ ۱۱۵۵ء تا ۱۱۷۵ء سے شروع ہوا۔



اس سے قطعاً اگر مسلمانوں کی زندگی پر نظر ڈال جائے تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ ان کی بددش میں شاعری کے ایک بلند حقیقی کردار داخل تھا اور دیکھ کر کج عقائد سے آشنا تھے۔ ان دشتی نے جہاں بے کس طرح عرب میں شاعری کی اہمیت ہوتی تھا اور انہیں انعام و اکرام دینے پڑتے تھے۔ اس کا بیان یہ کہ عربوں کے کسی قبیلے میں جب کسی شاعر کا ظہور ہوتا تھا کہ وہ سب قبیلوں کے لوگ اس قبیلے میں آتے، اسے مبارکباد دیتے، دھڑوں کے سامان کھینچتے جاتے، وغیرہ اور مردانہ اور گروہ، جسے ہوتے اور اس طرح خوشی کے شادیلے یہاں سے جیسے شادی بیاہ کے موقعوں پر، مرد اور بیچہ ایک دوسرے کو جہنیت دیتے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ شاعر ان سب کی عزتوں کا نگہبان تھا اور ایک ایسے بحال تھا جو ان کی نیک نیتی کو قرآن کے معنی سے پرانا تھا وہ ان کے شاندار کاموں کو زندہ رکھنے اور ان کی شہرت کو گنہ جہاد بنانے کا وسیلہ تھا۔ اور عرب ایک دوسرے کو کسی راستہ پر مبارکباد نہیں دیتے تھے سوائے نیک چیزوں کے۔ لڑکے کی ملاقات پر، شاعر کے ظہور پر اور اپنی نسل کی گھڑی کے پتہ پیدا ہونے پر.....

آنحضرت نے لہذا کی شاعری کی تعریف کی اور حضرت علیؑ نے انرا انیس کو جس سے طمرانے میں نے قرآن دی کہ وہ شاعری دیکھی سے ہزار گزرتا تھا کسی کی تعریف کے لئے۔ یہی اسلام کے ابتدائی دنوں میں شاعری کی طرف سے انتہائی کی وجہ وہ نہیں تھی جو ہمارے زمانہ میں شاعری کی تعداد میں کمی یا اس کے معیار میں غس کی فقدان سیاسی اسباب کی بنا پر نہیں تھا، بلکہ اس لئے تھا کہ لوگوں کے ذہن قدرتی طور پر شاعری کی طرف سے آسودہ تھے۔ اس طرح کے جذبات تھے جن کے تحت، جدید نے قبول اسلام کے بعد شاعری ترک کر دی۔ اس کے اعطاء جن کے خدا نے اس کے بے پناہ مجھے قرار دیا ہے۔ یہ صحت و حالی اس وقت تک باقی رہی جب تک مذاکرانے اپنا براغیر حاصل نہیں کر لیا اور کچھ زبان بولنے والے زیادہ رنگ و ناہم میں حاصل نہیں ہوتے اس کے بعد شاعری کو بر قبول عام حاصل ہوا۔

جہدِ شاعری! اسی اور سکھنے کے لئے ہم یہاں پر ملحق ہے جہدِ گوئی کو پہنچے گا ناموں اور زندگی کی غلطیوں کا احساس ہوتا ہے اور ایسے دنوں میں جب قوی اور صالحی کھڑی کی سمتوں سے ان کے ذہن اور تحقیق تکچھینوں کے احساس سے پیدا ہوتے۔ ایسے ہی دنوں میں شاعر اور مفکر حقیقی اور صداقت کے مسائل کی طرف توجہ کرتے ہیں، اسلام نے انہیں یہ دونوں دلائل دی تھیں اور اسی لئے انہیں غفلت یا اذیت میں ان کی جستجو کی ضرورت نہیں تھی، علم کی پیاس ان میں بدرجہا قائم موجود تھی۔ اس پیاس کو ارضوں نے بھی بھر کے دیا۔ ان کے مسئلے سب سے بڑا مسئلہ اسلام اور بنیادی فلسفہ کے درمیان کا ٹکڑا اور ہم آہنگی پیدا کرنے کا تھا۔ اس مسئلے نے انہیں مطلق سے متعلق طرح طرح کے مسائل کی دنیا میں گھول دیں، نکاحِ شریعت پر بھی قہر پانچینوس دویسہ غور و فکر اور مسلمان صوفیوں اور فلسفیوں نے انہیں مزید راستہ دکھایا۔

یہ دن مزید اسلام کے دیہات میں آج بھی پیدا کرتے کی کوشش سے سائنٹیفک عقلیت اور تشکیک کا جو جذبہ پیدا ہوا ان سے اور عباسیوں کے تخلیق اور تکلف سے ان کی دلچسپی اور محاذِ امتیاز پر نہی کا ترک کر دیا تو کج سلیقہ اور عقل میں نوازی قریبِ اسلام کے پار کے سایہ میں کرشمہ اور غرور، ایمان، ایشیائے کوچک اور ہندوستان کو فتح کیا، اس سے گرامسٹی تھی کی صحبت کی ضرورت کی کافی۔ لیکن اسلام کی عظمت میں نمایاں امتیاز ہر زمانے میں اور نئے تھی نے ضرورت کی قدر دانی کی اور ایرانی جہد میں مسلمانوں نے اس میدان میں جو کارنامے دکھائے وہ اپنی عظمت میں ایرانیوں کے ہمرنگ، خود کسی شاعر کی کوثر یا شاعر کی کا دولت ترک کر دیں اور آگے بڑھ کر طریق و طریق کے بہترین فکر و تحقیق سے اسے اور بھی اگلا کیا۔

انہیں اثرات کے تحت اور اسلام کی ہندوستانی خواہشات کے مسئلے میں جب قرآن کے دو بڑے احادیث ایک دوسرے میں لے رہے تھے۔ ایک ہندی اور ہندوستانی اور دوسرا سوسی ایلو اگراوی۔ آندھو پیدا ہوئی، اور ساتویں صدی، مسلمانوں، دھرم اور کالی کی موسیقی کے مختلف ہندوستانی تھا۔

جہدِ شاعری

اللہ کے
احسانات میں سے ایک اور احسان کہ
حیرتِ مجاہدیت دی کہ میں آپ کو
دیکھ سکوں اور آپ سے گفتگو
کر سکوں!

میں بھی کتنا غرض قسمت ہوں!

میر تقی
(نقد مشق) اور

و جہاں را در جہاں ہوا صاحب مکنزہ جاہ و دلا ہائے گاہ ہوا بہ اسیران شیر نگہ جاہ و دام اسرار اقبال و شہت
ہوام ناہد تحریر یافت ۔

محبت شگ کے ہوا گلزار کے ہر قطرہ کے گلاب و پریں میں نہیں تمام خوبی ہی محبت افزا غریبانی جانی تو گلاب کی لہریں
جاہاں کا اس کتاب کو کہ کو بادشاہ و راجا کے جہاں اس طرح ڈاگر کا قدم کرتا ہے کہ اس وقت تک غیر ممکن ہیں اسلئے فنون ادب
تواضعی تقاضا ہے وہی بہ قدر حق اور دو مباح عصر کے مطابق اسلامی رنگ میں رنگ ہوتے تھے ۔
ذیلی میں اعلیٰ امن و نشوئی اسے جہاں غریب کی کہ جہاں میں سے اس قفسہ کے نظم ہونے اور اس کی ادبی حیثیت پر دلچسپی پڑتی ہے
صدا کا انداز میں کیا گیا ہے

سلسلہ رنگ و راسی تو آخوند حشای نقشہ ہند پر دانا !

گل تو دیل غیبی بگداشت لوح تو فرخ بال بگداشت
اس نشوئی میں نہیں نے عام ملا پہاں تھیں فیضی استعمال کیا ہے ۔

فیاضی نہیں قصود علی بگداشت گر پختہ دل نہ جاسنس بگداشت

فیضی کو اکثر لوگ نے جھجھکا ، ناخوش اور بدظن کیا ہے کہ وہ حالات وقت سے بجا بدظن اعلیٰ کامیڈیاں تھا۔ لیکن
اس کے مزاج مشرب اور آزاد و ہر سلسلے کی کامیابی نہیں۔ مگر ہمیشہ شگ نے ہی اس باب میں کیا کیلئے ہی تاکہ گلاب کی کہ ہے
نور فیضی کی اپنی شہادت اس طرح فنی ہے



لکھنؤ اور عشق نہاں مست رہبرم برقت رہیں اور دین آدم

نہن جیت و دین شگلا سنی صبیح کاندہ کیانی خیر ست سفرم

استاد رہیں کہ ازبخت خانہ ولی حصہ ملا فود آدم

گل اس نشوئی میں جہاں نصرت یہ الرضی و شگ سے قائم اچھیں جان کر ہے تو اس طرح جیت لے کر جہاں ہے ۔

آں مگر دنا ہفت جدول گلاب نشین صبح آؤں

از آیت کعبہ یا عوبہ مر شگ اید مست

فرس تمام نصیب ہی قابل ہے صحت ہے ۔ آگے چل کر جب جمال دین ابھر کی طرح پڑتا ہے تو جہاں ہے ۔

ص ب لکھنؤ و لکھنؤ بگداشت بگداشت شب پریشانی

بعد اسے پراس کی آمد کی اطلاع ہوتی تو لوگ دیکھنے آئے۔ راجہ نے بھی شے دیکھا اور کہا کہ اگر کوئی مصیبت کا واسطہ ہے۔ وہ بات کرنا
پرتی نے اپنا نام ظن مسیح نہ لیا اور دھڑکی کی درخواست کی۔ کچھ نہ کہا کچھ اسبب شایہ دہلی کی اور قصہ بگنل میں مکمل مٹا دیے۔ چنانچہ
وہ تو کمرہ کی اور پینے کا گلاس دیکھنے لگا مگر دل سے دس تا خیال کھینچ گیا۔ ایک سو دو پینے میں بیضا سوزی میں صبر نہ تھا کہ لوگوں
نے اس کا اجر اڑھا لیا اور اصل بات ایک سو اسی گلاس پر فکرمگر کہ نہ ڈال۔

”مردوں کے باپ کو سلام جو گیارہ قیامتوں سے محروم کرنا ایک بڑے اللہ و جلال کا ہے۔ اسے اپنی لڑکی کو حق کی گھر سے لے کر ہوا کے آسمان تک پہنچانے کا کارنامہ کرنا، آخر ایک بڑے عظیم و جلیل جنوں کے گھر پر حقیقتاً بدایاں سے نصرت الٰہی کے چمکے جیوت سے بچنے کو دیکھنا کہ وہ پتہ نہ دے یہ اللہ و ملائکہ ایک نافرمان جمیع ہوتے حق میں بھی کھڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ و ملائکہ اللہ کی نصرت میں ہوتی ہے۔ باہر کی ہمسائیہ کی ایک کچھ بھی کھڑی ہے۔ درمیں سیدہ اودھ کی ان گھنٹیں چاہو غریب اور دلور

عقلمندی دامن ایستاد چوئی دی برہن خسرو چوئی
 پھر دامن سے چلتے دلہن کاں دریافت کیا تو سزا دے جو صبا یا

نہیں سمجھتے کہ جینم وراثہ نام
نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

گنجینهٔ چمن ابرو نوبهاری جمود چمن بقی فی قشدرای

میں جو پاس کھڑا تھا یہ بھول کر کہہ دی کہ میں بھی احمدی تھا۔ احمدی سے تمام دھرم دیان کویا۔۔۔ ان کے دھرم کو کیا اور احمدی دھرم کون کونسا ہے؟

دعوت کے انورہدی ہو گئے اور یہ دیکھ کر اس نے دس کو عزت کے ساتھ رخصت کیا اور دس کو اس بیٹے جیسا دل سے پاس بھیجی مگر غلطی کی کہ اسے سرفراز کھانا نہ ملا۔ یہی سرفراز نے پاکستان چاہا اور یہ کہ اگر اسے صلیبی کی تصویر سے ملے گا، جہاں چاہے اس کے لئے کوئی شہر ہو جائیگا۔ یہاں تک کہ اس کے ملک میں نہ ہو بلکہ اس کے گھر کے باہر ہو۔ یہاں سے اسے کھانا ملے گا اور وہ اپنے گھر کے ملک میں ہی رہے گا۔

حق بلکہ دواستم شد : حق بپہل غلطیوں میں

یہ ناول نے ہی سے وہ عظیم عمل کیا تو اس نے صرف آسانیاں کو میں دیکھ کر کو کہیں۔ گھوڑوں کو، گرجن سواروں، جسوں۔ "سیر شادی
 میں ملحق ہوں۔ انھوں میں اچھی طرح بتانا، میں اور میرا ہم۔" ہے۔ گھر پر، ان میں ہم شادیوں سے گیارہ گزیر ہیں ہے۔ اس خط پاس
 اور دین کو قنصل بتا دی۔ "میں نے انھی کو کہی کہ اس نے اپنا نام میری تعین کر ڈیا ہے۔" اس کو کہہ دیا، کیسے برکتی۔

۱۰. یحییٰ کو یاد اب ہیں سچ ناست حصولی اور ہوشیے ملک کام است

میں نے سوچا کہ اگر اللہ اس کی لاکھوں سال کی دوا دے تو پھر اسے دے دے جس کے ایک ہی لمحہ میں اللہ پر ایمان لے آجیگا۔

وقت میں بری دکان دا پوچھن سوئی ہا
 میکا اور چوکیا گیا کہ تھوہریم ہندی میں مسکوت کی جاہدیت سے دیا گیا ہے۔ ایک سوال یہ پیدا ہوا کہ فیض نے اسے
 من دامن کرکے کیا ہے۔ اس میں اپنی رنگ گیری کے اور اوراد کے مذاق و طریق کا قیاد رکھنے جو اسے دامن دہی میں ہے۔ اگر شکست
 سے فیض کی زندگی نعر کاٹ دیا تو اس کے دل میں چلتے تو اسوں کو ان کی میں ہی تہمت ہے جس میں اس کا تہہ و تنکس ہے۔ افسوس ہے

هذه الوثيقة هي من الوثائق التي تم العثور عليها في المكتبة الوطنية في باريس، وهي من الوثائق التي تم العثور عليها في المكتبة الوطنية في باريس، وهي من الوثائق التي تم العثور عليها في المكتبة الوطنية في باريس.



بلکہ زبان میں بھی بالکل موجود ہے اور اس کا ایک اعلیٰ فنوٹن لائق ہے۔ پاکستان کی شاہی ایک سماجی اعلیٰ کے دھڑا کتب میں موجود ہے۔ اس فنوٹ پر جو قلمیہ لکھا ہے، میں لکھ چکی ہوں کہ اس میں،

دست نام شد، اکابرین فکاش شد، اہل تقویٰ کی دین میں کھینچ دیا، دینی تاج اقلیٰ کا ذخیرہ کو قطع کر دیا۔ ایک ایام دار بعد از مدد سلطان نورش خانج۔ خداوند نعمت! ام ایام حضرت، ولایت خدایت علی صاحبہا بند لکھی، برائے ظلمین علی سلطانہ کی فرمائندہ۔ اس فنوٹ پر ایک مہر بھی ثبت ہے جو اس طرح پڑھی جاتی ہے، "خداوند خان مدد، ص ۱۰۰"۔

یعنی سنہ اپنی شہری کے آخر میں لکھنے کے نالی دلائل میں انکم کر دیتے ہیں۔ اس پر یہاں فقرہ کا شبہ ہے چند اشارہ درج کئے جاتے ہیں جس سے شہری کی صحیح تاریخ کی حیثیت پر، کوششی پڑتی ہے اور اس کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔

صد شو کو ایی نگار خانہ بجھت نگار جب دوداد
بجھت چند ماہ دست ایی دھوس ہزار دگر است ایی

شاہنشاہ خود پڑوا دیرا گھرا ملک شوکا

ایں نہر کہ حق پریشان پڑو	ظرافت کا پاساں پڑو
صد چل ست لوگر خامت	کو ہند کی عراق بر خامت
پیراست ام مصافی بکو	دہ گنویس دہانی فک
ایں پیش کو ام سن پڑو	یعنی قلم تلچن میں پڑو
انہی کو شام جیل میں مڑو	فیاضیم از عید فیض
دہ دودہ کو مسرور پکا د	چند مکی بخت از خانہ
ایں چہ ہزار گھر غائب	کو گنویس ام آتیش آب
سی دہم از چو شہابی	تاریخ کا مستور ابھی
چل سالی عرب خود گوم	الف د سرافت نگار گوم
شد چہ دین میں ایں بند مدام	دہ چند دینہ د چہ دام
انہی کو چل دہم دین چو	بختہ مدللہ کدہ ام اسیر
چل سال دلق نورہ گشتم	کا دلق سپرور د مہتم
دہم چہ نقش خادو گل ما	خادم چہ کو جزو د گل ما
مطہن سن کر شد دہم	دہمک دہمک بر دہم
ہم با امرا نفسیر گشتم	ہم بر شہر اسیر گشتم
فیاض ای طلم سندی	چہ چند گنیش ددائی
ای سوختہ ضبط ای نفس کی	بہر کی دہمک حقی بر کی



تنقید سانس لینے کی طرح ناگزیر ہے

تبدیلاقت حسین

بعض جلی غروت نذر اقبال کچھ ایسی گھڑی میں اس سوال کے جلتے ہی کہنا ممکن صاف حق کا اقرار کرنے کے باوجود بہت جلد اپنی جانب متوجہ کر لیتے ہیں۔ بہت سے اقبال اور حزب الاکمال کا جی ملال ہے۔ غروت سے دیکھا جائے تو انھیں غم خدا تعالیٰ سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دیکھا جائے کہ اندھا دیکھ ہیام نام نہان کے وہ ہنر کے سبب کہش ہی نہیں رکھتا انھیں، بہر حال گناہ ہے۔ لیکن اس دیکھنے سے اپنے ایک نام مضمون میں کہا تھا کہ تنقید سانس لینے کی طرح ناگزیر ہے، پر وہ غیر کیم الہی ہے، احمد نے ادبی میں اس خیال کی بات اور فریج کی لیکن ایک دوسرے نقطہ نظر سے وہ اپنے ایک مضمون میں اپنے قصصی انداز میں اس کا ذکر کر رہی کرتے ہیں!

تنقید ہماری زندگی کے لئے واقعی ناگزیر ہے جتنی سانس، یہ جواز دیتا ہے اور میری نظر میں ڈرامائی اور جیو گرائی آپ اندر گھٹتا ہے، اگرچہ شاید ایسے موجود ہیں جن سے چند چلتا ہے کہ وہ ایک کے لئے ایک کوئی مین اور گرائی اس جیل میں بھی یہ بات اتفاقاً انھیں اضطراری جذبہ کے تحت اس کے کم سے کم کئی قس ایسے کوئی ایک دوسرا کردہ کیا کہ کیا ہے حالانکہ اس حد سے سادہ سے چلے نہ، اتفاقاً سب سے بڑی اور بیش بہا صداقت کا سربراہام پیدا ہے۔



یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ جو بات بقول (الہی) احمد ایک سانس اضطراری جذبہ کے تحت کہی تھی اور جس کی اجیت کو اسے احساسی جہت تھا، اس میں انھیں سب سے بڑی صداقت نظر آگئی اس سے کہ فریاد دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ خیال اصناف ایک کو نہیں مقرر ہی ہوئی کے اثر پر اس اضطراری جذبہ کے لئے غم خدا تعالیٰ کا جسے سانس لئے فخر ان کی مثال سانس لینے کا ہے، بہت کم ہے کہ خدا تعالیٰ سے جس سے کچھ کسی نے کہنا دیا ہی خیالی غم کیا جو اس کے خیال کے بغیر ہو گیا ہو، خدا تعالیٰ کے فخر اضطراری جذبہ کی وجہ سے شاعر کا اجتہاد، مرنے کی تنقید میں شروع ہوئی ہوگی اس خیال پر بھی دیتا ہے (پر بار بار دیا ہے) انسانی صورت کسی دیکھی شکل اختیار کرتا ہے، یہ ذرا تنقید اس تنقید کے مطابق مدد جانے لگتی ہوگی جو کھس جاتا کہ وہ زندہ اور اچھ رہے، لیکن یہ دیکھنے سے جو چیز جو کھس جاتا کہ ایک اندھا ایسا سوال کی غم میں سے صدمہ ہے، جہاں پر خیال پہلے ہی تاہم کہنا چکا ہے اور وہ مضمون اس کی طرف متوجہ کر دیا ہے (اس کے پس اگر یہی غم خدا تعالیٰ سے متعلق ہے) دیتا ہے اس جہاں کے سانس پر بحث کی ہے اس کو دیکھتے ہوئے کسی طرح نہیں کیا ہوگا کہ اس کو کھس کے ایک اتفاقاً اضطراری جذبہ کا اثر ہو رہا ہو جائے۔ درحقیقت اس موقع پر اس نے ایک اثر اس خیال کی تو فیج کی ہے جو خدا تعالیٰ کے سانس سے ہی اس نے جیہ ذرا تنقید کا اثرات اور غم پر تنقید کا کوشش کا اگر کرتے ہوئے غم خدا تعالیٰ کے سانس کی اجیت جانی ہے۔ دوسری بات اس کی

صارفین و قرضے جیسے ہیں :

یہاں اور انہی دونوں کے لئے جو حق اہل قریح کے لئے ہے، اس کی تائید کا تقاضا ہے، اور وہ خواہش اور ہے جو ہم اہل حق کی طرف سے
 میں حق ہے جس کی کسی کو نہیں معلوم کہ حق کیا ہے، نقد کے نام پر روک لیا جاتا ہے اس میں غریب و مسکین اور اسی کے لئے خود ہے
 صادر کردہ فیض کی وضاحت کی کہ اس کی کاروائی اور غریب کا نقد ہی بتا ہے، اس قریح کے لئے ہے جو اس کی ہر ایک ہر ایک
 شخص یا کارکنوں کے لئے جو حق کے لئے ہے، اس کی نقدی نقد نقد کے لئے ہے، ایک اور شکل یہ بڑی ہے کہ وہ اس کے لئے
 کے لئے ناچار ہیں اور یہی اصل حقیقت ہے، اس لئے کہ اس کی نقدی نقد ہی بتا ہے، اگر کسی کاروائی کے لئے ہے جو اس کے لئے
 نہیں تو وہ نقد کے لئے ہے، یہ سب وہ ہے اگر کوئی نقد و اس پر حق کو ترجیح دیتا ہے تو وہ اصولی نقد سے الگ ہی نہیں ہے، بصر
 ہی ہے اس کے معنی میں کیجئے دیکھو :

”یہ ممکن ہے کہ ایک نقد و اس کے نقد اور قرضے کو حقیقت ہی حقیقت اور نفسی نظم تصور کر لے، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ حق
 کو قدرتی برتری دے، بلکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کی وجہ ترجیح کو حق پر جانب ثابت کر کے لئے ہر قسم کے بلا برتاریت
 ہی مستحکم اور قیہ دے، اس میں ہمیشہ کہ اس کے لئے آخری قریح پر حقیقت کی تائید پر اس کی سادہ و سادہ حقیقت کے اس کے لئے
 جسے سے نہ تو بہتر نظر آئے ہیں گئے نہ سیدھی، جو کہ اس کے لئے تو یہی پسند ہے :

یہ قرار کر لے کی بات ہے کہ اگر حقیقت کا ذکر ضروری ہے تو کسی سے یہ حق حرج چھینا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے حقائق کی بنا پر
 خود کے مذاق میں حق کو پسند کر لے :

ایک کے میں ہمیں ہم اہل حق اور اہل حق کی وہ دنیا نظر آتی ہے جو وہ ایک کے نہیں دیکھ سکتی، اس کی وضاحت کرتے
 ہوتے وہ نہ جانتے کہ اس کے لئے، کہاں حقیقت سائنس کی حرج ضروری اور ناگزیر ہے، کہاں وہ خاص حقیقتی مسئلہ ہی گئی، ہم اہل حق اور
 لکھتے ہیں :



”ہمیں تنقید ایک حقیقی صلاحیت، استعداد ہے، اسے دیکھنے والے افراد میں ہر ایک کے یہ ارتقاءات اور جذبہ
 شائستگی ہے، بالکل اسی جگہ، اشتیاق، اور اس کی ہر ایک سے تعلق و موجودی، آیا ہے، لہذا بہت سے جزئیات
 ثروت کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ہر ایک سے تعلق و وابستگی، حقیقت کی سادگی کے ساتھ ہی ہوتی ہے
 کہ اس میں اس کی ایک سمت اور جب تمام کے حقائق کے ساتھ دیکھا جائے : ...“

اس مسئلہ میں ہم اہل حق اور اس کے تمام کی بات کی ہے، وہ ہے کہ تنقید ایک عام انسانی صلاحیت ہے جس کے ہر شخص کو تقریباً
 ہر وقت کام چاہتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی حرج کا بھی جائزہ لیا جائے، اس کی ہر ایک سے تعلق و موجودی، آیا ہے، لہذا بہت سے جزئیات
 دکھائی ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ہر ایک سے تعلق و وابستگی، حقیقت کی سادگی کے ساتھ ہی ہوتی ہے
 دیکھتے ہیں کہ وہ تنقید کے لئے ضروری ہے کہ اس کی حرج کا بھی جائزہ لیا جائے، اس کی ہر ایک سے تعلق و موجودی، آیا ہے، لہذا بہت سے جزئیات
 کی گئی ہیں، حقیقت کا رنگ لے کر دیکھتے ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی حرج کا بھی جائزہ لیا جائے، اس کی ہر ایک سے تعلق و موجودی، آیا ہے، لہذا بہت سے جزئیات
 جیلوں اور جیلوں کی دنیا کو دیکھتے ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی حرج کا بھی جائزہ لیا جائے، اس کی ہر ایک سے تعلق و موجودی، آیا ہے، لہذا بہت سے جزئیات

”اگر آپ کو اپنے حقیقی اور بہت سے سادہ و سادہ حقیقت کے لئے، اس کی حقیقتی قدر قیمت کو سمجھنا :



کے پیچھے ہونے پہلائی کی گئی، اس کے بعد اس کا وقت، اگر کچھ چلے، اٹھا کر شہت کی گئی تھی۔ وہ بار بار پانی انگھ کر پے پے کے اندر کوئی
 چندہ منٹ خاموشی کی کوٹھن، جو بہت بے باک تھی۔ وہ بھی تاکہ بار بار انگھیں سے شہت کی طرف دیکھ چکے تھے، آخر اس سکوت کو توڑنے اور
 شہت سے ملکھ ہونے کی پہلی انہیں ملے گی، اس کے بار بار دیکھنے اور میری بچی نظریہ دیکھ کر گھبرا گئی تھی، لیکن وہ کہہ گئے کہ یہ میری
 لباس بدل رہی ہو۔

مسلو غصہ منکھ کر شروع کیا: اب تو آپ کی صحت درست ہے، حق میں اب ماسٹر صاحب اس وقت طبیعت نامہ تھی؟
 وہ تو متفق تھی کہ سب سے زیادہ تم کسی مرض سے متاثر ہو کر رہا ہو: ابی ہاں، بہت بڑا مرض، ابھی تو اس وقت آپ سے دلی کی کمی اب
 تو بہتر ہوئی۔ اگر کئی گویا میں ہوں کہ ہے، یہاں کے سرخیلے میدان میں چہتے ہیں تو غضب ڈالتے ہیں۔ آپ یہاں سے تشریف لے رہے ہیں۔
 بہت ہی گری اور پیاس محسوس کر رہے ہوں گے، دیکھتے تو اس دیر میں دلی کا کچھ حال کیا؟

یہ تو کچھ کچھ شرمیلے بن گئے اور کہا تو چٹک میں بہت پانی بنا رہی، باہر بھی تو لگا گیا ہوا، شہت کو پیاس ہے؟
 اب ساری ساری باتیں کر کے گئے تو خدا اور میری جان یہ کہیں ہوئی اٹھ گئیں: اب کیا ابھی رہا جاتا ہے۔ پانی ہی پیتے رہے تو کھا
 مشکل ہو جائے گا؟

شہت اٹھنے پر ف کا کچھ میز سے اٹھا لیا اور کھانے کی جگہ میں بنائی، وہ چھوٹی میز پر چڑھ کر، ڈاکر کی کھانے والی توہ پہلے
 آپ صوبہ میں کھا رہی تھی، یہ شہت پر کھتی ہوئی کھڑی ہو گئیں۔ نہیں یہاں بھی میری جگہ دوست یہاں آئی ہوئی ہیں؟ یہ کیا ہے۔
 وہاں سے چل رہی۔

اب وہ دم میں صرف تھوہ رہے۔ ابی کی صحت کے قریب کر کے فرمایا: اسلام علیکم..... شہت کی گئی ہے..... خود مجھے
 سے یہاں جا کر نہ میری طرف دیکھو۔

بہت ہی بہت سے کام لے کر میں نے خدا چھوڑ دیا، اگر انگریز فرشتے پر لگی رہیں، انہوں نے میرے اٹھنے سے وہاں چھوڑ دیا اور
 منکھ کر فرمایا۔

”اب ڈاکر چھوڑ کر ملے پر وہ انگھیں دیکھ لیا؟“
 پھر کھانے کی میز کو آگے بڑھا کر کہا: شروع کیجئے۔ اور خود چھل کا کھپ اٹھا۔

میں اس گھڑی سنت ٹھہری میں چلی تھی۔ اگر ان کی کھانہ دینا ہی پر ہوتا، کہ کسے بے تعلقی سے کہا، شروع نہ کرے، جوں تو دلی کی کمی
 سے کسی قدر بے تکلف وہاں ہے..... کہ یہ بدش کا اثر ہے۔ اور اگر شرم کا اظہار کروں تو دیکھا، پڑائی، یا چند دھم میں لیں گے بہت
 قہر سا کھاتا۔ وہ انہیں کرتے رہے۔ میں اب بہت بہتر جواب دیتا رہی۔

یہ حق یہی تھیں طاقت۔ اگر شاہی سے پہلے طاقت کا موقع تھا، یہ حیثیت ایک اجنبی قریب اور انسان تھانے کے، تو خدا ہانے بھی باقی
 رہتی۔ جس کا وہ دیکھنے پر تھانے سے ملنے کا شہت سے اشتیاق تھا، اگر خدا ہوا اور آج وہ نسلی مریض کا تو کسی اور ہی عالم میں ابھی وقت کر کے
 سے اٹھتا ہے، اب کچھ بے باک لڑائی ہی شہت شروع ہوئی ہے۔

ابھی کھانا ہو رہا تھا کہ باہر سے پانچا آگیا، ان کے شہت کا کھو ہوا، جن کی گرم دھیر میں لگنے، ہانے میں جیسا تھا پھر آگے شہت
 کا کھانا سے وہ اتنی تھی۔ پھر شرم کی چاندی اب سب کے ساتھ جا کر رہی۔ جو کچھ کے قریب آئے، وہ لگے اس وقت جو کھانا لو، یہ دلی



نمایار صاحب (چندپایه) پختہ اثرات

تأليف: د. محمد باقر

1. *Leptothorax* sp.

یہ سب باتیں میں گفتگو فرماتے ہوئے تھے اور اس وقت میں کہتا تھا کہ میں نے پی ایچ ڈی میں بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔ میں نے اپنے پیچھے چھ سال کا تجربہ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ سالوں کے بعد میں نے اپنے موضوع سے متعلق کتابوں اور رسالوں کی مدد کرانی کی تھی۔ یہ سچا خاصا مواد تھا جس کی مدد کرنا مجھے کثرت حسیّت اور غلبہ حسیں جو کہ قلمی دنیا کی کچھ باتیں تھیں، پر فانی تھا۔ اس کا ایک حتمی حوالہ جس میں یہ باتیں درج ہیں، وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے تمام کاموں پر نقد و ثناء اٹھادی میرے استاد میں کوئی شک نہیں اور میں اس پر حیران تھا کہ ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ میں اس کو قلمی دنیا میں نہ بلکہ سیاست میں داخل تھا۔

[illegible]

بیوقوف! اس زمانے میں حضور پیدا ہوا، تو کون کیا زمانہ صاحب کے کس طرح بنا پائے، خیال کی کیا سرکے کئی ہمارے کئے کئے اور ستر کی موت لگائی، جس میں اس کے گھر اور سفر کا شور ہے۔ یہ کچھ اور نہ ہونے کے واسطے ہیں۔

[illegible]

میں نے کہا کہ نیاز صاحب سے ملا جاؤ گی ہاں! تو خیر علی کا طریقہ بروں علی مستعد ہے کہ فراخ ہے۔“

لہذا ”یہ جہانِ مریخ پر رہا، اندر کیے“ میں نے اپنی سائنس اور کھڑکی کی دیوار پر چھوڑ دیا صاحب مجھے بڑی شفقت اور محبت سے
 شہزادہ انور کو اس پر مضطرب کرنے اور اتسار کرنے لگے۔

برای اطلاع از آخرین اخبار و مقالات، به وبسایت ما مراجعه کنید.

میں نے غم و افسوس سے یہ ایچ ڈی کا خطاب سنا۔ اگر وہ تھیٹر، تھیٹریکس کا نام کر رہا ہوں۔^{۱۱}

لکھنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ ہمارے موضوعات میں سے ہر موضوع پر آج تک کوئی کام نہیں ہوا۔ آپ کی کتاب جب جیسے گزرتی ہے۔



میت کی ایک غزل

مظفر علی شاہ

”شوقِ علی جاوید میں ہر ایک عشق سرچ ہے۔“

بہرے کے سری قہقہہ آ یا وہ سیرِ بر آئی سرے چنے کو دوا میر سے بد
ہر کہ مابے میں اس میں ہی غزل کہ ہے اسے رشتہ کی کافہ اٹھو لڑائی کہ دیکھ جائے تیر کی غزل کہیں بھی ہے تیر کا کوئی شرم نہ بیچے
اس سے چنے ہیں، دیکھتا ہستی کھرب کہ وہ دیاں میں ہوش کا گرو کی خضر نہیں، مافوقِ دیم کے لیے میں بھی نظر دیا، اہل کشتہ کا چچا
تو ایک پانچویں میں بھی لڑ جائے، وہ بھی دیکھ لیں میں ہی غزل کا کوئی شرم نہیں ہو۔
پتہ دلوں پر، ”جاوید خیر“ یا کسی دعا، خواب میں مستمل کے ایک شانہ خرم، غافلِ عالم کے دم سے صوبہ ایک شرم، چہا ہر ایک کے دم
سے یاد دے گیا، وہ شرم چہا سے

تیر رکھتا سیر پر نہاد کو اسے قسمت جوں شاہد آجائے کوئی آج پر میر سے بد
اس دا قہقہہ کی چند دلوں پر، ”گلدستہِ امانت“، ”معبودِ دلِ کفرِ شہلا“ دیکھو، اندھنی لگا داس میں سیر ترقی میر کی ایک غزل پر، امانت کی
تصنیف نہ کر کے گدی پر غزل، ”گلدستہِ امانت“ اسے مظفر پر یوں لگے ہے۔

- ۱۔ آ کے جہاد نشیں میں تیر میر سے بد درجی دشت میں خال کوئی جا میر سے بد سری
- ۲۔ منہ پر رکھو ان کی دھانی کے مرنے کی دھن، باغ میں خاک، اڑائے گا جا میر سے بد برداشی
- ۳۔ اب تو ہنسی کی گات آجے وہ جینے لگے فوں زائے گا اوست رنگ جہا میر سے بد
- ۴۔ وہ بے خواہ گن بول کر گن میں ہر صبح چنے جہا جاتا تھا اور باو صبا میر سے بد
- ۵۔ چاکر میرے امانت سے گریب ہی کنی، لڑکوں کوں کوسے تیر کا تہہ تیرا جا میر سے بد
- ۶۔ تیر رکھتا سیر پر نہاد اسے شہد جوں شاہد آجائے کوئی آج پر میر سے بد
- ۷۔ کیا مجب پر تو بیٹے سے جھگے یا صیدا میر سے جوں تر کیا حال تیرا جا میر سے بد
- ۸۔ جہد مرے کے سری قبر پر آ یا وہ سیر یاد آئی سرے چنے کو دوا میر سے بد

”گلدستہِ امانت“ میں اس غزل کے ہر شعر پر جب ملاحظہ فرمائیں تو صدمے کے لئے لکھتے اور غزلیوں کو لقا،
”عشقِ سلیم پر غزل میر تقی صاحب“

امانت کے اس شعر لکھتے ہیں، جو موقوف قسم کی چیزوں پر شوق ہے، متعدد محسوس، ابتدائی مصلوں میں ان کی چہ تصنیف میں مجوز ہیں



انہی غزلوں میں چار شعر میر تقی میر کو لکھ کر کتب خانہ لاہور شریعتی کتب خانہ سے یادداشت کئے گئے ہیں۔ ایک اور ایک
 ہی زمیں تھی یادداشت سے گئے کاغذ پر بھی ہے کہ میر کے دو شعر اس غزل میں مشترک ہیں۔ ان میں سے ایک شعر وہ ایک کاتب
 نہیں بلکہ سب اشعار میں مولیٰ تہذیبی اور موجود ہیں۔ جنہیں ”حلقہ کی اصلاح“ کہا جاسکتا ہے۔ شعر میں مولیٰ کوئی کی جگہ ”سری“
 ہے وہ میں ”مکہ کی جگہ“ سے ”ہے وہ اصلاح“ غزل زدقت نہیں۔ ”مکہ“ میں میر تقی میر کا خاص باغی زبان کا چھار ”موجود ہے اور
 “ میں ”مکہ“ ہے۔ دیکھئے مولیٰ اعتبار سے ہی ترسیم شدہ مصرعے جہاں ہو کر رہا جاتا ہے، شعر میں ”مکہ“ کی جگہ ”ہوں“
 موجود ہے۔ میر کے شعر میں اس دراستہ اخلاق نے جہاں حق کو بدل ڈالا ہے، فعل اضفی میں یہ بیان خیالی اہم کی حیثیت رکھتا ہے
 (یا اسام) پر ہے کہ شعر کی جگہ سے باہر آنے کے بعد کھل گیا ہے اور پرانے زمانے کے ایک نئے شعر میں میر کی جگہ ہے۔

ان دو باغی خواہ کے علاوہ ایک اور فریقیت و ثبوت بیت کا خاکہ بھی اس میں غزل میں جہاں جہاں میر کا شعر آتا ہے وہاں کا نظم ہی
 مدخل ہے اور اس کے قریب ایک شعر میں جہاں زبان، اسب، لہجہ، مکر، مارا رنگ، ڈھنگ ہی بدل کر نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے جبکہ یہ شعر غافل
 کہیں، میں نے ان دونوں شہاد کا جان بوجھ کر کھدائی کہا ہے کہ لکھ کر ”ایک تحقیق“ تو ایسے شہادہ کشفی ہیں اور ان پر شہادت
 کی حیثیت سے غور کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ جیسے تو یہاں ایک تکلیفیں ہو چکی تھی مگر ایسے لوگوں کے لئے خود باغی غزل کے آخر میں ایک تقریر
 دیکھیں یہ آئی ہے جو میر کی حیثیت دی جا سکتا ہے چنانچہ وہ میر کے بعد لکھا ہے۔

شعر کے مشترک میں جناب اشعار اسلام غلام بھائی اسلمی بنی شاعری میں، اڑسے مطلق تھے، غزلیہ کاغذ تھے نہایت کامل تھے۔
 سب جھوٹے بڑے ان کی استاد کے قائل تھے، ان کے زمرہ کاغذ میں سے کسی خوشحال ابن صلاحیت غافل شاعر بنی غافل، عارف و غیر عارف
 کو، واقع غافل میں، جگہ تھی، شاعر شکر کئے، جمیعت ان کی نہایت عالی، ان کی دل ”ایک رنگ لیا“ تھی، ان میں سے اس میں بنی غافل تھے،
 ان میں ان کے نظم سے بغیر غافل تھے، ان کے خلف و عقب میں، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر،
 مدخل وچ سب سب سے مال غافل، ان کے مدخل سے، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر،
 ہم جہاں سے وہ ان کے، جمیعت غافل، ان کے مدخل سے، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر، میر تقی میر،
 ان میں جمیعت کا.....“

وہ ان تو ان کا گم ہو چکا تھا، جا بجا جمیعت کر کے نکال رہے، بڑا رنگ کے مدخل پر بھی اٹھ کر کیا ہوگا، اور ایک ہی میں میر
 غافل کا شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، جمیعت کے مدخل کے نام سے خوب ہو گئے، اس کا ایک شعر میں اس طرح ہی ہے کہ میر کے یہ
 چار شعر ایک شعر میں ہیں، ویسا ہی جمیعت میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں،
 میں ایک شعر ہے، اس میں میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں،
 غزل کے میں میر تقی میر اور شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں،

مرد ناموس و مائیہ ناموس، انتخاب کنی کی میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں،
 کے میں اشعار میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں،
 وہاں غافل سے کیا ہے اگرچہ ان کا زمانہ تھا کہ اپنے کلمے شعر میں ”مردوں کے شعر میں“ میں انتخاب کیا کر تھے۔
 یہ ایک انتخابی تردید حقیقت ہے کہ اس میں اور ان کے قائل و میر کی غزل میں میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں، میر تقی میر کے شعر میں،



اور ان میں اس کے جرات تھے ہیں اور خائف کے وہاں میں بھی کچھ عزتیں تھیں مگر ان میں سے وہ جو لوگوں کا ہے کہ خائف کے جتر تک ان زمین میں عزت ملتی تھی جس کے کچھ شرمندہ اولیٰ نے خائف سے کئے مگر منسوب کر دئے خائف کے کسی سے شرمندہ نہ تھے اس عزت سے اٹھتے نہیں یہ وہاں اس کا ایک اور ثبوت بھی ملتا ہے۔ سداغ نے ان کا ذکر کر لیا ہے مگر آفتاب کے چار دشمنوں کے کیا چہ چل سکتا ہے۔ اور یہ بات اہم ہے کہ مصطفیٰ کی درامنی انھیں اس کو کئی مدت صفوں کے آفتاب میں بھی اس عزت کو کئی شرمندہ نہ تھے اس کے یہ سنی ہرے کو سلسلہ کے بعد عزت بھی ملتی تھی ہے۔ مصطفیٰ نے جس ڈھنگ سے اپنے شاگردوں کا آفتاب کو ان کے دلوں میں بٹھا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عزت اگر نہ کہہ سکتے تھے کہ یہ عزت اس کو ملی آفتاب میں خود آتی و حضرت مولیٰ کا انھیں دریاں خائف پاد مغولی چھٹن ہے یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ سیر کا منتظر ^{مستقل} میں پڑا اس سے جہاں یہ سلام ہوتا ہے کہ خائف نے یہ عزت مصطفیٰ کے تذکرہ شروع کرنے کے بعد کبھی ہرگز وہاں یہ شک بھی نہ کرتا ہے کہ شاہد سیر نے یہ عزت انھیں اپنی عزت کے آخر تک دی ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جسے میں اپنے نجات کے بعد پہنچتی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ آفتاب کے شاگرد شاہد آفتاب سیر کے خائف تھے جس نے اس زمین میں بھی اترنا ہی ہے اور ایک چلی عزت ملتی ہے جس کا صحیح یہ ہے۔

کچھ فقط غم ہی نہ رہتا ہے گیا میرے بعد خفق بازی کا بھی چہ چاند رنایر سے بعد

رہے اس عزت میں عشق اکمل کا وہ تمام خوبیاں ہیں جن کا تمام دشمنان بھی خائف کی عزت میں نہیں۔ اس کی جو شانیں ہیں چھ کو تھامے بھی اپنے استاد آفتاب کی طرح نہ صرف مراد اور اس سیر کی چیزوں میں نہیں بلکہ ایک ہر اک کے رنگ کام کو بھی اپنی جھینٹوں میں ملتی اور سچ کہہ دیتے ہیں وہ کہ وہ کچھ بعض شہداء میں سیر کی گنجائی ہے جسے بعض معروہ میں تو انھوں نے شایب کا اہل مذکرہ اختیار کیا ہے۔ اس کی بد قسمتی یہ کہ یہ عزت اس عزت کے طرف دیکھتے۔



تھمہ دکھاتا ہے ہر روز ان کے کانٹے کاغذ آجائے کوئی آج رہا میرے بعد
 کوں بندھائے گا پٹیاں ملے انھوں میں کمر کوں کھوسے گا ترے بنو قیامت میرے بعد
 کریں گے ان کے گلے سے سترہ کا حاتم خاک ہڈائے گدہت اور میرے بعد

ان چیزوں شمار میں ایک ایک میرے کے جتر اٹھاؤ انقباس کی شہیت رکھتے ہیں نہ کو سترہ کی اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ کوفت کے لانے میں سیر کی عزت اتنی معنوت ہوئی کہ اس کے بعض میرے انقباس استعمال کر لے سے قرآن معلوم ہوتا ہے کہ انھیں انقباس کے طور پر دے گئے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے آج کل کسی بہت شہرہ ر میرے کو انقباس انقباس میں عزت میں شامل کیا جائے اور بہت زیادہ معنوت ہو سکتی ہے اس کے شہرہ رانے کی معنوت نہ پڑے اور یہ قوسے ہے کہ آفتاب کو نہ کھانے میں سیر کا نام کسی قدر معنوت ہو گا جبکہ شہد عزت میں ان کا تذکرہ نہیں ہی ہو سکتی ہے۔

ان تمام شہداء کے بعد میری توجہ اسے ہے کہ عزت عزت تمام مکمل سیر تمام ہے۔

شہرہ کو اس ہے چٹنگ فرصت میر جہاں دی نگ دکھائی ہو چکی ہیں (میرزا)



نئے شعری تجربے

صدق علیہ

آزاد شعری کے ادبی جناح کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ شعری سر پہلے کہ صدیقین کا رویہ ہے شعر کے عین میں چہرے پر شگفتہ اور تخلیق کا چہرہ روزانی و قہار۔ سو ہی صدی کے آغاز میں وہ کچھ زیادہ ہی دیر اور بے رنگ ہیں جا رہا تھا۔ آزاد شعری اس کے خلاف جنم لیا ہے۔

آزاد شعری کا دستور دراصل آبجنگ بنظر اس کے ہے۔ نظم کے معرکوں کا وزن، بحر کے پیمانے میں ناپا ہوا ہے گھسا اس کے حصار و مقرر کا اپنی سوچ بدام یا خود معرکے کا اپنا آبجنگ بھی خواہ وہ نرم کی صورتیت ہے مگر جیسے کا وزن کی آبجنگ جیسے کے بے ساختہ خورد و آبجنگ پر معرکے جو جانے تو خطر ہے۔ پس اس کے لیے کیا اور اگر سوچ عام وزن کے احوال درم نہ پڑے یا اس کے بہاؤ میں افراط نہ آئے تو اس سے خوشگوار کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ نفعی شعر کا تاثر ان ہر دو آبجنگ کے ساتھ حسین مترنما پر مبنی ہے معرکوں یا اصول کے آبجنگ کے بدلے کہ ہر لفظ میں پوری شہیت کے لیے ہر لفظ اپنا وزن شعر کو ایک رنگ جن میں سادگی میں لہجہ ہوتا ہے۔ ایک ذوق شعری کے ادبی تجربے میں ان کی ہر لفظ سے پیدا ہوتی ہیں، انسانی بے ساختہ گفتگو میں سانس کے اپنے آبجنگ سے تخلیق ہوتی ہیں۔ سیاہ ایک وقت و وزن کی حسرت بخود ہی آگاہ ہیں، جیسے کہ آبجنگ وزن کے گرد بیٹھ لی گئی ہیں، جتنی ہیں، ایک معرکے کا وزن یا بحر کی حرکت کو موقوف نہیں کیا، کتبہ، آزاد شعری کا کہنا کہ اس میں ہے کہ وہ بے ساختہ گفت آبجنگ کی بیوں کا ایک معرکے آبجنگ کے پس منظر میں ایک حرکت کا ہے، جتنی ہے، ایسے وقت و وزن کے سانس سے ایک جیسا کہ کھلت پیدا ہوتا ہے۔ ہر لفظ جیسے ہونے بہاؤ کی آواز، گہرائی میں ایک مستقل معنی بہاؤ کا ایک ہکا سا سانس مترنما فرماتی ہے۔ ہر لفظ کے نرم اور عموماً وزن کے ساتھ ساتھ واحد و شمار کا شمار کو شگلی کا کیف بنظر ہے۔ آزاد شعری اس کو بڑے نرم سے کہہ سکتی ہے۔ جیسا کہ اس وقت یہ تمام نظریات نرم ہونے کا گھٹ دیتا ہے۔ آزاد شعری بعض گزرا ہوا انداز کے شعری نرم و فیض اور اس کی بے ساختہ سوچ سے ایک بے تکلف آبجنگ کا بہاؤ پیدا کرتی ہے۔ ایک لفظ کا وہ ان کے مترنما سے ہیں ان کے تین کتبہ ہے کہ اس پر کسی تین ہر لفظ گاہ ہونے لگتا ہے، مگر سب وہ تین لفظ یک حکم پہنچاتی ہے تو یہی شعر ہے کہ اس کے لفظ کی جڑیں ہل جاتی ہیں اور ہمارے اس آواز کی کوثر یہ چلے گئے ہیں۔ ایک قسم کے تخلیق اور تکلف اور سکون سے ہی اس میں ہونے لگتا ہے۔ آزاد شعری کا ایک خاص نغمہ ایک خاص قوت کی طرح مستعد ہے، اس کا سبب آزاد شعری کے نئے آبجنگ اور لفظ کا زچہ و تخی شعور ہے اس کی تحریر کی خواہش صحت پر ایک گزرا ہوا ضمیمہ کر سکتی ہے۔ آزاد شعری پر اس کا ادبی طرح آزادانہ کہ انداز و رنگ نہایت ہے جو شعری بے پناہی سے لگتا ہے وہ دراصل خود ہے انسانی برتا ہے۔

آزاد شعری کا ایک طرف یہ سب انداز و رنگ شعری ہے کہ اس کے اندر اس تمام میں منظر کے ساتھ تخیل بند ہو پاکستان



’نور کا ڈیچا ہے گھر کی اپنی قوم!‘

دعوتِ انقلابِ جسمِ ندامت

یہی ایک مہم جوئی کی شخصیت کا خدوئی

ہے ارادہ ہے تو کیا غیر شخصیت ہے تو کیا

نئے دور کے احساسِ عکاسی کا طہر

استعدادِ حکم کی خود!

خدا دیکھ گیا ہی کیا

اس میں اظہارِ نجات کی قوت ہے!

آزاد نظم گو، مہم دانہ اس دور کے ساتھ استعدا کیا ہے اس میں بعض نقوش ہیں اسے سراجِ حق کی مدد دیکھ پنچا دیات ہے ہزار
ہاں کہو نظم کس دور سے پہلے ہوئی؟ جیسے یہ اندازِ تخلیقِ صورت ہے! دانش اپنے دیا میں رکھتے ہیں کہ اردو میں کتنا ذخیرہ کی فکر کی
بعض طبعی باتیں نہیں، بعض حقیقت اور قیامِ دیوں سے خواہش کی کوشش نہیں، اگر وہ نقوش ہیں آپ کے کسی حقیقی جوہر کی صورت کی ایک
کسی قوت کا اثر ہے مخالف کس نے اس میں کجی سے جنسی دے، حق انہی نقوش طبعی سے نہ کر دیکھ، لیکن ایک اجتہاد کا لازم صرف ہے نہیں کہ اس
کے کسی حلقہ شیعہ اصول کی طرح مل جاتی، بلکہ یہ کہ آیا تعمیری ادب اس میں ہے کسی نئی صبح کی طرح نورِ ہوا ہے یا نہیں۔ اگر یہ نہ
ہو تو اجتہاد ہی کا ہے۔ اجتہاد کا لازم صرف وہ خواہش و انداز ہے جس میں کسی بھی جھکاؤ طرزِ دستِ ادیب نہ کیا گیا ہو۔ میری مثالیں ہیں، آئندہ
بہت مشکل اس معیار پر سے لگتے ہیں، اس کے کام کی بڑی بلکہ اس کا صوفی قفس اور رنگ ہے، ان کی تشبیہیں اور استعارے ان
کی تفصیلات کی ہیئت کو اور کچھ سمجھنا پڑتے ہیں۔

’نور کا نذرِ دست کی ہے‘

ہر صبح کی طرح

اپنے پر فراتو پہنچتا ہے!

۱

’قیامِ بسترِ مری جان بھی‘

ہزارِ شوق سے بھرتے ہیں اس کا دم و شوق

فہم جو جاننا ہے اصل کس دہلے کے؟

ان نقوش میں بچے کی جگہ، جذبات کا جگہ، ایسے دفترِ عزت، اگر مگر خیرِ ذات کا ذکر ہے تمام جہ، ایک خاص ماحول اور دنیا
تیار کرتے ہیں، ایک شکل اور ماحول ہے۔

’اسے مری ہم قفس لہو کو ختم ہے‘

نور کا صبح ہے

ایک طرزِ مری میرے تے کم نہیں

اسے سمجھنا اپنی صورت اس کے کس سے ہے



”تا تجھے اسی مشق کا پاپا ملے ہے

تو یہ سو رنگ روئے

اسی کی نیند میں تیرا حیات گھٹ کے رہ گئی

وہ شوقی تھم کہیں

وہ جھنجھکیاؤں کہیں

پڑاؤں نقش تو نے اس سے خوب تر بنائے ہیں۔

نہ تیرا غم نہ ہے

نکس کی سرنگوں میں

وہیں ہی قمر شرابی

جس نے خود گر گئے تھک سکی نہ تھک سکا؟

اس شعر کے علاوہ عیون فکر، یوسف ظفر، مستقیم، مجاہد شریر، احمد ندیم قاسمی، علی سرکار، صوری اور فیض احمد فیض نے بھی اپنی شغف اور ہر شغف کا تیری کے علاوہ اس کا بعض حصہ اور کامیاب آواز نکلیں دی ہیں۔ اللہ میں سے بعض نکلنے کی اپنی دائرہ حیات ہے۔

اس تمام بحث سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آزاد و نظم اور ادب میں ایک مستند صنف کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ آزاد و نظم بعض خاص صورت کی دہ کے خاص کلام کو پورا کرنے کے لئے صوفی درجہ میں آتا جس شعر میں حرارت کو بھی شغف کی ذرا سی شمشاد و غزل سے زیادہ کی ہے مگر یہ ایک دوسرا بحث ہے۔ آزاد و مجاہد شاعرانہ شغف اور صوفی آزاد و غزل کا ایک سیوا اسرار ہے۔ اس نے آزاد و نظم و غزل کی صنف کو جیتا ہے۔ ایک مستند اور خوبصورت صنف ہے جس کے مستقبل میں ابھی بہت سی ادیبوں کی ہاسکتی ہیں۔

(نومبر ۱۹۹۵ء)



جدید تقاضے اور پاکستانی ادیب

[illegible][illegible]

مکتوب کے اسرارِ حیرت سے متعلق نغمہ نگار مرثیہ سہاسنی حوالے سے لکھا ہے کہ وہ دیکھا جائے تو حقیقت کا ناپید تاج ہے کہ سرورِ ادیب ہی کو تاج
 پہننے کی فکر نہ ملے، نہ ذوق نہ ہو، نہ جگہ نہ ملے، نہ وقت نہ ملے، نہ ادیب، نہ مکتوب کے نظریہ تاریخ کو اپنے زمانہ، اصول کی، عقلی حیثیت سے سمجھ سکے اور
 عقل و قلوب پر ایک قوی و کج شعور رکھنے والوں کے طرز اس حقیقت کا ادراک نہ کر سکے کہ ان کا سراسر مشورہ افسوس پیدا کرنے والی غریب اور غریب
 پیداوار کے لئے اس کے کسی معزلہ میں ہے اور اس کے اصول کی مقصودیت کیا ہیں؟ اگرچہ ہمارے مروجہ نے اس مکتوب کے نظریہ تاریخ کو اپنے زمانہ و ماحول
 پر مطلق نگہ کرنے کے بجائے اس نظریہ کو اپنے ماحول سے بلند ہو کر "نہج" خود پر قیود کر لیا۔ اس کے اہم غائبانہ اظہار ہے کہ ہم کیا کہتے انسان کی
 تخلیق کا تصور بہت متنازعہ تھا کیا ہے وہ اس کے بارے میں کیا افکار تھے؟ اگرچہ وہ ان کو پسند یا پسند نہ کر لیتے تھے اور پھر عقل و قلوب پر اپنی پسند
 یا پسند کے کاجازت کرتے تھے۔

ہمارے یہاں ہرچیز نیا ادب اور ترقی پسند ادب کے احاطہ ایک ساتھ استعمال ہونے لگیں ترقی پسند ادب کے مفہوم و مقصد کا تعین اور نونگ کے بارے میں اس کے نقطہ نظر کی وضاحت بہت جلد ہی ہوئی اور ایک نئی ادب اور ترقی پسند ادب کو ایک ایک صفائی میں، سطحوں کو نہر ہے۔ جب لوگوں نے نئے ادب کو پڑھا تو اس کے اثرات پر حیران کیا ہے وہ ابھی فرما رہے ہیں کہ اس کی پیدائش میں یہ کشور و سرکاری و معاشرہ کی امان کے اصول کا مقصد کم تھا اور انگریزی ادب کے مفہوم کو چارہ۔ تو تھا اور دنیا جہاں کے اثرات پر ایک ترقی پسند ادب کے ادب کی مثالیں انھیں اندازہ دے رہی ہیں اور ادب تھا جو انھیں کوئی نہ دے پائی تھی۔



از تحصیل و توحید۔ جس کے ساتھ دیگر مبالغہ مناسک توحید کے تمام رولوں کے ساتھ اس کا کشمکش سے بچنا۔ رہے یہاں چھ انسانوں یا
 نظموں کا تذکرہ بھی ایک آدم کی بزرگی اور چند کفر اور ایمان اور۔ جسے پسند نہ تھا مگر وہاں پر ایک کافر مطلقوں کرنے کا کشمکش کی گئی ہے
 حقیقت یہاں تاہم اور اس میں شری شعور کا مزہ ہوتا ہے جو لوگوں سے ترقی پسندی کا مقصد یہ ہو کہ فرقہ وارانہ سیاست اور دیگر وجوہ
 پسند کی کے غیر متوجہ سے دور رہ جائے۔ لیکن اگر ایک اور زندگی کا کہہ کی تعلق ہے تو سمجھا گیا کہ کوئی تاریخی نہیں کی جاسکتی اور اس میں
 کوئی پایا جاتا ہے کہ ہمارے ادیب حقیقت اور زندگی سے آنکھیں پڑنے کی کشمکش کرنے رہے چنانچہ ان کی تحریروں میں اس کا ہذا
 مسائل کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں جنہوں نے جنگ آزادی لڑنے والے منا میں اپنے کشمکش اور تضاد پیدا کر دیا تھا کہ وہ تاریخ پر ہرگز انداز
 ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اور ملتیں بھی بکال سے ہمارے وہیوں کے مشرک نظر زندگی کی اور انگریزوں نے زیادہ ترقی پسند توحید سے
 ادیب کو توحید حیات کا جو تصور دیا تھا اسے قبول کر کے ہمارے وہیوں نے اپنی لائبریری میں سے نکلتا ہی چھوڑ دیا۔ جب جب بڑے
 مسرووں اور گڑھے گڑھوں کے محنت کی حد سے زندگی کی توحید کرنے والے ادیب پیدا ہو سکتا ہو تو ادیب کی گئی کہ وہ کوئی نہیں مارا ہرے؟
 رو کی منتقلیہ کی کہ یہی موجود ہی نہیں ہے۔ ان توحید حیات کو نو نہ بنا پایا جاسکتا تھا۔ پھر وہیوں نے زندگی کو دیکھنے اور لکھنے کی اہمیت
 کیوں گولا کرتے؟ چنانچہ وہ اپنی لائبریری میں لایا جتنے سرمایہ و محنت کی کشمکش اس کے پیدا کر دے مہربان تھے اور طبقاتی
 جنگ کا مطالعہ کرنے، سرگرمی یا باکرمزور کی مظلومیت پر کھڑے اور کسی سرخ سوریہ کے مطالعہ ہونے کا انتظار کرنے رہے
 اور دھر ہما سا مشہور روز بروز مجبور سے پیچھے تو ہوتا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے ادیب نے اپنے ادوار کا ایک خلا سا
 بنا لیا اور اس میں بدلے بدلے اس کے کہیں دھڑلے دھڑلے کے صفوں تقریبی پیمائش اور کسی سوریہ کے مطالعہ ہونے کی بدولت
 دینے میں مصروف رہے۔ ترقی پسند نے تقارویں نے پھر شرعی کوشش باقی رہا ہمارے ادیب دتے کچھ حقائق سے جھپٹے ہوئے کے
 باوجود اپنی نقطہ نظر پیش کر رہے ہیں۔ مگر ان کو کلی حقائق کا یہ لائن اور حمایت کا یہ ڈھونڈ ایک انصاف کی لپ کے ساتھ کہ
 نہیں تھا۔ اقبال اور ان کا عمل اور لکھ رہا ہے۔ جب وہ اصل کا لکھوں اور مضمونیوں سے زندگی اٹھا جانے تو فوراً اہل کمال کو دنیا میں
 رہا دیتا ہے اور ان کو کہ یہ دنیا کچھ تو ان کی کے دھڑلے میں ہی مٹ رہی ہے اور کچھ مستقبل کے خوش چہ خیالات ہی۔ یہاں تک کہ توحید
 کا مزہ ہونے انتہائی صوفیوں کی لکھ رہا ہے۔ چنانچہ ہمارے ادیبوں کی رعایت بھی حقیقتاً ایک ذہنی فرد اور گڑھے کے ساتھ
 کچھ ذہنی۔ انہوں نے اپنے جھٹکی مسائل اور ان مسائل کے پیدا کر دے اپنے تمام کارنگان کے جذبات خیالات اور عمل سے ایک
 ہو کر جس نوعیت مسئلہ کے طلب دیکھتے تھے خوش اپنے قصود کے جو عمل ہمارے تاریکی کی ایک فیضی زندگی کی ایک کوشش ہے لکھنا چھوڑ گئے
 آنکھیں نہیں مٹھیں کہ وہ دنیا پاؤں کے پچھلے سے سرک چکے۔ اور وہ صوفیوں کی ایک ٹوٹا ہوا مار سے ہیں۔

مردانہ کے ذہن کے فزائیک کے نظموں میں یہ اس ناپاکی طور پر لکھا گیا ہے البتہ افسانے میں اس سے ظاہر ہیں۔ اس کی وجہ یہ
 ہے کہ یہ سہلہ خدا تو نہیں کہ ان کے تاریکی آفریں کے شعور نے ذہنی شکست سے کھائے دی۔ مگر اس کے میں ہر کسی یہ کہ انہوں
 نے زندگی تاریکی حقیقت اور خدا اپنے مصالہ۔ نرنگی اور جہاں جہاں خبر بات سے انھیں نہیں کیا۔ شاعر کو بچاؤ جہاں بالی ہوتا ہے ذہنی
 نہیں لگنے پہنچاؤ انھیں مگر ہمارے خدا تو نہیں ہوا جس مہلت اور بڑے کچھ شعور کے ایک۔ خدا کو کیسے شکست دے دیتے ؟
 چنانچہ تاریکی کا یہ صوفیہ کے بعد کہ وہ انہوں میں۔ لکھیں دے کر کچھ تھے۔

یہ عمل انگریز کی ہاں ہے۔ جہاں مسلمانوں کا توحید جو بہت پسندوں اور ہوا تو اس کی کچھ جہاں کہ توجہ ہے۔ پاکستان کا



تمام اعلیٰ تر کی پہنچ کر ان کے شعاعوں ایک نیا عالم اکھٹے کے لئے، جیسے بہ صفت میا کی لٹروں اور لودرغوں کا پیدا کر دینا تھا ہے۔
 وحی و وحیہ اور آدیں اولیٰ شایان کے مسئلہ پر کچھ سمجھنے پر ضرور مبالغہ افزا اگر کسی سمجھنے پر مجبور کیا گیا تھا سچائی کے
 غور کر کے شایان کے فکر کات اور ان کے نتائج کے بارے میں بہت سے ایسے ہوتے تو فیصلے کیسے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے

”ہم شایان کے عقیدہ کا تجویز ہیں، اگرچہ وہ اور میا کی لٹروں کے ساتھ ملنے والے دھرم سے ہوتے، مذہب جو ان کا

فرق پرستی سے ہیں، وہ بھی بنا دیا جائیگا کوئی بات نہیں، نیا انسان پیدا ہوتے اور ہے۔“

پڑھائی کرنے والوں نے اپنے تالیف شعور اور میلان مصلحت کا شہرہ تو بے دیا، لیکن اس تالیف شعور اور میلان مصلحت کی
 حقیقت ”مکتوب کا“ سے کچھ زیادہ گہرا، ساطرف سے تسلیم کیا گیا جائے کہ مصلحت اگرچہ کہ مصلحت اور میا کی لٹروں کے
 جملہ کھوں کی پیداوار ہیں۔ اگرچہ یہ سوال اپنی جگہ پر رہتا ہے کہ آیا یہی ہے کہ میا کی لٹروں کی پیداوار میں جو کچھ ہے
 جس پر جاتا ہے اور کھانے کے لیے کہ اس کا بنیاد و بنیاد کا پتہ ہے کہ تعلقات روزمرہ کے مصلحت اور لٹروں کے اُلٹت اور پختہ
 لٹروں، جن کو ذہنی اور جہان باقی کر کے میا کا یا جاتے، کھاتے کہ یہ مطالعہ ہم ایسے ہی سمجھتے ہیں، میا کی لٹروں سے نہیں
 اصحاب مصلحت کے سازگار ہو چکے ہیں کہ پاکستانی ادیب اس مسئلہ پر تنبیہ سے غور فرمائی کریں، اس کے سبب دنیا کی ان کچھ اور
 کچھ نصرت میر کی تاریخ کو سامنے رکھ کر ان تمام مصلحت کا جائزہ لیں کہ ان کے اثرات، مصلحت اور لٹروں کے اثرات، لٹروں سے ہیں کہ ہمارا
 مصلحت سے متعلق ہے اور مصلحتی مصلحتیں، اس کے علاوہ آج ہمارے ادیب کی جان آ سکتی ہے اور نہ ہمارے لٹروں کے لیے مصلحتی جانور جو
 لکھتے ہیں، اگرچہ اپنے اعلیٰ میا کی لٹروں کے بیانات کے کھانے اور مصلحتی تعلقات کے نتائج ہوتے ہیں۔



اگست ۱۹۵۱ء

اور مصلحت ذات ہی کو ذات سے باہر رکھا
 پادشہ رکھا میں تو اوقات سے باہر رکھا

زندگی دیر تک کرنے کی خواہش رکھی

اور جیسے کامیاب حالت سے باہر رکھا

جاوید شمس

ملاوڑی شاعر کی لکھی



تے مقرر رکھ کر اور اپنی قسمت سے نجات حاصل کی ایک کاوش تھی، چاہتے، اقدام، اقبال اور دوسرے شعراء اس قویہ کے علمبردار تھے۔

لیکن اگر غور کیجیے تو یہ مادہ اور حرکت اور گل کا دور تھا، وہ مقام کے طور کے بعد بڑی انقلابی تحریکیں رونما ہوئی تھیں، دینی، تاریخی، سیاسی اور دوسرے اقتادات نے انہیں کو سمجھو، سمجھو کر دیکھ کر گواہ تھا، دیانت کا مدینہ پر ان کی شخصیت عام قریبی سے لڑنے لگا تھا اور اس کی بڑھتی ہوئی زندگی کا محرک خفا خانہ سے ہی ضرورت لگا لگی، حرکت عمل اور جوابی عمل کا دور دورہ تھا، پھر اسی دور میں ایک بار موت یا کسی قویہ کا دور دورہ ہی، گوہر کا اثر ہی اس میں ایک کی قیامت میں ابلا دیا، ایک طرف دینی جنگ ہی مصروف ہو گئی، سارا ملک فوجوں اور تقریروں سے لڑنے لگا تھا، ہر طرف لیڈر پیدا ہو گئے، ہر قسم کے بیٹے ہمارے، انہوں کا مطالبہ کرنے کا زعمی عام ہو گیا، ایسی صورت حال میں ادیب، انصاری، شاعری پر ایک کتابیں اتر آئیں اور ان کا دور، چنانچہ اردو شاعری میں شعلی، نظریاتی، توحشی اور اقبال پیدا ہوئے جو سیاسی اور دینی تحریکات سے بے دردا نظر نہ ہوتے تھے، ان شعراء کے کام میں ہم جن وقت داخل اور خطرات کا اندازہ نہ کرنا پا رہے تھے، ان کے دامن میں انداز پر کام راست ملک کے سیاسی مختلف مقام پر آہلی اور دینی انقلاب کے تعلق تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شعراء میں سے اقبال کے ان اہم مبادیات کا عمل میں بڑھ کر نمایاں ہوا اور ان میں نے کردار کی تشکیل میں نہ غایت کے شعور کا لازمی قرار دیا، تاہم اس سے ان کا شایہ شکل جو ان کا اقبال کے ان بھی نمایاں قریبی اور جمالی قوم کو قیادت سے باہر رکھنے اور ان کو سرور میں رہنے کی ترغیب دینے کا دور دورہ نہ تھا، اور اسی لیے اقبال کے ان بھی اپنی حالت کی پہچان نہیں ہی کر رہے تھے اور شخصی و دینی کی مدد شعلی میں حقیقت کے اندر ان کا اس طرفی صبر نہ رہا، جو اقبال کے بعد اردو شاعری میں نمودار ہوا اور اس میں ان کا دور سب سے اعلیٰ عمر اور میرزا تھا۔

میر سے نزدیک اس مسئلہ میں میرزا کی حقیقت ایک حلقہ میں کی کہ یہ کہ ان میں شاعری ہی پہلی اور اردو نظم کا اعلیٰ مبادیات کے انہماک کے لیے وقت کرنا اور اپنی ذات کی پہچان بھی میں ادیب کا کشاکش اور دہر کی ایک ایسی صورت پیدا کی کہ نظم میں دامن فروگیا، اجنبیات پیدا ہوئیں اور قرائن کے ساتھ محسوس ہونے لگی بلکہ زور دینے والی میرزا کا جو مذہب یا جو مذہب کے بہانے پھر سے راستہ تھا اور اس میں فروگیا، رنگ رنگ کی طرفی گرم ہی کر رہی وہاں تھا، اس میں دینے کے انہماک کے لیے نیر دینے کی ضرورت کی گئی تھی کہ وہ اس کی مدد میرزا کی جیسے صلاحیتوں کی شاعری کی اور اردو نظم میں غلامت پر ہی کی ایک نئی روایت کو قائم کیا۔ بے شک "علامتیں" میرزا کی تھیں، قلم میں اردو نظم میں موجود تھیں، مثلاً اقبال کے ان شاعری، ادیب، ان کی لاد کار دان اور خیر کے علامتیں، انہوی قیاس اور اقبال نے ہی علامتوں کی بڑی فہمیت سے استعمال کیا تھا۔ لیکن میرزا نے پہلی بار دینی علامتیں یعنی کہیں ہی کا کھل پھرے، اگر اتنی قیاس کے حدود اس نے علامتوں کی بہت سی دی ہیں، تھیں اور جنسی انہماکوں کا ادیب کنائی کے لیے بھی استعمال کیا، چنانچہ میں میں نرائی کے علامت پر میرزا کی علامتوں کو ان کے بعد میرزا شعراء کے کام کو کھل چلا، اہل ان میں ایک کاروبار بہت ہی علامتوں کے لیے ضرورت آگاہ، دہر پہلے میرزا کی کام میں انہماک رہا، اس کے لیے میرزا کی فہمیت لڑا، اور اس کی شاعری کو کہیں محسوس ہوئے۔ ہر حال میں یہ ہے کہ میرزا کی اردو نظم میں پیدا ہوئی تھیں، تاہم سب سے اہم اس نے خود کو شاعری پر قبضہ کر لیا، اثرات ہر قسم کیے ہیں، اس کی کوئی شک نہیں کہ تقسیم ملک تک میرزا کی کے اثرات کے ساتھ ساتھ اقبال کے اثرات میں اردو نظم پر قسم لگوانے کی صورت کی اتنے سے تقسیم کے بعد اب تک بھی جیسے وقت گزر رہا ہے میرزا کی کا صورت پسند کر کا، ان کا انداز "کی زندگی کی سیاست کو میں بڑھ کر شاعر مستطاف ہوا ہے۔ چنانچہ ان کا اردو نظم میرزا کی کے دکانے سے دانت پر کام ہے۔

تو لیجئے کہ ایک دور میں اس نے جیسے ایسا خود ہی انقلاب کی چیزیں لاد کر وہیں فرما رہے ہیں، اس میں سے ایک سخت زکرفت علاقہ



ہیلان بدلت فسرہ دل حشم
کہاں تک بیان اس کی چون غریبان
پیر خرافت بیٹھ کھسٹ
بشر میں نہ ہوں گی یہ عجوبیان

اس لئے یقیناً یہ قصہ داہری شاخ کے دور حکومت میں (۱۳۶۲ تا ۱۳۷۱ء) مصطفیٰ (۱۳۷۱ تا ۱۳۸۱ء) کے عریبان
عرسے میں حکم کیا گیا ہو گا۔

• لفظ "مفتی" کا لفظ کہ میں ناؤ شوی یعنی بیکر اہل میں سے ہر قسم کی شوی کو الیہاں کو سامنے رکھ کر مشاہدہ ہے "نظر" اور "دید" کے
لفظ کے لفظ کو ہر قسم کے رنگ میں حکم کسے کی کوشش کی ہے۔ نظم نے اگرچہ کہ دلوں اور مقاموں کے نام بدل دیتے ہیں لیکن کہا گیا کہ
ہمارے انقلاب کے ترتیب، اہمیت و عظمت، باطل و مانع کے مناظر یا ملک "مکروالیان" کے قذ کے ہیں۔ بلکہ سامنے تذکرہ شوی کے
ظہور میں یہ کہنا سب ہو گا کہ "مفتی" میرے کہ "مکروالیان" کے جوہر میں یا نظریہ کی گئی ہے اور وہ اچھا چٹ سا راجہ
یہاں تک کہ ہندو اتہا اور سامنے اللہ "مکروالیان" کے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ آقا صوفیہ کے ذہن و فکر اور انداز میں سب میں
مکروالیان کا شعور ہی تھا تقریباً غلبہ۔ انہوں نے عرب "مکروالیان" کی داستان کو اپنے طور پر دوبارہ نظم بنایا گیا بلکہ جس طرح
ممکن ہے اس پر اپنے مفتی کو سامنے رکھ کر اس کے شویہ کی کوشش کی تھی۔ اسی طرح "مکروالیان" کو سامنے رکھ کر لفظ مفتی
کس لفظ سے قرآن کے اشعار کیجئے اور میرے کہ کارنگ والے لکھی تھوڑی کوشش کام کو کہا ہے۔

• مفتی مفتی •

• مکروالیان •

کھڑے ہر پر تازہ اور قرقرے
ہے ساتھ مکروالیان کے پر سے
تھی ہمراہ ایک اس کے قذ و قد
بنایت سبب اور قیامت خریف
صدا قرقرے کی بھون کا وہ شور
درمزن پہ سبکے سببوں پہ
گوئی حق میں جب مستم ہے نظیر
پڑا کہ میں کھسٹ یا منبر
حق اس طرح سے سوا دی چل
کے تو کہ بابو بیبار کی پٹلی
جو دیکھے تو صحرا ہے ایک حق و حق
کہ دستم ہے دبجو جو جائے حق
کی جگہ ہے یہ دیکھوں میں میر
نہو پاس سبب سے وہ یادش بھر
وہ آنکھیں جو روئی تھیں پھٹ پھٹ

ہیں تازی کہیں اور کہیں قرقرے
ہیں دیکھیں مکروالیان کے پر سے
کی کھسٹ کے کچے یہ قذ و قد
کو حق میں اس کی بنایت خریف
جب دل پہ ہوتا تھا وحشت کا زور
مفتیوں پہ جب نظم کہتے تھے جو
وہ صورت میں تھا اس طرح ہے نظیر
گوئی جس سے ہوتا تھا بابو حیر
امیر دل کے پیچھے سوا دی چل
کے تو کہ بابو بیبار کی پٹلی
حقیقت میں مگر تھا وہ حق و حق
جسے دیکھو اس کا ہر رنگ حق
شکایت کری کیا تھا دی جو حشر
نہیں پاس سبب سے وہ یادش بھر
کوئی ہوا سبب سے کہ پڑتی ہے جھٹ



ہوں آنکھوں میں موتی ہرے کٹ کٹ
کوئی شرم سے ہر گنگ آب
کوئی رہ گئی انگلی دانتوں میں داب
وہ واقف جو اسی راز سے ہر گشتیں
لو اصریں اور حرا اور ادراسر ہو گشتیں
بکا میری سطر میں نہ لائے گا تو
نہ پھر حشر تک کہو کہ پائے گا تو
کرائے میں آج سے اچھا داریر
پائے ہوئے تھا جو شکوہ فقیر
عزیز آغا زادستان سے لے کر آغا ملک غلظت و سناں ملت حق میں "سراپا کی قلیل کی کمی ہے" سراباں
کا آغا داسی طور پر جاتا ہے۔

کبھی سلطہ میں تھا کوئی بادشاہ
کنا بادشاہ اس کو دیتے تھے باج
آغا حسن نعم نے "ملت حق" کا اجتہاد کی وضاحت سے کہا ہے۔
نعم میں تھا ایک شاہ عالم پناہ
بیت ملک تھے اس کے نزدیک
"سراپا" کے اختتام میں پیر مس سے چنانچہ خود معین استعمال کیا تھا اور لوہ آصف اللہ کے لئے
وہ عاتق ٹبر کا تھا



دینی شاد لوہ حالی جناب
بچن صبر اور بچن مس
کسبے آصف اللہ داسی کا منتخب
رہوں شاد میں ہیں خادم مس
نعم نے یہ "ملت حق" کا خاکہ بالکل ہی ایسی میں کیا ہے۔
وہا پر ہر آئی غم یہ شغری
مردوں پر آئی غم و میل
کسے نعم اب یہ کہاں تک چلے

آخری شعر میں نعم نے اپنا افسوس بالکل صریح کیا ہے کہ اس میں سوال کیا ہے اور اسی لئے بیت و دلائل تک لوگوں کو نظر میں نہ آ سکتا
کا طرف دیکھو اور یہ شعر میں نعم کے یہاں شوق سے شہب پر گئی تھی یہ بھی پھاہر اگر پھر چاہے سے غلط ہے شوق کی فضا ہونے کے ساتھ
مناجی کہ باد شوق کے نام سے شہب پر گئی غم عام پر گئی درد ظاہر آکا وہ بالکل گم اور جرح صوفیوں کی "ملت حق" میں
اگر یہ بلا توضیح بیان کی نہ گئی ہوتی یہ بھی اسی کے ساتھ ہے یہ اندازہ فرود جاتا ہے نعم کو زیادہ پیر رسول اللہ سے حاصل کی اور

اور اگر وہ شخص سے بہت کر گذر و مروت نہ سلیم کرتے تو وہ یقیناً گمراہ و گمراہ ہو جاتا۔ انہوں نے جیسا کہ سابقہ سے تھوڑا کٹاؤ ہی منزل تک پہنچایا ہے اس کی مثال مردوں کی نظر میں آتی یہ سمجھ لی جائے۔ جیسی طوطی شکاری کو کسی جنگ میں دو بار نہ کھنک آ رہا نہ تھا نظم اپنا قصہ سنائی کہ جو سے بغیر جگر کاٹے گا سب ہوتے ہیں، لیکن کبریٰ میںیت سے "نفس عظمیٰ"۔ "بہرہ" میں سے مقابلے میں جہالت مولیٰ ہے اور اصل و نقل میں فرق ہوتا ہے وہ ان دونوں میں صاف نمایاں ہے۔ لیکن جب "نفس عظمیٰ" کا مطالعہ کیجئے تو دائروں کی اور بیانات نگار اور منظر نگار کے بغیر ہوتے ہیں اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ خطا جب "عاصی" نظم کھنک کے دور کا قریب اشارہ، جو "میر" سے روئے "کے فرق" کی حالت بیان کی گئی ہے، ہماری نظر سے گزرتے ہیں، تو ہمیں لگتا کہ "شاعر" وہ ہیں "عصر" میں کی جی پڑتا ہے۔

خود دہنے سے دم بھرتا بن گیا	نہ خاصا بھی وہ بھرتا ہوا گیا
یہ نقشہ چھو کا سبب ہوا	کو گھنار جو تھا وہ جنگی ہوا
دہلو میں پایا جو اس پار کو	ہوا صدمہ اک جاہلو بیار کو
درا پاؤ بھول نہ اس ہوا کی	جو کہوت بھی نہ دل سے اک آہ کی
نہا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوش پٹنے لگی	یہ فرق کی آتش سے پٹنے لگی
کچھ رنگ رٹا کے بد لسنے لگے	کچھ شیطاں سے پٹنے لگے
کچھ ضبط وہ جاہ کرنے لگی	کچھ تیرا کر آہ کرنے لگی
کچھ جاہ بچنے سے ماری ہوئی	کچھ عشق کی صورت میں ماری ہوئی
عالم میں شب بھر طبیعت دی	نہ رنگت دی وہ نہ صورت دی
بہت آگیا فرق اوقات میں	وہ کھینکا تا ہو جانا ہر بات میں
وہ گول سے رُخ تمنا یا ہوا	وہ روئے سے منہ خبر بھر یا ہوا
وہ سب ہوئی ہر جاں اور گال	وہ آنکھوں میں ڈوب پڑے لال لال
خون کیا بیان ہو کر جو حال تھا	جو دیکھے وہ دوسرے جو حال تھا

یہ دیکھو، جیسا کہ نظریہ میں ہماری نظریہ موعی کی تعبیر کے مطابق میر تقی میر کے اہل اشارہ پر پڑتا ہے تو نظم کھنک کی شکاری ہماری نظر سے گزرتا ہے، میر تقی میر کے ہند اشارہ دیکھئے۔

خطا نہ گمان سے ہونے لگی	پہلے سے جاہ کے سونے لگی
شہر نے نا جان میں اضطراب	گدا دیکھے وحشت آلود غلب
دھماکا سا ہنسنا نہ وہ لگتا	نہ کھاتا نہ پیتا نہ لب کھوتا
جہاد شہنا بھر نہ اٹھتا اسے	جنت میں وہ رات گھنٹا اسے
کہا کہ کسے کوئی نہ پہلو	قرآن اٹھا اسے کہے لال جی پلو
ہر جی جی کھانے کو کیا حال ہے	تو کہتا ہی ہے جو احوال ہے



کی بڑی قوت اور دھڑکا اندازہ نہیں ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اگر وہ مکہ کی شاہری میں اگلی کی منزل کو اتنا دیکھ رہیں کیا جاتا، چلتا ہی
 کوئی ہے مولانا منزل کی وضاحت کے ساتھ لکھے۔ اس کی شعری طنز میں برہنہ گفتاری یا موضوع بندی کی سہ سے بگے لکھ گئی ہیں۔ اگر
 ایسا ہوتا ہے تو چلتے چلتے وہ تھکتے، دھڑکا اور یہی سی تقاضوں کی وجہ سے آج کے آغاز کی تعداد میں موضوعاتی نظموں میں بھی نہیں لکھیں
 ان کا کام دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے نظم تو بڑی اچھی لکھی۔ وہ چار نظموں جو ان کے مجموعے میں ہیں، ان میں سے ایک ہی، شاید انسانی کے
 شعری سونے میں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کی شاعری کی وجہ سے ابتداً منزل سے ہی ان کا دور یہ
 ہی واقعہ ہے کہ ان کا تخلیقی جوہر تو بڑی حد تک عبادتِ خدا، انہوں نے اپنے ایمان گہرائی میں اس کے جیب جیب شکر و حمد کا پرم کیا تو اپنے
 مزاج کی منزل کی وجہ سے اظہارِ امت اور ایمانیست کی جزوی نہ ان کی پادشاہی کی۔ خود تجتہ کو ان کی جوہر کے لیے منزل کے اس پس منظر
 حق شایرا جگہ ادا کر رہے، انہوں نے اپنے قوی ادبی احساسات کو ہم نکال کر منزل کے چرلے میں بیٹھ گئے اور اس (Siddiqi)

۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۴ء) جذبہ احساس کی شدت اور شعری کے ساتھ کہ اس کی دھڑکی بھر کر سے کم اور اس حد کی منزل میں نہیں مٹے۔
 اگلی کی شاہری میں مرکزیت جذبہ عشق ہی کے نزدیک پیدا ہوتی ہے، یہ عشق وطن کا، عشقِ اسلامیہ کا اور آبادی بڑا عشق ہے
 غیر مشروط اور ہر چیز کے عشق سے سے بڑا، لیکن یہ عشق نہ عشقِ حق کا وہ گھٹو ہے جو باوجود وسائل کے چرلے میں نہیں بیٹھا ہوتا ہے اور اس
 میں سرشاری اور سرکشی کی دالہ اندازہ اور بے باغ کیفیت ہے۔ ان کو اس میں جیب و دال کی شکایت ہی ہے اور انہیں پریشانی اور اذیت
 کی حالت میں دیکھ کر دھڑکی کو اس ناقصی کی حامل ہے۔ اس کا راز منزل کی پوری دنیا کی نفرت، لکھنے کے کھٹا ہے۔ ان منزلوں میں اکثر غیر
 اظہارِ محبت لکھتے ہیں بلکہ ایک عشق کیفیت ہے نہ صرف دعاؤں اور دعاؤں بڑا، بلکہ اس صلیبی دنیا کی بھی جس کا اثر زیادہ ہندی
 مولانا کے شعری اور جذباتی رجحان سے ہوتی ہے۔ ان منزلوں سے صرف اندازہ ہونے کے لیے ان کی تجزیاتی نقاد اور قاری اس کی نکات کو نظر
 میں رکھنا بہت ضروری ہے۔ یہ قاری عاشقانہ کیفیت انہی تمام چار گلیوں کی منزلوں کو گزرتے ہوئے دیکھنے، ان میں سے ہر ایک کو ہم دھڑکی کو
 دہرائی کے چرلے میں بیٹھ گھسے کہ انہوں نے انہیں اور انہیں ادا کیے۔



یہ نظم ہندو قومی قہر
 اب کبھی تو ثابت باطل کا قریب
 بغیر سے تیرے لیے قیود رنگ
 دیر دیر ہوش اب جا کر گئے
 حق عقد سے اب کہیں ہم پر گئے
 بال دیر لکھ نفس کے دور گئے

تیرا اور قید بھی جنس کی
 نہیں کو ناقصی کی
 ہم سنہ ہر وقت کے عمل پایا
 شہرِ دو جانے شیبہ کی
 گو بہت باد یہ بیجا کی
 ہے یہ قسمت تیرے محراب کی

یاد دہی دھڑکی میں کوئی دھڑکی سے دور
 صحت نے اس کی دل اور ہر سن کہاں
 گزرتے ہیں انہی یادوں کی قہر
 چائی نہیں ہے ہندو لکھ کی بچہ سے دور
 غریب تانے خبر چاہتے ہیں سے دور
 صفا دھڑکی کے نفس کو چس سے دور

آؤ ہر روز زمان میں بھر موج عشق کی
شکلا تو ذرا طور حوال تو نہیں یہ
جس میں قری میں ہر وہ لعل تو نہیں یہ
جس میں ہے تو کیا حلق کا اس میں لکھو

داؤ چاہی کہیں تیر دی نفس کے
ذرا نہ یاد حنا صیت اور کس کے
ان اشعار میں دو دہلیز کی داستان اگر ہم نفس و تاثیر میں دھن اور ہوا دو روئے گی اور حنا و حشمت کے پیر لعل میں دیباہی ہوتی ہے۔
تاکہ کہیں کہیں لعل بند ہی و قید رنگ اور دھن و دھن کے ٹھٹھے اشعار میں آگئے ہیں، لیکن ان میں بالعموم کچھ اشعار ہیں جو بات نہیں کہتے
ان کا عام انداز یہ ہے کہ لعل میں اس رنگ و رچا ہے کہ ان کے قری و دہلیز بات کو عام عاشقانہ جذبات سے الگ کر کے ایک نیا رنگ ہے۔
سینہ ہر دو لعل کو دیکھنے کیلئے ایک ہے
ہم نے یہ مانا کر یا اس کو فراموش کر نہیں
یوں تو ہے ہر شو میں آدھ فصلی لڑان
بہر میں تو آدھ فصلی لڑان
یوں تو ہے ہر شو میں آدھ فصلی لڑان

اسی لعل سے حسرت ہوئی تو کیا ہر شو لعل ہے۔

سہ (م) جفا کا سیلاب دیکھنے کیلئے ایک ہے
جس میں دہلیز مست خواب دیکھنے کیلئے ایک ہے
کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ان اشعار میں ایک مقام کے دل کی تڑپ اور آشوبہ دل دیکھا جا سکتا ہے۔ مولانا نے اس میں غزلیں یاد آؤ
قید لڑکے کے دوران کہیں، غزل کا مظهر ہے ان اشعار میں یہاں عشق کے جذبات صادق کی آغوش ہے۔ وہاں شوہر سلاسل کی گونج میں تال دیتی ہے
تینا نفس میں ہر نکل بر لعل جتنی ہے
وہی شوہر سلاسل ہے و کہہ دانا ہے

آؤ کس کے کشتی سے نوح و طوفانی
اپنی ہی طوفانی نہ دنا کا وہ کیا کریں
کچھ نہ پاسے دل کی شب و طلسم دل
ایک داستان غم عشق وہی تا محسوس

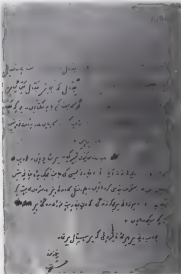
یاں تو ہے نام عشق کا لینا
شرط غم و غم پہن سسلی لے پھر
نامہ طوق ان کو عشق سے کو
ایک ہی جسم اور سر مستی

ان کا عشق ایک عاشق صادق کا مشن تھا، اس میں ایک ایسے مشغلہ تھا کہ کیفیت تھی، جس نے ان کے ہر سہرہ و رات کو لکھنے
کے لکھ دیا تھا۔ ان کے عشق میں دیکھی ہوئی ایک ہے اور ان کی عام کیفیت، جنہو جنہو کہے، آؤ ان کی دہلیز میں وہ ہر شے کی دہلیز
کو تار تھے، جن کو ان کے حنا و حشمت نے لکھنے لکھنے کے سب سے بڑی سادہ، چھتے تھے، دہلیز و دہلیز کے لئے ہر بات کو لکھنا



وہاں تک پہنچا کہ وہ ان میں سے ایک شخص کو لے کر اپنے اپنے گھر آ گیا۔ اس وقت اور وہاں تک کہ ان کی حالت کے لئے ہوا
 ۱۹۳۰ء کی ایک اور ایک سڑک پر گئی اور اس کے کافر کے ساتھ ایک شخص کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ اس وقت اور وہاں تک کہ ان کی حالت کے لئے ہوا
 ہر روز وہ سڑک پر گئی اور اس کے ساتھ ایک شخص کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ اس وقت اور وہاں تک کہ ان کی حالت کے لئے ہوا
 میں ان کے لئے ایک سڑک پر گئی اور اس کے ساتھ ایک شخص کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ اس وقت اور وہاں تک کہ ان کی حالت کے لئے ہوا
 ان کے لئے ایک سڑک پر گئی اور اس کے ساتھ ایک شخص کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ اس وقت اور وہاں تک کہ ان کی حالت کے لئے ہوا
 ان کے لئے ایک سڑک پر گئی اور اس کے ساتھ ایک شخص کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ اس وقت اور وہاں تک کہ ان کی حالت کے لئے ہوا
 ان کے لئے ایک سڑک پر گئی اور اس کے ساتھ ایک شخص کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ اس وقت اور وہاں تک کہ ان کی حالت کے لئے ہوا
 ان کے لئے ایک سڑک پر گئی اور اس کے ساتھ ایک شخص کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ اس وقت اور وہاں تک کہ ان کی حالت کے لئے ہوا

درجہ اول



ہے۔ اس انداز کے تحت ناپور میں آئے اور پھر وہاں سے ایک اندازہ کار، راجا جی کو تمام میں لگا کر دے دئے گئے
 میں جو لوگوں کو قسطنطنیہ کے لئے مقرر تھے کثافتا میں ہو اور اس کے بعد وہ دوسری تقریب کے لئے خدمت اختیار کر کے
 سے مقرر کیے اس میں کچھ تھا کہ آپ نے وہاں تک کہ کل کو سکا ہے اور نے نہایت جلد چلے اس میں نہایت سزاوارت کا سب سے پہلا
 جہاندار تھا، جسے اس نے اس کی تقریر اور شخصیت اور خاصہ میں پسند ہے اور اس کے ساتھ اس کی تعریف میں کچھ بھی
 بہا کر دیا ہے جس سے تھوڑا سا فرق ہو جاتا ہے اور پھر یہ ضرور ہے کہ اسے اگر کیا اس میں بہا ہے یہ بہا ضرور ہے کہ اسے تھوڑا سا
 اس کی شخصیت میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر کا بہت ہی عمدہ ہے اور اس کی تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 سے یہ ہے میں اس کا ہے اس میں کچھ نہایت تقریر ہے مگر اس کی تقریر کا بہت کچھ وہاں تک کہ اس سے کچھ بہتر انداز اور اس کی
 سارا شخصیت کا فرق اور اس کی تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 اغلب میں اسے بہت ہی بڑا کر دیا ہے اور اس کی تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 کو مثلاً ساری زندگی ہے۔

مذکورہ اور شخصیت ایک مستقل حکمت اختیار کر چکی ہے اس میں نہایت ہی کچھ ہے اور اس کی تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 مثلاً جو شخص ضرور اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 ذاتی شخصیت میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 اور وقت میں اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر



کسی اندازہ کار، جسے اس کی اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 غیب میں اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 ہے جب اور شخص سے صحبت نہ کرنا تو اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 کے اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 صاحب نے اختیار کیا تو اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 کے اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 اندازہ کار اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر

مذکورہ اور شخصیت ایک مستقل حکمت اختیار کر چکی ہے اس میں نہایت ہی کچھ ہے اور اس کی تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 صاحب اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر
 اس میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر میں کچھ بھی ہے کہ اس کا وہ انداز تقریر

دیا ہو۔ شاعر غلبہ پر حال غبار سے ہیں سدا چنانچہ عقل کی کوٹھوساویں سوراخ اٹا ہے۔ غالب نے انگریز کے انشا پنے میں بھی ایک اور ہیئت کے مسائل پر دواں ہو گئے تھے۔ عقل کے توسط سے تاریخ کی ترمیمات کا نقشہ اسے دیاں جا پہنچا۔ جس سے جزیروں کی دودھ و غروب ہو کر ہے۔ تم غریب راہ ہیں جا آج ہے اب جس شبہ جرات کی مدد شفی میں غالب نے ہا سہا سکر گئے ہیں۔ وہ بے دوش ہے چہرہ کی نشی ہے کہ غم کی تب و تاب نے اسے چھاد دی ہے۔

ہر مردی مغرب کے دوسلاہ لاش میں بیٹوں کے نزدیک تہذیب کے رشتے آتے کی دنیا کے پاؤں جوتے جا رہے تھے۔۔۔ تب کو تو بچا یا ہی اظہار کے مسائل پر ان کی خطا کا درگفت نے، اگر سادہ و لغو شاعر میں کے سیاہی مطلق تیسرے نتیجے میں ماہر الطبعیاتی تجربے بھی ایک نوع کی سوسائٹ کا نشا نہ بنتے گئے۔ جہز مصممیں سے یہ کیا شروع کیا کہ کوئی وقت وہ نہ پڑھے اور وقت ہاں لکھیں میں فرق کیا میں غلط ہے کہ یہ دونوں کل قوم کی سمیت کو نافذ کیا پہنچا یہی حالات میں غالب کی سوسائٹ اپنے تناظر کی وسعت کے سبب ہیں، دنیا و دیگر کی دکان دیتی ہے، بصورت بہت بڑی میر بھی گرم صورت کا مطلب اسی سے جزو ہے اسے غلبہ ایک دسالی جہاز دیتی تاریخ میں گئی کے چہرہ شاعر ان کا غلبہ ہوتا ہے۔ غالب بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ انہی کے دور کا نقشہ پڑا، انہیں غالب آج بھی غلبہ میں، کچھ تو یہ ہے کہ انہی کے باب میں سے پلنے کا جھنگڑا اٹھایا انہیں جوتا، خود کو غلبہ میں غلبہ کی آغوش دے دیکھتے تھے، ہر جہز کہ حال تو حال انہی میں بھی غالب کے شعور کی سرگرمی میں ہا سہا شیں رہا۔ حال میں دانہ کی کہنے کے باوجود انہی کی ہلک ان کی سانسوں میں بہت گھٹی رہیں۔ یہ راضی نہیں ہو گئے، ناؤں کا قیدی ذہن سکھانے کی ہیئت شاعر کی نہیں دہائی کی ہے، براہی کے اعتراض سے ایک نئی وحدت کو سہا اختیار کرتے ہیں جس کے تسلسل کا تار در توڑتا ہے، انہی غالب کے لاش کی گرفت سے پل پل کر کے نئے ہیں چھوٹا ہے غالب کے چہرہ انہیں آج بڑا صحرانہ ہے، اور آج کے دور سے غالب کی سوسائٹ کا رشتہ سراوہ راست قائم کرتے ہیں۔ انہیں شعور میں رکھ جانے تو اذکار، جہز، کہ تاریخ کے سلسلہ سے نکلنے کے لیے کی کچھ کاڑھتا ہے۔



اس کا سبب انہیں غالب نے انشا پنے جانے کے دیکھ لیا، انہی میں بھی تو کہ ہم ایک ہی سوسائٹ میں ہیں، ایسے ہیں کہ میں سے اس تصور کی تحدید ہوتی ہے وہ ایک جو غالب کو بے حس و حال اور خود گھوڑا رکھائی دیا تھا، اس کی پیراوی کے نقشے میں غالب نے بار بار رقم کئے ہیں، اپنے جہز کے کلمات کا زور پڑھتے پڑھتے وہ اس کے دھڑکے میں گئے، انہی انہی دھڑکے کے نام ایک غبار گھوڑا تھا، انہی میں غالب کا یہ چہرہ شاعر ہے، سوسائٹ میں اس کی جہز کو جو کچھ گھٹتا چاہتا ہے، انہی میں گھٹتا، دنیا واری کا جہز انہیں دال کی بات لکھنے سے دکان ہے، انہی کے ساتھ تھا، انہی میں جب ان کا تہذیب میر لکھتے ہیں،

وہ صحت اور بدلتا جو ہم میں انہیں نافوں کا تھا، اب کہاں انہی کا ٹھکانا ہی مل جائے تو نفیست ہے۔

(رجام لکھنؤ ۱۳۱۳ء، ص ۱۸۵ء)

اب یہی جھگڑا کبھی کبھی کے رخصت سے دھبہ دھبہ دھم دھم لکھتے تھے۔

(نظام مبینہ لکھنؤ، ص ۱۸۵ء)

وہ کی بھی شعور کی جگہ میں پڑھی، شعر چاندنی چمک ہر دہائی جہز کا، ہر خطہ پرستا کے پل کی جہز سال میں مہل دال کی، یہ پانچوں باتیں اب نہیں، چہرہ دال کہاں انہی انہی ٹھکانہ جہز میں اس کا نام تھا۔

(نظام غروب، ص ۱۸۵ء)



اس ضمن میں یہ سوالی بھی کیا جاسکے۔

دیکھیں! انسانی کے مقابلہ میں وہ عقلی شخص اس لئے زیادہ اعلیٰ ہے کہ اس کی فکر و دل میں میں جذبات کی شکلی ہو نہ ہوں۔
 ہے قرآن مجید کے اندر کاپس شعری کی ترقیاتی ہر جاتی ہے؟

اسی نوعیت کی تنقید کا جو میں نے اوپر کی دیکھی (LITERARY PERVERSION) قرار دیتے ہوئے کئی مقامات کے نام جو گونٹے۔ ادبی تخلیقات کے مطالعہ میں تخلیق نفسی کے گود کے متوازی جاننے کے لحاظ سے وہم ہے کہ کئی کا یہ مشہور مقالہ
 بقابل مطالعہ ہے (THE USES AND ABUSES OF PSYCHOANALYSIS IN THE STUDY OF LITERATURE)
 کہنے سے ہیں ایک اور جیسو مطالعات کی تفسیر کی ہے۔

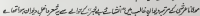
افراط و تفریط کی ایسی مثالیں ہر فکر کے مطالقات میں مل سکتی ہیں اور میں سے اس شعری کی تنقید یا نگریب نہیں ہوتی انہیں
 زیادہ سے زیادہ غلط نقطہ استعمال کی مثالیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ چہرہ حقیقت بھی کسی طرح سے نظر انداز نہیں کی جا سکتی
 کو اگست جو خیر، ہر برٹ ویٹر، لائیکل ٹرننگ، ہنس ساش، ایڈلڈ ویس، گینڈو برک اور ڈاڈا کی دنیوی کی صورت میں
 ایسا نام نقراتے ہیں، جنہیں تنقید کے نفسیاتی دستان میں تو اکثر شخصیات کا درجہ حاصل ہے۔ اسی طرح تنقید کے مختلف
 رجحانات کو بازو لینے پر یہ واضح ہر جاتی ہے کہ قرآن مجید کے خیالات نے عمومی طور اور تخلیق نفسی نے خصوصی طور پر ادب و نقد
 پر جو اثر انداز کی کہ اس میں ایسی نگ کی نہیں ہوئی چنانچہ ناقدین اور ان کے ساتھ ساتھ ہر تنقید کی صورت میں یہ ادبی تخلیقات
 اور تخلیقی شخصیات کو اس کے مطالقات میں ممتحن کی صورت میں پیدا کر رہے ہیں۔

اس ضمن میں گولڈیا ہوویں کا یہ بیان بھی کافی خیر ہے۔ جس کے بموجب نگاہ قرآن مجید کے تفکرات کو پہلے کی فائدہ دہندہ و بدو
 نہیں رہی لیکن تنقید میں دعویٰ کیا گیا کہ اس کا سنگ میل، بڑے بکریوں میں ہر ایک کے ۱۹ء کے بعد سے تو اس کی نشاۃ الثانیہ
 ہر بری پختہ قرآن مجید کے اثرات کی گہرائی کا اندازہ لگانا ہو تو ۱۹۴۰ء میں طبع ہونے والے ایف برنٹس کی تالیف FUNDAMENTALS
 OF THE LITERARY MIND کے مطالعہ میں کو مدد ملے گی۔

جہاں تک آئینہ کے ذریعہ وہ عظیم ماحول میں اغراض و اثرات کے نفسیاتی تصورات کے ادب و نقد پر مطلق
 کا تعلق ہے تو آئینہ کے نظریات نے سب سے کم اثرات ڈالے اور اہم نتائج میں سے صرف ہر برٹ ریڈ کا نام نقراتے ہیں، جس
 سے بجا لگے۔ اس کی تکرار کے تصور سے اپنے تنقیدی فیصلوں میں ادا دی، اس کے مطالعہ میں اثرات کے اثرات آہستہ آہستہ
 مگر متعلق ادب و نقد میں نمودار کرتے بارے میں آئینہ سے باطنی ناقدین میں نگاہ کی طرف جھکاؤ کا رجحان قوی تر ہوتا جا رہا ہے
 چنانچہ انسانی ماحول کا مطالعہ (ARCHETYPAL CRITICISM) نامی نوعیت میں تنقید کرتے ۱۹۵۰ء نے اپنی انفرادیت اس حد تک تسلیم کر لی
 سے کہ وہ آئینہ قرآن مجید کے تکرار کرنے کے لئے اپنی تالیف FIVE APPROACHES TO LITERARY
 CRITICISM کے تحت سے جہاں باب تنقید کیا۔

ابریل ۱۹۵۷ء



[illegible]

نہا تھا اس رنگ سے اور بھروسہ پر کہ وہ نکلا ہے

الطبع یہ سچا پیر ہے جس میں کلمے کو یاد ہے

یہ شعر میری اس بارش میں مدح و تحسین میں طبع شاعرانہ ہے۔ مولانا اس شعر میں نے انگلی نہیں کی کہ جو کہ سچا رہا
 کہ کوئی میری سچائی سے آج تو نکلا۔

پھر مفتی اعظم اہل تشیع کے لیے اعلان کیا کہ غائب سے منسوب کیا ہے۔ وہ غالب کے حلقہ میں سمجھے ہیں:

۱۰- اگر از مرز ایلام است، ایک مرتبه آپ کی قریح کا دعویٰ بھیسہ، مراد بنقہ ہوگا، مرزا حامد الدین بیگ خواجہ

علامہ غوث نے خبردار و سختی سے اس شرکیہ مجلس کے شیعہ و سنی ائمہ کی کج روایتوں اور ان کے مذہبی عقائد اور عقول پر اہل نظر و ادب سے ایک دعا اور نعرہ سنایا۔

جس کا شہر و جنت تھا وہ خود بھی فکر کرتی تھی وہ بھی شریکِ مجلس ہوئی۔ مرزا صاحب نے فانی پر ہنسنا دیکھا۔

نہر افشاری ایک بڑا اور بڑا سیاحی ہے۔

طریقہ پختہ ہو کر آئے کہ وہ

اس سوشل کونسل کا مقصد "انسانی ترقی کے لیے" ایک نیا نظریہ پیش کرنا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ انسان کو ایک نیا تصور دیا جائے۔



ہر ایک ساتھ شریک ہوئے کہ غلط ثابت کیے گئے غائب اور غیر کے درمیان تفاوت، غائب کی ارفع و اعلیٰ اور اسی کا ابتداء و ختم و غائب
 ہم نہیں بدلتی، اچھے ہوئے ثابت کیا کہ ہر گز نہیں ہوتا ہے اور ان کے غائب سے اختلافات میں قائم نہیں ہوتے تھے جب
 ہر ایک میں موجود نہیں تھے تو عقل میں شک کیے ثابت ہو سکتے ہیں اس طرح تمام سہا پہلے کے یہی ہیں کہ غائب کا تعلیم نہیں کیا
 مولانا فرشتے مفتی احمد غائب کے بیان کرنا آسان ہو کر کے غائب کو خاص و عام اور اعلیٰ و اعلیٰ شہابی صاحب کو مالک دانے ایک
 غیر مستردی اور ان کے علاوہ کوئی اور دیا، اس طرح تمام سہا پہلے کے یہی تعلیم کے لئے اور ان غیر مستردی کے لئے ایک بہت
 جی و دلیل ہے لیکن بات میں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ سب سے عام بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ ایک جگہ کے غائب کو غائب و غیر غائب کے لئے
 پر بھی غائب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ مفتی احمد غائب شہابی کو بیان کر رہے ہیں کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی
 ان کا بھی کیا جائے اور یہ کہ بیان کر رہے ہیں کہ وہ سب کو ایک جگہ ہیں۔

۱۔ شہابی صاحب تمام غائبوں پر غائب کے لئے بیان کر رہے ہیں کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی
 ہے کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی ہے۔

۲۔ مولانا فرشتے کے لئے کہ غائب اور غائب کے لئے بیان کر رہے ہیں کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی
 ہے کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی ہے۔

تقریر ۱۸۸۳ء میں مولانا فرشتے کے لئے کہ غائب اور غائب کے لئے بیان کر رہے ہیں کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی
 ہے کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی ہے۔



۳۔ مولانا فرشتے کے لئے کہ غائب اور غائب کے لئے بیان کر رہے ہیں کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی
 ہے کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی ہے۔

۴۔ مولانا فرشتے کے لئے کہ غائب اور غائب کے لئے بیان کر رہے ہیں کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی
 ہے کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی ہے۔

۵۔ مولانا فرشتے کے لئے کہ غائب اور غائب کے لئے بیان کر رہے ہیں کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی
 ہے کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی ہے۔

۶۔ مولانا فرشتے کے لئے کہ غائب اور غائب کے لئے بیان کر رہے ہیں کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی
 ہے کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی ہے۔

۷۔ مولانا فرشتے کے لئے کہ غائب اور غائب کے لئے بیان کر رہے ہیں کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی
 ہے کہ ان کا بیان کیا جائے اور وہی مسئلہ میں اور وہی بیان پر بھی ہے۔

میرزا صاحب کا مکان بڑا بڑا، ایک چار پہاگ تھا جس کی دیوار میں ایک کمرہ اور کچھ ایک چارہائی بھی بڑی تھی اس پر ایک خوب بڑا ہی گلی گلی ڈنگ، اندر وہی برس کا صلیب لٹھریا ہوا ایک بڑا کتاب پتھر پر رکھے سے انھیں گڑبڑا ہوا رہے تھے یہ میرزا صاحب، چوٹی میں چار گلی گلی صاحب مکان کا آگاہی طوطا فرما رہے ہیں۔

جس نے صوم یا لیکن سر سے اس گھر کے کہ ان کے کان تک تازہ نہ لگی مگر کچھ کچھ سے وہیں جس نے ان کا کیا تھا کہ ان آہستہ چارہائی کی پٹی کے جس سے سے کڑا ہوا دل اور ہر طرف دیکھا، جس نے صوم کیا وہ مشکل چارہائی سے ان کے فرزند پر بیٹھے، ہم کو اپنے پاس بخیر و خیر وہیں اس کا کھانا مانتے دیکھا اور کہ، انھوں نے کسی قدر خوشی میں سے لیکن ان کے ہاں سے نہیں دیتا جو کہ میں نے بھی اس کا جواب کھو کر دیا، ہم ان کا نشانہ پر چلا، ہمارے ساتھ جو صاحب گئے تھے ہر چند ان کے لئے خوف کہ ان کی پیشانی کی گرجہ سود بڑی صلیب جس نے اس پر آؤ گئے تھے سے ان کے ہر طرف کہ نہ کہ کچھ بگڑے، کچھ اپنا کام میں مستغرق ہم نے کہا، ہم تو آپ کا کام زبان و سبک سننے کی فزونی سے کہتے تھے، بہت دیر تک اپنا کام سنایا کہتے پھر اس کو کیا کہ تم میں کچھ سناؤ، جس نے صلیب سنایا۔

سہ ہم صحر است داغی اندر ملک جہا ہے کو من و دم زینما کو شد از صحر است خواہد کو من و دم خائب کوڑا صحر کی ترکیب میں ناگاہی ہوا کہہ۔

ماں کنواں، سنا ہے، ہم سفر داغی ترکیب ہے، صاحب کا شعر غنہ میں پیش کیا تو میرزا بہت غصے ہوئے۔

جب اظہار سے جس سے اس صلیب کو سیریا اور جس سے نواہ آفرین کی، پھر اس سے کہہ لیا، آؤ، ہم کچھ، یہ خیال و ماں نواری تکلیف کر رہے ہیں، کچھ دیکھو ہم صرف تھوڑی دیر کے لئے دلی اثر پر جس کے، دلی کا وقت، دلی قریب ہے، اور جلی میرزا نے کھڑا ہے اسباب بند ہوا ہوا کہ ہے، ہمارا کاب آپ سے ملے کہتے تھے، اب ہانڈ پناچتے ہیں، کچھ لگے، آپ کی مدت اس تکلیف فرماتا ہے یہ جلی کو میرزا صحر اور کیونٹ اور طوطا، صلیب کی صحت دیکھیں کہ ان کا بیٹا بیٹا اور طوطا ہے، ابعدت کی حالت دیکھیں کہ کسی کو پہچانا نہیں صحر، صحت کی کیفیت طوطا کی کو ان کا تھا ہی پہچنے، کچھ کو خبر نہیں ہوتی، مگر ان پر بھیے کا اندازہ طوطا کیا، کام سنا، اب ایک بات بالہ کہ گھر ہے کہ میں کیا کیا، چون اور کتنا کھانا ہوں، اس کو میں طوطا کہتے جیتے، اس نے میں کھانا کیا، اور کچھ لگے اور ایک کٹری میں چون ہوا گوشت میں میں کچھ سوہ میں پڑا ہوا تھا، چکن کا، بالیکہ چوت سے کہ وہ چار، نو سے پٹائی کھاتے اور کھانا بڑا ہوا، خوب ہنکے کہ میں مقدار کھانا دیکھیں کہ کس کہتے ہیں؟

اب اس پر اس سے متعلق بعض قابلہ دگر تھیں جس کی جان میں۔

حکایت ان ظہر میں میرزا سے متعلق وہیں سے تھے، ان کے لئے نہ کہ ان کے متعلق کچھ ایسی جلی میں لکھی ہیں سے یہ بیٹہ جو لگے کہ وہ اس صحت کس مکان میں تھے اس کا کیا حال تھا، یہ صوم سے کہ میرزا اور اور متعلقہ اور ان کی متعلقہ میں بیٹا سے ملے علم کو میں صحت کی کوئی چیز تھی، اس کے بعد میرزا کی متعلقہ تک وہ اسی میں، ہے، ظہر ہند جان سے جسے حریفی نے کو میرزا کو یہ خیال کوئی چیز، دلی ہوں میں کوئی صاحب مکان نہ ہو، پہلے وہ وہاں سے کڑا دلی دلی دلی، دیکھ کر یہ میرزا وہاں کی متعلقہ کی صحر کہ وہاں منتقل ہو گئے، وہاں مکان میں گھر نہ، یہ صحر صحر میں گھر نہ، اختصار کی یہ صوم میں، لیکن یہ صوم ہے کہ وہ صحر متعلقہ میں کہ صحر صحر میں متعلق ہو چکے تھے جس کی جیسے برسات میں دلی میں جلی کہ اور وہ کھانا برسات تھی تو جیسے چار کھتے، جس مکان میں میرزا کی کوئی صحر نہ ہے میں صحر میں کہ صحر صحر کے وہاں کے ایک کہتے ہیں وہاں کے تھے، عمارت



پاکستان کے ایک صحر

عزیز بھائی دادا کو گرجیں کہنے بلکہ بیگانگی سے مشغول ایک کھوسے کو قیام گاہ بناسکتے ہیں، اگر یہ درست ہے تو یہ وہی مکان بنانا ہے جس میں کڑوا لال کی قبر کے بعد حضرت عثمانؓ میں رہتے تھے اور جہاں حضرت عثمانؓ ایک گھسٹہ ہے، خواہم حرج، عمرات سے حضرت عثمانؓ میں رہتے تھے۔

حضور: ہرگز ان کے مشق خواہم کا تعلق صحیح نہیں، لیکن یہ ضعیف اور عرضی کے کلام کہ ہم سے نہ اسی کی یا کسی ہی سال کے مسلم ہوتے ہیں اور نہ اس وقت ہرگز ان کی عمر ۶۹ سال یا حسب علی قریب ۶۷ سال یا حسب جبریل قریب ۶۵ سال یا حسب حضور: ۶۵ سال کی بدولت انھیں شہر خواہے ہے، یہ بڑی بات اس کے معنی میں ہرگز ناگہب کو نہ ماننے گئے تھے اور انھیں پلڑے آتے تھے اس لئے یہاں پر پڑی منزل حد تک جا کر ہے۔

میر میر است دافع از رشک مبت ہے کہ میں دارم	فرمان کو رشک اور حسرت خواہے کہ میں دارم
میر گھمیں راہ و راہی مست و نہ در جام ساقی ما	بیاد دوست و درویشی و شہدے کہ میں دارم
علی مست ای کل عراضہ آغوش شفت جو وند	جہنم پر گئے تا بدتیب و تائبہ کہ میں دارم
یہ چہا کنہ قشقم تا کیا مست یلم عید ان خواہ	در لہذا کھر باہے در دو قصصے کہ میں دارم
یہ افسانہ کو خواب داشتہ راحت مردم	یہ مقلی سرگ ہنر زنگر خواہے کہ میں دارم
بیس گل دے دھستہ و شاد و نال و چشم داہود را	یہ دل داہود پر سوئی کی نا سہاہے کہ میں دارم
عزیز از شفقت کمر دھند، بھروں اور باہی	یہ عالم جستجوئے در تا یا سہاہے کہ میں دارم

(کلیات لہزہ: ۵۵ مطلع نامی کھوسہ ششگوشہ)

نامہ معروضہ نامہ انصاری کے مترادف ہے اور نجات میں ضرور ہے، امرانہ کمالی ہیبت ہے، یہ نہیں معلوم جو سکھانہ میں کون سا شعر فرما کر شعر میں کیا تھا، وہ سب کا یہ شعر کچھ بہت دور سے ہوا ہے لیکن اس وقت چا طہور اور ای سرسری اور پر دیکھا تو اس میں ۱۵۔

دھند جزا پر سر ہم چہ او سر چکے چنان خود کو چھوڑا پچہ کند و دش

فروری ۱۳۲۵ھ



نقشبہائے ربانیت

میرزا محمد علی

یہ کتاب خدای تعالیٰ سے ملنے والی ہے۔ اگرچہ خدای تعالیٰ نے اسے ہمیں بھی عطا فرمایا ہے، لیکن اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب خدای تعالیٰ سے ملنے والی ہے۔

ملے کہ وہ بزم شہادت ہو، حسن اس گفتہ
 کہ جس نے کوئی غلطی نہ شرم نہ گنہگار سے
 نادانی میں نہ تیرا کچھ جانے لگے۔
 جلد از جلد وہ کہہ کہ نہ ملک میں است
 نادانی میں نہ جانے کا بعد اسے علم خیال
 ملے اور اگر وہ ملک وہاں نہ تو ملک میں است
 آگے چل کر وہ اپنے مصروف کو نہایت خوش اسرار سے کہہ دیتے ہیں:

ہاں! اگر ہم میں وہ دوست سرزد ہو جائے
 کہ وہ ہم سے بھی زیادہ بڑا خدا کا عین کہے، تو

منج شمسو مولا کر بد شیرازی
 ظهور اسیر زانی کر بد نما قسادی

همیشه است تو با من در آستانه جان
 معانی غریب بد و بدو غریبه آفرینی

خدا کے حبس کلمہ کے ساتھ کلمہ چھوٹنے پر میرزا محمد تقی صاحب دہلی نے ہر نام کے سرکاری اور گھریلو اخبارات میں اس کی ایک کاپی طبع فرمائی اور یہی دہلی میں ہوتا تھا۔ خدا کے حبس کلمہ کے ساتھ کلمہ چھوٹنے پر میرزا محمد تقی صاحب دہلی نے ہر نام کے سرکاری اور گھریلو اخبارات میں اس کی ایک کاپی طبع فرمائی اور یہی دہلی میں ہوتا تھا۔

[illegible]

ہست اس نیکو دوست نام است دنیا قسمت بادہ باغداد کام است دنیا
نام دستور ہے کہ اسوقت دہس کہتے وقتے ایک چلے عزتوں کے لئے کوئی نہ کوئی سرنگات کہتے ہیں۔ غالب اپنی قسمت تحقیق کی بدلت
اس نام رسم سے کتنا حقیقت آموز مضمون اخذ کرتے ہیں۔

دعا پیش رفتہ امہر لفظ طبع دارم کو باز گروم و جبر دست ادر ملای خبرہ
یعنی میں خود کو لوش اور جبرہ لوش کا پتہ پکا ہوں۔ اپنی جستجو شا پکا ہوں۔ اب اس بات کا منتہی ہوں کہ دہس جانتے وقت خود ہی
کاظم ہوں ہیں جانک اور دوست (حق تعالیٰ) کے لئے کوئی سرنگات دستور کہتے نہ لے جاویں۔
ہا چلتی ہے۔ باطنی چوتی ہے۔ اور اس سے فیض پائی اور لوش چوتی ہے مگر غالب بادہ بادہ کو اس لئے پند میں لکھا کہ اس کے نتیجہ میں
برہم جبرہ اور بادہ عزیز و شاہد بہ چوتی بلکہ اس لئے کہ شرب پینے کا لفظ بھی جو ہم میں آتا ہے۔

مذاہب و کشتی افسانہ نے حلقہ و باغ زہر و پند و بادہ بادہ بادہ
سطحی صورت اور ذراغ آمد خدمت کی دانائی ان کے شکوہ و تحقیق کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہے۔
مگر اکیلی بادہ و قرب کھر چہ عطا عرا کاؤند قار بادہ باغخت
اس ضمن میں صرفی کا یہ شعر بھی دلچسپی سے شان نہ رہ گا۔

ہجی کہ کھر تو ہی شہر و باغیچہ کو بیج کام چوائی ہر روز طوبیگ است
اس دوسری دہس شامی کی چوٹی پانچواں چوٹی پر ہے۔ غالب ان سے ایک لطیف نکتہ یہ کہتے ہیں۔
گشت و تادگئی مدام خیال کو چرخ با بجرم ست نام دا

یعنی میرا دل اس قدر تک ایک خاکہ پر مسلم ہیں نہ چرکا کو شام کہ آنی اور ہی کہ ہم جہا چرخا دہساک میں شام کو نہ لوش کا
مشرقی کے نام کا وہ فضائی نام بطور ہے۔ غالب اپنے تحقیق کی مدد سے اسے کتنا جڑ کر دیتا ہے۔
صب نام کوئی ایہ پستے کہ اگر ہر پر لچے نرم ظہر لکھی کو شہر

ماضی محبوب کے شکار میں رہتا ہے۔ اچانک مشرقی سامنے آجاتا ہے۔ ماضی اس کے غلام بند پرست ہو کر کہتا ہے۔

چراں یہ چوٹی بڑی پر شاہزین کو شہر اتریں بچنے سے کہ کسی دا لکھیں کو شہر
فرق غلت کھر مشرقی کی مزاجی تصویر ہے۔

غالب کے کام کا ہر صنف دستِ خیر اور بہت مستعمل ہے۔ یہ ماضی شامی کی کہانی ہے۔ ان کی بدلت شعریں اکثر یہی ہوتی
ہے۔ اس کی دلکشت اور حقیقت پرست ہے کہ کام انصاف دیتا ہے۔ ہر گوشہ میں کا دھندلہ نام طوہرے نیم خواب و وصل پر جاتا ہے۔ اس نے
تعبیر اور استدلال کو بھی افادہ ملا دیا ہے۔ یعنی وہ بات اس قدر لطیف و جھڑکی کہ الفاظ ان کے حملوں میں ہو سکتے کہ کثیر اور مستند
ان کو ایسے رنگ میں چلی کہتے ہیں کہ وہ صورتِ انسانی کی دل سے پھٹے ہیں۔ ہر ایک لطیف و بات کی فکر کھسکری جاتی اظہار کے ساتھ ہر جگہ
لکھی ہیں۔ غالب اس انداز کے بادشاہ ہیں۔ ان کی تشبیہات نہایت لطیف و بدعا دار ہیں۔ ملاحظہ ہوں

نہیں سدا کہ سر پر گل در بیاں و بیل است طوہر چمن کوہا طرفہ کھا کیست
اور شعریں طرف چمن اور کھا کی تشبیہ کا ہی مادہ ہے۔



کتابیں سال ۱۳۰۲

میرزا بدایہ صوفیچہ دلم سنگی لفظ و قوت و تازہ نکتہ سبباً کیست
خلف کلچر و فلم کہ ہذا تا بہت سبباً سے تفسیر دینا غائب ہے کا معنی ہے۔

بیاد کلچر ہمارے دلی بھن بھن کلچر دے کہ قوت شادمانی ہمارا است
یہاں چہل کی کرمانی کہ شادمانی سے تفسیر دے گئے ہے۔

نہیں زلفی خم کو کجا قوس قزح ہزار ہزار گروہ بیت شیشی سے چب سے
نقصی ہم کو سی اور سا قزح کی تفسیر اہل دلی سے ہے۔

تازم قزحیہ پادہ زخمی ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا
قزحیہ پادہ کو قزحیہ کتاب سے تفسیر دینا غائب ہے کا معنی ہے۔

زخمی ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا
قزحیہ ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔
غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔
غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔



غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔
غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔
غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

غائب ہمارا قزحیہ ہمارا دست گولی لٹوہ اندہ کجام کتاب دا ہے۔

پر تائیں گے کہ بڑا بہت ہے چونکہ انارکلی کے وقت کسی قدر خونِ غریب چلتا ہے اس لئے میری شکایت وہاں سے جو زخم پہنچے وقت نکلا کرتا ہے۔
مستونِ غلیظت لکھ کر دیتا ہے۔

نکلی جانے اب ٹھیک صلیب کے دا لئے یہ تو سارے پکاں کر دے تھیں تھیں
اسی مضمون کو عامہ اقبال کے اپنے مضمونِ نظم و شعر کے کئی نسخوں میں ادا کیا ہے۔ ایک جگہ یہ ہے۔
قریب ہے کہ کافر کو میں خود دھندلے اور بے چارے صلیب کو نقطہ دہندہ خود
ایک لکھ بڑا مقرر ہے۔

نیکو صلیبوں میں ہے دولتِ دنیا بآبِ قریبِ دولتِ قریبہ میں کہ نہ خود چھڑ صلیب
تو جو چاہے تو آئے سینہ صراستہ صلیب و جو دولتِ پرستی زودا سوئے سب
طعنِ انیدار ہے رسوائی ہے نادر ہے
کیا جسے نام پر مرنے کا وطنِ قریب ہے
طبیعی اور نادیدہ کے ریاکارانہ نفس کی یہ وہ حدی تھیں لطیف پرستی میں کہتے ہیں

دوسرے صلیبوں کا نام بھی دیا ہے مدامِ جنین کا قلمِ ایتہ اور آئینی مدامِ
یعنی میری زندگی کے وہ صلیب ہیں کہ ان کو دیکھ کر دیکھ کر کہتے ہیں کہ وہاں صلیبوں میں ہیں جن میں
میں کا قلموں اور جن میں ہیں چھپاتے جاتے ہیں۔

صلیب کا چھپانا ایک عام خیال ہے لہذا اس طرح اس طرح لکھتے ہیں۔

نار بہ ننگِ ادم داغِ بدولتِ ادم و انبیا صلیب لکھ کر دیا کر دیا
یعنی ہم آہ و فغانِ حیرت میں ہیں لکھتے و ضبط سے ہم جتن میں آہ داغوں میں چھپاتے بیٹھے ہیں۔ بدلی حالت اس کیلئے حالتِ شکر
ہے کہ یہ حالتِ بگڑی میں بند کر کے لکھتے ہیں۔
آیا مقرر کا قریب کے اس مضمون کی ترجمانی کا حق ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

ہو جاتے دی گشتِ گشت کے پر انورہ نہیں گئے کر کے ضبطِ جبرِ ستمِ طاقتِ جہلِ شکستہ
حیرتِ وصل کا مضمون کا مقرر ہے۔

حیرتِ وصل ازجہِ دلاری و لیلیٰ سرورِ عظیم ہر اگر بابتِ برب چست گشت ۱۔
یعنی وصل کی حیرت تو رہا رہا ہم اس کے لیلیٰ ہی سے خوش رہیں۔ بدلی مثال اس محبت کی ہے جو دنیا کے کام سے واقعی ہر حال
نہیں پریشان تو ہیں دنیا کی سوجھ بوجھ سے متاثر نہ رہ سکتے ہیں۔

دامِ دلی کے بچے شکر کا تھپتھپانے چھتر سوپ سے اتنے مقرر ۵۵۵ میں وہاں کہا کہ دنیا گشت میں بند کر دیا ہے۔
ہر اگر بابتِ برب چست گشت ۱۔ گشتِ مقرر کا دانا الفت دست
یعنی وہاں کا دانا ہے دانا کا ایک ہے۔ مقرر میں لکھنا الفاظِ دانا ہے۔ جہاں کا مقرر ٹوٹ چکا ہے۔

جس کی مقررہ حالت ہے



غالب ایک تہذیبی قوت

نماز حسین

جب بھی غالب کی شعری یا اگر کچھ تاریخی نظریات سے پہلے یا آخری کے کلام کی اہمیت پر جاتی ہے جہاں وہ اپنی انسانیت کے جہاں میں رہا پھر اس کے کام کے دینے معزز پر یہاں انھوں نے انسان کے شعری جہاں کا ترجمانی کیا ہے۔ اس میں کھلم کھلا کر غالب کی یہ حق و حاکمیت صنفی آئی اے۔ وہاں ہی وہ ایک مدغمین و داد دہی اور ان کے بقائے نام کی فاضل، لیکن تا وہ کچھ کم از کم کے کام کی کارائی آیت اور نہایت زیادہ کر انھیں ایک مخصوص تاریخی تہذیبی ماحول میں رکھ کر دیکھیں اس کا غلط فہمی رہتا ہے کہ انہیں بدی وہ انھیں انھیں ناشائس ہیں کہ نہ رہ جاتے۔ لیکن کوئی بھی شاعر کے کام کی حقیقت اور اہمیت اپنی قوم اور تاریخ انھیں اور جوہر تاریخ سے بے نیاز ہونے میں نہیں بلکہ اس سے دست بردار ہونا ہوتا ہے۔ اس کی کھلم کھلا کو بھٹا ہے۔ پھر اسے حالی تہذیب کے کھٹا کھٹا اثرات کے نسبت دیگر میں کیا جاتے یہاں غالب کا مقام اس نقطہ نظر سے کیا گیا ہے : اس میں شاعر نہیں کہ اگر کچھ ہندو میں سادوں میں، جوں جوں پہلا تاریخی تنقیدی شعور زیادہ سے زیادہ گہرا ہو سکتا ہے۔ یہ دیکھ اس کی طرف آج رہا گئے ہیں اور اسے غالب کے کام میں ایک تاریخی کردار کی دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس موقع پر ہمارے بعض بزرگ، جو آگے بڑھ کر کہیں، یہ کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ ایک اور اس حقیقت ہے کہ وہ جو کچھ اور چلائی گزشتہ دور گزشتہ ہے وہ کب ہم شیخہ سروسے آئی، مطلق پرستوں، پروردگار کی حقیقت کو دیکھنے و سمجھنے میں آجھا سکتے ہیں، ہم اس کی اس دانگہ سے ایکسٹرمز کی جست کر جاتے ہیں کیا غلامی اور کیا آزادی کا کیا راستہ اور کیا ایجاب ہم کہے سرگرم ہوتے اور بھی آتے ہیں، اس میں طبع میں کر رہا غائب اور اور شیخہ علف ہے اور اب بچہ پاس کی بھی دیکھو اس کا لٹ اور زیادہ گہرا ہو جاتا ہے لیکن گزشتہ دور وصال کو سال کی یہ ہم پہا پھول اور بعد کب بے ادب ہو کر کھڑا ہے کہ عالم کی دستور کا تاریخی انداز ہے اور ایک عالم اسباب ہے کہ عالم سوزاتے، شہسے بہات اس نے پہلے کر کہ یہ جو شعور، عالم کے وجود کے خاتمے اور اس کے اسباب و علل کے دریافت کرنے کا پتہ ہو چکا ہے۔ وہ بدی گزشتہ دور کو سوسائ کی تاریخی تہذیبی جدوجہد کی پیمانی پر جا جاتا ہے اور اس طور کو فروغ دینے میں غالب کا بھی ایک سفر ہے لیکن کسی قدر انفس کی بہت ہے کہ اس مسئلے میں اس کا نام نہیں لیا جاتا ہے، غرض اس سے کہ جیسے وہی جہاں بہت بڑھائی گئی ہے کہ مزید کوشش کے میں نہ ہوا کے بعد کے شاعرانہ شعور لکھا جاتا ہے کہ ہم اگر غرضی کے بارگاہت کا اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں کچھ چھوٹے لیکن بے سوز۔ ان کی حرکت کر رہا جب ہے اور ان کی عظمت قدر سے لے کر اس دور کی لا اہمیت ہے کہ ہم میں سے ہیں۔ صاحب کتاب ہیں : یا پھر شاید اس سے کہ غالب کے لکھنے میں ان دور و ماحول شعری میں : سید بن : اور ماحول انھوں نے کوئی علم انھوں نے دیا۔ لیکن ان آتش کی دور کب تک چرچا رہی : یا تو بہت لکھ کر رہی کہ بدی و ماحول شعری اور جیسے ہر دور ادب و ماحول ہی کا آواز غالب ہی کی نظم و شعر ہے کہ کچھ اس میں طبع میں کہیں



کے اس غلامی میں تمام اہل ہندو کے دھرمیان ایک شریک کٹی گشتی ہے۔ گہرے گھسے پیچھے ہے گویا عرسہ آگے۔
 لیکن اس کٹی گشتی میں کبھی کبھی حدیث قدیم پر اتنا غلبہ آجاتا ہے کہ واسیہ بھوانی کو آگ کہہ دیتے ہیں مگر وہ بھوانی کا گناہ نہیں
 یہاں آپ نہیں کہے کہ یہ واقعہ ۱۵۷۰ کا ہے اور ۱۵۷۰ میں گہرے بہت زیادہ بھندہ دالی نہیں ہے۔ اس لئے ہم کہہ کہ اس زمانے سے بہت پہلے
 کی کارستانی اس لئے ہے کہ اس میں مغربی کی دانشور کا بغیر مقدم کیا گیا ہے۔

مغز وادھج مریا تیرو شہ نام دادند	شمس کشند و زور و پیر لہ نام دادند
نرخ کشند و صہر جہر زہ سر نام بستند	دل ریزند و درویش نام بستند
گہر لہ ریزند و شالان علی رچہ بستند	بھوجن لہ ریزند و گہر لہ نام بستند
الہ ریزند و گہر لہ ریزند	ہر سن چھوڑ کر گہر لہ نام بستند
گہر لہ ریزند و گہر لہ ریزند	ہر سن چھوڑ کر گہر لہ نام بستند

اس امر پر مدد سے تحریرین کاغذاتی ہے کہ انھیں کائنات کا مصلحتی انقلاب ہندوستان سے لہی جہاں دولت کا زمین بنت رہا ہے۔ ہندوستان
 کا صاحب سوانح کیا تو مغرب سے علم و دانش کا ایک انقلاب طوعا بہر میں کی دانش سے سرزندہ کہ اسے انشا پکین کے ناموں نے مشرقی کو
 محرم رکھنے کی پڑی کوشش کی لیکن جب ۱۵۷۰ء کے ریل نام کے بعد دولت انگلیش میں بھوانی کا اندر لہا اور مصلحتی سوانح وادیوں کا اندر
 بدعا تو جیسو کی دانش میں ہی پڑی۔ مغرب وادی انگلیشوں اور لہ گہر لہ اور دیگر گہر لہ اور دوسری سوانحی ریل وادیوں کی دانش ہے۔ بدعا گہر لہ
 تعلیم اور مصلحتیات میں ہی گہر لہ کی رسم کی مشرق میں شامل ہے۔ اہر پر لہ کی گہر لہ کی گہر لہ میں ہی۔ چنانچہ ۱۵۷۰ء سے لے کر ۱۵۷۰ء
 تک کاغذی باد و باران اس کو تو حق حکومت اور شہید سراپاے دارانہ اتصال کے میں سے ہندوستان کو دھوا دھوا ہوا، بڑا تو ہی ہندوستان کی ایسا
 میں اس پہل سے زیادہ کہ یہ پہلی گہر لہ اور مغربی علم و دانش کی فروغ و شہادت کا اندر تھا۔ اس زمانے میں وادی کا کئی نام تھا
 میں کی اہمیت کے بارے میں دیکھ لیتے ہیں کہ سائنس اس سے علم ہیست کی پڑی گہر لہ میں گہر لہ میں۔ گاہک نے اسی گہر لہ میں گہر لہ
 میر شہم اپنی غزل میں کیا ہے۔

شمس کشند و زور و پیر لہ نام دادند اور جیسو کی گہر لہ میں گہر لہ میں۔ ۱۵۷۰ء سے لے کر ۱۵۷۰ء میں گہر لہ میں گہر لہ میں
 گہر لہ میں گہر لہ میں۔ ۱۵۷۰ء سے لے کر ۱۵۷۰ء میں گہر لہ میں گہر لہ میں۔ ۱۵۷۰ء سے لے کر ۱۵۷۰ء میں گہر لہ میں گہر لہ میں
 ۱۵۷۰ء سے لے کر ۱۵۷۰ء میں گہر لہ میں گہر لہ میں۔ ۱۵۷۰ء سے لے کر ۱۵۷۰ء میں گہر لہ میں گہر لہ میں
 ۱۵۷۰ء سے لے کر ۱۵۷۰ء میں گہر لہ میں گہر لہ میں۔ ۱۵۷۰ء سے لے کر ۱۵۷۰ء میں گہر لہ میں گہر لہ میں
 ۱۵۷۰ء سے لے کر ۱۵۷۰ء میں گہر لہ میں گہر لہ میں۔ ۱۵۷۰ء سے لے کر ۱۵۷۰ء میں گہر لہ میں گہر لہ میں

جب کہ گہر لہ میں گہر لہ میں۔ ۱۵۷۰ء سے لے کر ۱۵۷۰ء میں گہر لہ میں گہر لہ میں

اسی نفسا میں پڑاں پڑاں تھا اس کی نفسا میں اس کے خضر و عدت اور عدت کے نفسا میں اس کے ترک کر کے ہشت پہلو اختیار کیا
 ہوا رنگ کا ایک حلقہ الہی تصور کرنے کا اور اس میں خلیا ہے۔ اگر لہ کے کاغذ کا پڑاں گہر لہ میں۔ وہ ستر لہ کے کاغذ کے۔ انہی کے کاغذ
 ہی نے کاش حلقہ کی گہر لہ میں بہت آئی تو ان میں سے ایک طریقہ نہیں بلکہ وہ ادب کا دیکھو تصور کرتے۔ لیکن وہ آسانی میں گہر لہ میں
 ہے۔ ہر چہ گہر لہ میں شہر کی نسبت سے شہر کی حد کی کہ لیکن وہ اسے احتیاطاً بنا لیتے تھے۔ ان میں سے کاش کاغذ کاغذ کاغذ
 کے حق کے بارے میں کیا تھا؟ چھوڑتے اس کو مڑ کر۔



یہ نکلے پر مسلمان اور سیکھوں کی کہ قبضہ تھا اور ان کے لئے ہر قسم کے عہدہ اُنہیں کئے تھے یہاں اور سیکھوں کو فوجی نظام میں مادیاتی نظام میں داخلہ بھی مل گیا اور بہت حاصل تھی۔ ۱۷۹۵ء کے بعد رفتہ رفتہ سیکھوں کی حکومت اُچی ہوئی تاں لگے ان کے قبضے سے لگ بھگ ایک چوتھائی آدم کے قبضے میں رہ گئے اور ۱۷۹۵ء کے بعد تو بھول بنٹر مسلمانوں کے لئے فوج کے عہدہ اُنہیں ملنے لگے اور کسی مسئلہ کو فوج میں اڑھائی ہائیے تو اس کے لئے بالی طور پر قلعہ انجیر میں جنم تو ہے اور ان میں مسلمانوں میں ۱۲۵-۱۳۵ ایک چوتھائی فوج بھی کوئی مسلمان فوجی افسر نہیں ہو سکتا تھا اور مسلمانوں کے اعلیٰ طبقات کو اپنے اس سردار کی حق سے غروم کئے جانے کا بہت ناگوار تھا۔ وہ فوجی طریقہ کار کئی میں بڑے بڑے عہدہ رکھ کر جا چکے تھے غالب کوئی اور قوم ان کے لئے نہ بچتا تھا، لیکن نے مقامی دیاستانوں کی فوجی قوت کم کرنے کے عہدہ سے کئے اور ان کو دیاستانوں میں بھی مسلمانوں کے اس سردار کی پیشہ کر کے دوست و دشمن اپنا اور ان میں بدلی پھیل گئی یہی سبب ہے کہ فوجی افسروں کو اصل بابت کے لئے حکومت کی طرف سے زمین حق فوجی ملازمت کے جانے سے ملنا چکے ہیں، جنہوں نے خود غروم کئے۔ مسلمانوں کے پاس جو راجا تھی اسے کچھ نے حکومت ملی سے قائم کر دیا۔ پہلے تو زمینیں ہندو زمینداروں کو دی گئیں اور پھر بنگال کے چند سب سے مادی کے تحت ۱۷۹۳ء میں انہیں ہندو زمینداروں کے قبضے میں مستقل طور پر دے دیا گیا۔ بنٹر کے خیال میں مسلمان مانڈاؤں میں اس تبدیلی سے کافی غمگین تھے۔

اس عہد میں مسلمانوں کے ان اعلیٰ طبقات کے احساس غرومی نے کیا شکل اختیار کی تھی ان کے عہدہ سے کیا تھے عام مسلمان فوجیوں میں بنٹر میں ان کے احساس نے کیا شکل پیدا کی تھی اس بارے میں ہم یہاں محکمہ ہشپ سپر ۱۷۹۶ء کا ایک بیان دیکھ کریں گے، سپر ۱۷۹۶ء میں وہ چن کھڑے سے گزرتے ہوئے جو کچھ مسلمانوں کا قابل خوردہ ہے۔

"The Mussulman chiefs, who are numerous, are very angry at being without employment under Government, or hope of rising in the State or Army, and are continually breaking out into acts of insubordination and violence (Or again), the country (Rohilkhand) is burdened with a crowd of lazy, profligate self-called warriors (hormen) who, though many of them are not worth a rupee, conceive it derogatory to their gentility and Putan blood to apply themselves to any honest industry, and obtain for the most part a precarious livelihood by sponging on the industrious tradesmen and farmers, on whom they levy a sort of 'blackmail,' or as hangers-on to the few noble and wealthy families yet remaining in the province. Of these men, who have no visible means of maintenance as all and no visible occupation except that of lounging up and down with their swords and shields like the ancient High-landers, whom in many respects they much resemble, the number is rated at perhaps, taking all Rohilkhand together, not fewer than 100,000; all these men have everything to gain from a change of Government."



العدلیہ کے مسلمان قاضی اور اختلافیہ کے غیر عوام مسلمان ہوتے تھے۔ ان کو بھی آہستہ آہستہ ختم کر دیا گیا۔ ۱۸۷۰ء میں جب
 ہنٹر نے ایڈیشن مسلمان بھی قراے، اس بات کا کہنا تھا کہ اس احساس خفا کو مسلمانوں کا انتظامیہ کے ہر طبقے سے الگ کر دیا گیا ہے
 اور یہ قوم اپنے شاندار تاریخی اور دینی اعتبار سے کے باوجود کسی مثبت چیز سے محروم ہے۔ یہ ایک ایسا قوم ہے جو برطانوی تاریخ میں پہلا
 ہو گیا ہے۔ انکار کوئی آہن کی یہ قوم برطانوی تاریخ میں مسلسل نوال کا شکار ہے۔ مسلمان شہادت کوستہ کیا جا رہا ہو گئی اس ملک کے تاریخ نگار
 حکمران تھے، ان کے پاس اندہ دہشتہ کو مسلمان بھی نہیں ہے آج کے ایک سو سو سال پہلے جنگالی میں کسی انسانی انداز میں پریم ہونے
 والے مسلمان کے لئے عذاب ہونا انھیں تھا اور اگر آج ان کیلئے امیر ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ ۱۸۷۰ء کے انقلاب کو فرو برد کرنے
 ان طریق مسلمان نے ختم کیا، ۱۸۷۰ء سے پہلے پہلی نے جان بوجھ کر مسلمانوں کو اپنی کارروائیوں سے محروم کر رکھا، جنگل جہاں کے
 مسلمان قیام و تنزیہ میں مثال مزنی سرور سے ہستہ آگے تھے اپنی قیام کے باوجود کواری عمارتوں کے دور دورہ نہ کواری کے کچھ
 کے بعد یہ مسلمانوں کے اشتہار پر کیا جاتا تھا کہ مسلمانوں کی وفات کو یہ نہ دیکھ کر کہ مسلمانوں پر برطانوی تاریخ کا بدست خطاب ہوا تھا۔ ان کی رائے میں یہی
 انقلاب کے داعی تھے۔ اس خطاب سے ۱۸۷۱ء تک جو مشکل اختیار کی اس کو ایک سہانہ انداز فراہم کر دیا۔ ۱۸۷۰ء کو شمار سے ہو سکتا تھا۔

DISTRIBUTION OF STATE PATRONAGE IN BENGAL, April 1871.

	Euro- peans	Hindus	Musal mans	Total
Commissioned Civil Service (appointed in England by the Crown)	240	0	0	240
Judicial Officers in the Non-Regulation Districts.	47	0	0	47
Extra Assistant Commissioners	26	7	0	33
Deputy-Magistrates and Deputy- Collectors	53	113	30	196
Income-Tax Assessors	11	43	6	60
Registration Department	23	25	2	50
Judges of Small Cause Court and Subordinate Judges	14	25	8	47
Magistrats	1	178	37	216
Police Department, Gazetted Officers of all grades	106	3	0	109
Public Works Department, Engineer Establishment	154	19	0	173
Public Works Department Subordinate Establishment	72	125	4	201
Public Works Department Account Establishment	22	54	0	76
Medical Department, Officers attached to Medical College, Jails, Charitable Dispensaries, Sanitation and Vaccina- tion Establishment, and Medical Officers in charge of Districts, etc. etc	89	65	4	158
Department of Public Instruction	34	14	1	49
Other Departments, such as Customs, Marine, Survey, Opium, etc.,	412	10	0	422
Total	1338	381	92	2811

1. This and the following grades receive their appointments from the Local Government.

2. But exclusive of the Ecclesiastical Establishment. Some of the Opium Officers are not gazetted.



سوا اور کرنی داشتہ رہا تھا۔ جرم نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ اگر کوئی ایسا ہے جسے خداوند اجات موجود تھے ہی سے غیر قانونی اسطر کے خلاف کوئی نشانہ نہ ملے ہو تو حق اس سے سرکاری حکام محسوس کرتے تھے کہ یہ ۱۸۵۷ء کے واقعات پر سے نہ دھرائے جائیں اور ایضاً ۱۸۵۷ء

لندن میں ان کے کچھ ہمدردوں کا جرم کو اس کے پاس سے میں غیر معمولی سموات حاصل تھیں اور وہ یہ جانتا تھا کہ ایک نئے انقلاب کا شعور ہے۔ اس شعور کا مظاہرہ کرنے کے لئے اس کے پاس ایک عملی موجود تھا۔ اور وہ ان شعور پر اعتماد رکھتا تھا جسے وہ اپنے ہی ہمتا کا جرم سمجھتا تھا۔ اور حشر کی تہذیب کے باعث چلنا پڑا وہ اس قابل ہی کہ ان پر مکمل اعتبار کیا جاسکے۔ برطانوی قوم کے نام اس کا فوری پیغام یہ تھا کہ جہاد کی سلامتی جسندتا یوں کا محکو حاصل کر لے۔

جرم نے یہ تقریرات ایک طویل مہم تک حکومت میں نہ کر سکا تھے۔ جرم ۱۸۵۳ء میں بدلتی حالی میں وہاں سے واپس آیا۔ پورا اسی وہ جنوب مشرقی عربوں میں اور انگریزوں نے خود انجم ویتار اور وہ وہاں میں ریشاڑ بھا۔ جرم نے میں خدا کا احساس میں لایا تھا ایک اور سے اسے انہیں محسوس کرنا تھا۔ جنہو ستانوں کے بڑھتے ہوئے اضطراب کو سکون دینے کے لئے وہ وہاں میں باقاعدہ اس نے انہیں پیش کیا مگر یہ قائم کی۔

جیسے کہ ہم پہلے کہے ہیں کہ وہ وہاں میں کاروبار کے لئے ایک بھر پور ضرورت بالخصوص مسلمانوں کے ساتھ حکومت کے لئے وہہ کے تعلقات کا اعلا بھانا خود کاروبار سے مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اضطراب کو محسوس کر لے۔ ۱۸۵۷ء میں انہیں مسلمات میں مطالبات طلب کی تھیں۔

۱۸۵۷ء کو حکومت ہند نے جو تحریک مسلمانوں کی تعلیم کے سلسلے میں ایک ویزویشن جاری کیا۔ کاروبار سے انہیں یہ عمل میں مسلمانوں کی کامیابی اور مقامی زبانوں سکھوں اور کابلوں میں رہائی کی بہت افزائی کے لئے زور دیا۔ متعدد کاروبار و پیش کام مقامی تنظیم کو جیسا کہ لکھنے پر ان کی نفاذ سے کام ہو سکتا ہے اس کے علاوہ جو چیزیں پیش میں عملی ادارہ کی مستقبل کا سال اضافہ کیا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں ان مطالبات پر عمل درآمد شروع ہوا۔ ۱۸۵۳ء کا زمانہ ایک بڑی نوعی کارنامہ ہے اس لئے کہ یہ وہی وہی مسلمانوں میں مسلمات میں مسلمانوں کو بہتر بنانے کی تھی۔

لارڈ لیرک کا یہ رپورٹ و پیش مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان مباحث کے ایک سلسلہ وہہ کے آغاز کا نشانہ کرتا ہے۔ حکومت کی طرف سے پالیسی بنانے کا پتہ چلتا ہے۔ حاکموں اور محکموں کے درمیان طویل کشمکش اور خوف اس رپورٹ و پیش نے کافی حد تک ختم کر دیا اس سے جو نتائج برآمد ہوئے ان کے مسلمانوں کے لئے یہ سب ترصیریں مسلمانوں کے لئے خود سامان قائم کی گئیں۔

حکومت جس نے حکمرانوں کو علم دیا کہ ان کی تاریخ کے طرز مسلمانوں کے اجتہاد کی تیسویں صدی کو ہے تاہم، اس میں خود ہی عملی ہدایت کو خصوصی ذمہ دہی تھی، جن کے کاروبار تعلیم نے مقامی اور انگریزوں میں ہونا ہی کے لئے کوئی تیار کرنے کی اطلاع دی اور بتایا کہ رپورٹ و پیش میں عملی ہدایت کی موجودگی پر مشروط کردی گئی ہے اور رپورٹ و پیش میں عملی ہدایت کے روبرو کھڑا ہو چلا ہے کیا یا چکا ہے۔ جہاں میں اس میں اس کی کامیابی نہیں کی جس میں خود کاروبار کی گئی تھی۔ رپورٹ و پیش نے یہ شعور میں لایا کہ اس کے اختتام سے خود کاروبار کی فیصلہ کی ضرورت تھی۔ اور کو گت اور مسلمانوں کے پاس سے فیصلہ کیا گیا کہ اگر ان علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد کافی ہو تو مشرقی زبانوں کی تدریس کا بند بھست کیا جائے اور کنگ کے اس اندر پنجاب میں جو تدریس کا لایا ہو اس میں مشرقی زبانوں کی تدریس کو بند بھست کی اطلاع



زبان کی سماجیات

محمد علی صدیقی

اچھے معانیات یا ادب کی سماجیات پر ردائوں کا ٹکڑا، انھیں کے ادب زبان کی سماجیات ہی سمایات کی ایک ہیجہ و شاعر کے طور پر سامنے آتی ہے۔ ادب کی سماجیات کے بارے میں سب سے پہلے سماجی و معاشی حالات سے سب سے زیادہ تاریخ کو پرکھنے والے ہیں سائے علم، تعیادیا تھا۔

علم میں پہلے دنیا کو نظریہ متعارف تھا کہ سماجی حقیقت کی بنا پر ثقافت ایک میں دھم کے طور پر ابھرے۔ یہاں پہلی بار ادب کی سماجیات کا بھی ایک سماجی حلقہ کا رہا۔ دوسرا آئیں حقیقت کو جس حلقہ میں انھوں نے قبول کیا ہے۔ اس کے بعد ہی سماجیات (NORMS)۔ اصول و فہم (POSTULATES)۔ اور قواعد (PRINCIPLES)۔ سامنے آئے ہیں اس حلقے سے گزرا کر ہی سماجیات کو (METHODOLOGY) کے مطالعے میں پہنچاتے ہیں۔ پھر نظری اصولوں کی بحث اور تشکیل کے مطالعے کی منزل آتی ہے اس کے بعد فقہ، مابین و سابق میں ادب کی سماجیات کے مطالعہ جات کی بدی آتی ہے۔ زبان کی سماجیات کا بھی کچھ ایسا ہی سہا ہے۔

زبان کی سماجیات کا تعلق مابین زبان کے درمیان تعلق (RELATIONS) کی تعمیر پر (STRUCTURE) کی تعمیر پر (FORM) قائم رہتا ہے۔ زبان کے سماجی مطالعے کے تجربے کا آغاز فریڈریش ہائوس کے دور سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ پہلی پہلی معنیات کا ایک زبان کے بنیاد سے معنیوں کی اتنی بحث ہی نہ تھی۔ دوسری پہلی انگلیش کے انھوں میں معنی ایسوی سے انھوں میں معنی ایسوی تک۔ طرز زبان معنی زبانوں کے فرق سے معنیوں کی شمول کے مطالعے تک۔ یہ وہ پہلے عالمی۔ ہر زبان اپنے متعلق مستقیم (SYNTHESIS) پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس پر پہلے کچھ دیکھیں (STRUCTURE) کی طرح دیکھیں اس بات کا تجربہ ہی ہے کہ زبان، اصول و فہم کے ساتھ تعلق پذیر ہوتی۔ مثال کے طور پر بہت سے زبانیں صرف ہمیں باتیں بنیادی تھیں۔ پھر ان میں انگریز کا زبان، تیسری زبانوں پر مشتمل ہے۔ اور اس کو انھوں نے معنی زبانوں میں صرف باتیں بنیادی تھیں۔ پھر وہ انھوں نے زبانوں کے ساتھ ساتھ دیکھیں۔ انہیں ان زبان کی بنیادی آوازوں کا مطالعہ کرتے وقت یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایک زبان کی بنیادی آوازیں ایک حلقے سے دوسرے حلقے تک، ایک حلقے سے دوسرے حلقے تک، اور ان کے ایک ہی حلقے اور حلقے کے ساتھ ایک فرد سے دوسرے فرد تک بنتی ہیں۔

لہذا زبان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ آوازوں سے بہت کہ معانی کے میدان میں بھی یہی دیکھتے ہیں کہ مطالعہ کے اپنے (STRUCTURE) ہیں اور ایک حلقے کے معنی، دوسرے حلقے کے معنی سے تعلق ہوتے ہیں جب یہ دیکھتے ہیں کہ حقیقت زبان میں آواز یا پہلا پہلو ان کے سبب تک پہنچا ہے۔ جبکہ دوسرے میں بھی، اور انگریز کی بھی یہ باتیں ہیں۔ واضح فرق کے لیے کچھ دیکھیں کہ اس بات کا کوئی تجربہ نہ ہو۔ مثلاً میں ایک لکھ (LAKH) کہہ رہا ہوں۔ اگر بزرگ کے لیے ایک وقت ہے اور میں زبان میں نہ دیکھتا ہوں تو اسے ایک حلقہ میں ہے تو اس حلقہ کی وجوہات بھی سماجی ہیں یا جب یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی تہذیب کے شعور اور



تشریح لکھائی ہے اپنی تعریف "ہاچین اردو" میں پانچ (FACETS) کی زبان پر بہت اہم کام کیا ہے۔ یہ سچہ سچا اس مثنوی سے جو تصویر لکھتے ہیں، جیسے کہ ان کے اندر جگہ کی استعمال ہوا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر تمام انہیں تو بہت کچھ انہیں کی تعریف ہے کیونکہ مسلمانوں کی آمد سے قبل کسی حصے کا نام نہ تھا۔

پانچ زبان جو اپنے وقت کی مزاحمت پر شکست کی ادنیٰ صورت ہے، سہلاروم الفاظ میں یکساں سہاں قبل قبل قریب میں آئی تھی جس کے بعد مشرقی اردو سطر پر انہوں نے سیل چلے گئے ایک ایسی آپ بھر میں جو میں آتی جس سے شروع ہونے والی زبان اردو سے جس قسم کے نئے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً مشرقی آپ بھر میں یعنی اردو سطر پر ان کے آئندہ حضرت امیر خسرو کے علاوہ شاہ میرزاں جی شمس الدین کے مفید ذیل اشعار کی صحت میں پڑے ہیں۔

سہ اس بھر چلے کوئی تھا کے تو دھڑا ہاں اگلے
میں چاہتے تو مے کیجے میں بھرے دوش نہ کیجے۔
اس طرح حضرت برہان الدین ہاٹم کے ہاں بھی ایسے اثرات تھے ہیں۔

سہ کیوں نہ لیتے اس بھی کوئی سہا چھوڑے کوئی ہوتے

اگر ان مثنوی صدی میں زبان کے یہ حصے اردو میں صدی میں لکھے جانے والی زبان کے نثریوں کو دیکھائی دے گی کہ ان کے اثرات وہ ہیں کے نثریوں کے ساتھ لکھا جاتا تو زبان کی سماجیات کا ایک تاریخی تسلسلہ سامنے آتا ہے۔ اگر ان مثنوی صدی میں پھر مذہب کے پسوں ۱۸۵۵ء کے اثرات تھے ہیں تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اردو جو وقت کے ایک سرے پر پہلے اثرات ہیں تو دوسرے سرے پر چھائی کا کہہ رہی سطر پر اس مثنوی اثرات کے واضح ہیں۔

دنیا کا زبانیں کوئی انسانی نسلوں سے وابستہ خیال کی جاتی ہیں۔ اگر انسانی فیلس اچھی اپنی آواز میں زبانوں کو چھوڑ کر مٹا دینا بھی اختیار کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں اس طرح، ہند کوئی نسل خاص ہے۔ ہند کوئی زبان خاص ہے۔ اس لیے کسی زبان کی اسیت کا محور نگہ نانی، ادا تین، اس پر علم و ادب کا کام۔ جب کہ زبان کی اصل سے آگے کے دور کا سفر زبان کی سماجیات کا موضوع ہے۔

زبان کی اسیت میں ان موضوعاتی ترقی پزیری کے انتہا میں آتے ہیں (INTER SUBJECTIVE VARIATION) کی سماجیات کا تنظیم لانا ہے۔ ایک سماجی تنظیم ہے جس کی صداقت اپنی ہی باوجود اپنی صداقت نہیں ہے اس لیے اس میں شاہدہ تجربہ اور مشاہداتی تجربے کے مکمل امکانات موجود ہیں۔

اس سائنس کا نتیجہ تصور (epistemic) کا تنظیم بیان ہے۔ مذکورہ صحت کا غیر تنظیم خورد اس لیے یہ مطلق علم نہ ہوتا ہے بلکہ بھی اپنے موضوعات سے عقائد کی ادائیگی میں، دستور و تجربہ کو بروقت تیار ہے۔

یہ درست ہے کہ علمی علوم، سماجی علوم سے زیادہ آگے بڑھتے ہیں سماجی علوم کا تعلق انسان سے ہے اس لیے زبان کی سماجیات کا مطالعہ وقت ادوم ہاتھ خیر کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس نے زبان کی سماجیات کے بارے میں SELECTED WORKS کی بطور مثال میرے وہ لکھا ہے۔

میں ادارہ کی مثال کے دوران انسان و عرف حضرت پر اثر لکھا جاتا ہے بلکہ ایک دوسرے پر بھی۔ چنانچہ اردو لکھائی اس وقت پر آتی ہے جب انسان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر رہی ہے اپنی انفرادی صلاحیتوں کا ایک دوسرے سے مل کر اپنی کر رہی۔ اس ایک اور قریب میں لکھا ہے کہ



بات کو محض بات نہ کہچھ دقت باخدا نے لکھنا اور جو اسے خالی زاد کو دقت کے شمع ہی میں آکر دیکھنا نہایت زیادہ آدھی صبح ہوئی ہے
شفافہ صوبہ کر کے کام چھانچا ہے کہ فتنہ دہشت کے کچھ عرصہ میں چند بے خبری کا سال گزر گیا و پھر حاضر راوی اس طرح کہ گن سلا بات
نہیں کہہ سکتا۔

فصل کا مشعر

قریہ محبت

بہت شدید شفیق میں مبتلا ہو گیا !
بہیں - قریب - محبت کا ایک قریب ہے
یہاں اہم میں نے مناظر چھانچا ہے ہر نگر
افق بقا کا دامن سے دکھائی دیتا ہے
یہاں تو اپنا خدا کاں میں نہیں پڑتی
وہاں خدا کا تنفس سنائی دیتا ہے

کمر ہندوستان

۶-۲۲ مئی ۱۹۸۷ء

کس قریب - احمد نایم نامی

میں اور میں

انور عظیم

یہ زندگی کیا ہے۔ ایک سٹیج کا ٹھکانا، قبروں کے پھراؤ میں شیشے کے ٹھریں، دنیا آسان نہیں ہے۔ بچپن کا کڑوا سا لہجہ، میں ہے، ان ہی اڑیوں میں کھینے کا مسئلہ ہی شامل ہے، زندگی اور شیشے کا ٹھکانا کھینے کا ایک طریقہ ہے۔ ایک ادا (مردم) مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے۔

اب جب میں نے کھانا شروع کیا تو پہلا افادہ چکراتے ہوئے پہلا کبک بجے یاد آتا ہے، وہی وہی میں جیسا تھا کہ میں زندگی تھا یہ یا میری میرے پاس پڑا ہو گا، اس کا مرکز نہ کرنا کہنا تھا یا ایک کبک ہی تو تھا۔ ایک چھوٹا سا ٹھکانا، سانی دور ہی تو ایک سٹیج کا ٹھکانا، میں تو لوگ نہیں تھا، لیکن طریقہ وہ میری شخصیت کا ترسیق تھا، اور میرا ٹھکانا اس کے شیشے کے ٹھکانا کا ایک حصہ ہے، اب زندگی ام اور رسائی جیسا تھا اور اب اس کے بعد جب ہی شیشے کے ٹھکانے اندر سے ہی اپنے آپ کو حقیقہ کرنے کا کوشش کرتا ہوں تو مجھے اپنی کوشش پڑی صفائی ہی معلوم ہوتی ہے۔

ہماری کہ جب اس دستانے کا اچھا شمار آیا تو میں ہی ایک صفائی نامہ رسائی ہی فقر سے گزرا، اس واسطے کہ میں نے فیروز فیروز ایچ صاحب کو تقریریں پڑھیں، میں نے صفائی میں سے میرے پاس اپنے افادے کبک بہت کم صفائی میں تھا، مگر چاہیں اس میں اگر سادہ تین چار افادے اس کا واسطہ ہی یا جانے تو کتنے افادے جوتے ہیں؟ ان میں سے ہر افادہ کبک شیشے کا ٹھکانا اور میں ہی میں سے ہر ایک کبک کبک کبک۔ اس کے لئے کہ میں اس سے ہر ایک میں موجود ہوں، ان تو ہوا اس واسطے میں کھانا تھا کہ صوف سے دور، سارا فصل رویت دور کرنے کے لیے، ایک دہلیز، شیشے پر غور کیا تھا اور چونکہ اس کا پہلا افادہ چکراتے ہوئے تھا، اس نے سارا سارا ہاتھ ہاتھ کے سامنے ایک طرف صوف افادہ لگنا کہ افادہ بڑھتا شروع کر دیا، لیکن چند سطریں لکھنے کے بعد ہی افادہ لگا دیکھ، اجنبیت دور ہو گئی۔ اس کے بعد آخر اچھی نے ہر سے افادے کا ٹھکانا پر کیا تھا، جب میں نے اس کو ختم کیا تو اس میں ایک تنقیدی تقریر تھا، تو میں نے غصے کی ایک کڑوا شیشے کا ٹھکانا بہت صوفیانا بنا دیا ہے، اس میں اس افادہ کی تصویر کا نام ہوا جس کی ہر پائی میں غور ہوں، یہ وہ افادہ میرا افادہ ہر ایک کبک کے لئے کافی تھا لیکن ایسا نہیں ہوا، اس طرح میرا شیشے کا ٹھکانا ایک تصویر بن گیا، شیشے کا ہی میں ٹھکانا۔

ہمارا کبک پھراؤ کا حلق ہے، وہ ہر سے لیکن وہ نہ کھینکے تھے اور نہ والی کھینکے تھے، میں نے کھینکے ہیں زندگی کے یا میں سال کا ہاتھ دیکھ، کبک افادہ کبک ناہل، کبھی ڈراما کبک مناجات اور اس میں کبک دیکھ کر میں زندگی کے اتنے سادہ پے کھانے، وہ وہاں افادہ کبک سے اور غور میں ہو گئے۔ اچھی کھانا دیکھ ہوا، اچھی تو کیا معلوم، اس میں کھینکے غور میں ہے، کھینکے غور آگئی، اس کا فیروز کبک کبک، ہی شیشے کے ٹھکانا، ہاتھ دیکھنے کھینکے کھینکے ہوا کہ ٹھکانا کھینکے کھینکے، وہ ان کے کھانوں سے بھی زیادہ کھینکے پے غور،



پاکستان کا سب سے بڑا



ہاؤنگس سائی کی شریا میں

ڈاکٹر ابو الکلام کاشمی

ہاؤنگس سائی کی شریا میں جہت ایک شاہکار فلسفہ ہے۔ قرآن میں یہ کام کرنا ہر جگہ اس فلسفے کا مرکزی کردار نہیں، اگرچہ یہ کافی کے سیاق و سباق میں اس کا وجود اور اس کی کامرنگی اس کردار کا ایک ناگزیر معاون کردار کی حیثیت بخش دیتا ہے۔ اگر وہ تامل افغانوں کا ابتدائی وجود بھی اس کردار نگاری سے بہت قریب نظر نہیں آتا۔ چنانچہ ابتدائی تاملوں اور افغانوں میں شیشاوا، ہشترلوہ اور ہشترلوہ کی پہلے مسمول اور جاگیردار طبقے کے افراد اپنی چند مخصوص صفات کے جلوہ افروز نظر آتے ہیں۔ خاص یہ کہ کردار نگاری کا یہ انداز ہمیشہ کرداروں اور شاہی انسانوں کے غیر یقینی اور متحرک دنیا کی یاد دلاتے ہی آج کا انسان نہ صرف ایک دوسرے سے مختلف ہے بلکہ جہز ایک جیسے حالات میں بھی مختلف اور متحرک دوسرے کا اظہار کرتا ہے، اور کامرنگیت چنانچہ جدید تکنیکی میں ہم جس طرح کے رنگوں سے ملے ہیں وہ اپنے طور طریقے، ادبیت اور انشراح کے اعتبار سے اپنی شناخت آپہنست ہیں وہ وقت، حالات اور اختصا کی مناسبت سے ارتقاء پذیر ہوتے دکھائی دیتے ہیں انہی احوال اور پہنچی کی آخری مدد تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہاؤنگس سائی میں قرآن میں جہد سے ہم نامانی فراموش کرنا کہ ہم سے شرافت کو دیکھتے ہیں، اپنی اسی قرآن کے لغت و ادب کے سبب سمرقانیوں سے غیر سمرقانیوں تک کا سفر کرتے ہیں۔

قرآن میں یہ یوریت فلسفے کے نصف آخر میں ایک عمدہ اور مفید آؤشٹ انقلابی لوکی اور بہت اچھے انداز میں اور خواب کی دنیا میں زندگی بسر کرنے والے کی حیثیت سے ہم سے اپنے وجود کو اور انسانیت سے گریہ انقلابی آؤشٹ اور شاہی شخصیت کی ایک قرآن میں، فلسفے کے آغاز میں آؤشٹ ہے، اور انقلابی دور نے اس کے اندر کسی غیر سمرقانی شخصیت کے اعلا ت دکھائی دیتے ہیں۔ اس کام نام کے نام کے لئے قرآن سلطان خرمو سے گرا لے، ہاؤنگس کی جہتی، یعنی جہج کے نام سے جا بجا ناچے ایک معلوم اورستانی ہوئی لوکی، جس کو بنایت کم عمری میں ایک سب سے زیادہ دو نواب کے پاس سے بنے ٹیٹھ سے افراد کر کے درگاہ گزرتے گئے تھے اور ان کی مدد تک قید رکھا تھا، رہائی کے بعد ہاؤنگس کی طرف سے مقدمہ دائر کیا جانا ہے مگر اس مقدمے کی محبت اس معلوم جرم میں ملان کہ اس طرح پکائی پڑتی ہے کہ اس کی جہتی کو اظہار کرنے والے۔ اس کے ذریعہ دیکھ کر خیر و شر کے درمیان علی کرا دیتے ہیں۔

گرمی کے کندے معمول میں ہر مدت کی کارروائی جاری ہے، لہذا ہر جہج اپنی جہتی اور جہتی کے ساتھ روا رکھے جانے والے علوم و حکم کی داستان جاری ہیں نہ تمام مدت کے اند ایک جودہ پیادہ سار لوکی جہتی جہتی کا رنگ پا جا کر پیچھا لگائی علی کا وہ پڑ سر سے پیچھے نہیں چلا کر لوکی جہتی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے وہ لاکھ پروچکر لکھا تھا اور دوسرے سے زمین پر پکیر کر لکھا تھا اور جہتی



عزیزانِ حیات! کہو کہ تم کو کیا پتہ ہے کہ اس پروردگار کے لئے جو تم کو پیدا کیا ہے اور جس نے تم کو اس دنیا میں رکھا ہے، تم کو اس دنیا میں رہنے کے لئے کتنا کمال کا کام ہے۔

[illegible][illegible][illegible]

یہ جیسے نطفہ غریب کے اندر گرتا ہے اور وہ بڑا ہو جاتا ہے اور اس کے آس پاس کے تمام اعضاء اس کے ساتھ جڑ جاتے ہیں۔



نہی جان۔ یہ بعض لوگوں کو ان کی ایک آنکھ کے منہ سے نکال دینا چاہتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب
چکارے تو ہم پر اعلیٰ نہیں بلکہ حکمت ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کے لیے کہ ان کو ترغیب ہو
جس کو ترک کرنے سے ان کی اپنی طرف سے روک دیا جائے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
(عبداللہ کا دوست، پگھلائی، علوم قرآنیہ ص ۵۰)

طیبا و صوفی فرقہ العین جیسے کہ ان کے مخالفین نے کہے ہیں، ان کو غیبیہ کا سب سے زیادہ پیار ہے۔ ان کے پاس
ترک و من ترک کا نام — یہ صوفیوں کا نام ہے۔ ان کو اس سے بڑا کچھ نہیں ہے۔ ان کو اس سے بڑا کچھ نہیں ہے۔ ان کو اس سے بڑا کچھ نہیں ہے۔
اس قصہ کے بارے میں کہیں کہیں کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
لہذا کہہ دیجئے کہ — اگر ہم قرآن کے الفاظ کو ترک کر دیتے ہیں تو ہمارے پاس تو یہ ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
۱۔ خود قرآن نے امر سے کہا کہ قرآن کے الفاظ کو ترک نہ کرو۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
نکال دینے کے لیے

۲۔ یہ کہنے کے لیے ہے کہ بہت سے لوگ اس کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ ان کے پاس تو یہ ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
یہ ان کے لیے ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
یہ ان کے لیے ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔



۳۔ یہ کہنے کے لیے ہے کہ بہت سے لوگ اس کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ ان کے پاس تو یہ ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
یہ ان کے لیے ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
یہ ان کے لیے ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔

۴۔ یہ کہنے کے لیے ہے کہ بہت سے لوگ اس کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ ان کے پاس تو یہ ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
یہ ان کے لیے ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
یہ ان کے لیے ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔

۵۔ یہ کہنے کے لیے ہے کہ بہت سے لوگ اس کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ ان کے پاس تو یہ ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
یہ ان کے لیے ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
یہ ان کے لیے ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔

(اُنہ کے خلاف) میں سے بہت سے لوگ اس کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ ان کے پاس تو یہ ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
یہ ان کے لیے ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔
یہ ان کے لیے ہے کہ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ ان کو کہہ دیا کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔

سے میرے معاملے اور میرے رشتے نامے والوں سے اونچے تھے۔ کوئی جہ نہ۔ ایسے اچھے آپ سے سوال کیا تب میری طرفوں کے سامنے ایک عیسائی ابراہیم کا اور جھوٹا حضرت کا تھا اور افسوس کا۔ وہ دشمن کا اور فرشتوں کا وہ پتہ تھا۔ بہت میری سحر پیدا ہوئی۔ وہ راز میں ہو گیا کہ دشمن کا یہ پتہ میں نے تحقیق کیا تھا۔ وہ کہتا کیا پتا تھا۔ !

نئی کہ زندگی میں ایک وقت آیا کہ جب وہ اپنے ہی لفظ سے اور اپنے ہی جہ میں سے ایک نئی شخصیت کو قائم دیتا ہے میں اس کی شقیقت کا سراغ اس کی شخصیت کی صورت سے دیا اور پتا چلا کہ اور ان کے قریب سے پیدا ہونے والا کچھ آنکھیں مل کر لیتے تھے اور کے معاملہ کو پہچاننے کی کوشش کرتا تھا اور اسے سب اجنبی، راجس سا لگتا تھا اور چہرہ پر پوداں پہننے لگتا تھا۔

میرے کہ اس کا دل ایک دم کی تخلیق کے بعد مجھ میں اور میرے جسم سے میرے ہی لفظ سے پیدا ہونے والے کچھ میں ایک عجیب کشش تھی جس کی شروعات ہوئی اور میری۔ اور ان کا سامنے تھوڑے عرصے میں یا میری ہی سے میرے کہیں کے کام میں آ کر تم کو خدا دل۔ وہ چہرے جیسے لگا کر ابرو اٹھا دیا اور دیکھ دیکھ کر نور و اہل جہان خدا اور میرے کہتے آ کر جب وہ میرے چہرے پر آ کر میری لئے اس کے آگے غصہ ڈال دیتے۔ اس کے بعد سر پر کاش نام لاف، ہاپ، بھائی اور دوست۔ میں کہتا اور لگا۔ اور زندگی کی یہی بات شہر میرے پہچانل افشاں اور لگا کر چھانل۔

گھر سر پر کاش ایسا تھا تھا ایک کچھوں کے برابر کہ ان کی شخصیتیں ایک ایک اپنی زندگی گزار رہی تھیں۔ ایک وہ تخلیق میں صورت تھی اور میری جو دشمنی اہل کے بعد وہ اسے میں اس سے رہی تھی۔

وہ کہ یہ جس کے کہ ان، بھلا کا، باز گئی اور اس میں کوئی صورت تخلیق کرنا تھا اور پر کا کھسکے ہوئے پیشانی پر لگا رہتا تھا میں نے کچھ سکھایا کہ جب کوئی عقیدے کے حصار سے نکال کر لفظ کے سامنے پر کا کر لکھ کر خیریت ہے جہاں اسلام، جیسا کہ اور جہد مت اپنے آقا کی تعظیم میں دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں فرما کر پ۔ فہمیت کا کب ہی جانا ہے اور ان کی زندگی کا متاثر ہوتا ہے اور آزادی، آزادی !

یہ ان کی بات ہے کہ یہ خدا کی ایک ایک شخصیتیں ایک ہی گھر میں قیام کرتی ہیں۔

میرے چکر آگیا ہے کہ آپ کو آپ پہچان لیتے گا۔

یہ کہنے بھائی ہنسے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ کوئی فرما رہی ہے اور کوئی کے کھنڈن کا بنا چاہے۔ مت نہ لال مت نہ بھائی کوئی لاش آنکھ کا میرے۔

اُف! اس لگام میں کسی سے تھوڑے تھوڑے ؟

تو صبر۔ صبر۔ صبر کہ کوئی کہ میری زندگی میں ہے۔ ایک چہرہ پر لگا رہتا ہے اور ایک چہرہ۔ چہرے کے پیچھے چہرہ ہوتا ہے۔ دیکھا میرے کتاب میری نازل ہوتے ہیں۔ رگوں کی لفریں، لکھتے ہیں اور وہ تم میرے ہے جی، نیکیاں، شریفیوں اور اس کے اس کے یہ جویری شخصیت کے پسے میں چھپا ہوا ہے یہاں تک کہ اب لفظ میں اسے پتا نہ رہتا ہے اور میں بعض کاشانی کی طرح سب لکھ دیکھتا ہوں۔ اور گھومتا ہوں۔

انہی پسے میں افسانہ خرگاہ چڑھتا ہے آپ کو خود معلوم ہو گا کہ مجھے اس نے ایک نئی نئی لکھا ہے۔ جس میں سے لکھنا داستان اور وہ لکھتا ہے اور معلوم ہے میری کوئی کوئی کے جس کے ہیں۔ مجھے وہ عجیب سے لکھتا ہے اور پتا ہے میں ایک اس کے



ایک بالواری اور فلوہیسر

مارگریٹ گارڈز — محمد رفیع حسن

MARIO VARGAS LIOSA (PERU) کا پشتہ ہے۔ وہ امریکا کے اہم ترین ناول نگاروں میں سے ایک کا شمار ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنی
 CONVERSATION IN THE CATHEDRAL, AUNT JULIA اور THE WAR OF THE ENDS OF THE WORLD اور THE SCRIPTWRITER
 پر جزی ہیں۔ انھوں نے ایک نئی کتاب تحریر کی ہے۔ اس کا گزشتہ ترجمہ انگریزی میں HELEN LAKE نے کیا تھا۔
 LAURENT AND "MADAME BOVARY" کے عنوان کے عنوان سے کیا ہے۔ انھیں یہ ناول ایک سے شروع ہوا ہے۔ ان کی پہلی کتاب تھی ایک ناول اور
 ان کا کتاب سے پیش ہے۔ یہ کتابیں THE NEW YORK TIMES BOOK REVIEW کی شہادت ہے۔ ۲۲ نومبر ۱۹۸۰ء میں سنٹرل سٹریٹ ۲۲
 دیکھا گیا ہے۔ (صفحہ ۱)



پروفیسر سید محمد رفیع حسن

جسٹ، مشرق، مغرب اور وسط کی اس نئی دنیا میں جتنا زیادہ علم ہو گا، اتنا ہی زیادہ دور، دوروں کے دخل گتا ہے۔ اس کی شہادت ہے کہ یہاں ایک
 سے گئے جہاں میں بدلتے ہوئے دنیا کی شکل دیکھ کر، اس کے اندر ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔
 کوئی ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔
 یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔

"MADAME BOVARY" (۱۹۸۰ء) کے عنوان سے کیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔
 یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔
 یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔
 یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔
 یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔
 یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔

یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔
 یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔
 یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔
 یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔
 یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔ یہاں ایک نئی دنیا ہے۔



میراجی اور عملی تنقید

جاہر علی سید



بہتر کسی نوعیت کے میراجی کو خود بھی عملی تنقید کا پیشتر و بہتر نہ کہنے چاہئے۔ یہ تا حال سلاطین عملی تنقید کی اصطلاح سے بھی دو تہل نہیں تھے۔ نظم میں لکھنے والا نظم کے قربانی مطالعوں میں عملی تنقید ہی کے ذیل قرار دینے سے جلی کرنا اختیار سے مسئلے کو ہی دینا میں ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۵ء تک ایک ایک کے شائع ہوتے رہے اور ۱۹۳۴ء میں ایک ملت بگڑا کر پہلی جلی عقد کے ساتھ اس نظم میں ”... کے پرکشش نام سے جلی کر دیے گئے۔ ہماری عملی تنقید عملی طور پر آج بھی اپنی غصوں پر چلی رہی ہے تو اس نظم میں کے مطالعوں میں ہونے کا نظر آئے ہیں۔ یہ شخص جس اتفاق سے کہ انگریزی میں عملی تنقید کہانی ڈاکٹر پر ڈاکٹر کے عام تنقید کا واسطے اپنی تنقید کے اصول اور عملی تنقید، باقر نیب ۱۹۳۳ء ملدہ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئے۔ میراجی کی عملی تنقید میں بر عملی تنقید سے وہ بارہ سال بعد میراجی و بدو میں تو نہیں برصغیر طو پر ہوئے۔ کیا تنقید کو قیام سے خارج نظر کرتے ہیں میراجی کو ڈاکٹر پر ڈاکٹر سے واقفیت تک نہیں تھی بلکہ میراجی کے اصل تنقید کیا وہ میراجی آگ کے مطالعوں میں اپنے خود حال دیکھتے نظر آتے ہیں۔ میراجی کے تنقید و بدو میں کوئی سال آگے چل کر اس کے کٹ کر کیم ایچ ایم نے ان کو میراجی نے اور عملی تنقید کے بعض قابل رشک نمونے پیش کئے۔ میراجی کو کیم ایچ ایم کا پیش نہ ہی کر سکتے ہیں۔ بلکہ جیسے کہ خود میراجی نے اعتراف کیا ہے وہ یہ کہ ان کے شاعرانہ ہاد میں محمد ن کا شاعر ہے جب کہ کیم ایچ ایم اور اسے اپنے آشناء پر ڈاکٹر سے لاتعلو اختیار ہے۔ اس وقت کہ ان کی عملی تنقیدوں اور خود تنقیدوں سے آگے و تنقید، غرضاتی، سائنسی، معروضی، نیادوں پر دستور ہونے لگی ہے میراجی اور کیم ایچ ایم اس کی سرورقیت، غیر جانبدار اور دیانت بھی آگے و تنقید میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ میراجی کے تجزیہ و طرح ڈاکٹر کی عملی تنقید کا سطر کی کار نہیں دیکھتے۔ طرح ڈاکٹر کسی نظم کا تجزیہ گنا سطر پر کسی خاص طوں سے کہ ان اتفاقاً جو میراجی مطالعوں کے تقابلی مطالعہ کی روشنی میں اپنے اصولی تنقید کی عملی صورت کا بیان دیتا تھا اس کے برعکس میراجی نظموں کے شاعروں کے ناموں ہی سے واقف نہیں۔ ان میں سے اکثر کو ذاتی طور پر بھی جانتا ہے بلکہ اس کی خبر چاہتا تھا کہ جس شخص سے ملتا تھا۔

”اس نظم میں ہم شاعری کا اس نظموں کے تجزیہ میں بر استعداد اور مختلف حیثیت میں کیم ایچ ایم کا ذکر کرتا، اپنے سفری تذکرہ میں برامیاں بھی ہیں ایک ساتھی کا میراجی شاعری سے بھی تجزیہ نگار و پیشقدم اس طرح کہ وہ اپنی اختیار چاہتا تھا، ان تمام نظموں کے اہتمام کو کھولنا چاہتا ہے اگرچہ خود نظمیں یا کسی ہی میں بلکہ طرح طرح کے نظموں کے مبالغہات کرنے کا قصد بعض نظموں کے سیاسی، عرفانی، فلسفاتی اور بعض جہوں کی قربت اشعار کا لہجہ چاہا بعض نظموں میں میراجی کا ذکر ہے، ان اشعار میں چاہے ہندو گیت ہیں، ان نظموں کا تجزیہ مستقل اور میراجی میں چاہیے۔ ہم تجزیہ نہیں دیتے، درجیم نظر، برصغیر، غرضاتی، شاعرانہ کی ہیں۔ اگرچہ ہم نظموں کے شاعروں میں، اور میراجی میں

[illegible]

تعلیم زبان کے بنیادی سہائے

میدانِ سخن بآرا کو

زبانِ ہندی میں دلچسپ اور قیمتی اساتذہ کے زیرِ ترقی شاگرد ہیں۔ یہ تمام شعبہ ہندی میں سے ایک شعبہ ہے جس کی تعلیم کم و بیش ہر طبقہ کے لوگوں کو ملنی چاہیے۔ اساتذہ کے ساتھ ساتھ اس شعبہ کے تدریس کے لیے مناسب اور دلچسپ مواد کی ضرورت ہے۔ اس کی تعلیم کے لیے مناسب اور دلچسپ مواد کی ضرورت ہے۔ اس کی تعلیم کے لیے مناسب اور دلچسپ مواد کی ضرورت ہے۔

زبانِ ہندی میں سب کے مشترک چیز اور ایک ہے۔ ہندو، مسلمان، سکھ، جٹ، اور دیگر قومیں اس زبان سے لڑتی ہیں۔

زبانِ ہندی میں سب کے مشترک چیز اور ایک ہے۔ ہندو، مسلمان، سکھ، جٹ، اور دیگر قومیں اس زبان سے لڑتی ہیں۔

زبانِ ہندی میں سب کے مشترک چیز اور ایک ہے۔ ہندو، مسلمان، سکھ، جٹ، اور دیگر قومیں اس زبان سے لڑتی ہیں۔



زبانِ ہندی میں سب کے مشترک چیز اور ایک ہے۔ ہندو، مسلمان، سکھ، جٹ، اور دیگر قومیں اس زبان سے لڑتی ہیں۔

زبانِ ہندی میں سب کے مشترک چیز اور ایک ہے۔ ہندو، مسلمان، سکھ، جٹ، اور دیگر قومیں اس زبان سے لڑتی ہیں۔

تاکہ ہر فرد اپنی دست کے مطابق اس سے فائدہ اٹھائے، نیز ایسی ہے کہ وہ تمام دکان پر لانا ادب میں بالادریں وہ شریاب ہونگے مگر اگرچہ اس وقت ہمارے خبریں اکثر و بیشتر قدیم شریاب سے ہیں لیکن اس میں شریابیں کو اس وقت اکثر میں قدیم میں عملی شریاب ہدی ہیں۔ لیکن ہم کو پائے ادب کی جانب ہیں۔ جو بڑا دانشور ہے نظر اٹھ کر لی جاتی ہے۔ میں حکومت پاکستان سے بھی متبادلہ دعوت کر دی گا کہ کسی منصب کے تحت وہی دکان سے لے کر کوئی دکان دافعہ و ہجری ملک کے تمام شریاب و ادب کی تحریکات کو مستحق شریاب کرادے۔ مثالی کے طور پر۔

LIBRARIAN'S CLASSIC کا سلسلہ سامنے رکھا جا سکتا ہے۔

اسلامی مکتبہ کراچی کی کتابتوں کو اس سلسلہ کے اساتذہ علم و ادبیات میں باقاعدہ تحریک یافتہ ہونے کی ضرورت ہے۔ اس کی ضرورت زبان کے اندر ہونے کے لئے ضرورت ضروری نہیں کہ اسے زبان پر ضرورت حاصل ہو نہ LIBRARIAN'S CLASSIC کی زبان اس کو کہا جاسکتا ہے جو بہت سی زبانیں جانتا ہے۔ بلکہ LIBRARIAN'S CLASSIC کو کہہ دینے کا اور زبان پڑھانے والا وقت سب جگہ جس کو LIBRARIAN'S CLASSIC (ادبیات) کا نام ہے۔ اس وقت بھی ہم لوگ اور پیش کاغذ (LIBRARIAN'S CLASSIC) میں یہ کام معمولی جانتے پر کام دے رہے ہیں (LIBRARIAN'S CLASSIC) کی تحریک کی بھی سے اور یہ ہدایتی ہو۔ خطہ ہجری ہمارا تحریک میں شریاب جو تھیں۔ ابھی اس کام کی اساتذہ ہجری و ادب میں گفت و گفتیں ہیں میں تمام کام ہمارا ہے اور بہت افزائی کر رہا ہے۔

یہ سب بے ضرورت ہے کہ باشندگان پاکستان کی ان تمام طبقات کا شریاب میں کوئی جو کچھ پیش کر رہی ہیں۔ انہوں نے شمالی ہند کے اسلامی تعلیم کے قریب نے ہجری ایک دکانی فراڈ اور ہجری ہے اور پھر یہ کہتے ہوئے فراموش ہو جاتا ہے کہ کوئی انشاء اللہ باقی زندگی انہوں پر کام کر رہی گا

مناستہ

گواہی

اے سچے دوست! دنیا کا صفی تمام جانے

مختص افراد کے اہلکار ہیں کہ وہ نہ

جگہ۔ بڑے ہیں، میں ہوں، تم ہو!

ہاں ہر نے ہلکا ہلکا

لفظ اور مذاکے نہ آنے صا۔ تو کیا

جگہ۔ بڑے کہہ جا کے گواہی دیتے گے!

محمد علی

میں تحریک و ہجری اسلام



کرتے سے انکار کر دیا تو اس صورت میں وہ ٹیگراڈ کی کوششیت خاکسار آئے۔ دیکھا جائے تو سیکرٹری اعظم میں پہلے پہلے ٹیگراڈ کی خواہشوں کی مخالفت سے ملنے والے نہیں بلکہ سب سے پہلے سرکاری سرکاری براہ حزب بندی میں سپاہی ٹیگراڈ کی آواز پہنچنے کے لیے غلامی کے خواہش پر زیادہ جتنی کوشش کر کے اس صورت میں وہ ملک ملت سب سے کم اوقات ہوتے ہیں حالانکہ ٹیگراڈ کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرتا ہے اور اضافی تعلقات کو ذہنیت بہت کم درجہ پر رکھتا ہے۔

پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اتحاد امریکی صورت نسبت داخلہ خیال کی صورت میں تو پھر اس دور میں غلامی کو کون مداخلت کیا کیا؟ میرا خیال ہے کہ اس کا دور مداخلت نہیں۔

ان کے بعد ان لوگوں کی نگاہوں میں اس کے اور وسیع و انتہائی تھا اتحاد شخصیتیں تھیں۔ غلامی طور سے ان کے لیے بڑی چیزیں وہ طور سے بالکل مختلف سمجھتے تھے۔

دوم۔ جسے میں زیادہ اہم سمجھتا ہوں کہ یہ ٹیگراڈ غلامی جہاز حزب بندی میں ملنے کے لیے کھینچوں اور امریکہ کے حزب میں کیا اس وقت کا تھے کھینچوں میں کام کرنے کے لیے تھے۔ یہ وہاں وسیع و انتہائی کی حیثیت کے تھے۔ اہم صورت میں لگنے والے یہ امر ضروری ہو گیا تھا کہ وسیع و انتہائی کے خلاف سمجھا اور سمجھاؤ کی کوششوں اور فرار کیلئے اس کے وہاں کو کھینچ کر تم کے ہوا میں نہیں دیتے جابین اور ان کا وسیع و انتہائی پرست رکھ جاتے۔ یہ ایک عظیم بات ہے کہ حق کرتے کے ساتھ ساتھ شکل امریکہ کے ٹیگراڈ، رقیب امریکی کے ساتھ امریکی زیادہ بہتر۔ یہ امر کہ جب امریکی بین متعلقہ کے انڈیا (۱۹۸۷۱۶۵۲ ۵۴۳۲۱۵۲۱) کا ٹیگراڈ پیدا ہوا تو اس کی زندگی اگلی دن امریکی یا تو ختم ہو گئے یا اس کو غلامی و حق میں دیکھ کر دیا گیا تو اس کے ساتھ ہی اس کے بارے میں یہ طریقہ رپاڑوں کی تھا۔ پھر امریکی ختم ہو گیا اور اس کی جگہ وہ خون و نظام اور جنگ ہو گیا کہ اس کے بارے میں اس کے انڈیا کے اصل میں آج تک کی دلی پروا کیے جاسکتے ہیں ان کے بارے میں اس کی حیثیت امریکی پیدا کیا گیا ہوئے کہ ان کی حسرت، اشتہار اور اپنے کارکن میں ان کے بارے میں یہ تصور ہو گیا کہ جو نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ یہ انڈیا میں اس کے کرنے لگا ہو کہ سیدہ آدلی نے اسے سختی حزب ملت کی صورت میں دیا اس سے پیدا ہوا اس سے اس کی رچ بچیں کی گئی جب یہ تصور ملے کہ اس کے بارے میں اس خیال کو اس کے پیدا ہوا اگر اس کا یہ سے وہ مداخلت میں اس کا اسے تو اس صورت میں حقیقت کو سامنے لانا اور شکل ہو گیا۔

حقیقت میں اگر دونوں گروہوں کے درمیان کوئی حقیقی رابطہ ہوتا تو اس صورت میں سیدہ دلی رپاڑوں سے بہت بڑھ سیکر سکتا تھا۔ جس سیدہ دلی میں امریکہ کے بارے میں احترام کا عنصر پیدا ہو سکتا تھا اور وہ یہ سب کچھ اس کی صورت میں اس کے کسی طرح ان غلامی کا جانے اور غلامی میں پیدا ہوا انڈیا کی کوششوں کے لیے استعمال کرتے تھے۔ سیدہ آدلی نے اس کے معنی کو انکار کر کے اسے دیر کا میدان بنا دیا۔ سیدہ آدلی اگر وہ ایک بڑی کوششوں کرتے تھے اور اس پر گروہ دلائل کرتے تھے۔ اس میں سیدہ آدلی نے سختی عنصر و ایک کوشش اسے خود میرا گروہ کا کارنامہ اس میں سب کوئی جملہ نہ دینی رہ سکتا ہے۔

سیدہ آدلی۔ چنانچہ اس سے باہر کا احترام سب کچھ سکتا تھا لیکن اس کے بعد اسے امریکیوں میں اچھے کے بارے میں مخالفت پیدا ہوا۔ اچھے نے سیدہ آدلی کی کوششوں شروع کر دیں اس کے دور و جہاز انڈیا میں اسے اپنا رپاڑوں کا کارنامہ ہونے اس کے لیے اس نے امریکی اسٹیٹ میں انجیل پائی اور گروہی میں خود گروہ کی ورا پٹیں پہنچاں اور انڈیا کی کوششوں کوئی کوشش نہیں شروع کرنا یا یہ کہ کوئی نہ کرنا چاہتے آسانی کے لیے وہ دلائل سے ثابت تھے اس کے خلاف اس میں اس کے کوئی احترام نہیں ہوا۔





[illegible]

آفریں! جیوں کیوں ناگرم دوسرے سماج پر ملک اعلیٰ کو سزا سنا نہیں اور جیٹنا لوگوں کا دوسرے تیار کر رہے ہیں۔ یہ اندازہ لگا یا گیا ہے کہ ہر سال ایک چھوٹی سی سیٹیوں کی جیسو سیٹوں پر لگتا ہے کہ دوسری ستر یا سکوں کے مقابل میں زیادہ مستحق نہیں ہے میں خیال کرتا ہوں کہ دولت کے ساتھ اچھے سے زیادہ مصروف لڑائی پر گرتے ہیں۔ دوسرے ہر طبقوں کے لوگ کم تر تو یا تو ہیں اور نظریہ زوال کا تصور ملنے پر بے یار و مددگار آفریں! کو سزا ملنے لگتی ہے۔ ایک سکون میں جیسے کلر سٹریٹنگ (۱۹۷۱-۱۹۷۲) کے مسئلے کا اثر ہے۔ اس کا نتیجہ تھا۔ - غلام حسین کا کائنات -

وہ کھینچنے کو رہ



• دوسرے پہلے تین دنوں کے لگ بھگ وہ حیران کن کمراسٹ کے پیچھے رہا۔ یہاں میں پچھتے تھے تاکہ چپ نہ ہوں۔
 • غرض کہ چلنے سے پہلے کے غائب ہیں۔ چپ، مگر کے علاوہ غرض کہ کھانا کھاتے تھے۔

[illegible][illegible]

تیسری دنیا کے جدید ادب کے منتظرانے

رضی عابدی

تیسری دنیا ایک وسیع اور متنوع دنیا ہے اور اس کی سب سے بڑی خصوصیت وہ چرچیدہ ہے جو دنیا بھر کو لڑاؤ والی جنگوں سے آزاد کرانے کے لئے گمراہ ہے۔ تیسری دنیا کے مختلف علاقوں کے ادب سے اس بات کی عکاسی ہوتی ہے کہ وہاں لڑی جانے والی جنگ بکری کسی طرح شیبہ اور لڑائی جیتنے سے صاف ہے یہ جین لڈنہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کس طرح سے گزرا ہے۔ پھر دیکھ کر غصے کا تاثر کہ میں نے اپنی اور دنیا غصے میں چھوٹی ہے۔ اس کے متعلق واقعی اچانک جو کہہ سکتے ہیں وہ بہت بڑے بڑے غصے کے طلب ہے۔ لیکن یہاں کا ادب ایک ایسی حقیقت کی عکاسی کرتا ہے جسے جتنی دیکھیں ہر انسان کو ایک تو ادب سے ملتی کشش نہیں رہتا اور دوسرے وہ عکاسی کے دل میں اُتھاتا ہے اور اس کی وجہ سے زیادہ ستر ہے۔ یہ سب سے زیادہ اس ادب کا مظاہرہ متنوع ہو سکتے ہیں۔ لیکن ادب کے علاقے سے یہ بات کو گھٹا ایک طرح سے آسان اور شگفتہ ہے کہ ادب اس داخلی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے جو اس کے اپنے حالات کو ہی پر عکاسی کرتے ہیں۔

تیسری دنیا کے لڑائی میں اس کے لوگوں نے بعض خصوصیات کی عکاسی اور تجزیہ پر ہی کاوش نہیں کی بلکہ کھنگلی لگا کر اسے اپنے اپنے نقطہ نظر سے سمجھنے اور جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

حالت کشی سے کچھ خائفہ نظر آتا ہے اور خصوصاً انک ادب دلی کو بڑی ہمدردی سے استعمل کیا ہے۔ مغربی نظم کو بھی غرق دلی ہے۔ نرسو دیا کے مختلف نقطہ نظر کی ایک جگہ میں مختلف مراحل پر سفر کرتا ہے۔ یہی سب اس میں بدو جو یہاں کے پڑتے ہوتے ہوئے شعور کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کی تصویر اور آئینہ نگاری کے لحاظ سے اس دنیا کو پانچ واضح حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ وہ ملک میں سیاسی اور سماجی انقلاب ایک بڑے سنگین جھگڑا ہے اور اس کے مسائل اب دلچسپی دیا گیا ہے۔ فوجیت کی نسبت زیادہ شرافت اور آئینہ نگاری کے نقطہ نظر کے ہیں۔ دوسرے وہ ادب، دوسرے کی گھبراہٹ میں ہیں اور وجود کے امور کو گھمے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ لیکن اس گھمے میں وہ مذہب و اخلاق کے کھانے پینے کے اعتبار سے بہت گہرے ہیں اور ان کی عکاسی جیسا کہ ان کا نصب العین کچھ نکلنے سے ان کی نہیں ہوتا۔

۲۔ وہ ملک جہاں اختصار ایک بڑا اصول ہے۔ وہاں کا ادب بھی ایک محدود دور سے گزرتا ہے۔ یہاں نگار ہی اور عکاسی دونوں صورتوں پر یکساں ہوتا ہے۔ یہی خصوصیت ہے کہ وہ اپنے اندر جہاں مختلف استعاروں کا لہر لہاتی ہے۔ ان کے خواب بڑے غریب و بے چین لگتے ہیں۔ اگر دیکھ کر مجھے بہت غصے سے سمجھ لگتا ہے کہ یہی ہیں۔ لیکن مجھے وہ دور بھی یاد ہے اگر کچھ بھی جانتے ہیں۔ اس کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ اس سے کہ کچھ جہیز بہت خوفناک ہوتا ہے۔ اس کی خود غرضی پر کسی دلی جہاز ہے۔ کچھ ایسے ہیں۔ کچھ ایک جگہ جاری دیکھتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک جو متعدد کے متعلق کوئی تہذیب نہیں۔ اس کے اصول کے متعلق



فرزند کی گستاخ۔ وہ بے ادب ہے اور اس کے مذاق کو تنگی کرتا ہے۔ پھر میں اس نے اسے گھر کے آٹھ خروارے دیئے ہیں، بیکر و صوف
 چھ کا سخت تھا، اب خود کو فرستھیں، نصف خزانہ اور جذبات سے بندھ گھاتا ہے۔ بچے پر حقوق خزانہ کا الزام لگاتا ہے اور کہتا
 ہے بیکر کی اہلیہ کے بچے نہ، انہیں بچہ خوش اور خوشی کے مطابق خروار دیتا ہے۔ اب کے خروار ایک اس کا بیٹا غیر معمولی مصروفیتوں کا
 مالک ہے۔ اس کے خروار ایک اور خروار ہے۔ بچہ کے مطابق وہ گنا اور خروار ہے۔ ایک دن کا خیال ہے کہ سکول میں تعلیم ہی اہم
 ہے اور سکول کا گھر میں ہی چٹھا پڑے تو پھر سکول کا کیا فائدہ۔ خوش کسی ایک مرحوم پر غفلت لگ گئی تھی، اب سب
 اپنا اپنی جگہ بہت بے ادب، بہت ہمدرد اور ہنسکتے ہیں۔

یہ کہانی ایک ایسے معاشرے کی عکاسی کرتی ہے، جس میں اجتماعی سوچ پر زور دیا جاتا ہے اور انفرادی فیصلوں کو سماج پرانوں کا
 بنیادی سبب سمجھا جاتا ہے۔ ایسا داخلی نوعیت کا نظریہ ہے اور اس کی اپنی ایک اہمیت ہے لیکن سماج ایک ایسا مکان ہے جس میں تمام حالتیں
 شامل ہوتی ہیں۔

ایسے ہی معاملات میں نیک کی جدید شہرت کا شکار ہوتے ہیں۔ ادارہ دار ذوالوف کی ایک نظم کیا چرچ لگے بیٹے پر لگتا ہے کہ اسیدھا
 سید صاحب پر لگتا ہے۔

”اگر یہ میری بیٹی، اسیدھا میں نے کہا تھا

نیکو یہ فوٹو اس میں

جسٹ کے ہاتھ میں۔ آسمان کے آئینہ میں

لے چھوڑے جاتا ہے

اس کے گریز میں نہیں ہے

بہی اس میں پہنچے کسی اور کو بھی ہوا تھا

اور جو جذبات اچھا لگتا تھا، اچھا لگتا تھا

چاند ایک قریب سفر ہے — اور میری سب باتیں ہیں

سب باتیں ہیں — وہ تم میں اپنے بارے میں جو کو

کلمہ کرتی ہیں — وہ نہیں سمجھتی کہ قربت

انہیں دلاتی ہے جس سے اللہ میں

ایک سمجھتی آ جاتی ہے — اور وہ

پرواز کی طرح چھوٹ پڑتی ہیں

حقیقت خود زندگی ہے

بے گھر، بے گھر، بے گھر

اگر خاموشی بھر کے ادب سے لوٹ کر آئے

اور اپنی زندگی دوبارہ لے گئے



تو اس کے طور پر ہزاروں سوال اٹھے ہوں گے
 بھی پروت نے بہت جلد کیا ہوگا
 اس کے باوجود بہت سے اٹھ چکے سنو
 اس کی آکھوں کے آگے دھن کرنے لگے گئے
 اور اسے وہ موت دے گی جو اس کا حق ہے
 اور کوئی اسے فریب نہیں دے سکے گا۔

خاتم اور آفتاب کے باہر دھننے کا یہ ایک بڑی خوبصورت تصویر ہے۔ یہ سورج ایک بہتر فریجن اور چھائی دنیا میں ہی پروان
 چڑھ سکتی ہے۔ آکھوں پر سے ٹکری لے کر آئے آگے وہ ایک بڑے جھلکے کا طرح ضرور اور اعتماد کا ایک کیفیت لئے رہے ہے۔
 یہ سورج اخلاقی بھی ہے اور نفسیاتی بھی۔ اس کا اندازہ صحیح اور جذباتی ہے۔ خاتم صورت اختیار کیا ہے اور اس کے جواب دہ صوفیہ ہے۔
 وہ آج کا دنیا کا ظاہر ہے اور آگ کے اندر ہے۔ اسے سورج وہ جس کے اندر کی قوتوں اور تحقیق صوفیوں پر چڑا
 اعتماد ہے۔ آئینے پر فریب کا یہ قسم صحیح منظم "یہاں بھی بہت خوبصورت ہے۔

"ایک پتہ آسمان کا کتاب ہے

جو ان کے والی ہے

ایک درخت دنیا کو خوب کر رہا ہے

اور پانی زمین کو فروغ کمرہ تیار ہے

یہ سب اس معلم دینا کا مافی ہے

جس کا نام ہے "تفسیر مینشا" (تبدیلی)

زمین میں ایک مینسا رہتا ہوں

میں میں گداہ پر بڑھتا ہوں ہاں ہوں

تو کب تیرا پیسہ مچے پر چڑھتی ڈالنی جاتی ہے؟

اس شعر کی میں ایک گوت ہے ایک ترکہ ہے۔ یہ انسان۔ ضرور واحد۔ اور کائنات کے حشر کو بدلنے والے کے کی کوشش

لگا ہے اور زندگی کے انتہائی مل کا شور مل کرنے کی خواہش ہے اور اس میں ہی کہ مسلسل بدلتی ہوئی کیفیت کی کچھ ایک یہ حیثیت
 کا ضرور ہے کہ حیثیت کا پتہ نہ پتا ہی ضرور ہے۔

بعد میں کے ادب میں گداہ کی کہانیاں اور فراموش آتی ہیں۔ گداہ کی حیثیت کی کہانیاں۔ ایک گداہ سے میری "حالت" ایک انسانی

سورج ایک پتہ مافوق الفطرت کا ہے۔ اس کا تصور صریح ہے۔

"ایک گتہ مغل میں چھڑیوں کے درمیان ایک گتہ دست پر ایک گداہ چھا

برا تھا صوفیوں کا گداہ تھے دست پر سے گداہ۔ میں نے کھلا لگوں

تو نے جس دہرا اور پتوں کے دور سے میں نے لے لے جانے کی کوشش نہیں



کہ اور جہانوں سے اُٹھتا دوسری طرف نکل گیا لیکن کپڑے پھٹ گئے بہرے
پر غلاموں، گائیکوں اور سیم بڑ کا دلچ زخمی ہو گیا۔ بچے گدے پر فخر کیا چڑھ
اور گدے کی خیف آواز آئی "تہاب نکلے ہو۔ اپنا دستہ لوتے لیجئے
دوسری طرف گئے بچے اگسا یا" آگ ایک گدے پہلے گدا دوسرے کا اور پھر
طرف گدے بھاگے سے ہوا میں گدے، تم اس کے داری ہو گئے تو خدا میں خفا
ہے، اس آواز نے بچے واپس دھکیلی دیا۔ اس گدے کے سامنے پہنچا۔ گدے
خمسراٹھ یا، میں نے ایک انگلی ہٹائی توڑا اور اس ٹکڑی چوڑی کو سنہری
سے پکڑتے ہوئے اس کی طرف بڑھا، گدے کا چوڑا دیکھ کر راستے سے ہٹ
گیا۔ بچے دیکھو نام بانی کاں جھیلے اور سر ٹھک کر راستے سے دیا۔

بشارت کے شاعر کی ایک اور جی کہنگ ہے۔ شور و گیب کی وہ وقعر نظمیں کا نام خود شاعر۔

"دور اگر تیریں میں

بچا چھپ جاتے ہیں

ناکر زندگی کا قوت کو

اپنے اندر جذبہ کرنے سے پہلے

ہوا میں، انہیں اٹا کرنے سے پہلے

سفیر ہدف کی ہڈیا

کیا صرف اس تیر کے سے

صرف پہنچا جا رہی تھی

کو بول

اپنی معصومیت سے

زندگی کو رام کر سکتا؟

اور

میری زندگی کا

آخری وقت آگیا ہے

جو کچھ میرے پاس ہے

میں دیتے جاتی ہوں

میں اب گناہوں میں میں غوثی نہیں ہوتی

لیجئے



• ایک شخص ایک سے زیادہ چیزیں کر سکتا ہے اور دوسرے جو سکتا ہے۔ خود کا طور پر سمجھ کر کچھ سے پہلے تصور میں تھک رہی صورت ناف پٹکا اور تصور میں چڑی ہمیشہ مکمل اور سولہاں جوتی ہیں۔ لیکن حقیقت عام طور پر غلط ہوتی ہے۔ اس کے باوجود میں اب بھی غصہ کرتا ہوں کہ میں نے جو تھا تصور قائم کیا تھا وہ اصل میں حقیقت کے مطابق ہے۔ چنانچہ اس نے اگر تم ایک ام تیری پہلے سے بہت خوبصورت ہے۔

لیکن اب بات جگہ پر ہے اس کی بے فکر رہا حقوق اور گھٹس نے جو اثر و اتنا نظموں کا ہوا وہ اسے آگاہ نہ کر سکا۔ وہ تو جیسی تلاش کرنے کا غور میں لگا ڈیوٹی پر نہایت سہجہ کر کے اس میں سہارہ دیا ہے۔ وہ دانش میں بیگتہ رہا ہے۔

خوبصورت کہاں ہے اچھا بدلتا ہے۔ انسان جو کچھ سوچتا ہے۔ حقیقت نامی نہیں ہوتی اور اگر وہ حقیقت ہے کہ وہ کر رہی ہے تو ظور کا نہیں کہ حقیقت اس کی گرفت میں آجاتی۔ انتخاب کیا میں ملتا ایک خواہش ہے اور ایک حقیقت۔ لہذا ان کے دل انقلب تصور ہے۔ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۲ء تک حقیقت، اور اب ۱۹۵۵ء میں تصور اور حقیقت آپس میں ٹکرائے ہیں۔ اس کے مطالعے سے یہ اس اور غلبہ ان تصور قابل بننا بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔

ہمیں سمجھانے کے لئے اکثر غور میں۔ ایک اُٹھتی ہوئی لامرہ لالہ کی یہ نگر ہی اسے دکھانے کی کھانکرتا ہے۔

برف کے بچے

گرم دلوں نے

خمالا سنت مردانے

یہ عجیبے بنے ہیں

انہیں خوبصورت بنایا ہے

لجے اپنی یہ اس میں ہوا ہے

کہ سخت مرد کی کہ قہمت اور ہم آواز ہے

نرم اور سکندر پانا لگا

مضبوطی سے کھڑا ہو سکتا ہے

اور غلبہ نظموں اور مذاہن میں

نہ کہ کامیوز۔ وہ کی سکتا ہے

جب یہ برا آتی ہے

اور جب یہ لچکتا ہے

تو انہوں سے آپس میں نہیں مہرتے



اس نے کہ فرشتے ان کے سر فرشتی

وہ فرشتے جو پہلے ہوئے

ان فرشتوں سے نا ہو سکتے تھے تیار ہو گئے۔

وہ خدائے کرم فرج

پچھلے کی ایک جہت پر ہے

ایک معصوم

آنا و پھل

بھلا ہوا چھوٹا

خواہ ایک طرف

پچھلے کا جو ہاں ہے

وہاں ہمارے ہوا

یہاں بھی ایک آئینہ کی ترتیب ہے جسے یہ احساس لگے کہ یہ آئینہ دیر پا نہیں ہو گا لیکن اس خواہش اور اس طرف میں کوئی عمل
بنداشت نہیں ہے ایک حقدار خواہش ہے غزل میں تصویر کی اور ہمارے ان کا۔ ان غزل کا دشمن سے بولا اٹھانے لگا ہوا سکتا ہے کہ آج
پہلو میں انگلی کسی سرور میں ہے اور یہ جی رہا دشمنوں کا اس کے ساتھ کیا فریاد ہے اور جہاں لگا ہے۔

اس کی تیرا سرور تھا وہ ہے جس کا عشق دہشت کی طرح ہے یہاں ہر شے سے ہر اور پہ پہلے ہونے میں اس میں خود اس کی سر
فریاد کا اثر ہے۔ یہاں تو آبادی اس قدر کے خلاف بہت دیر سے ایک مسلسل اور شدید جنگ ہو چکی ہے جس کے نتیجے میں کئی مقامات پر
انگلی ہاتھ لگائے گئے ہیں اور ان کی طاقت کا ان کی گت ہے اور کبھی کبھی یہ طاقت کا سیلاب بھی ہو گئے ہے یہاں کے ادب سے ایک نسبتاً مختصر
کا اظہار ہو چکا ہے۔

دعوت کے ایک لفظ میں ہے اس کی اس میں پہلے اور حق و دنیا کے غلو کا ہر پہاڑ مٹا ہے۔ قریب ملائیوں سے وہاں اور
نوجوان کے ساتھ ساتھ اس کے انقلابی اور افسانوی اور اس کے قسم کے لگاتار تجربے کی طرف سے یہ دعوت و خواہش میں ایک
نوا کے کہ وہاں کی اس قدر ہو گئی۔ چنانچہ ان کچھ دھڑکیں تھیں ایک اہم مسئلہ کا اچھا بچھون کا ہے وہ غریب اور تنہا سے نکلے
یا کم از کم اسے نکلے گا کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ قریب گفت صورت میں ان کا موضوع تہ ہے۔

۱۔ تاریخ کا قریب ۲۔ دم و دھڑکا کا قریب ۳۔ الفاظ کا قریب

قریب کا تمام نہیں کہہ سکتے ہوتے دھڑکا اور کد و شکر پہلے ان کے غرض کی ایک پہنچ جاتی ہیں اور غزل کے عالم سے خود کو
کھینک کر نکلتے ہیں۔ اپنی حقیقت کو پہنچانے کے لئے وہ تمام علوم و تحقیقات کو لے کر کہ وہ معلوم کی کہ وہ کچھ لگتے ہیں اور اس میں
حقیقت اور حوالہ حقیقت کا جو صورت اس طرح اس طرف کے ادب کا متبادر ہوتا ہے۔ شعور ان کا اگر گہرا ہے کہ اسے پہلے کے لئے
اس کی ہر شکل کی غرض ہے کہ گناہ چاہتا ہو ایک مثبت گناہ ہے۔ رنگ اس تمام سے انفرادی اور اجتماعی کیفیت کا مطالعہ کر کے لگا کوشش
کے لئے ہیں ہمارے یہی مقصد اور ہم غرضت سے خوش نہیں ہوا تھا۔



اس کو درگاہِ شکر میں رکھتے ہیں۔ اہل کے خیال میں، شیخ امریکی ہی کیسی ان کا وطن ہے۔ یہودی سپیرو نے اس خطر پر قہقہہ کیا، کیونکہ ان کے کہا، اچھا تو کھلی کیا اور اس کا تہا زبانی کھلی کا کاروبار اس سے لگھڑکے کر کے۔ کیونکہ یہودی پندہ ہی آتا ہے، دولت، دولت کی دنیاں کا گیارہا گیارہاں، اور یہی آگاہ کے معلوم و معلوم لوگوں، شیخ امریکیوں کا بلو ہے۔

گزارہ کی کہو یہ کہ ایک اور غریب اور شرقی و اسی کے غور پر جنگاں میں نظر آتا ہے، یہاں عربی حالت سے استعار کے خلاف کھلی جنگ ہا رہی ہے۔ دونوں ممالک میں استعمار نے ہی تیار ہی اور یہودی کے غضب لگائی ہے اور انوں ہی جگہ سے زبردست حالت کا سامنا کر رہا ہے۔ لیکن یہاں دہلی میں کچی لوگ نہیں، جسے چٹا پا پانا ہے کہ یہ لگھڑکے ہم جوت ہے اور زیادہ تر افریقی اور فلسطینی عرب اور خصوصاً شامی کے طالب سفید م راک ہیں، جنہیں سننے پر لگھڑکے ہے،

سفید لوگ سفید لوگ ہیں

انہیں سننے کی اہلیت حاصل کرنا چاہیے

یہ لوگ سیاہ لوگ ہیں

انہیں سونے کی اہلیت حاصل کرنا چاہیے

(امریکی دینے کی جگہ)

لگھڑکے کے کہ زیادہ آگاہ کے افریقہ کے کئی پر ایک یا سب سے پہلے ہے، ایک سفید کا آغا ز ہے، اب دھلی کو دکھانا ہو
 اے زہر کرنا کا کئی نہیں ہے، صد موقوف ہو گا کہ سفید کھلی کا جگر کا دھلی لے لے گا اس نے علم کا ہری شکل کو نہیں بلکہ اس پر جوت کرنا کرنا
 ہے، خود اپنی سرچ کا کار کرنا ہے، تیرہ لکھ لکھ اب کام ترہی موقوفہ، فرما دیا کہ سفید کے خلاف جنگ کرنے سے بھی زیادہ ضرر کی
 فرما دیاں کو ختم کرنا، اب اب کام ترہی موقوفہ ہے، جنرل افریقہ کے کئی قصبہ کی کہانی، شری پر ہے، اس کی ایک مثال ہے، یہ جیسے نو عمران شہر
 دیکھ کر کہ ان کے پیش قدمی ترہی کے موقوفہ میں نہیں ہیں، ۱۰۰۰ آدمی ہزار، دو لکھ ہزار دیوانہ کی کو تھوڑا دولت میں اپنی آفریں کو
 موقوف کرتے ہیں، وہ اپنے کار اور بے مقصد زندگی میں ایک طرح کا "مستحوت" پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی دہشت پرورد
 ہو چکی ہیں، ان کے نتیجہ پرورد ہم ہم جوتے ہیں، فقہاء اسلام کے اہل میں پہلے کی وجہ سے ان میں ایک شیطانانہ اہلیت پیدا ہو گئی
 ہے جس کو کہو ہے ان میں ایک غریبی جذبہ مسابقت امر کا ہے، ان کا عقائد مثالی ہیں، ان کے نتیجہ پرورد کا ماحول ہے، خود سر فرستہ فرستہ
 ہیں، مثلاً گروہ ان کے نزدیک بہاں رکھ ہے اور ہشت گروہ کو وہ جوت لکھتے ہیں، اگر ان میں کوئی اجتماعی خصوصیات ہو گیا ہے تو
 وہ بیویوں اور لنگوں کا شوق ہے، چنانچہ ان کے گروہ، وہ سب گروہوں پر چاہتے ہی انھوں نے کرنا ہے، اور اس سے ان کا مقصد اصلی
 ایک ٹھنڈ ہو ہے، یہاں کا تسکین اور تقدیر ہے کہ ان کا ان کا اندک کرنے کے مزے ہو کر یہ پہنچتے ہیں، جیسے تشدد کی تربیت لگا ہیں، وہ
 وقت کیسے اور طرف کے بنے ہوئے جذبات کے ساتھ تیرہ کی تھیں کے سبک کرتے ہیں اور ان کو ہر حافض کرتے والے کے نزدیک
 بڑے شہر ہیں۔ زندگی کے یہودی اور انھوں کی فریادیں سزا نہیں پر ہم کے اس بات اور جذبات سے جا کر کھینچتے ہیں، یہاں
 تک کہ ان کی دنیا ان کے ماحول سے ہیں بہاں آپ اور عرف اس نے کہ ان کے شعور کی تربیت کا کوئی حکم نہیں ہے۔

لگھڑکے کا کرینٹا اپنی یاد کا کہانی، بیٹام، اس کی موقوفہ کر ایک اور ناخوش سے پہلی کر لکھ ہے، ایک بڑھیا کو دیکھتا ہوں، جہتی میں ہے اسے
 اطلاع ہے کہ اس کی لکھنے کا سب کو پر دیا گیا ہے اور یہ ہے کہ یہ لکھنے کو دیکھتا ہے، یہ وہ بات کہ لکھنے کے لیے یہ جوت ہے، لگھڑکے کا پہلا ہی
 لوگ اس بات کو نہیں لکھ سکتے، وہ قریب لگھڑکے ہیں کہ لکھنے کو دیکھتا ہے، وہ خوف نہ ہو جوتے ہیں، جنگ کا نہ ہے بلکہ ہم لوگوں کے



ہاں کسی بچے کا ٹسکرا نہیں بھگتا ہیں نہ میرا
 ہاتھ اس کے ہاتھ کا ٹس ٹس مٹوس کر رہا ہے
 کسی مٹی کی چھاتی بھگتیں۔ صرف ناگھیں
 ہوتا گھٹیں ہیں۔ ناگھیں اور چھاتی ہیں
 میں کوئی پسینہ نہ دہاؤں

جنت کا کوئی بھی منظر نہیں۔ کہ جنت بھا
 نہیں ہیں۔ صرف مسخروں کا جو لشکر لڑا گیا ہے
 بے لوط دہلی۔ اُن پر میں دہلی کا
 لاشیں۔ قہر قرآنِ موعظیوں سے پریشان
 بیکروٹوں کے وارنہ عالی ماسخوں میں گونجتے ہیں
 اور جہاں سیاہ پانیوں میں صفائے محبت
 کے اموروں کے سدھائی کا چوٹا جیش

بہر حال پڑا جیسے آسمان کے اظہار سے بھرے ہوئے دریا

اس قسم کے خرافات کا گوجر فلسطینی ادب میں بھی سنائی دیتی ہے کہ وہاں ہنگامہ جمعیہ دلی اور استعمالی جنگیں لڑنے کے خلاف
 نوازا کہ جنگ کے ساتھ ساتھ شعور کا آزادی کے لئے بھی ایک زبردست جنگ لڑی جا رہی ہے

”اسے میرا سر زخمی۔ یہ غلط ارادوں جو بزرگوں کے وقت سے

ایسے عقائد سے بچے جسے میں جوش میں غلط بیخوں کے لانے والے ہیں

جہاں میں سرسودہ انسانوں پر زبردوں کے شے چڑھائے گئے ہیں

لیکن جیسے اب یہ بڑوں کی بعیرت ہی لگتا ہے۔“

(صبیح احسان: میرا انتظار کبھی)

اساتذہ کے سراب کا سحر کٹ چکا ہے

اور فلک اب سے وہاں میں اپنی قسمت نہیں دیکھ کر

جھانک کر کہے جو روئے بھلا تھا۔ یہ نصیب میں تھا

نصیب کا پہلا تمام سہاراں میں سب سے کمزور بھلا ہے؟

(صبیح احسان: میرا انتظار کبھی)

خیر، دنیا کی امن جنگ شعور کا انداز کی جنگ ہے۔ وہاں اس جنگ میں خیر و برائی نے آج کا یہ دنیا کا حال کی بھی کتاب استعمال کرتی ہیں کہ

اپنا کھجور تلے توڑ کر پھر پھر پڑا ہے۔ جنابانہ کے نقد نظر سے وہاں ہوتا اگر سیر تھا۔ کبھی جنگ میں دشمنی کا ٹکڑے ملے اور

اس کے ساتھ جنگی افسانوں کے خدائے محبت بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ خیر و برائی میں فطرتی جنگ ایک سے دوسرے میں

داخل ہو رہی ہے اب یہ کائنات میں فطرتی نے شعور کی جنگ میں اس مرد کی طرف اشارہ کیا تھا



پابلیشنگ سائنس

” جس طرح کالج کا فلسفہ اور جہیزات کے اندر چڑھنا انکسپیک کے لئے
پہلے تاریخی شعور کو قائم کرنے کا ایک گروہ سربراہی دار کا پیمانہ ہے اور
کے کے اسے تمام کثرت و اس میں سربراہی دار کی کوئی بھی تاریخی سماجی اور
طبیعی قیاسی اور ان کے لئے اس طرح کو کار کا علم جو جائے جو اس کے وجود
کے لئے غفلت میں اور اس طرح اساتے تیار کر دیں گے :

(سربراہی دار کا پیمانہ جو کہ ہے)

تجرباتی کشف میں شعور دونوں جانب بڑھتا ہے، غلام بھی اسی طرح جو غلام بن چکا ہوتا ہے جس طرح غلام کو اپنی صورت قبول
سے واقفیت بڑھتی جاتی ہے، چنانچہ اس قدر کے لئے کچھ طریقہ کار ہو جاتے ہیں اور اس کے ضمن میں جنگ کئے والوں کے لئے مسلسل اپنی
جنگ کا ہاشم اپنے رہتا اور اس کو آگے بڑھنا ضروری ہو جاتا ہے کہ ان شعور کا سفر جاری رہتا ہے، تیسری دنیا میں شعور کی جنگ ایک
نئے دور میں داخل ہو چکی ہے، اس قدر آفاقیت نے اپنی کمر بستی کر لی اور ان کا انداز کمر افروغ کر دیا ہے بلکہ غلاموں میں غلام گہر
نئی صورت کو بنانے کا عزم ہے جس سے کچھ زیادہ پڑ کر لگے۔

پاکستان کے ادب میں گھنڈہ کی شکل کا ادب بھی آغاز ہی نہیں ہوا ہے، چند نصابی مصروف ہی غلاموں کو شعور سے قطع نظر
انہوں نے کچھ لکھا ہے اور انکسپیک کی ایسی صورت ہو گئی ہے کہ اس میں اس قدر ادب کا شعور سامنے شعور سے تقریباً نکلا ہے، غم و غصہ کے
گلاب بچا ہوا ہے، گلابوں کے درمیان کچھ لکھا ہے، اس طرح کے ادب کا شعور کو کھلنے کے لئے لگتے ہیں اور عجیب سے چھوڑ دینا
کے شعور میں، ان کی قوریوں میں، بڑی ہی ہے، اس طرح کہ ہے اس کے ہے، انکسپیک



ہر اک اس میں سے ہو جیوں

جو پتہ تھا پتہ گھر کا

سیر کرنے نامشعور

جس میں وہ سے مات کس کا

گھر کو اس سے بات کس کا

گھر کو اس سے بات کس کا

جو جاؤ گھر کو پڑاں

بیم انتہات کس کا

ادلو میں صاف

اس سے زیادہ اس صورت حال کی علامتیں سرخ ریزی کی غصہ فکرم گھر بننا چاہتا ہوں میں ہوتا ہے۔

گھر بننا چاہتا ہوں میرا گھر کوئی نہیں مامو کپڑا میں اس کا دل دیکھ کے پاس

جائے کوئی چھوٹا پر سوچ میرا کپڑا مشتاق کوہ میں میں اس سے تھک کے پاس

نہ ہوا تھک کے کھڑے غصہ کپڑا میں اس پر چلتا میں میرا دل میرا کوئی نہیں

غلام نہیں ہی غلام جیسے میں اس کو نہ کر لیتا گھر بننا چاہتا ہوں میرا گھر کوئی نہیں

تقسیم سے جہاں پہنچتے تھے، جگر اور ہوا خود کو اپنی کے انٹریٹی، دیگر کرنا جو اس جہاں سے ہیں، اس طرح فیکس کے ہاں کو آواز کے جہاں سے
 طور اس میں پہنچتے پہنچتے ہیں، ان کا کاروبار یہ ہے کہ "جمہور" سمجھاؤں، مانگ کے "نور" کے لیے، ماکہ اور ایک طرف خود کار ہے جیسے وہ
 اندر جہاں خود اپنے آپ میں پہنچتے ہیں، جہاں سے وہ اپنے اندر پہنچتے ہیں، ان کا کاروبار یہ ہے کہ "جمہور" سمجھاؤں، مانگ کے "نور" کے لیے، ماکہ اور ایک طرف خود کار ہے جیسے وہ
 ہیں، وہاں کرنا کہ کاروبار پہنچتے ہیں، جہاں سے وہ اپنے اندر پہنچتے ہیں، ان کا کاروبار یہ ہے کہ "جمہور" سمجھاؤں، مانگ کے "نور" کے لیے، ماکہ اور ایک طرف خود کار ہے جیسے وہ
 ہوں پہنچتے،

"اور وہ چلتا کر اگت آئینوں میں شکس

اس ملک کی جانب چلی چلتا ہے جہاں

عمر چھوٹے اور کے مقدر کو تو دیکھتا ہے

گنوں غنوں میں گنوں میں گنوں کے چم گنوں

یہ زمین پر شکس جہاں کے اگت سے جیسے فیکس کے ہاں کو آواز کے جہاں سے

اور فیکس انفس سے ہے جو ایک وقت میں

اس چار اور اگت کو م کے فیکس سے ہے وہ زمین پہنچتے ہیں

تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

یہ گنوں گنوں، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

وہ گنوں گنوں، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

طاقت، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

جہاں سے ہے، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

جہاں سے ہے، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

کسی فیکس اور وہ اپنی فیکس کے مقدر کو تو دیکھتا ہے، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

وہ گنوں گنوں، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

یہ گنوں گنوں، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

وہ گنوں گنوں، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

ایک اور گنوں، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

پہنچتے ہیں، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

یہ گنوں گنوں، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

یہ گنوں گنوں، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

یہ گنوں گنوں، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ

یہ گنوں گنوں، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ، تہہ تہہ



آنکھوں آنکھوں میں غنڈہ چڑھ گیا۔ اور

جب۔ جب وہ گھر لڑکا تھا۔ ایک ساتھ
سب ہاتھ اٹھے۔

ایک ساتھ سب قدم اٹھے۔ ایک ساتھ
سب تھوم دیواروں سے ٹکرائے

دیواروں کو کچ کچ کر پی جگمگائی

جب بچے ہوش آ کر میں نے دیکھا۔ میں

سائیکس مانٹینی کرتے جنگل میں پڑا ہوں

تھوڑے تھوڑے لوگوں میں آ کر رہا ہے

تھوڑی دیر بعد بچے خبر دی گئی۔ ہمارے میں

رہیں جاکر بٹکتے ہیں۔ دو ہاتھ ہیں اور

ہاتھ سب نماز میں

یہاں فٹیشی ٹانگیں نہیں تھکتی ہیں۔ اس سوچ میں کتنے دیر میں ہے۔ کتنے بے بسی ہے۔ یہ خوف کا ادب ہے۔ تشدد، جبر، اور
مردوں میں ڈرتے ہوئے بیٹے۔ جب ان فٹیشیوں سے مزید پھر کر انہی اپنی تلافی کے لئے خود اپنے اندر سے اسرار نکالتا کرتا ہے تو ان کا
فٹیشی پیل ہوتا ہے جو ان کے لئے غلامی کا نشان میں مزید غلام پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ ان کا تشدد کا تشدد بھی ان کی بھیاں تک خراب میں
تبدیل ہو جاتا ہے :

"وہ دوزخ کا تاج تھا ٹانگیں میرے چائے ٹانگیں کی طرح !

ٹانگیں کا ہاں نہ رہا۔۔۔ دھتے پر لپکے دھتے !

پھر بھی اس نے ڈر نہ کیا

تباہی کی آگ میں اپنے دل کی

ٹانگیں کا دوزخ میں جتنا ہے " انتقام دے دے دے "

ٹانگیں کے دھڑکنے خوف سے مستان دہا

چلیا پتہ آواز "

اسٹیو گنگو پو میسے " وہ دوزخ کا ادب میں " (جنگل انظر)

یہ ادب خوف کا تشدد کا ادب ہے اس خوف غمیں فٹیشیوں کو بھی فرسوش کر دیتے ہیں پھر کرتا ہے اور پھر اس کو غلام بناتا
جس میں بکر اخفا کے جذبات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس بات کا اس سے بڑا اور کیا غمیت ہوگا کہ پاکستان کی تاریخ کا کام قریب دو سو
میں اس کے قوت کے ساتھ کس نظم کو سمجھتا ہوں یہاں تک کہ کسی انداز کا موضوع زندہ غلام ہیں جن کو صرف چند سو فیصد کو پیش کیا جاتا ہے جب
جندہ ہیں تو ان کے بعد سو فیصد کے لئے غلامی کے لئے سو فیصد کا بات کہ اپنے لئے کہ بات نہیں کہ۔ غلامی کا ایک کے غلاموں نے یہ غلامی کہ
غلامی کے لئے کہ کاشفہ کہ ہے یا نہیں ان کی غلامی یا ان کے لئے کہ یہاں گنگو کے مشن کے لئے کہ یہاں ہے۔ جس طرح " آگ کا دیا " جندہ میں کا



انچ نہیں ہے اس لیے "آخر شب کے بسفر" کو پاک کرنا کافی نہیں ہے اور اگر کسی ان قرأت نے وہ جنوں کو بھڑکایا ہے تو کچھ دھڑلے سے تاریخ میں بدلیے گی اور خوشی کہہ کر تاریخ کا پچھلے کس حد تک اور کچھ سرے کے چٹکوں میں اعتبار تمام کر سکتے ہیں اس کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ قدامت قدامت تاریخ کے سر تک کہ خود ہر نام اور فقط ہے یہی اندازہ ہو سکتا ہے۔

کچھ ہی صدیوں قریب سے سیکھتے ہیں۔ اس کا تصور پختہ ہو چکا ہے۔ یہ صرف اس صورت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس لیے کہا کہ اگر انسانی قریب سے اتنا ہی سمجھنے میں آتا ہے جتنے پہلے کے بعد ایک میل تک کو اپنی انسانی واقفیت حاصل ہو جائے ہے اور یہاں تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ ایک کے بعد ایک قریب سے آدھ وہی کوئی نام سے قریب نہیں۔ بڑے سڑک خیز قریب، انیسویں قریب، ملک کے گوشے کا قریب، تمام آگے بڑھ کر کھاسٹر ہو جائے گا قریب۔ مگر ہر قریب کے بعد شعور بڑھتا ہی جا گیا، شعور ہی میں گیا، اور اس لیے کہ "آخر شب کے بسفر" پختہ ہو گیا تو یہی خاصہ اہمیت ہے کہ انسانی اس کنیوزڈ نہیں تھی۔

"بگھڑا کر آتا ہے نہیں کیا ہوا کیا تہے بہت کاف پیسوں میں بگھڑا نہیں کیا ہوا؟"

"میں نے کیا خبر نہیں ہے۔ . . . تم کسی پاگل نادہ میں گئے ہو۔" اس نے نڈر نڈر آواز میں کہا۔

"میں ایک مرد اپنے شوہر سے کے ساتھ ایک پاگل نادہ گئے تھے۔ جڑی کے

ایک شہر میں وہاں ایک آدمی خود کو بکا، دانی لکھتا تھا جس پر کہا تھا: افسا،

میں خود کا راستہ ہوں۔ ایک صورت کا خیال کرو کہ گریڈ فارو کا کنگ

ہو گیا ہے وہ مسئلہ اس ملک ملک کر رہی تھی۔ اس لیے وہ نام سب

لے کر آپ کو وہ گئے ہیں اور میں نہیں ہیں؟" (آخر شب کے بسفر - جلد ۱)

کیا واقعی یہ نسل پاگل ہو گئی ہے یا صرف پاگل ہی میں پائے۔ یہ ہے۔ یہ لکھ کے قریب کہ اب بھی اتنا بڑی تو ہے کہ یہ بھی گئے ہیں کہ

"تاریخ کے مطابق سے انسان کی طبیعت وہاں کے نام تاریخ ہے؟"

(آخر شب کے بسفر - جلد ۱)

قرآن میں غایتی کھنک میں وقت کے حساب سے کہ آج کے زمانہ میں اور آگے کے تصور کا سہا دینے ہونے کے ایک تاریخ ایک پھر ہے

اور ہم سب اس پھر میں پختہ ہوتے ہیں۔ یہی ملک کہ ہم نے نام اور خود حال، یہاں کی یہاں تک نہیں دیا۔ وہ طبیعت کے اس طور کی تاریخ

سمجھتی ہیں کہ:

"وہ بھی کا ارتقا۔۔۔ زمانہ۔۔۔ بقیہ بچہ لگا۔۔۔ فکر کے نزدیک کوئی

ارتقا نہیں ہے۔" انہوں نے نفسیات کا تھیوری میں یہ کوئی ارتقا نہیں ہے

پانچا نہیں جنہم گئے ہیں۔ انہوں نے صرف یہ کہ انہوں نے صرف نفسیات

اور شعور کی بچہ لگا ہے؟

(ارتقا اور افراد کا طبیعت)

چنانچہ تو قدامت میں تمام ہے کہ خدا کی ہے، نفس ایک کہ یہ ہے نفسی نہیں ہے کہ صرف نفس نہیں ہیں، نفسی میں، اور نفس میں۔ ان کے دور میں، اور قدامت میں، ان کے وقتوں میں، یہاں تک کہ وہ اور ہوا ہے، حکم زندگی کا ایک حقیقت ہے اور جس سے زندگی ہے اور یہاں تک کہ حکم ہے اور حکم ہے گا۔ اپنے اپنے ملک کے رسم ہے کہیں نہر، کہیں چلنا کہیں چلنا کہیں توں، پچھلے گیس کا دستور تھا اور اس



ان کا ذوقِ معاشی وہ عالمِ غریب ہے بھی یا غریبِ عالم کا عقیدہ ہے۔ میرزا علیک نے ہی موضوع کا تقدیر ہی کی ہے۔ اس انداز میں تقویٰ اسیوں نے صرف شمس کے خلاف کر چکا تھا۔ نہیں کیا کیے کہ ہر کسی کی پوری ہدایت رہی نہ تو ان ۱۰۰ سالوں میں ۱۰۰ بار بھوکے پیاسے لوگوں کے تھوپی، شہزادوں، مہتمموں اور مشرکوں اور معرلوں پر تو کئی کئی بار، ہر سال اپنے ہی جیسے ایسے نے اپنا قلم اٹھایا تھا۔ اب وہ دمِ مصروفِ سفر، دنیا کے شہری و رشتہ دار، اہل کار و مستحقین کا یہ دیکھ دیکھ کے ہاتھوں میں دھڑکتا دھڑکتا لکھنا شروع کرنا شروع ہے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ ہر کہہ رہے ہیں وہ باقی سب کی کہہ رہے ہیں، میں اپنی بات کو آفاقہ بنانے کی ایک ترکیب ہے۔ مگر آفاقہ اسیں نے غریب، غلام اور محتاج کو آفاقہ، اہل کار و رابہ بنایا ہے۔ گو یہ حکمِ خدا کا عقیدہ ہے اس کی غلطی، کج فہمی، کج فہم نہیں اور جب یہ غلطی ہو جاتی ہے، تو اس کا انکار کیا جاسکتا ہے نہ مذمت کی اور وہی اس کا انکار کو شش کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

دوسری طرف عقیدہ میں ہیں اور تو اس کے تمام کچھ دے گا، دیکھ صورت کھوٹے ہوئے ہیں، لیکن عقیدہ میں ہے ان کی زندگی کا اس میں یہ واضح انداز ہے اور یہ کم زندگی ان کی کل ہے کہ اس سے صرف تھوڑا ہی کم نہیں تھا بلکہ ان کی کبھی قسم کے رشتے قائم کرنے کی اہلیت کھو بیٹھا ہے۔ پہلے وہ صرف یہی سمجھا رہا تھا کہ ہر فرد اپنے آپ سے، آخری آدمی صرف اپنی بیوی سے ہی نہیں کوئی بیکر بند رہی جاتا ہے۔ وہ اپنی اصل سے کٹ جاتا ہے۔

”جو لوگ اپنے اندر سے بھر جاتے ہیں ہر کوئی ان میں انہیں قبول نہیں کرتا“

(شیراز نسوس)



اور پھر سب سے بڑا گروہ یا گروہ کہ سب سے بڑا گروہ ہے تو سب سے بڑا گروہ ہے کہ ان کی زندگی جیسا کہ ہے۔ ان کو جاننے والا کلاں اب نہیں رہا ہے۔ وہ اپنی شکل میں جیسا کہ ہے تو وہ ختم ہو گیا ہے۔ نہ تو ان کا کوئی خدا، نہ ان کی کوئی کون، نہ ان کی کوئی اصل اور ظہیر بند میں تا قیامت کہ ان کو شش کرتا ہے۔ جتنا تو ان کو خدا کے خوابوں کی دنیا میں جاتا ہے بس اس کا جواب دے دیتا ہے۔ وہی وہی انداز میں یہ دے دیتا ہے۔

”کہاں ہے وہ، پہلے تو میں شکایت تھی کہ میں اس کی تاریخ میں گستاخانہ کرتا“

اب تو میں اعتراض ہے کہ میں یہاں ہدایت سے کہیں رہتا تھا کہ میں کیا کرتا۔

”میں نے سمجھا تھا کہ میں اس کے خلاف سے جاتا تھا“

”میں نے سمجھا تھا کہ میں اس کے خلاف سے جاتا تھا“

”میں نے سمجھا تھا کہ میں اس کے خلاف سے جاتا تھا“

”میں نے سمجھا تھا کہ میں اس کے خلاف سے جاتا تھا“

”میں نے سمجھا تھا کہ میں اس کے خلاف سے جاتا تھا“

”میں نے سمجھا تھا کہ میں اس کے خلاف سے جاتا تھا“

”میں نے سمجھا تھا کہ میں اس کے خلاف سے جاتا تھا“

”میں نے سمجھا تھا کہ میں اس کے خلاف سے جاتا تھا“

(دہلی)

”میں نے سمجھا تھا کہ میں اس کے خلاف سے جاتا تھا“

گو یا کوئی یا قیادوں کے حوالہ سے یا غنائی زندگی سے کہتا ہے یا سوجھ بوجھ کے حوالہ سے یا علم و ادب میں، عمل کی حقیت کو سمجھنے و دنیا میں زندگی بہت کم ہے۔ پھر غنائی یا علم و ادب میں یا سوشل سے آزادی میں نہیں۔ بلکہ میں کی حقیقت سے انکار کرنے کی نہ ہر دست تلاوت اور کوشش ہے کہ غرض فلسفوں کے باوجود وہ ہر حال میں ہمارے ساتھ ہے۔ صرف معروضی حوالوں کے بدلے دیتے سے یا یہ سوچنے سے کہ وہ بدل گئے ہیں۔ کی حقیقت نہیں بدلتی جس کے مسائل بدلتے ہیں۔ یہ تو ہم کوششیں خود فریبی ثابت ہوتی ہیں۔

”اس نے اس اپنی جڑ سے میں قدم رکھا اور سوچا یہاں کو ہم نہ تو نہیں

ہستہ یہاں ایک دھڑلہ حکومت کرتے ہیں۔ کوئی عمل سرور میں جاتا ہے اور

جائزہ دیا جاتا ہے۔ یہ سب پہلے آواز تھی پھر شعر اور نکتے اور نکتے ہی گئے

اور ہم چلے گئے۔ ہم کیا اور ہر بن بنایا“

(انجیل)

یعنی جوں بدلتے کی کوشش، یہاں تک حالت کو بدلنے کی کوئی کوشش ہمارے نہیں۔ مثلاً یہ اس کے کہ جوں بدلتا اور وہ ہے اور حالت

بدلتا سیاست۔ پھر یہ خود غرض ہر سماجی کامل ہے۔ وہ ہے۔

”اس نے سامان کا تصور میں سونپا اور نکلوا اور بکھولنے کے وہ ہیں

پتے نہ تو آؤتے سے سہارا میں کہ تک پہنچے تھے برقرار رکھ سکے گا۔“

(انجیل)

ایک سفر کا انجام ہوا اور آخر شب کے ہمسفر اس بیچ پر پہنچتے ہیں۔

”اب اس کا گناہ ہے کہ ہم لوگ بیچ دیکر تھے راستے کے کنارے کھڑے

انگڑے دکھا رہے تھے۔ ایک گاڑی اس نے لٹفت دے کہ کھینچا ہوا۔

اور گاڑی اس نے ڈانٹتے۔ کہ لوگ اونٹ پر بیٹھ کر تھکے ہوئے رہے

چلے گئے۔ کچھ علی گاڑی میں بیٹھ کر رہے۔ یہ ہے کہ گاڑی کو دھکا

ڈالے جا کر فرار ہو گئے۔“

ادھر ڈالنا

قریب سے جھٹکتے رہیں اور انکھڑیں میں غصہ راہ میں گئے۔ اگر وہ زندگی کو راستوں کے حوالے سے سمجھنے کی بجائے راستوں کو زندگی کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کرتے تو یقیناً عقیم ادب تخلیق کر سکتے تھے۔ اسی کے پاس ایسا ہے۔ مثلاً ایک ہے ٹائیکل ہے۔ اس وضاحت میں بھی اس کا تصور غلط ہے۔ وہ خود غرضی اپنا راہی جسم کے بدلے سے پہلے سے بنائے ہوئے راستوں میں جو اپنی راہ کو آفریں کرتے ہیں۔ اور یہ تو قرآن میں ہے کہ یہ کہیں کہیں ٹکرتے ہیں۔ جبکہ ٹکرتے ہیں اور کراچی میں بھی انہوں نے غلامی کے اندر کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔

بات یہ ہے کہ ہم اسے ان شعروں کے نام کی سوچا ہی شروع نہیں کیا ہے۔ انہیں پڑھ ہی نہیں کر سکتا کیا ہے اس سوال کے جواب میں ہے کوششیں میں لگے ہوئے ہیں جو ہر اذیت لگنے۔ فرقہ میں۔ نفسی میں۔ لائیف میں۔ سب میں۔ انہوں نے ایک ہی سوچا ہے کہ یہ نہیں کیا۔ آج سے کہیں نہیں رہی پہلے یہ کہ انکم احتجاج کرتے تھے غصہ کا اظہار کرتے تھے اب تو میرے شہر پر آگئے ہیں۔ ایک خاص شہر ہے اور اصل سوال کہ غلامی کیا ہے۔ انکھڑ ہے۔ جب وہ اس سوال کو رتب کر میں گے تو اس کے بعد ہی انقلاب کی طرف یہ قدم اٹھانے کا اور یہ سوال کس فلسفہ کے نام میں نہیں اچھڑے گا۔

(انجیل، صفحہ ۱۶۶)



دہائی میں اپنی ذات کے لیے حقیقت آئینہ دل کو اعلیٰ موصول کرتا ہے۔ اگر وہ نیات کو کام کے بیانات میں مکمل صداقت نہیں پائی مانتا تو یہ کوئی ایسا بات نہیں جس سے آئی کے بیانات کو رد کر دیا جائے۔

ذہنی اور فانی کے ممکن کا تسلیم کرنے کے باوجود یہ فیوض خواہ تمام مطابق ذہنی نقرات کا مصداق ہے کہ کھٹکے کے لیے کسی سید کو فوضی قرار دیتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنے فضیلت انگلیں حمید البیانات اصطلاح میں اس مسئلے کی جانب اشارہ کیا تھا۔ اعلیٰ نے تاثر کیا تھا۔ نکل کی تمثیل کی ضرورت کی فکر نہ رہی تھی کہ وہ اپنی اور نازیخاتی اثرات اس کی مصداق ہے کھٹکے کے زار دیتے ہیں۔ چنانچہ ذہنی نقرات کی مصداق کا تحقیق کرنے کا فارسی۔ لیکن ہرگز اگر کثرت ذہنی شہادت کسی موجد ایک دوسرے کو تھوڑے بہتہ نہیں دیتے۔ یہ عمل فانی کا بواسطہ توفیق پر صاف ہے کہ گا۔ اگر بیشتر ذہنی شہادت نجات و منفات ہادی تھوڑا کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو یہ آئی کی مصداق اور توفیق کھٹکی ہی ایک کھٹکی دلی ہو گی۔

ذہنی کرب کے اعلان کے انسانی اور اس کے توفیق فوضی ہونے کے باعث میں یہ فیوض خواہ تمام مطابق کھٹکی تھوڑے غلطیاد اعتبار سے بہت نیچے اور بہت اعلیٰ ہے۔ یہ مصروف ذہن پر حقیقی اجابت اور سائناتی کھٹکے کے تھوڑے کھٹکے دیتا ہے۔ جو صوری دلی میں مذہب پر سچے فوضی غلطیاد عمل ہے بلکہ ذہنی نگر کی جبروت انگلیں کے لیے اہل طبیعتی اساس میں قرار کم کرتا ہے۔ اس کا فاضل سے علامہ اقبال کے نظریہ فوضی کے بعد یہ فوضی کے جبروت مسلم غلطیاد نگر کام قریں حاصل قرار دیتا ہے جادہ ہر گز۔

جلت ۱۹۱۵ء



میں کہانی کا انجام ہمیشہ بدل جاتا ہوں۔ اسی لیے
مار کھاتا ہوں۔ مار کھان کی بات تو لوگ کہتے ہیں۔
میں تو خوف تھا جانتا ہوں کہ کہانی کا اکیسواں
کہانی کا انجام بھی یاد نہیں رہتا۔ اور اہل بابی
خیال ہے کہ کہانی کا آخر غافل میں سب کچھ ہی
یاد رہتا ہے ابھی درمیان درمیان کی باتیں
اور کچھ واقعات یاد رہ جاتے ہیں۔

مسعود احمد

لکھنؤ۔ مسعود احمد



ہمسایے ماحول کے کردار افسانوی ماحول میں

100

[illegible]

ایک جاگیر کے انجمنیہ چیمبر میں لگا گی۔ اس کے شرکار ایک چرنے منیوہ مخمور سے اور کھانے سے چڑی، لکڑیاں اور سبز چرنی قوسوں سے
 ہیں کہ ایک چمچ لڑائی کے طور پر ان کے باطن قریب ہر ایک میں ہے۔ موت چھٹائی نہیں منٹ پہلے واقع ہوتی ہے جس سے قتل کا وقت نہیں ہر
 ہر ایک کو آخروں کے لیے برا تھا اس کے بعد ان کو کھانے کے کوئی کام نہیں رہتا۔ اور لاش کو لڑائی کے کھانے کے لیے چھ مہینے کے بعد سری ہوت
 ہے کہ کھنٹیں اور دھڑکے کے بعد ان کے انجمنیہ قوس ہاتھ کا پتھر لے کر اسی جاگیر کے زخمیوں کے لیے کھانے کے لیے کھانے کے لیے

[illegible]

کہنے والے صاحبزادے کی پسند ہوتے ہیں، لیکن ہر جہاں خدا کے حکم سے چہ کی پسند نہیں آتے، بلکہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کا کیا کام ہے۔
 کہ ان کے ہر کام میں مشکل کی اور دولت کے مسئلے میں نہیں، بلکہ ان کو ان کے مسائل کے لئے یا کسی شے کو کسی چیز سے ان کے مسئلے میں یا ان کا پاس۔

اس قسم کے تعلیمی میں ڈاکٹر کی سب سے بڑی مشکل مالی برقی ہے۔ وہ خلیہ لکھتے ہیں بڑی بڑی کمپنیاں پر نہیں دیتے اس کی بجای خوب محنت دہانی اور
جس قدر مالی برقی ہے چاہے تعلیم کو تیار کرنے کی مالی مدد کرتی ہے۔ وہ بہت جلد سے آگے بڑھتے ہیں ڈاکٹر کی جگہ سے ایک ایک کو مالی برقی کے بعد
کہا جاتا ہے کہ اس کے پیشے کے کسٹمر ہیں کسی چیلر نہیں لگاتی اور دوسری صورت میں ڈاکٹر جب بھی تیار ہے آف کر دینے کے نہیں کہنے جاتے
یہ قوائیں انہی سر پر برقی ہیں بلکہ بار بار آتی ہے۔



ہو سکتا ہے۔ لڑائی صرف یہ مسئلہ ہوتی ہے یا مسعود یا میر یحیٰی کا مر جوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں یہ غفلت کی سبب ہو۔ اس کی حلقہ اس اصول کے کسی ذہنی اور عریض شخص سے ملے یا پلج ہوتی ہے اس لڑائی کا گورنر نہ کی کسی چکر لگی کسی کاوش میں نہیں ہوا اس نے جب وہ پہلی بار لڑائی جاتی ہے تو خوب قسم کی دلیلی کرتا ہے اور انہیں انہوں کے عدالت میں اس پر کوئی غلط ٹھکانے لگائی ہے جس کا شکل خالص میں سر کی پرستہ نہایت واقف ہے اور وہ بکری کی میں استہائے گدھے سے ہمیں یہ شرط باندھتا ہے کہ اس کے اصولوں اور انہیں پرستہ گندہ ہوا اپنے مکان تک لڑائی کی تکلیف نہ لگھیں گے نہ آئے گا اس مذاہدہ وقت میں سر ہات ملے یا ملتی ہے۔

میں ایک بدی دانی دانی کا شوق ہے میری بات پہل پہل ممکن معلوم ہوتی ہے کہ اس قسم کی لڑائی اس قسم کے کا شوق رکھنے کے بعد بھی یہی ثابت ہو سکتی ہے اور اس کا راجہ کامل نگار گاہ سے چلتے ہیں اور دانی لڑائی کا ہر کچھ میں اس شخص جیسے زندہ سارے ہوتا ہے اس لڑائی میں وہ صحت میں ہوتی ہیں ایک طرف اس سے دینی، لکھی، اس لڑائی کا ایک کا شوق دانی میں ہوتا ہے اور اگر نہیں ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ مجھ سے کہ یہاں ہمیشہ وہ لڑائی ہوتی ہے جس کی بات کوئی شخص کوئی لکھ جلا کرتا ہے اس میں کہیں کا اہم کچھ اس قسم کا ہوتا ہے کہ وہ لڑائی کا تو کسی اندازہ نہ دے کے ساتھ شادی کر لیتے ہیں اپنے کا شوق کے سہیلے جانی کے ساتھ جاک جاتی ہے اور خیر میں رہتا ہے۔

خاندانہ

خاندانہ کے مشق کا غرض ترویج یہ کہ ہاں سکتا ہے کہ لکھنے والے ہمیشہ خلی کرتے ہیں اس کے قصور میں وہ قسم کے عدالت میں یہ وہ سب سے بہترین خاندانہ جو ان اور انہیں سمجھتا ہوتا ہے۔ اس کا کوئی سادہ سا اگر شخصیت مراد نام ہوتا ہے اس کی بیوی کو ب صورت ہوتی ہے اور وہ اس سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ ہاں اس کے کہ وہ دانی اس کی بیوی کی دانی ختم ہو اور اس سے بے پناہ کی محبت کم ہو جائے۔ محبت خلیہ کر ہوتی پہلی جاتی ہے۔ ان کا ہر کچھ پر میری کا دینی سر میری اور بے دل اس کے ساتھ ساتھ نہایت صبر و بردبار ہوتا ہوا ہے اور وہ صرف میری دانی اور شادی پر اپنے کچھ سے پہنچتا ہے اور دوسروں کی بات نقلی کرتی کہنے کے لئے زندہ رہتی ہے اور یہی شادی ہونے کا دل دوسرے گندہ چکا ہے اور میں میری پر سوچتا ہوں کہ لکھنے والے شادی ختم صورت کو کچھ ان کا اہم جانتے ہیں بلکہ اپنے ہی دانی میں خیر شادی ختم اور ان کو موجود ہیں۔ اس میں شکایت کا یہ نہیں تو ب کا اختیار ہے۔

اب خاندانہ کو لکھنے والی بھی گندہ کرتا ہے جو ہم لڑائی کے کرہ کچھ کی لڑائی کر سکتے۔ وہ دانت کو ہر رنگ ان کوں کا علم کرتا ہے اور ان کی بیوی سے لکھتی ہے کہ میں اس پر خیر ہے اور میری دانت لکھنے والی کہ وہ اس میں بی بی لکھنے لگتی ہے۔ انکے لیے کچھ کوئی لکھ سکتے لکھتی دانت ہے اور ان کے مشق میں لکھنے کے بعد اس میں ہوتا ہے کہ وہ مشق بہت میں شہدہ دے گا کہ وہ اپنی بیوی کے بلوں کا دنا دینی دینی۔ یا ہر کچھ کہ وہ اس کی طرح خالی طرف کوئی قلعہ کرے گا لیکن ان دانی باقیوں سے کوئی بات نہیں ہوتی۔ وہ اپنی بیوی کو یہ بار بار دانتا ہے کہ اس کے چنگ کا میری قربانی یا میری ہر کچھ ہے اسے اختیار ہے کام لینا یا اپنے لیکن اس تمام لکھنے کا اثر وہ آخری فقرے سے دانی کو دیتا ہے جس پر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ وہ اس سے بے پناہ محبت کر لکھے۔

میرے لڑائی میں بہت کم خاندانہ ہے جس کے میری بیوی سے خیر بہت کریں۔ اور یہ تو شاید کوئی نہ ہوا ہو کہ اس کی بیوی میں میری بیوی سے خیر لکھ لکھے۔ جس دانی میں میری ہوتا ہے کہ وہاں میری کا کرب خوب صورت ہے۔ کچھ بھی ہو کہ جس میں یہ خاندانہ تو ہوتا ہے کہ میری بیوی میری رنگ دانتا ہے اور ہر کچھ میری بیوی سے ہذا دانت کے علم میں لکھنے سے کام نہیں لیتی اور کچھ کی طرف سے بے پناہ میری بیوی





میرزا یزدان



میرزا یزدان



میرزا یزدان



میرزا یزدان



میرزا یزدان



میرزا یزدان



شیر محمد دقانی



امجد علی خان



ایمان گوهر



پیر محمد علی شاد



مشیر الحق



نور محمد



آقای سید الهادی



آقای فخری نازکی



آقای فخری



آقای دوست



آقای میرزا محمد



آقای میرزا محمد



صالح امري غفره



امير احمد زندي



امير احمد



پير احمد رحمان



امير احمد



امير احمد



عبدالحیہ کی



عبدالحیہ کی



ابن خلدون کی



ابن خلدون کی



ابن خلدون کی



ابن خلدون کی



فتیح تالابی



انصاف‌آفرین



فریدمندی



جشنیجی، سید علی



آیه‌ام حسینی



ناصر موشیانی



عبدالله بن علی



قیوم انصاری



محمود بن علی



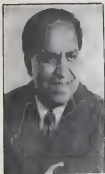
آدم بن علی، احمد بن علی



عبدالله بن علی



آدم بن علی



قاسبی



م. ح. خان



حبیب‌الله خان



میرزا اسدالله خان



میرزا اسدالله خان



میرزا اسدالله خان



پریه دلی



لاجه مراد



عزیزخان



عبدالحق



خان خانان و خانم خانان و خانم خانان



میرزا حسن خان پیکری



عبدالعزیز بن قادی



میرزا عبدالحق بن کاک



سید احمد مجری، شیخ نور، شیخ احمد،
شیخ احمد، شیخ احمد، شیخ احمد،
نامہ نگار، شیخ احمد، شیخ احمد،
نامہ نگار، شیخ احمد

حنیقا و اندری، یگمیش و حنیقا



نویسنده
نصیر آفر، حنیقا و اندری،
احمد شایم قانگ، احمد راجی

میر خلیل الله، حبیب الله



عزیز الرحمن - مسعود اختر
 فیصلہ جعفری - اکرم علی
 علی احمد - محمد افضل خان



قادیانی
 اقبال منہاس، مستقیمہ قاضی،
 ڈاکٹر ویدیا لال، انور سید،
 انجینئر (م) احمد علی، شہید احمد



میر تقی محمد، وفاداری، محمد علی، محمد علی





گروه خانوادگی و دوستان در منزل خانم دکتر (مادر محترم)



گروه خانوادگی و دوستان در منزل خانم دکتر (مادر محترم)



امروزه این مکان را هم شاهد می‌بینیم. نمایان‌ترین گروه مردان که با خودشان می‌روند و می‌مانند، آن‌ها هستند که می‌روند.



در این جلسه، دکتران و مدیران شرکت پتروشیمی، با هم می‌نشینند و با هم می‌نشینند.



مہدی علی زیدی



موسیٰ ہمدانی



عزیز علی - کیکانی



عزیز علی زیدی



دکتر شوکت سزیدی



نوری علی زیدی



میرزا محمد علی و میرزا حسن



میرزا محمد علی و میرزا حسن و میرزا علی



میرزا محمد علی و میرزا حسن و میرزا علی



فرانس سکر
فرانس سکر - انشاالله



انصارى كمال كمال - انصارى كمال
انصارى كمال كمال - انصارى كمال



انصارى كمال
انصارى كمال
انصارى كمال
انصارى كمال



دکتر و همسر



دکتر و همسر



دکتر و همسر و دو فرزند



تاریخ: ۱۳۰۵ - ۱۳۰۶
 رئیس امور و مدیران



۱۳۰۷ - ۱۳۰۸
 رئیس امور و مدیران



مستقیم و مدیران
 مدیران و مدیران



مدیران و مدیران
 مدیران و مدیران



میرزا محمد علی قزوینی



کتابخانه ملی ایران
معاونان: آیت الله العظمی



معاونان: آیت الله العظمی



مردم و همسرهایشان در یک لحظه



گروهی از مردم در یک لحظه
میدان امام



گروهی از مردم در یک لحظه
میدان امام



مولا نسیم و مادر



امیر علی و امیر محمد



دفاعی امور، امیر علی، امیر محمد، امیر محمد، امیر محمد، امیر محمد



مردمان محترم و معتمدین محترمین در روز ۱۳۰۲



مردمان محترم و معتمدین محترمین در روز ۱۳۰۲



اساتذہ کرام: علامہ محمد رفیع، علامہ محمد رفیع، علامہ محمد رفیع، علامہ محمد رفیع، علامہ محمد رفیع، علامہ محمد رفیع



اساتذہ کرام: علامہ محمد رفیع، علامہ محمد رفیع، علامہ محمد رفیع



اساتذہ کرام: علامہ محمد رفیع، علامہ محمد رفیع، علامہ محمد رفیع، علامہ محمد رفیع



مشیر عام دی. سید رشید



پرویز ملک، رشید کی دستگیر، رشید کی دستگیر



میاں اختر، رشید کی دستگیر، رشید کی دستگیر



نائبہ سہیلہ - سہیلہ - سہیلہ - سہیلہ



نائبہ سہیلہ - سہیلہ - سہیلہ - سہیلہ



نائبہ سہیلہ - سہیلہ - سہیلہ - سہیلہ



میرزا کاظم سعید پور -
شہرت آبادی -
اسامہ علیہ - فقیر آباد



گامیہ علیہ - گامیہ علیہ -
میرزا کاظم سعید پور -
میرزا کاظم سعید پور



میرزا کاظم سعید پور -
میرزا کاظم سعید پور -
میرزا کاظم سعید پور



زرقان خان - زاپہ مصروف



عظیم اختر - امجد شاہی - محمد باقر صوری



صوری چشم اور شیخ احمد نقی صدر اولمپک کے ادا

مکتبہ جدید مولانا شمیم رضوی مولوی



تعلیم شہزاد
علی علی شاعر
ایمان حسین
علی علی شاعر
شیراز علی شاعر
علی علی شاعر
علی علی شاعر
علی علی شاعر



احسان زیدی، مسعود علی، ایمان علی





دوستان گرامی خوشامد به مدرسه - پیرانشهر



بچه ها و خانم ها و آقایان - پیرانشهر - پیرانشهر - پیرانشهر



خانم ها و آقایان - پیرانشهر - پیرانشهر - پیرانشهر



عبدالله شریف، نائیکو لاریکا، میرزا اویس،
رائد صوفی، میرزا ملک



محمد ضری، الطیر پوید، نورالطیقا، علی،
محمد بیچہ، کمرہ، راسد کاسوی، نائیکو علی اختر،
عبدالله کاسی



غیر کمال، محمد شام، منظور علی، محمد بیچہ،
نائل شادی، محمد حسن، محمد



آغا لاریکا، محمد بیچہ، محمد کمال، محمد شام،
نائیکو ناصر، محمد علی، محمد حسن

میتے ہیں۔ ان کے کچھ گروہ انوکھیاں، بڑھتی ہیں، بعضی ۱۵ بلوغت پہنچا کر تھک کر مر جاتے ہیں اور بعض گروہ ان کے نام مہجول رکھتے ہیں۔

[illegible]

اس قسم کی کتابیں عموماً ۱۰ افراد کو پیش نظر رکھتیں ہیں اور انھیں اعلیٰ درجہ کی کتابوں میں جگہ دیتے ہیں۔ جوئی حصر کے کتاب باپ کی ایسا شمار کرتے ہیں کہ ان کو علماء، جہانگیروں، جوتوں کی طرف پڑا جاتا ہے۔

وہاں تک کہ جرموں کا قتل نہ کئے گئے۔ دانی کے بیان میں کہتے ہیں کہ وہاں پہلے ہی وہ اپنے بیورو کو ایسی خصوصیات سے نوازنے میں لگے کہ وہ ان کی زندگی میں کسی شخص سے بھی مغرب نہیں کر سکتے۔ ان کا بیورو عدل، ہمدردی اور انصاف کا نمونہ اور سر پر چلائی ہوئی خصوصیات تھیں۔ ان کے گھنے جوتوں کو اس گناہ سے بچا دیا کہ وہ اس کے جرائم کی اتنی تعریف نہ کرتے جس قدر کہ جتنی وہ شاید کسی دوسرے کو دیں۔ ان کے جرموں کے سلسلے میں میں ان کا تعجب و احساسِ جرم سے دو گنا ہی ہے۔

پہلے اس کا کوئی کام نہیں تھا۔ بلکہ وہ صرف سے بیکار تھا۔ جب وہ ہمیشہ غرضات و چالوں کے اندر اس کی طرح غواہی دیتے اور بدنامی کر دیتے۔ مگر پھر اس وقت آکر ہوتا ہے جب ہمارے ہر کسی ڈاکٹر کو مصیبت کی حالت میں دیکھنے کے لیکن شکل کے شکل ہوتا ہے۔

یہاں سے وہ کبھی بیکار بات نہیں کرتا۔ بلکہ بدھوتہ شہادت سے کہی اس قسم کے چلے کہتا ہے: یہی ختم ہو چکا ہے۔ اپنے ساتھی کو آئینہ دے۔ میں انہی سے بات نہیں کرتا۔

— لیکن اس حد تک جس حد تک نہیں ضروری کہ اسے شکرت سے سزا دیا جائے، چاہے وہ عین ان کے لئے جو وہ ان کے لیے کر رہے ہیں۔

تعب ہے کہ انتہائی مجرم عقلمندوں، ماہر جراحہ اور اس میں کافی سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں کہ وہ کیا پروں پر کون سے کچھلتے پھرتے کے مرتکب تھے اور اس کی کچھ نیچوں گھنٹا اور دورانِ شب ہوئی ہے۔

پڑھتے تھے وہ اس کو یہ نہیں بتانا چاہتا کہ مجرم کے والدین، بھائی، بہن، دوست، علاقائی کوئی سے یا نہیں داس کے وہ ایسی کئی صورتیں ہیں جن کو دے سکتے ہیں جس سے اس کا واسطہ پڑے اور پھر اگر اس صورت کو اس سے محبت ہوئی ہے اور وہ کچھ سے کو اس کا انتقام کرے گی جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تک بیرونی ہیں سچے گا وہ شادی نہیں کرے گی یا جو صورت خود کو جاسوسی اور مجرم سپرد کے درمیان بیچک دیتی ہے اور فلک پر چڑھتی ہے، کچھ بھی جو ایسی صورت کو انجام دیتے ہیں جتنا کہ یہ جتنا ہے، اہم زندگی کی جو لوگ میل جانتے ہیں کبھی پہلے کی طرح ایسی نہیں کہتے اور مذہبی صورت پر انکار کر دیتی ہے اس کے کٹے ٹکڑے دیں اور جی ہے اور جیہاں تک جاسوسی کی گئی کہ انہاں ہے ۱۳ سال ہے یہ آیت آسمان نہیں جتنا معلوم ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ ان کی محبت ثابت نہ ہو اور بعد میں مجرم جاسوسی وہاں صورت کو ان کی دستخط کرتے پہلا افشا شروع کر دیں، ایچ کو مر دہانے جھگڑے آپ پہلے کے وعدے پہلے ہیں، اگر کتاب کا انجام کوئی ہے انہم کو بھی ہے انہم کو دانت سے پہلے کہتے ہیں انہم وہ ہے، ایسی آواز پر دہر اس کے بعد وہ اس کے اپنے فطری کاروبار سے جس کے لئے موت کی نذرانہ نہ دانت سے زیادہ عزیز ہوتی ہے وہ اس طرح وہ اس کے ساتھ لے کر کہتا ہے اور پھر اس صورت کو کوئی کہتا ہے جس سے اسے محبت ہے اور کہتا ہے کہ میں تو دانت سے



عشراہیں



سہ دل میں ہیں تھپیاں گرجوں کی
یہ نا یہ کئے ہمارے بہت ہیں

نوم دلی و خلد و ذرات و مرجاں
مری مگر کے آسپا نے بہت ہیں

نقطہ شریعہ و جگر ہیں دو عالم
اس ایک دھن میں تھلے بہت ہیں

ہوا و فانی، اہتمام و عادت
صحت کے پارہ فراسے بہت ہیں

تھا ہے اک شارب گو باغ ماں کی
نور اس مشافق کے خانہ سے بہت ہیں

کریں کیا ترسہ در کی دایہنگی کو
غیروں کے یوں تو شکاف بہت ہیں

مراک ٹر صدیوں کا پالا ہوا ہے
زاسف کے اندر دانے بہت ہیں

بہ لکڑی صدا، جگاتی تھی
سیر یوں آکڑو سے دھن تھی
دم آرائش ایک جاں عیا
ہت کھڑے کو ڈھاک پئے تھے
دھن تھی ہور بہ اس کو
سانس یں تھی وہ نکالی میں
حب اسے داد عہ دہا تھی
شب زلفت میں زحریں کی صد
زنگی دلوں کی گری سے
کم سوں کے بدن کی خوشبو سے
جب جھٹکتی تھی پھر پھڑکتی
ہائے راتوں کی وہ مٹھاتی
ہائے وہ زندگی نہیں ملتی
کوئی گودی و آستان ہونے
شہر خواہں کی ہائے دل داری
کے پلہ ایسے ہی ٹھٹھکیا ہر دم سے
یاد ما ہے کہ اس طوبہ میں

ہائے کچھ اور بندہ آئی تھی
تعب تاریک جگاتی تھی
میں سو آتا تو جھٹ جاتی تھی
اور مٹی سر پہ جھللاتی تھی
کوئی تھے دل میں ٹھٹھکیا تھی
کچھ میں ہا نسیم آئی تھی
سے کے انگڑائی ٹوٹ جاتی تھی
سانس و چکپاں ہنس آئی تھی
برف بردا میں پھبھداتی تھی
آہاں ہی تھی میں مستانی تھی
دیر تک کسانات گاتی تھی
ٹھٹھکیا کچھ کر دینے جاتی تھی
حب ہیں مدد موت آئی تھی
دعویٰ کو جانندی جاتی تھی
وگلی تھی، پچی سی جاتی تھی
مات کی چیز مسکراتی تھی
کبھی رونا نہ تھی جی آئی تھی

جوش اب وہ قدم ہیں خاک آلود

میں پہ اکثر وہ سر جھکاتی تھی



جنگل والے اپنی کاسے دام قوس کی بات نہیں
ہے جس کی بات نہیں، پسند کے جس کی بات نہیں

میری آگاہی میں کہ تیرے ہر خاکیا ہے
اے مطلب نہیں اس سے بنا کیا ہے خاکیا ہے

جان سے پیوستہ یاد جان سے قید و ناسے جھوٹ گئے
سجھتے تھے قوت گئے، ملک نامہ نفس کی بات نہیں

گرفتاری پہلک ہو گئے بے سہارا جانے
دولت خم بہ قہ کیا ہے، دروغ خدا کا ہے

تیرا چرواہا بستر کی راگبار سسلیں میں ہے
آگاہی ہے بندے کی کے حاکم غم کی بات نہیں

بہا پہلے اپنی اپنی دوسری دیکھتے جس کو
کے قسمت کو سوئے مقصد باگ و گیاہ ہے

خداوند بزرگ دوسرے ہیں، اور خود مل کے کیا کیا
میں سدا کیسے پرانے، امتیج جس کی بات نہیں

اے تفسیر کیجئے محسن درج محبت کی
موسے دل سے گئی پیچھے، درج سرور کیا ہے

قوس ہے عمارت، غم کی تیراویں شریں، انشائی کا
تو کہ ہے انسانوں کا یہ سودا گس ملے بات نہیں

ہنا کر کہے کہنے دو کہ سودا گس پہنچ جانے
اکی کو دل لے کے دے پائے نہ خاکیا ہے

سازِ غیر خواب پر غم ہے کاغذِ تمام طلب
سازِ خاموش، مہ آوازِ جس کی بات نہیں

کئے جانے بھولوں میں سے، آگاہی کا جہان میں
کے آگاہی کے مستحق کے کیلئے آگاہی ہے

کار و سارا، یہ قدر کا شرمندہ کیجئے دل کی بات نہیں
نئی و کتنی بھی ہے غزل کی حالی، سو کی بات نہیں

ذکر و سب پرستی، کچھ تو کیا کچھ تو ہے
بے حجب خود نہیں معلوم میرا دس کیا ہے

تکلیف و تکلیف میں جو بھی حقیقت کا ستر ہے
نصف صدی کا قہر ہے، دو چار برس کی بات نہیں

دو دو دھلت کر ہم شریں تکلیف شرمندگی
کچھ کہہ کر یا کر، آقا صاحب میں، کیا ہے



سہو پر جام پر تین چہ پائے کیا گزری
 نہ جانے میں نے تو بہ کی تو خانے پیکر گزری
 پیا میں برہن اور سلیخ ان کی خدہ چوڑی
 خدا خانے پیکر اپنی مسلم خانے کیا گزری
 طیس تو خانہ میں مسدول محسوس ہے ہر چوڑی
 گزرا گواہ محبت سے گزرا جانے کیا گزری
 کسی کو میرے کا خانے سے جلد دلی نہیں سنا
 ہر اکسیر پہ چنا ہے میرے کا خانے کیا گزری
 نہ سوچو نہ نگاہ اجماد وہ وہاں تاسرے
 حضور صبح بعد وجہ پہلے کیا گزری
 تو اپنے ہی مال سوز غم پر نور کہ جیسے
 تجھے اس سے نہیں کچھ بے بسف کیا گزری
 قوی ہر سو گئی اور میری ہر طرف غم غم
 تجھے تو یاد ہو گا آئینہ خانے کیا گزری
 کسی محبت سے کہنے کوئی کیا غم دہری
 یزدان ملک ہے مریہ کو مر خانے کیا گزری
 زلی مستور ہے عرب حال کو تو نے تو رکھا ہے
 کون جھٹکا وہاں سوشی سر رونے پیکر گزری
 وہ کہتا خدا جانے جہان سے تو کیا گزری
 خدا جانے جہاں آئی تو رونے پیکر گزری
 یہ ہے حجاب اک انگشت باغداد کیا کچھ
 دلی سے کچھ غم عشق ہے آئینہ کیا گزری



میں سے ہے ہر گز نہ کیا
 دم بخود ہیں تمام مصمم داد
 دیکھ دالے بہت جہاں و جہاں
 یک نگاہ غلط اور مصدہ بھی ہیں
 دل دھڑکن سنیں نہ لہے ہے
 کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
 مجھ کے دم سے حق وہ شادی
 دل کا کیا حال ہے کو تو کیا
 ہو نہ ہو دل کسی کو دے چنے
 دیکھ میں وہ تو کیا قیامت ہو
 لا اولی جتنے خوشی سے مرے
 اکی ظالم ہو چاہے جاں ہو
 خاک لڑتی ہے پیش میں ساقی
 ہر حرف نہ تھا خضارتی ہے
 ہر رنگ نہ کو یاد کرنا کیا



یوں تو بازی اچھی سے نہ لگی
 زندگی زندگی سے بڑھ گئی
 سارا کچھ خوشی کے گھٹاں سے
 بدبختی بھری پہاڑ گئی
 سچا ہوں کہ دل سے محبت یہ
 گئی اور گئی ہے قصہ گئی
 بسمل آؤ جو رہا مسکرا دل
 تجس شوخی ہی آئندہ نہ لگی
 شاد و غمناک ، کبھی سیار میں
 عاشق زندگی نہ لگی
 ظم آؤ شمع و گلی کی کو
 بات میرے سر پر نہ لگی

سرمو جہ کو دھکا کہ بکاتی
 لگنے کیسے شکر گئی
 منزل ذلیلت میں گئی
 کچھ آزادی ہوئی مگر گئی
 لگا جہ نسبت ساتھ اپنے
 جے ہستی مستار گئی
 وضعت اسے دھت دل کل گیا
 وہ شہر میر و اعتد گئی
 اک نظر کاشت دھوڑ موات
 اک ادا زندگی خود گئی
 آخری دہ سے وہ چھوٹی گئی
 جو کرن حسن کو بھلا گئی

میرے آئیے ہی زندگی سے لڑائی
 کاوش شام انتظار گئی

بچنے تیرا یاد آنے لگی
 شام غم تھی داس جس کے تھے
 یاد دینا بھی تیرا یاد کے ساتھ
 آگیا یاد کوئی مہربانی بہار
 کھو دیا تجھ سے یاد بانی کو
 فخر شام عشق نے چڑا
 دیکھ لے میری پردہ داری شوق
 اک غم بیکراں میں مذہب کے آج
 وہ لگا میں خاص کا عظیم راز
 سن رہے تھے فضا دا عالم
 سلسلہ دیکھنے یہ دھڑکوں کا
 اس کی کہ قصہ یہ ہے شاید
 ایک آہستہ ہی دل میں آنے لگی

ہم بھی سو جانتیں پہل رات ذاتی
 اب چراغوں کو نیند آنے لگی



ہی، غور میں زندہ رہا جاتی ہے کہا لہر کی باتیں بھولی ہیں
دردِ دوس سے نکلا جاتے ہیں دیواروں سے باتیں بھولی ہیں

آغوشِ جہدائی تفسے کا، جہدائی باتیں بھولی ہیں
”گھوڑوں میں“ نہ چلا چھانا ہے جب اُہل باتیں بھولی ہیں

قسمت ماننے تو ہم سوئیں، قسمت سنے تو ہم نہ لیں
دلاؤں ہی کو نیند آئے جہی میں کب ایسی باتیں بھولی ہیں

جب تک سے دلوں میں بچائی سب ناز و نیازیں نکلی ہیں
جب کو دھڑکی آجاتی ہے اُہل بکستے ہیں گلابیں بھولی ہیں

نہ کہم کہ اداں تفسے میں اودے برسے کس جاتے ہیں
انہیوں کی صوفی دنیا میں سو کھی ہر ساتیں بھولی ہیں

طے کرے میں جھگڑے بیچنے کے میں طرے سے بکتے نکتے
بہروں سے کھا پالا جاتا ہے گوناگوں سے جہی باتیں بھولی ہیں

ہو کہہ جی خوشی سے ہو کہہ یہ دل کا بوجھ نہ رہی جانے
پکائی دھار ہے جہی دردِ سب بھولی باتیں بھولی ہیں

پہننے میں ہو آئسو آستے ہیں، خیر نگ جہاں دکھلاتے ہیں
ہر دہز خانہ سے جاتے ہیں، ہر دہز ہر باتیں بھولی ہیں

ہمت کس کی ہے جو پوچھ سکے یہ آندھے سوداگی سے
گوں صاحبِ آخر اکیلے میں یہ کس سے باتیں بھولی ہیں



منہاں ہے ظاہر انگ یہ داز نہیں ہے
پر وہ ایسے پر یہ ”از“ نہیں ہے

ملا کہ وہ اب مر جاتا نہیں ہے
خوشیوں کو ملاح نظر انداز نہیں ہے

کیا قطرِ بہت ہے کہ اس دورِ بوس میں
دل ناز بہت ہیں کوئی جا جاتا نہیں ہے

میں حاضرِ آفرینہ و سرِ ساقی ہوں لیکن
محدود چمن تک مری پرداز نہیں ہے

آہٹا کہ اب غصہ، غم غصہ، غم ہے
اب دل کے دھڑکنے کی جہاں آواز نہیں ہے

آئیں بول تو کوئی سارا نہ پہنچے دکھ
تو اپنی جگہ انہی سے ناز نہیں ہے

ہے گرم سحر کس کے کب سے نہاد
اس طرح کو تو نہ لکھتا دہ نہیں ہے



اب کس سے پرہیز کرنے بتایا ہے مگر کہاں
دروہم میں دیکھ لے تو مگر کہاں

سب پر پختہ ہیں، بیٹہ رہا ہر کہیں یہ صورت ہے حالت میں آج کل
اپنی خبر نہیں تو کسی کی خبر کہاں
تھیں آسٹریلیا کی تمام اسپتالوں کا تمام اسپتال
اسک کی حدوں سے بھاگتے نکل گیا
لے جانے دیکھئے مراد وقتِ غصہ کہاں
پیشانی ہوتا پڑے گا آنکھیں
عمل کا نتیجہ ہے مگر عمل
میں دیکھ لے ہے قص کی تلاش میں
خدا نور انہوں کو توفیق دے
اب جانے کا طریقہ ہے بال و پل کہاں
ضمیموں کا معنی پیام عمل
نہ چل پائے گا شعلی داد سے کام
تو کیا ہیں وہ میں کو تھا ہے دیکھ
اتنی کسی کی نظر میں تلبہ نظر کہاں
ہے گندے ٹھنسیں، یہ اچھے جان
ہے گھٹیا قصود، یہ اچھے عمل
ہر ذرہ آستان ہے تری جسکو گاہ کا
مگر ارتقا تیسری چیز ہے
تو کیا بتا سکے کہ جھکاؤ میں سر کہاں
خوش مستقل، موسم گل اہل
اسے اپنا دشمن رکھتے ہیں وہ
ہے تاجیوں کا آپ نہ اترام دیں گے
گھٹتے جو ان کے دماغی غفل
میرد سکوں کہاں، وہی خودیہ سر کہاں
دھب تک غنا ہو سکے اُنھے مگر
کھتے نہیں ان کی جڑوں کے بل
شہر ہے درق ہے آج بھی نہیں
شہر و تہا ہے نہ کہ شہر میں ہوش
لوشاد کی فراز "ہودی غزل"
پچھے ہی تم نہیں ہو گراؤں اور کہاں

خودیہ و مری آپ کا وہ دھونڈ رہی ہے
انعام ہے معلوم، مگر دھونڈ رہی ہے
مادر میں ڈولی ہو تو مگر حق
مادر وہ سلگم مسر دھونڈ رہی ہے
ہے کس کی جدائی میں ہر اک آنکھ پر دم
ہے کس کو زمانے کی نظر دھونڈ رہی ہے
یہ شوق کا موسم ہے کہ ہر صبح تنہا
اک شام ہنسا دی دگر دھونڈ رہی ہے
اسے جلوہ جاناں تری شوق کے تصرف
دل کو تاشا ہے نظر دھونڈ رہی ہے
پرستہ ہی یہ خانے میں دم جھوک رہا
میرد ہی شہو تاج جھونڈ رہی ہے
آنکھیں ہیں تو میرت کہ وہ میر کی ہر شے
اک دیر دا انعام مگر دھونڈ رہی ہے
اسے آج مہذب ملک کے دل اور مگر کو
آنکھوں میں وہی قصہ خود دھونڈ رہی ہے
دنیا صوب آئی ہے، آجیے میں دنیا
نور اپنی ہی نکالی، آثار دھونڈ رہی ہے



دین رہیں تو نیست، اس میں کوئی ہول
وہ آگاہی، نفس کا آسپاں بھی تھا میں

وہ آگاہی کی کیاں کھاتے جلتے ہیں
نظر جگاتے ہوئے مسکراتے جلتے ہیں

اختر شل ہوئے ہے، ابھروں اٹھتے ہے
تیری ہے میری کو اپنا آتماں بھی تھا میں

ہیں غرق رنگِ بہارِ بہارِ بہارِ بہار
چار گھول کے میں پاتے جاتے ہیں

نظرِ فکر کو سب آفتاب کہتے آئے ہیں

ہیں، نظریوں کو جگہ سے کی بات کہتے ہیں
اک کہ وہی کا عادیہ کے مقرر ہیں
وہ میں میں کو خیر ہے ثابت کہتے ہیں

یہ لکھنا میں میں محبوب ادا پرست ہیں
وہ مسکرا دینے تو انکس کہتے آئے ہیں
نہاؤں کے دفتر کو میں پر ہنسے کوئی

یہ ہے میری حوصلہ کی بات کہتے آئے ہیں
حیاتِ تامل تک سلسلہ ہے عشق کا
کہاں ہیں وہ جو رنگ کو ثابت کہتے آئے ہیں

یہ تو میں تو زندگی کو زندگی نہ کہہ سکے
جو میں میں موت کو جگہ سے کہتے آئے ہیں
یہ غریب، یاد کیا ہے، یاد کیا ہے

ہم اس کو شیشہ تجلیات کہتے آئے ہیں
فول ہے نامِ شمع کے مصالحتِ خام کا
قطا ہوئی کہ لہجوں کی بات کہتے آئے ہیں

سکون و خوابِ زندگی کی راہ میں کہاں تھا
حیات کو مسافرت کی بات کہتے آئے ہیں

مستی آواز کی ایک لہر ہے ورنہ کوی
آتشِ نورد کو بھی گلستان میں تھا میں

اے اسود گر گئی ہے وہ دستِ گداختہ نہیں
بے نیاز کاوٹا سود و فراں کہا تھا میں



بے لطف محبت کی غمخیزانہ لہروں
انعام تو تھا ہرے گرد و خونِ دبا ہوں

اے دیکھنے والو مری آفتاب تو دیکھو
میں باغ و دھانی میں غمخیزانہ لہروں

میں جہول کی ہے عرشِ پری کو بھی تنہا
میں جہول کے گدائی کوئی نہ دھوکہ دیا

خود سے کہے نہ گناہوں پر مسکریا
بے تاب و تپا دلت کی غمخیزانہ لہروں

ہر حق و عشق میں مانی میں حشر کے پتے
وہ سوزِ آتشیں سے سے جلاتے جاتے ہیں

جہاں شوق میں عوالمِ شوق و مستی ہے
یہاں خود کے قدم ڈنگاتے جاتے ہیں

وہ جگہ ہے؟ نہیں کا، غامِ شیشہ گراں
جگہ شیشہ بہاں دل بناتے جاتے ہیں

خمساز ہے، مدِ سخنِ ادب و ساقی
سود و نورِ نگرِ دل پر چھاتے جاتے ہیں

یہی ہے و مژگنا و بجا محبت میں
کہ کھوکے آپ کو ہم ان کہتے جاتے ہیں

لکھ، عشق پر آئینہ ہیں وہ رازِ آخر
جو چشمِ ہو کس دھندے جہانِ چلتی ہیں



پاکستان کے ادب





سو بار چین بربکا سو بار بہار آئی
 اک غم بچے آنسو اک غم جیسی کئی
 یہ رات کی خاموشی یہ صاف تنہائی
 اس عالم ویراں میں کیا انجی آرائی
 اس موسم گل کی ہے بجکے نہیں دھولے
 ہر دم جست ہے اچھا ہے غم بہتر
 جسکے وہ وہ دل کو غم کی قسم ہے
 جنوں کے تنہائی حلوں کو کرتے ہیں
 دیکھتے ہیں بہت سے منہ نہ لگاتے محبت کے
 دنیا بنی قسط بیری حالت چاہیے جوگی
 احمدوں کی محبت کے دہرائے کیا مختلف
 انہوں بتاتا ہے سیدھا بولتی آفر
 وہ مست لگا ہیں ہیں یاد میں انصاف
 آنکھوں نے جسے یہی نظروں سے جھٹکے
 سستی ہوئی آنکھوں میں جو اک سنگی قی
 یہ کام محبت ہے اس بزم محبت میں
 پوچھ لی ہیں انصاف کی جس طرح تنہائی کا
 اک ناز میرے دل میں یہ عشق کو بکھر

دنیا کی وہی دھوکہ دل کی وہی تھکائی
 کچھے رہا ہے دل نے انداز چلک پائی
 ہر دم آسماں میں بھریا دھڑکی آئی
 وہ دھڑکی محض ہے اک عمر کی تنہائی
 ساتھ اب یہاں کے وہ زلف بھی لہرائی
 کیا کیا کہیں یاد آیا جب یاد تری آئی
 اب بھر بھی تنہائی اور وصل بھی تنہائی
 تکیوں کو خوش گئے مغلوں کے تشرافی
 آواز کی سورانی خیمام بھی روحانی
 کچھ تری گئی آنکھوں میں ہلکی چمک آئی
 بات اپنی محبت کی ہوا ڈھلے نہیں آئی
 کچھ کہتے ہیں یہ بلکہ کچھ عشق میں زیادتی
 تبسم کہ بہروں میں فطرس کی دھاتی
 پھر میں دل مضطربہ تکیوں نہیں پائی
 سچے ہوئے آنکھوں نے ہلکے ہی صوفائی
 دہرائے ہیں شیدا کی خزانے کی مشیدائی
 جس محبت اظہر آسمانی آواز تری آئی
 اک گوشہ خلوت میں یہ دشت خیمائی

اُن دھڑکی آنکھوں کی کیا حرکت تھی

نظروں میں محبت کی وہ بھی محبت آئی

محبت دانشمندی میں محبت کی نشان کب تک
 دھڑکتے دل کے دل سے کام لے نہ پاں کب تک
 فساد و دہول کا آپ ایسے کیوں ختم کیا
 گرد و گھاس کہ ہم ایسے ہیں غمزدہ کیوں کب تک
 غم کی چٹائی چھوڑ کر کیا چینی کے چٹائی
 نکالوں میں وہی نکال کر گئے گائیکوں کب تک
 وہی جس کو ہیں اب بھول جانا چھوڑ دیا
 اسی کی یاد آخر دل میں سے لگی کیوں کب تک
 کچھ کچھ ہنس کر اچھوڑا یہ وہ دم مٹ جانے
 نظروں میں وہ وصل و فراق کی پھر یادیں کب تک
 تنہا ہے نام پر کس کس طرح دل کو دھرایا
 مگر یہ اہتمام خود فریجی مہرباں کب تک
 دشا کب سے یہی فریاد ہے باغِ تنہائی
 بچے کوٹے چلا جانے گایرا اخبار کب تک



حر ابلہ صحتی ہیں کیاب ہوتے جاتے ہیں
یہ زندگی کے اپنی خواب ہوتے جاتے ہیں

نئے کی جانہ میں پیر خاں کے منصوبہ
بازاری کے میں خواب ہوتے جاتے ہیں

ای تو صاحب ظرف و ضمیر ہیں کچھ لوگ
کریے لوگ بھی کیاب ہوتے جاتے ہیں

شعردلی کوڑ سوز گیت و سازِ غم کی ہے
نظر کی نرا دیکھا چنگ بھی ساقم بھی ہے

وہ ذلت سے میں پڑ سونگ کی پڑ سکیں گے
قام کرکب شب تاب ہوتے جاتے ہیں

تھا میں کی گونگ سے آباد ہیں میں دارلا
زینہ تک جناب وہ سیلاب ہوتے جاتے ہیں

ایلو محض ذوقی نظارہ بیاں دیکار ہے
ویدہ شاعر میں شعلہ کی شعلہ شہنم میں ہے

گوارہ ہے میں جو شام و سحر کے ہنگامے
کرکب وقت کا کباب ہوتے جاتے ہیں

مطلح منتق سے میں کے ضمیر زندہ تھے
وہ اس زمانے میں کیاب ہوتے جاتے ہیں

جب سے ہے ناکھانے و لونی خود و تار
عشق کی آواز ہے مقصد بھی ہے مقصد میں ہے

فضا کو صوبہ رہے ہیں معانی و تاثیر
وہ نقشِ انجم جو سرکب ہوتے جاتے ہیں

جسلی گئے تھے لوں سے جو غنچہ لہریں
سحر کے شمس سے شکوب ہوتے جاتے ہیں

کہنہ کہ شہنشاہی اس میں ہے ہے نہ یاد
کہنہ لڑائی کیا آدم ان دونوں برآگم ہے

چوچ بکا ہے ستاروں کے رحمن میں بشر
چاند آج بھی عرقاب ہوتے جاتے ہیں

نہاں میں خطا دل سے پہنچ رہی ہے جو آپنا
یہ بات کہیں سے برکاب ہوتے جاتے ہیں

دعا و دعا آتیں ہے روزِ ہر شنگال
ساقیا! حکمِ قدس خوری کریے جو ہم میں ہے

بہتر شرفِ خدا جاتے کیا ہو اسے دانش
اگما سے شعلہ مرے اعصاب ہوتے جاتے ہیں

بہتر شرفِ خدا جاتے کیا ہو اسے دانش
اگما سے شعلہ مرے اعصاب ہوتے جاتے ہیں

پھر وہی پند ہے جہاں چلا تو نشتہ
اس کشتی سے جہاں تم کو ملے کینہ و کم میں ہے



ہر دہن میں منزل کا تصور تھا ہوائی
اپنے قدم اٹھتے تو زمانے کی ہیں کئی

ہلچل نگر کی ہے سب اجازت نامی
لگت ہے سگتے ہوئے مرا کی حنائی

گودہ نگاری بھی ایک اندازِ وفا ہے
ہر صحن اترے صحن کی ہے جلوہ نامی

ہر کھسکی یاد کا دروازہ کھلا آخر شب
دل میں بکھری کوئی تو شمع ہے نہ آخر شب

شب کو تو خدا شعلی دھند کی توجہ
دن کو تو مہرے سامنے نے کی راہ نامی

لے کر بھی سکون کا کوئی نہیں کوئی جتنے
بھیلا ہوا تجھ تک ہے مر و شب جوانی

پہچ ہے کہ جہاں تیرا آئینہ نہ ہے
دیرانہ دل پر ہے مگر میری خدائی

دامنِ مزارت ہے دگر اے دلمِ محشر
اک دمِ محبت ہے مری تک کھائی

اشکوں سے جو بچ نکلیں شہرِ دلِ شعلی ہے
جو بات مری خوبصورتی میں نہ سمائی

میں پھولی کہ وہ بیڑے اٹھا کر شب
وہ جو اک صبر سے آیا نہ گیا آخر شب

پانچ سے ماند ستاروں نے کہا آخر شب
کون کرتا ہے وفا ابسودنا آخر شب

کلمہ جانا نہ لے سکتی پیاد لے
حیر بادی کو اٹھے دستِ دعا آخر شب

گھر جو دیراں تھا سرِ شام، وہ کیجے کیے
وقتِ بار نے کھاد کیا آخر شب

جس اواز سے کوئی آیا تھا کھیں اذکارِ صبح
اکیلا انداز سے پہلِ باد صبا آخر شب



محبت جو مبین حقیقت نہیں ہے
حقیقت یہ ہے وہ محبت نہیں ہے

سکون کا سبب بڑ محبت نہیں ہے
محبت نہیں تو مسرت نہیں ہے

کہاں سے لادوں

جو ماضی قیامتے ہر وہ جہاں ہیں
انہیں کہے گی تم کی شکایت نہیں ہے

میں رہا ہوں دنیا کی غفلت سے میری
کسی سے مجھے کہہ شکایت نہیں ہے

زمانے کی ہے انتہائی کا مشکوہ
زمانے کو میری ضرورت نہیں ہے

دل سے طلب گاریوں دنیا و ظلم کا
مجھے گرد نہ مٹے موت نہیں ہے

مٹا دے مرا نقصانِ ہستی بنا دے
مجھے زندگی کی ضرورت نہیں ہے

اتنے سوچی دیتا ہے وہ کہ گناہ گار
ہیں انکھنے کی ضرورت نہیں ہے

ہو نہ بخیر و بد ہو وہ بخیر کہاں سے لادوں
آبِ نقارہ انوار کہاں سے لادوں
وہ سفینہ جو کہے پار کہاں سے لادوں
دلِ حریفین مجھے رسید کہاں سے لادوں
خود تو نے مرے فضلِ کہاں سے لادوں
غفلت و غیہ تو نے کہاں سے لادوں
توٹ جاتے جو نہ ہر پار کہاں سے لادوں
وہ سوسائے و دیوار کہاں سے لادوں
پر سر جو کشمکش اذکار کہاں سے لادوں

دلِ حریفین تجھ پار کہاں سے لادوں
توہ کی توہمہ سرور کو نظر آتا ہے
آفتِ دہی و دیانے ماسم کی تو لہجہ پڑی
لیجھ جاتی ہے اندازہ تو نے کیا
توٹ کی جاتی ہے سر سوچ گلِ یمن
تو نے گلہ کی تو نہ دل کی گزشتہ حال
توہ توہ، عمری توہ مجھے کون توہ
وہ در چہرہ اشرا بہت میں اگر بیضا
عام پر عام مجھے دیکھتا تو ہے بہت

جہاں ۱۵۰

میرزا گوشت ہم تری مصلیٰ سے کہتے ہیں
آنکھوں میں دھبہ بھی بڑی شکل سے آتے ہیں

محبوبہ کے پھر تری مصلیٰ میں جاؤ گے
وہاں سے ہو کے پھر تری مصلیٰ سے آتے ہیں

ہاں میں گوشت ہے ایک کھانا دلی نہیں
یہ تمام میرے دل کو ترسے دل سے کہتے ہیں

وہ بد نصیب ہیں میرزا لہجہ کے ہم
ہاں سے ہو کے وہم منزل سے آتے ہیں

آؤں میں ہوتا ہی میں کرتی نہیں قبول
ہم بار بار ہوتے کے حامل سے کہتے ہیں

اُن سے زیادہ اُن کا قصور ہے دھڑ
پہنچے تھامے پیچے انہیں مل سے کہتے ہیں

اپنی نظر میں اب کوئی چہا نہیں میرزا
انہ کے نہ جانے کس کے مقابل سے آتے ہیں

ایک نمہ کو نظر نہیں آتی
رہے تھانی اور شکیانی
میں آئے لگی تھی تھانی
جو کس کا بھی دل مست نہیں
پھر اٹھتا ہوں مشقِ ظلال
پھر وہی کادہ پایہ راز و نیاز
پھر وہی آستان ہے اودھ میں ہیں
پھر وہی صبح اور مسہم سحر
نہج دینا مجھ سے کافی ہے کم
دیکھ کر تجھ کو دیکھتا ہی رہا
تیری خدمت میں تڑپے یہ غزل
اسے سراپا منزل کی رحمتانی



فروری ۱۹۵۳ء

ہندویں ماریں کہیں، حکم نہاں نہلا کہیں
 ہندو بدلوں میں ہوتی ہے خداوندی کہیں
 آتشیں آجڑا کہے گا، فہاں کوئی بھی ہو
 کچھ تک بدلے ہے دستور میں ہندی کہیں
 علم دھارتے تو ہیں اپنے گتے منہ پر کپ
 اور جو ہم مسجد بھیے آندہ مستدی کہیں
 و قس میں اور بھی خود منہ دل نہ گلیا
 فطرت آزاد ہے چلتی ہے پابندی کہیں
 بادشاہی سے نہ آتش ایک بلکہ آتشِ خرق
 عین باتیں محبت تو سنلے خود نہ کی کہیں
 منہ کہتے تو نہیں جو آئندہ میں دیکھنا
 یونہی ہیں ہیں گناہیں ہے خداوندی کہیں
 برق گرنا ہے گتے اور آگ گئی ہے گتے
 اس سر پہ لگتا ہے کہ آتشیں ہندی کہیں
 اب مصائب سے بھی گھبراتے ہوئے خدا کے دل
 وہ برعادت ہوئی نہ میری ہو مسلمندی کہیں
 گر نہیں کہو تو اپنا ہی خوش ہو تکتے دل
 وہ خود ہے کار و جاتی ہے ہنر مستی کہیں
 خوب فریادیں آپ کی ہیں حضرت لعلی مگر
 ہونہ جاتے آپ کو ناز ہنر مستی کہیں

آؤ ایک سہی زلفت ہرایے گا
 مرے حال پر خود فرمایے گا
 خدا آپ بھی دو قدم آئیے گا
 جھوٹ کی رو سے نہ گھبرائیے گا
 کسی دن اچانک چلے آئیے گا
 خدا آپ بھی شوق فسر مائیے گا
 مرے جام سے جام نکھرائے گا
 کسی آئیے ۱۰۴ کبھی جانیے گا
 بے چند لے تو فسر مائیے گا
 بہادوں کو نام نہ فسر مائیے گا
 مگر اس قدر قدر مت جانیے گا
 بے اس فسر بھی نہ کھائیے گا
 تو کیا زہر کو بڑھائیے گا
 تو نے نوش کیجے گا غم کھائیے گا

بھی اتنی زحمت تو فرمائیے گا
 مگر حال اب کچھ قوتِ طلب ہے
 بڑا سخت ہے راستہ زندگی کا
 جھوٹ کی تہ خود بھی اک حادثہ ہے
 بس اب کتنے دانی ہے سخت زندگی کی
 دما دما بھی تعلیم موسم کوں گا
 مری روح میں گھول کر روح اپنی
 میں ۱۰۴ جانا تو ہے زندگی میں
 بہادوں کا موسم بڑا قیمتی ہے
 مگر بلوہ خوار سے انکار کر کے
 نصیحت کی راہی بڑی پڑھنا ہے
 میں اتنا کچھ ماری نہیں ہوں کہ سے
 اگر کھٹے نہ تجویز کی میسر ہی خاطر
 اگر پیار ہے زندگی سے خدا سا

ناکو خسرہ اور زخمِ بھارت
 جہادِ عدم ہوش میں آئیے گا

گت ۱۱۵۴

فصل دوم در بیان حبس و امری و قوی و غفلت
که حبس و غفلت و امری و قوی و غفلت

تو یہ دیکھو کہ تو کیا اگر تیری فطرت سے بے خبر کیا ہوا
وہ مقام پر پہنچتا ہے کہ اس کے لیے جس قسم کی توفیق

اب اگر تیری طرف ہم ترقی دنیا و عجبیں
تو یہ کہہ دے تجھے عجبیں کہ نکلتا عجبیں

وہ گفتگو ہی سے ہم سب نے سو نہی ہو گئی ہوتی تھی
کہ ایسا ہرگز نہ ہو سکتا ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کو

مجدد شمس الملک کہ ہوشیار، ہر دیکھنے والے کو زبردست
 شگرت بخشتی تھی، دل کی جلی تومرید، زوئی
 ہی معصوم چشم چہ مست را گشت
 وہ اگر چلنے کسی گل کا بھرنے والی گشت

درج تہائی ہر اک کے لئے ایک پختہ تھا
یہ ترقی راہ میں آئے نہ پہلے ہر اک

ہر اک توں یہاں نہ پہلے پختہ ہوا
یہ وہ آنکھیں نہ ہیں مقرر ہوا

دہ کے ذہن کو بھی انہیں پہلے درکن
زنگ ایک قیامت سے ہم آفریں ہوئی

قدم گرہ ہے، انھوں نے کہا تھا کہ یہ ہے
 دل کے نئے گروہ صوبہ کا کہ انھوں نے کہا

فہم ہے یہ ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے
 ہم نے جو تیرہ صوبہ صوبہ صوبہ صوبہ

مستحق کو ملے، اگر کسی مستحق سے غفلت
 اب کسی امید پر ہم مرگیا ہنسنا نہیں

تم کو میری دعاؤں سے محفوظ رکھوں گی اور تم کی دعاؤں سے

1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 26

1000



وہ فریب اور نہ غور و محاسبہ
کہ اک ڈھری ہوئی تھی بے اہمیت ہے

یہ ساری عمر وہی ساتھ لے بیٹ گئی
وہ اب اسے چشمِ غمور نہ دلا دیکھے

یہ لگ بھگ ہے میں غمور ہو رہا
اب بھی کہتا ہے زمانہ تو بھولے دلوں کے

میں ہوں وہ پھول کباب میں کیفتی ہے
نوبہاروں کے گدھے دیکھ کر پلے پلے

مرے گئے لاکھ عہد ہریت ان سے بلند
اور مشکل ہے کہ آئی نہیں فریاد بے

واپسی دہر گزشتہ کی مرے میں نہیں
دوستوں اور نزادوں نہ کرو یاد بے

چوٹی زخموں سے تو انکار نہیں ہو گئی
چوٹی پٹے جو نہ دے غصہ تو دے گئے

بھور ہر انجمن میں ہم لوگ
اپنے میں جلا وطن ہیں ہم لوگ

یہ سبزہ ویران سے ہو محروم
وہ شہنشاہ ہے کہن میں ہم لوگ

لے رہی ہی مخلوق میں محسوس
شاہ قری انجمن میں ہم لوگ

خود اپنے وجود میں شہید
باہستہ ہے دین میں ہم لوگ

ہر فرقہ میں سامع ہے ہیرا
کسی شخص سے ہم سخن میں ہم لوگ

اسے عالم رنگ و رنگ تخلیق
آوردہ جانتے ہیں ہم لوگ

ہر جہد کی شہریت سے محروم
ہر شہر میں ہے دین میں ہم لوگ

آئی شوق، دل بے قرار کیا ہو گا

یہ درد دل کہ ہوا بار بار کیا ہو گا

تمام زینت عبادت ہے، مری سے

اب ادا ہے وہاں امید وار کیا ہو گا

خانی درد مستم، مزاج دل معلوم

یہ رہا ہوں کہ غم ناگوار کیا ہو گا

دکھائی سہ نہیں، نہ کوئی شہنشاہی

خواب سے بڑھ کے فریب بہار کیا ہو گا

جب آواز سے سکون ملے، جہاں میں

تو اضطراب، دل بے ہمت کیا ہو گا

وہم، تجویز اسے جاننا آواز مستعداں

اب اس سے بڑھ کے تو انتظار کیا ہو گا

ابھی کباب و قہر فریب دیتے ہیں

نگاہوں کا ابھی اعتبار کیا ہو گا

سکوت آمد و رفت کی دوسے دہانے فیر

خواب سے بے گھر کھیر بہار کیا ہو گا

بہت ہے مہم، یہی کام کیا ہو گا

یہ دیکھو مشتاق و غم روزگار کیا ہو گا



پہلی نظر کرد



گوئی کہ آج پہنچا نہ آئے میرے بے
گورہ کی بھرپائی گئی دہری کر کے بے

خوسرود کی حوٹلی ہیں کیا کیا
پہلے سے سست نہ کیا باد پا کیا

یہ سہرا تھا کسی باد کے جھان میں
ہلکے چوڑے قبا طے سحر کے بے

ہر اک دیو پر کون کون چڑھتا ہے کبھی بے
ہر اک دیوتا نہ کاتے کہ بڑے دھڑکتے ہیں

ہری عود آگ کی سسرتی ہیں
کھینچا کیا ، عجم کیا ، بہت کدہ کیا

یہ دودھ تھا عقد کی تخت راہوں میں
کڑا کے لے گئے جاودہ تری نحر کے بے

ہاتھ بکلی سے تم نہ پائے جو نکلے ہوا نہ جانے
تہا دی انگوٹوں میں ڈالے تھما ہتے نحر کے ہیں

گئی آن کی نہ دیکھنا نہ گاہی
ہوا دل یوں تڑپا کیا کیا ؟

نہا تیرے درد کی حیا تیرے دھبہ گیا
نکاح سے جسے انحراف کر کے بے

درد کی قہارم ہاں سے کہہ دو کس کا نکلے
جو حرف بولوں نہ کہ نہ پائے نہ بولے نہ بولے

نہیں ہوتی گواہی ان کی دہری
گوارا درد ہو جاتا ہے کیا کیا

تسے لڑائی کی دہری کسی نہ ہوئی گی
نرسے لے انہا دہری میں فرار کر کے بے

عود میں بھی نہیں نہ پڑا تو دل چاہ کیا
کہ نہ ہیں ، کہ نہ ہیں کہ نہ ہیں نہ ہیں

کہ اس اقدار سے عورت لگے ہم
سب کچھ لگے ان کی خط کیا

فدا کی دیر ضرورت سے اسے ہم دنیا
بڑا ہے کوئی نام سے آخر کے بے

نورانی کے کھنڈے دل میں ہیں بھلا تو کر
نہا بے کچھ لوگ بچے نہ بچے نہ بچے نہ بچے

ہیں اپنے کو جب بھولے ہوتے ہیں
بچے گا یو انہیں جھبہ تھا کیا

پھر کتنی آتی تھی ایک مویہ کو کتنے عجب
نہا گئی ہے نہا نے اور آخر کے بے

ہر اک کسے تو کتنی آتی نہا نے میرے کھنڈے
جوں دیکھتا ہے تو کتنی آتی نہا نے کسے کسے

کے معلوم دروہوں کی نہا نے
نہا جاتی ہے تو انہوں پر کیا کیا

نورانی ۱۱۱

نورانی کے کھنڈے دل میں ہیں بھلا تو کر
نہا بے کچھ لوگ بچے نہ بچے نہ بچے نہ بچے

وہی ہے نورانی ہے انہیں میں
چاہیے وہ نہ بچے نہ بچے نہ بچے



کوئی اس شہر میں غارت گویں ہے کہ نہیں
 جاں سپاری کا پہاڑ بھی یہاں ہے کہ نہیں
 ویرانہ ایساں کاہاں کوئی نہاں ہے کہ نہیں
 ہاں کوئی سروِ دہاں نہو ہاں ہے کہ نہیں
 ہاتھ میں فرخِ گل و لہر ہوا تو ہے مگر
 کوئی گشتِ مراد سو رواں ہے کہ نہیں
 غلامی سب ہے مگر اپنے پیکلے کے لئے
 دلی دوسروں کا ہم دکان ہے کہ نہیں
 حرم و شہرِ حرم سب نظر آتے ہیں یہاں
 کوئی بھانڈا کوئی پیرِ معان ہے کہ نہیں
 محلِ شمس و قمر، انجی دارِ دل
 ہی یہاں ہے درِ خواصِ مطلق ہے کہ نہیں
 قری حشمت سے نکالنا کو مستحبِ آدم
 آتا ہی حرامِ کثرتِ زمرہ خواں ہے کہ نہیں
 یہ جہنمِ ہیرا جی متیل و زیب ان کا چین
 سایہ ہوا تپاں میں گھا ہواں ہے کہ نہیں
 اسے ہوا ہے عجب، ترک و دستِ دہائی لیم
 تھیں وہ قلم و سب قلم میں جاں ہے کہ نہیں
 تیرا چاندل، انکارِ جمال اسے دوست
 آج بھی دردِ سرِ کنگھیاں ہے کہ نہیں

نومبر ۱۹۵۵ء

ہم یہ دونوں کو دیکھ کر پستائیاں دیتے
 کہ یوں نظر ہے اسے کہ میرائیاں دیتے
 پیشِ نگاہ چاند سے پیشائیاں دیتے
 کہ دوزخوں کی سلسلہ جتنا دیتے
 میری نظر نظر ہے بھی نظرائیاں دیتے
 ان کی آنسوؤں کی لنگ لٹائیاں دیتے
 کہ آندھ سے دل سے پشیمائیاں دیتے
 وہ اشک بھانپے دھوہ لٹائیاں دیتے
 آکر کو رنگ داکے ہی قربائیاں دیتے
 آج سچہ مذاق کی وہ چوہائیاں دیتے
 وہ عسقریں جو راجستھان دیتے
 لیکن وہی نصیب کی دیرائیاں دیتے
 وہ سوزِ خم کی سوختہ سالائیاں دیتے
 وہ دل دبا دہل کی غزل خوانیاں دیتے
 یوں میں بکے پیراخ کہ تارائیاں دیتے
 لعلِ ستار کی یوں تو فزا دیتے
 حائلِ برادری میں ہی آسمائیاں دیتے
 دناں تھے تو ان کی گلا دنائیاں دیتے

فاخر خدا کی راہ میں دشواریاں ہیں

محبوبِ جان میں کوئی سی آسائیاں ہیں



ذہبت پر ہی سوں لگی ہوا تو ہے
تشریف شوق ہر اک پہنچو ہے

خٹک پتوں پہ سر شکر شبنم
اور کیا حاصلی رنگ و بو ہے

وقت نہ دیکھ رہا ہے سب کا
کوئی غافل کوئی مہربان ہے

جانے کب دیدہ تر ملک پہنچے
دل میں اک جلتا ہوا آئینہ ہے

کوئی طاقت بھی نہیں ہے تو سے
وہ پرچہ بھی ترا ہر سو ہے

رغم ہجر جلتے ہیں ہجرے ہجرت
زندگی سب سے بڑا جادو ہے

کسی کی آمد ہے جن میں باقی
انہی انہی کی خوشخبر ہے

ہجوم شوق سے کہہ کر کہہ پتا ہے
اگر سیاہ ہے قزوین سیاہ ہے

ہمارے شوق کی باؤں مسرگراہ ہے
قدرا پرست، کہ شاہان بے کلاہ ہے

حریف فرشتہ گل و تخت، کیا ہے
کسی کی ذلت و دنا کی لہجہ سیاہ ہے

قری نگاہ کے سطلے بھی ہے پتا ہے
کوئی گناہ نہ میرے لئے گناہ ہے

بجز ہے مرا اہل، خفا گاہ ہے
میں طرف بھی ذرا گوشت، نگاہ ہے

کہ ہم بھی خود سب آئینہ نگاہ ہے
گدا تھے اور حریفان مہربانہ ہے

جس انہی میں رہے مرکب نگاہ ہے
جو خائفانہ میں بیٹھے تھے ادھیہا ہے

جو اہل حق تھے مودود، نگاہ ہے
زبان و دانا نہ ہو جو غیب و زکوٰۃ میں فکر

گدا کو پاس سب ادب و مہربانی شاہ ہے

بھاری بزم میں جب تک چلا پتا ہے
سمن ہر دلی سے قیمت ہے دم بواہ ہے

کہاں نہ پہنچے یاد و شمع گھوسنے دوست
تجلیں ہو کر کسی کو غصہ میں کیا لائیں

جگمگے وحشت گویا اورنگ کی یاد میں ہم
مرا تو ہے کہ رندوں کا نام نہ اہل

عصر ہم نے کیا کچھ پتا تو ہے نیازی کا
قری شری نگاہ کی ہو اگر تفسیر یک

ہوا نہ سکر محسوس تپان ویر غزاہ
غریب شہر ہوں لئے طوفان میں و جہاں

دعوت ہر دلی ہم سے آگے کہ دنیا صفت
یہ کیا کہ شمع ساقی کو تیرے سودا ہی

نہ پوچھو محض جسدانی کا طلاق کہ ہم
تجلیوں اہل خرابات و شکم غور ہوئی

ہلہ جہل ہوا آسٹھنٹے خلعت و دائر
زبان و دانا نہ ہو جو غیب و زکوٰۃ میں فکر



عزوبی جیو ہے گرد و قی نگر، دینا ہے
آئینے کے سامنے رکھا ہوا آئینا ہے

صرف ایک نکلادے دیکھ کر گھبرا گئیں کلاں
لوگ سے ہم عیاں احماسے زیادہ پیر ہے

پاس یوں بھڑکی مری ساسی پیتھویری گیا
مشرق کی لال سے دشمن مراد سید ہے

ان دنوں رسا سبکی درت سے الال پلا
پہر ملاحی قنار سے دنیا سے مری سے چسب ہے

مے پر پاندی ہے پاندی افسوس سے کام
نہ خطا کرنے کو آخر کچھ تو ہم کو پیتا ہے

بک گیا آنکھ لٹے ہر مری دشمن کے ہاتھ
ہائے وہ قاتل جو میرا جہدم میں بند ہے

اے قتلہ و قتلہ ہے دھپک کچھ قاتل
میں کہ مومن کے گتے تھے مری کو مینا ہے

حالت کہاں کو پار امانت اٹھائیے

مقدور ہو اگر تو قیامت اٹھائیے

کلم و دین میں حج کہ لذت اٹھائیے

میں بقدر شوق تو رحمت اٹھائیے

آجند آئینوں سے صفا کی تو حیات

آجند پرہہ ہائے کھست اٹھائیے

دنیا کو دوستوں کی ضرورت نہیں لگا

دنیا سے ہم و ماہو مروت اٹھائیے

کیوں شکر کیجئے نہ عنایت خاص کا

کیوں داکر ہر سبیل شکایت اٹھائیے

یابست ان مایے ابا نے دھیر کی

یا ہی گئے گلاب خرامت اٹھائیے

ہم قشتہ لب بھی منتظر دھیر ہیں

تہا د لطف ہاں مشرت اٹھائیے

آآپ پر گتے کرے کیا دولت فراخ

وودن کسی فیر کی صحبت اٹھائیے

بلوغ حیات سے انجم مضر نہیں

ناچار جھیلے کہ بہ رحمت اٹھائیے

کہیں اسے فم طلق یہ کیا بات ہو گئی
ہم انتظام میں تھے مات ہو گئی

صیغوں میں سوز و ساز محبت نہیں دیا
دنیا دھیر گردشیں حالت ہو گئی

لو ڈوہڑوں نے دیکھ لیا خدا کو آٹا
مقترب کچھ تو ہر ملاقات ہو گئی

دلی لگی کی خیر نہ لگیں تو کیا کریں
دلے لگی ہی ماہر عنایت ہو گئی

بکلی نئی کرن کوٹھک داغ ہائے دل
کئی ضعیف نو اتو حسدات ہو گئی

بکے بھٹے بھٹے بھٹے کا داں کی خیر
دھیر سے راجوں کی طاقت ہو گئی



دل پر جب درد کی آنکھ پڑی ہوئی ہے
دوستو! تو قیامت کی گھڑی ہوئی ہے

سیر شکی کا بیوک سے ہے چاپ
دُور کی کششک منہا تے آپ
دھن طرہا ہوئی وہ سیم تھی
بے ندی کی بہار نے دی غلاب
شہر والے میں کھوٹا لاوا
لی کوچوں سے اُتار دی ہے چلاب
نارادی کے بڑھتے پھلے کو

نئے پیارا سستم سے چاپ
اس کو فرد کا تقاضا جان
آنتی من کو نہ بیڑ کے تاپ
خامشی تو مصداق درد نہیں
ہات جی نہیں ہے آپ سے آپ
تو کی کہ وہ جو ترے ہی میں ہے
میں دہا ہوں میں ہر وہاب شایب
کوئی کیا نہ گوشت - دل یکس
شاہو پر تھی تھی پاؤں کی چاپ
یوں ہی شایب مزاج ہلے تھرا
میرے اشعار اپنے نام سے چھاپ

میں طوفان میں جاؤں ہر کوئی دنیا میں
داسنہ رو کے تیسری یاد گزری ہوئی ہے
میں نے تیرے گزری ہوئے اس سے چو
ہر کہ سات صحت کھنچ کر لی ہوئی ہے

پہنچے ہوں توں سے ہی جڑیں پھاٹنے لگے
شک آٹھوں ہی کی مالدن کی گھڑی ہوئی ہے
جب کوئی شغف کہیں ذکر دھن کرنا ہو
دل کو اسے دوستا کھیت لڑی ہوئی ہے

اس طرح جیتے ہیں آج - مری منہری
میں طرح ٹیٹے میں تصویر بڑی ہوئی ہے
دنت دبت ہے وہیں، لوگ گزرجاتے ہیں
میں ہر قرعہ اک تختہ گزرتی ہوئی ہے

نقو بن کر تم ان کے دم پر دھوؤں گے مینو
میں کے گئے کو کیا کہہ سکتا ہوں اس کی منہ کی مینو

لے لی کی غزل پر گئے دالالے کو دھو دھو جھنگلا
میں کی غزل پر گئے مینو تو ساری پاجھس گئے

میرت جگتے ہو جاؤم سے، مگر کس کے نام سے؟
فداؤ کا دم سے تپا سے پلوں کے مینو

جنور پڑانا ہے عاشق کا جو بیادے عاشق کا
تو کہ کمال ہے عاشق کا حضور گل بن گئے

میں دکاندار، دہر پڑتے - دشت کی گزری
نہ گاتھو نہ چڑھو نہ گے ایسے لگے مینو

جیاب اشتہار شایب، جیاب اشتہار شایب
جیاب اشتہار شایب، جیاب اشتہار شایب



کوئی حد نہیں ہے کمال کی
کوئی حد نہیں ہے جمال کی

اسی بنا ہوا سے ہر پرکار ہم بھی تھے
اپنے ہی گھر میں بے درد و دلور ہم بھی تھے

وہی قسب و نسب کی عزتیں
وہی شام خواب و خیال کی

ہم نے بھی ساری مسرت کیا خود کو کدآر
اپنے بدن میں مصروف تواریں ہم بھی تھے

د بے یں اس کا پتہ کوئی
نہ اسے ظہر بھرے حال کی

دامن و بیدہ تم ہی نہیں تھے ختم وہاں
بہ آہر کھڑے سر باز ہم بھی تھے

یہ بوب میری صدا کا ہے
کہ صدا ہے اس کے سول کی

ہک لفظ یہ صدا کے ہے ہم بھی منتظر
ہاں اک نئے جنم کے طبلہ ہم بھی تھے

وہ کیا مستیوں جو گزشتہ تھیں
تھیں امانتیں کئی سال کی

کوہ خرا کے حرکت ہم سارا شہسود تھا
وہ شہر کے فوں ہی گزشتہ ہم بھی تھے

نہ مگر غمسر کا وقت ہے
نہ گزشتہ ہے دن کے دن کی

کونوں کے ساتھ ہم بھی تھے تجھ سے پہلے
اُس ظہر بے خال کے آثار ہم بھی تھے

ہے منیر بچہ سفر تھی
گئی امت شب کے سول کی

ہم سے بھی پہچا کوئی سرکش لہو کا
اپنے دن کے ہلک و منڈا ہم بھی تھے

اپنی ہمت کے لئے کام بہت لیتے ہیں
کام کے ساتھ مگر نام بہت لیتے ہیں
دشمنوں کا صدا تو کہاں ہوتا ہے
خاک تو اس کو الزام بہت لیتے ہیں
تھکی کا جو گھر ہم نہیں کہتے ساقی!
بہ یہ شہرت کی کیں جام بہت لیتے ہیں
عالم داڑھے کہ دور کی دنیہاں
کوئی کشا جو تو بہت ہم بہت لیتے ہیں
دوڑ دوڑن ہی یہ ہو جائے یہاں کتاب
ہیکسے میں تو مر شام بہت لیتے ہیں
مرے مرے نہ ہوا سس گزشتہ کا
دلچسپ لے گی یہاں دام بہت لیتے ہیں
کاش مقدور عالم بچاں کی سے ملتا
ہم کی سرکار سے احکام بہت لیتے ہیں
آگے آگے نہیں آتا ہمیں مسرور
بچتے ہی خبر سے دشنام بہت لیتے ہیں



مناظر طبیعت سے اس حال کو ہم پہنچے
شبّت کی محبت میں شبت بھانکے ہم پہنچے

احوالِ جاوید کی سناؤں کیا
باغِ صاحبِ دار گئے باویدہ تم پہنچے
حبِ عذریوں و ہم تھا نہ شب کا
میں نکلا ہوا ہوں گھر سے تب کا
میرا نیم سج ادا ہوئی نو سے تھا
جو چل سرخ و تھا انھوں کے لیے تھا

کچھ لب پہ کچھ آغوش میں ملے تھے بیکریم
جو دیکھ کر ادا تھے جو ہم کریم پہنچے
میں شہر میں بسا دہے تھے ہم تم
وہ شہرہ آبرو چکا ہے کب کا
تیرے سکوت نے نہ دیوں کو دیا
دل باغ باغ تھا تو تری انگلیوں سے تھا

میں چہرے کو دیکھا وہ آئینہِ خودی تھا
دور کی محبت تھا میں وہ چاندیم پہنچے
حق پہلے محبِ جسدِ انی کی
اب خود سے فراق ہے غلب کا
اب دل کے گڑا میں وہ چاندی کہاں
پتا میں رہد و ضبط کسی بارہو سے تھا



یہ تھے میری خوابیں کنگریاں تھے یہ دوسرے
مفرات کے ہونٹوں کے جب ساغرِ سرمی پہنچے
اے کو طبعِ رونمِ دو سسٹن
دویشِ اکیلا سفر ہے شب کا
عفت ہوئی کہ دل کا وہ گلشن آبرو کیا
شاداب جو تیرے غلبِ ملکیت سے تھا

قلعہ سرشارِ نرم آفتابِ نور سے تو
مے مری چاہت کو پہنچو تو یہ کم پہنچے
ہر گل سے ہڑت دہے چمٹے
وہ جسدِ گر ہے اب کب کا
نواب و خیال میں وہ لڑاؤ فریضوں
رقی بہارِ دل میں اتنی آندے سے تھا

وہ شاعر ہے سونے و شاعر چلے ہوئے
میں شاعر ہے دھوپ کے میں شاعر کو ہم پہنچے
تم کا ہے کو کڑھ ہے جو تھا
شہرتی یا معاملہ ہے سب کا
سوئے ادب کہوں کہ اسے ہے گلشن
داعیہ بھانے آپ کا غلب و آتے سے تھا

مری زبان میں کہانی مری سنا لے کو
میں خود کو دیکھ سکوں، آئینہ دکھا لے کو

بہا کہ ہرگز غریب درد ہوں پہ سچ کہی
تو لبِ صبر میں جو ہیں کامراں جگتے ہیں
دراے کافی کہاں سے کہاں ہوا ہم کو
ہم اپنی غم انجمنِ خدا کشیدیں جگتے ہیں

میں دہرائی کی پادشاس میں ہوا بال
جو تیری جرمِ فداش سے ہم کو مل نہ سکا
ہوں نقشِ پا، کہیں اس خاک سے نقشِ پا
اُس ایک لہر کو ہم صبا دہاں جگتے ہیں

صحب نہیں کہی گوہر کے دل پہ میں کجی
خدا ہے بقی، قہقہی ہر ماں کا گو
میں حیرانِ شک ہوں، پلکوں میں تو چھپا لے کو
یہ لوگ حوصلہ لادہاں جگتے ہیں

تراجمد ہے صورت کی تاباکی سے
دی ہے ہر غم فردا کر چھوٹے ہونڈ
تو میرا سایہ ہے ایسودستِ دلا لہ کو
یہ تیری چال ہم اسے آساں جگتے ہیں

تسے شعور پہ صبر کے داڑ نکھل جاتے
دلا حشر کی پہنہائیں کو پا د سکے
تو ایک بل کے لئے کاشش سوچتا لہ کو
وہ ہم کو دستِ کوئی دیکھاں جگتے ہیں

میں اپنی ذات میں اک کائنات میں جاگ
محبِ دل ہے مجھے عمر بھر کی سی کے بعد
اگر تو دیکھ سکے لہ سے اسوا لہ کو
وہ مرگ، لوگ جسے ناہیں جگتے ہیں

لوتے شامیں شعلہ و شبنم نہ دیتے نہ تو
آوازِ صبر میں و عشق کا مسد نہ کیا نہ تو
غم میں شریک نہ ہوتے ہیں و ساکھی کہیں
درد و این صبا دردِ باقم نہ ہیں نہ تو
خود اپنی خواہشات کے خاکِ خرد میں
خود اپنے زخم و لہ کا یہ سر پہ نہ میں نہ تو
آہِ تجرول پہیں لہ کو خوش ہوں تو کھریا
اس شہرِ جہ پھارنا سے برہنہ میں نہ تو
دونوں میں مل، ہے میں گشتِ گلِ آگ میں
آسودہ مسداوتِ شبنم نہ ہیں نہ تو
اُن سے حسدوں میں آئینے میں خفاں ہیں
پھر بھی شوقِ عجبِ کام نہ میں نہ تو
جہ و دمِ جانوں کا یہی مستدام ہے
قام و وفا کی بات ہے صبر نہ ہیں نہ تو
منزلِ گل ایک راہ لگی کچھ گفت نہیں
اسا پر ہیں اک مقام ہے باقم نہ ہیں نہ تو
ناقتِ صہبن شب کے ستاروں کی جڑ ہیں
آتشِ شکرِ زلفِ کاسِ سلم نہ ہیں نہ تو



ہے قہری بھی ہے قہاری ہے
غم گوارا بھی ناگوار بھی ہے

تیرے داس میں اسے عروج بہار
جہ نگاہی کا مرنے تو ہے اثر ہو شاید
وہ بھی خاک و شہادتی میں گیا تو کہہ نہ سکا
دل کی شکلیں بھی رنگہ نظر ہو شاید
ہے کتابانہ بھی پند و راہ پہلے پہلے

غریبہ دلی سے کیسے دلی
مری منزل سے بھی ہے شکستہ پانی
غریبہ دلی کا اعتبار بھی ہے
بہر ویرانی سے کوئی آنکھ سفاک ہو شاید
ایکے شہید و سری سری ہی زنجیری

ایک ہی رنگ نہ دیکھ گشت کا
کوئی رشتہ نظر آئے تو شک جاتا ہوں
کچھ خزاں ہے تو کچھ بہار بھی ہے
سوجا ہوں کہ تھکا ہوا کچھ ہو شاید
سو گئی انگلیوں میں سزاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں



دل نظر شیعہ بزم ہی تو نہیں
تو ہی آنکھوں نے مائل کر لیا ہے نہا
وہ مسافر اس سرسبز بھی ہے
میری جانب ہی بھی قری نظر ہو شاید
مب تو سائے کی چھائی ہی مسند بھری

صرف شکوں میں غولِ دل ہی نہیں
آگے بڑھتا ہوں سنگڑیوں پر نہا ہوں
رنگ و مسنائے بہار بھی ہے
میں کو چمڑ کیا ہوں کچھ انگوٹھ شاید
اب گیا ہے توبہ کر نہیں دیکھا ایک بار

دل کا عالم سستی کیا کیجے
ہر غزل غول سے کھینچا ہوا ہے تم
رنگ و گل اگر ہی شرار بھی ہے
کچھ نہ صرف یہ انجمن ہنر ہو شاید
وہی کر کے پتا و شمس جاں ہفتہ کا

بہت دلوں سے مجھے تیرا انتظار ہے آ جا
محبوبہ، غمکِ دست ہے، مٹی کا دیا ہے
ادب تو خاص وہی موصیہ ہوا ہے آ جا
اس مستِ افغان نے مجھے ابدال کیا ہے

کہاں یہ جوشِ گدا سلبِ تازے کیجھکوں
اس شام کی آہنگ میں کیا رنگِ نئی کا
گردن تیرے سے سخت پیڑ ہے آ جا
مگر وہ کسی کا ہے چھراغ اور کسی کا

وہ تیری یاد کہ ایک کھوکھلی قلبِ تپان تھی
اک بار غمِ مدِ جگ تھی ہر شانِ تھی کی
تو تم سے کہ اب وہ بھی آگوار ہے آ جا
وہ میرِ شمر جو بھی پکا غمکِ کہیں کا

ہزاروں کے انکار دل کو ردِ غم ہے ہیں
سب دہشتے ہواؤں، مگر مجھ سے ہنسی
مقابلے میں سے دلِ دغا کار ہے آ جا
ہنسنے سے مرے ہاتھ میں آگن دیا ہے

غزل کے شکوے غزل کے معاملات تباہ ہیں
مردمِ جوانی کو تحافلِ غم دیا تھا
میری طرح سے تو بھی دغا شمار ہے آ جا
اس زلم کو پیری نے تہجد میں سیا ہے

گدگدائی یہ بہت تم کی خوشی میں بھی صحت ہے
وہی ہے مری تو ہے کچھ اس دھومِ غمک
گرا بھی تو قرا سب پر اختیار ہے آ جا
جستہ سے درِ غمکِ بریں، کھول دیا ہے

جلِ دم ہو زانو مگر جب ان وقت
نہیں کی دلیز پر سلطانِ غمک نے
تسے سے تو اب تک ہی سزا گزرتی ہے آ جا
میرے سے ہر سب سے کو صبر کیا ہے



جب بھی قریب قریب کے کچھ کہیں ہو گئے
ہم خوش ہونے لگے کہ پریشان نظر آئے

ہم وقت کے ہمسفر ہی نہیں
کب تک کوئی اپنے گھر ہی نہیں
کانٹوں کے دلوں میں کیا دیکھ رہے ہیں
بھوٹوں نے بھانے تو نایاب نظر آئے
میری صلیک موت سے یہ حیرت کی شادابی
میرے شخص سے یہ ہم ہلکا ہوا دھوکہ کی تلخی

قی میں گئے وہ لہو اڑتا کر ہم
لے لاکش وہ لہو میری نہیں
ہم چاند پہ پختہ میں کس نے نہیں دیکھا
آدھے تو بھی کو سرخ شاہن نظر آئے
منا چکی کر لیا اور ۲۴ کی کار چمکی
بادشہ میں بیگ ہزار پر جب ایک بی چمکی

صدا کو بھی میں دوش کیا ہوں
دشمن سرے ہال دپہر ہی نہیں
ٹوٹا جو فوسل بچا شوق تو دیا
صراحتے جو نکلے میں گھٹناں نظر آئے
ظہر حشر کی نیت چمکنا چاند سانس
رہتے بے شعلوں کی ندی تیری میری ٹھری

اُنکی عین اُن میں ہیں کی وہ بھی
نہانی ہام دور ہی نہیں
ایک انگ میں داناں شویں نہیں باقی
ہم آج بہت ہے سروساں نظر آئے
جہانے کی خوشبو کی شہزادی کس ہاں
دست بیاہنے پہلے کس کی ہول کی کڑی



اب شہر میں زندگی گراں ہے
جہ شہرے وہ داد پر ہی نہیں
ہر چند ہر دام وفاقا مہر چمکے
پہنچے جو سرواں غزنواں نظر آئے
ایسے دلائل اُتر جاتا ہے دیکھا دیکھا
بجے زمین کی تہ تک جاتے بادشہ کی لنگ

صبح تھا کہ چاند تھا کہ تھکے
سب ہوا طبع دوسری نہیں
کچھ ایسے چاند سر مغل توندتے ہم
تھی تیری اُٹھی کہ نڈیاں نظر آئے
بیکل با حشر ہمارے وہ ناکل بیکل یاد
سہنا بھر کہ وقت کے دیباچے ڈالے بے کثرت

ہم لوگ وہ برقی ہا بھی فارغ
جنت میں بھی مختصر ہی نہیں
ہیں اتنے ہراساں وہ دھواں سے صدا
اب گھر ہی ہیں صوبہ نڈیاں نظر آئے
دوسرے ملک کے باشندے کھینچتے ہیں میری
بیکل بیکل پانے لگتی ہم تھک تھک دہری

عشق کی ایک رست نہ ہو تو تک آئی ہے
ہم کناری کی شہرہ کو لکھو تک آئی ہے
تجربے سے مل کر دلوں کے بعد دل ہے شاگرد
دل کی عیسائی و ملکہ کشتہ آئی ہے

سب حقائق نظر آئے گئے انسان ہیں
دشمن دل نے کسی کام کا رکھا نہیں

تازہ فراتے ہم لڑائی دل پر کیا کیا
شکر ٹھٹھٹ خیردار سے پوچھا نہ ہیں

ہم گدایان وہ شوق سڑا دل سے
دیکھنے والے نے افسوس کر کہا وہ ہیں

گدشیاں ہم سے ہے نام عشق کے سب
گدشیاں دہرنے دیکھا ہے واقعی نہیں

سبیل و مشقت درد و دیار سے لگنے لکے ہیں
بیتوں میں بھی مل دوائی ویرانہ ہیں

کس توقع پر کر رہی تھی تنہا ہم لوگ
دھونڈنے پر بھی ملا جب کوئی نور سادہ ہیں

حاصل عشق ہیں وہ سچ حقائق مشفق
یاد آ رہی گئے جو زمانہ دور سادہ ہیں

چار سواک فضا ایک سی تہائی تھی
ہم سے پہلے یہ کہاں انہیں آرائی تھی

مل بچے فتنہ کی جانتے ہیں کیا معلوم
میں دم بابو صبا تیسری خبر دانی تھی

کیا خبردار میں کس کس سے ملتا ہے بھائی
زندگی درد تہسائی ہی طرف آئی تھی

شہرہ شہر میرے قریب بہ قریب تھے
اپنی غفلت میں تو محبوب بہرہ جی تھی

جب گئی موسم گل میں جو ہوائے تم سے
شارع عشق، یا کوئی کوئی ہوئی اگر کوئی تھی

انہیں سزا ملے ہیں لگے یوں جیسے
مجھ سے بڑھ کر ملامت سے شرمائی تھی



عالمی شاعرانہ



نامرادی کا یہ عالم بھی تو اسے دل نہ ہے
ہم تو اب ترکِ عشق کی بھی قابلِ زد ہے
بزمِ عشق جو بکے کل تو یہ امکاں ہی ہے
ہم سے بس تو رہیں آپ ساقیِ دل نہ ہے
یہ تو ہر شخص ہے اندیشہ بہزنِ کاسیر
کارواںِ نیتِ دہر سے بھی غافل نہ ہے
آج اساتذہ شریفِ ہمسری بخشا خدا
اس طرف سے کہ بے خواہشِ مخلوق نہ ہے
صلیٰ تو جو تو خواہشیں جاگ اٹھتی ہیں
کاش اب کے مری انگور کی دہل نہ ہے
جو بھی ہو صاحبِ عقل وہی کہتا ہے تورا
کہ وہ اٹھ جائے جو عقل سے تو عقل نہ ہے

گیا ہوں جب شام کے کنارے
چک اٹھے دام کے کنارے
قومِ ہوشی پہ کاپتے ہیں
کسی نے نام کے کنارے
موسے کناروں سے دل چکے ہیں
اک اور گہرام کے کنارے
اگ لگ آندو کی ہمسری
خدا خدا کام کے کنارے
اکی تو پانیاب ہے محبت
پہ پلہ خدام کے کنارے
اب اور کب تک پڑا دیوں گا
میں خواہشِ کام کے کنارے
کہیں پہ آند کا ہند ہے
نہ کوئی انجیم کے کنارے
میں ہر عشق راستے کا
بیس کے پیغام کے کنارے
غیر خدا تو یقین مکتا
میں کا اودام کے کنارے

جسے ابراہیم نے تم کو مرے ہو کھنڈا دیا
مرے دل کو کب تک نہیں تھوڑا کھنڈا دیا
میں لرب غمہ راہِ غمِ ہلا سب کے ساتھ قدم
موسے سفر نہیں جانتے امرا ہو کھنڈا دیا
گی تانہ راگ و دھام کی بگڑے تانہ راگ
کھلا دے تجھے یہ کچھ پات کھنڈا دیا
میں دیکھ رہا ہوں یہ دیکھ رہا ہوں
دیکھ رہا ہوں یہ دیکھ رہا ہوں
کھلا ہوا ہے یہ دیکھ رہا ہوں
بے سند ہے یہ دیکھ رہا ہوں
بھئی دیکھ رہا ہوں یہ دیکھ رہا ہوں
بھئی دیکھ رہا ہوں یہ دیکھ رہا ہوں

اپنے ہی دم سے ہے یہ گشتاں رنگ و بو
دل خوب ہو اگر تو زمانہ ہے غور و
خود ہم سے جس کے دشمن ہوں گا کہ کوئی
ہوتے سوا نہیں ہے ہمارا کوئی حد و

بارگاہ ہے آگاہ ہیں ان کی یاد گاہ
قائم تھی ہیں کے دم سے ہم ول کی آہ و
لحظ کا ذوق نہ ہو کہیں بے حس و

پہر پھول کی دگوں میں دھان ہے سراپو
ہیں آگاہ ہیں میں مسدود مسافروں ہیں ہم
معلوم ہی نہیں ہیں صفائے مصیبت و

پھر ہا نہ تیری یاد کا دل سے ہوا غور و
رہتی ہے پہروں دودے اس تیرے گنگو
اتخاص دل ہے اور منت ہوں کا نجوم

آباد بھیجے جھنڈے میں ہو ظہیر آرزو
قائل نہیں ہیں ہم تو رسوم و قیود کے
دیوانگی وہ کیا کر ہے احتیاج ہو

جانے کی چاندنی تھی دعا کا شباب بھی
دیکھا کہاں کھسکتے وہ طوفانی رنگ و بو

یہ نہیں کہ مراد الی میرے ہیں دھنا
جو تو ملتا تو میں خود اپنی دسترس میں دھنا

نہ چلے کاغذ اپنی دل پہ کیس گزری
یہ اضطراب کہیں نالہ مہجر میں دھنا

خبر تو ہو گی تجھے تیرے جاں چاند و
کوئی تو خاصہ سرکش جو پیش و پس میں دھنا

بنام حمد و رفاقت ہی ہر قسم نہ ہوا
یہ موصد مرے مصوم ہم نفس میں دھنا

محب سزا کا عالم تھا اس کی خسرت میں
وہ میرے پاس تھا کہ میری دشمنی میں تھا

سودے پہنچنے کی فضا ہے کب کہتے
سکوت کا تو وہ عالم ہے جو نفس میں نہ تھا

دل ہی جانتے تھے کہیں دل کو نہیں دیتا ہے
وہ اکی شہر کی گلیوں میں کہیں رہتا ہے

اک زمانہ تھا کہ سب یک جا رہتے تھے
ادب کوئی کہیں کوئی نہیں رہتا ہے

میں کے سامنوں سے صوفی تھے وہ بام تھے
اسے مکان بول کہاں اب وہ کیم نہ تھا ہے

دھنڈے پہ بھی لگتا تھا کہ جنگ بیت گئے
مفتوح میں وقت کا احساس نہیں رہتا ہے

دل مسدود تو ہوا دیکھ کے اس کو کہیں
عمر بھر کوئی جوان اکوت میں رہتا ہے



دنیا میں غلام غم بھی شہیم ہوا بھی ہے
جہ و دلرازی بھی ہو چننا ہوا بھی ہے

صیارہ طلب کے عطا کا ہے انصاف
جہ و دل شکست بھی لگے کی نظر دلہا بھی ہے

میں اس چاہنا تازہ سے گنہا ہوں مارا
آگے سرے قدم سے مرافقت پا بھی ہے

صیارہ سے گنہا ہے موسم بہار کا
دیکھو کمی کا غم سبلی مٹا ہوا بھی ہے

دن کا ہر حال ہے وہ خیال پر نہیں تو کیا
سننے اگر تو ایک قیامت چاہ بھی ہے

میں نظر پر اپنی مشقت کو ہے غلام
گویا تبارا جلوہ کوئی دیکھتا بھی ہے

اختر کے خبر ہے کہ کیا ہو آملو کار
خونال بھی ہے شہیم شہیم ہے ہوا بھی ہے

ہر گز دل سے دل سے دل سے دل سے دل سے

پڑھ لکھا مولیٰ آپ کے اچھے کی تقریر بہت
حق کا مہموم و شبانہ تک بھی نہیں
نظر سے سن کر ہر گز دل سے دل سے

کیا کیا جانے کہ ہر تیر میں غلامی کی
آپ کو پانے کی سوچیں ہم سے شہیم بہت

غلام دھوئی سے کہ نہ آتش کر دیا
خون داہوں کی شہیم ہے ہاں تو یہ بہت

دیر کے دریاں کہہ سے عیا ختم ویا کا پتہ
ہر خواہ میں نظر آئی گی شہیم بہت

ہم لایق حلقہ سے یہ نہیں معلوم تھا
بہت دیا ہوں گے تو یہاں نہیں گزیر بہت

دیکھتا رہتا ہوں ایک ایک کو شہیم بہت
دہن میں صغیر کو دیکھی چہ تصویر بہت

آکھ دھوئی کے کاپ سے چل دھوئی کے کاپ
نہیں دیکھتا ہوں دل سے دل سے

نہیں دیکھتا ہوں دل سے دل سے
نہیں دیکھتا ہوں دل سے دل سے

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

نور ۱۹۵۹

ہر طرے آریا ہے صد اس گل میں ہیں
شرایتِ طلال کا پتا اس گل میں ہیں

صوب اس دانت کی بات ہیں
ڈھٹے ڈھٹے دانت ہیں

کب سے نہیں ہوا ہے کوئی شعر کام کا
یہ شعر کی نہیں ہے خفا اس گل میں ہیں

پھر بھی پہلی ، پھر بھی ہنسی
دل کے سب مذاق کلی

وہ دام و درو ، وہ سوانیوں کے دم
ہی سب کے سب مرزا نہیں گل میں ہیں

طبع کا بھی انقباض نہ پہنچو
پردہ انوں کے ساتھ ہیں

اس نعل کے بزمِ صحت ہی آؤ اس ہے
جو کوئی ساتھ لے کے ہاں گل میں ہیں

اب کے گل تم وہ رہے
اب کے گل برسات پہلی

دنیا تو جانتی ہے بڑی خاموش رہیں
دنیا کے مشغول پر دعا اس گل میں ہیں

ان آنکھوں نے لوٹ کے گل
اپنے اوپر ہت نہ ل

چہ سزا ہے اثر ہے پہاں کی حدانے ساز
خفاں سکوت ہی گل حرا اس گل میں ہیں

ظفر یہ ہے بازئی دل
اس میں بیت سے انت گل

حجابِ بکا لہ ہیں وہ تعددِ نوازیں
یہ سروشت ہے سوزِ ہوا اس گل میں ہیں

گیت ۱۰۰

قرعہ ۱۰۰

قرعہ ۱۰۰

زنجیرِ بیا صبا ہے
ہم پھر بھی ہیں آفتاب ہے
لے دامن گل گواہ ، جہنا
کچھ داغ گل ہیں گلاب ہے
یہ دشت میں گھومتا لجنہ
کہ آبلہ پا کا خواب ہے
یوں دل میں تراویں لگا
سحر میں کچھ گلاب ہے
ہر دلت کس کی یاد آئی
وہ یاد بھی گیس خواب ہے
ہر سوچ سکوں کو ایسے دیکھا
جہاں ہی نہیں سراب ہے
ہر قطرہ نون میں جل رہا ہے
اک گیتِ شہاب ہے
کاغذ سے بیت ہم بھی لکھ
پر اسے صبا ، گلاب ہے



و ہوا خاک و پہ میں قول ہے خود سے

بہت ہذا تو پس وہ میں کاب ہے

مٹا کر تیری نگاہوں کی طرف شربت نے

شکستے ہوئے ہیں جس طرح اک کاب ہے

خاکستے تھے جسے پہ ہو وہ ہوا میں

کہ اُٹھتے تھے دیکھتے تو آں ب ہے

دھل کر تھے قد و رخ میں تمام دھانی

خوشی یہ تھی کہ بنے جو وہ کاب ہے

ہر کس کی چشمِ فوں ساز کا تھکا ہوا

گھول میں شہد، نگہ تاک میں خواب ہے

ہر کس کا کلم ہے باہم دگر ہیں حالتِ غفلت

ہے جو اب میں گوہر انگڑ میں اب ہے

جہاں خدایہ عرفِ جمال سے بآواز

جو آفتاب ہو دھما تو اساب سے

کچھ کم ہوا، اضطراب مجھ میں

بکلتے رنگ کی غلاب مجھ میں

ناکام دھم جو زندگی مجھ

وہ شخص ہے گلاب مجھ میں

پہلے گی نہ کاشتات میری

کٹے گا نہ آفتاب مجھ میں

تہذیبِ جنوں سے بگڑ گیا ہے

دھن کا جو آفتاب مجھ میں

دھما کہ طرح اُچھل دیا ہے

جہد ہو، اک سو اب مجھ میں

انہیں ہو میں نیند سے گزراں

ہے کون یہ جو خواب مجھ میں

بلِ عقل سا دھما ہے میرے اندر

ہرما ہے کوئی صاب مجھ میں

ہر رنگ جو دھما تو چھتا ہے

دیا ہی ہے اک غلاب مجھ میں

چرب کی لکیر پر کہ دہی میں

باقی نہیں اب و صاب مجھ میں

کہ خوابوں مجھ میں ہوں گی محنت

پر صیاب میں ہے صاب مجھ میں

میں ساہوگر ہیں، نہ کی ساری وہ ہیں

ہیں گرسے چاغِ خاکِ بھنگ ہیں سر میں

جہاں ہوں کیا کہہ کر کہنا ہوں محسوس

شہدوں کی گزیر ہواؤں کے اثر میں

ابا ہے ہواؤں کی لہریں تیری دھما

اس طرح گراگ ہی لگ جاتی ہے گریبا

بچے ہیں میرے غلام ہیں میری تو پہنچ

مجھ سے ہی سو ہے میری آواز سنو میں

نوعت میں میں خوابِ محبت کا منظر

اب دیکھو وہ دیکھتے لگا تیری نظر سے



وہ جس کی دستاویز تھی، دلہنوں اور میرا تھا
نہا ہوا قصوں کی قیس، مگر انسان میرا تھا

جس کو نہ دیکھنے... نہ جانے
کس نے کہا، مگر اب دیر نہ پانی

نہا ہوں کس کا فرسوسم سے مل جانے
نہا ہوا آسمان و بحر، کبھی سینا میرا تھا

ہاں کہ وہ گٹھ می پڑوں کی دھول تھی
یہی یہ کیا، کہ مل کو ستارہ بن جائے

یہی کہ سر نہ تھا تو بھی، تجھ میرا تھا
ہاں، اس موسم کا سہم پر ایسا تھا

ہاں کہ غم کی دھول تھی ہر سو پر چھپے
ہر صفت جو گھر خیر، سنا نہ میرا تھا

ہم سو گئے، شمع کو جو نور چھپا رہا شب
اب تیرگی کو بیچ کا خروہ نہ پانی

وہ کہ میری پکیں میرے ہونے سے عالی تھی
یہ کہ میرے دامن کا ذوق مقرر ایسا تھا

کھڑی تو خروہ میں نہ تھا کی کر دانا میں
تسک میرے پہ چہ انہما میرا شاد میرا تھا

اب ہنسون میں دیکھنے، سما ہونے کے لیے
اب پانچوں میں ایلو کا بہرہ نہ پانی

آنسو نہ دیکھنے کے لیے نہ پانی کا شہ
میرے اندر اک خراج مسند ایسا تھا

فیض شہ کو بھوکہ ہم بکھڑے گئے ناقص
توڑی سب آہی کی آہیں میں کب پیمانہ میرا تھا

ہنسون کا کھسک سب کاوی، ہنسون کا غم
کیا کیا اسے فرما ہے، کیا کیا بنائے

ایک اکیلے رنگ زرد میں گروہ کا قفس
میرا حال تو یہ دھبہ سے باہر نہ تھا

ہاں کہ غم کی دھول تھی ہر سو پر چھپے
ہاں کہ غم کی دھول تھی ہر سو پر چھپے

کب تک وہاں کچھ نہ ہونے میں، ہنسون
کب تک وہاں کچھ نہ ہونے میں، ہنسون

ہنسون میں اپنی جان کی شعلوں میں نہ تھا
ہنسون میں اپنی جان کی شعلوں میں نہ تھا

ظاہر کسی پہ اپنے نہ حالات کیجئے
چھہ بھی نہ سکے بسر اوقات کیجئے

جو صورت بہار بھلا جو دھج زندگی
چہا وہ اپنے پیچھے میں جذبات کیجئے

خواہش ہے زندگی کی، تو فکر سواش میں
صرف اپنے آپ کو دن رات کیجئے

عزت کو قبول ہوں، جو آپ کو پسند
تیم ہر کسی کو وہ سوخت کیجئے

لوگوں کی دھرم میں تو دنیا نہیں ہے
جو اپنی دھرم میں ہے وہ بات کیجئے

ہوتے ہیں بڑے خصوصاً، شہر و دیہات
پھر تو ضرور ان سے ملاقات کیجئے

شاہد بیان تو صوب میں دمری پیرنگ
تقریباً بھی ہے کہ خیالات کیجئے



وہ اپنے سفر میں نے پٹ کر نہیں دیکھا
ہب گھر سے نکل آئے تو پھر گھر نہیں دیکھا

ہاں سرگزشت اپنی دستاویز میں نے دیکھا
باتہاں دیکھے ہیں وہاں سر نہیں دیکھا

اس صوف سے فرش کے ساتھ سفر میں
ہم سفر کو ہم نے لکھی پڑا کو نہیں دیکھا

انگڑے میں بسے ہیں طوفان کی آگے
لوگوں نے کبھی ذات سے باہر نہیں دیکھا

پھر دستِ تجسس کوئی تصور کی ہے
کیا آپ نے کچھ کشیں صبا پر نہیں دیکھا

کچھ میں سرچش دہن کم بھی تھا
کچھ تم نے جنتی سے آکر کو نہیں دیکھا

اب ایسے آواز نہ ہے میں کہاں رام
نواہب کے اور مستند نہیں دیکھا

میں کی سیر کی سیر کی، جیسے کوئی پرسہ
نیل غولوں والی رنگ، خود بھی نیکلا دوسرا

وہ جو اس کے ساتھ کہ سنانا ہے، وہی ہے
دل دل چاہتے ہیں کہ وہاں کوئی نہ دیکھا

وہ بھی نکل سنا ہے، حق پرست کی ہر حق پرست
میرا وقت مانتے جگت سنا ہے، میرا بھی ہوا

میں نے کچھ پانچ پانچ شراکتے کئے
پانڈی میں اس کے ساتھ اس کے ہوا

ہم وہاں کے پچھلے سانس ساتھ تھا
یہاں تک کہ ہر دھڑکنا وہاں کی ہر دھڑکنا

میں نے اس کو کچھ کہیں اس کو کچھ نہیں
کابل کاٹ اندر آئے وہاں کی کابل کاٹ

وقت بدل جاتا ہے تو وقت کا وقت نہیں
اب وہ میرا سنا ہے، اب جو میرا اختر تھا



وہ میرا خواب اگر خواب کے برابر ہے

تو بیٹی میری سب سے بہتر کے برابر ہے

وفا کی بات کہاں بات تھی موت کی

سحاب نے جس نے کہا خواب کے برابر ہے

کوئی نہیں ہے کچھ اصف میں ہی میں زندہ

یہ واقعہ مجھے اسباب کے برابر ہے

خود پناہ مست زینہ ہے میرا اک ایک یاد

ہر اک دقیقہ کہ احباب کے برابر ہے

غرض وقات میں جو شمع تھا وہی دلا

بخار، تو شمع ہے عجب کے برابر ہے

جو عشق کھول نہ پائے نہات ذات کے بند

نہانہ ساز ہے اکواب کے برابر ہے

مگر ہوں کہ گوندوں میں آہی آباد

تو ایک ابر ہی سیداب کے برابر ہے

شکستہ ناز ہو ہو لوگ بھی شکستہ ہیں

تو ایک میری گھڑی کے برابر ہے

یہ ساطوں سے خزاں جرات دالے لوگ

کچھ سچ ہیں تیرا آب کے برابر ہے

چنے میں سانس انگ دیا ہے

ہفت روزہ دیا ہرگز دیا ہے

ہوشوں سے لگا ہو چنے دالو

پتلا نہ جان دیا دیکھ دیا ہے

مروں کے گزرنے کی ہے آواز

دیا میرا دل دھڑک دیا ہے

بچکا ہے جہاں پر مینٹ

انساں کا قدم چک دیا ہے

پلو میں بے کہیں کہ دل تھا

بھولا سا وہ میں کے چک دیا ہے

دہان کے کھنڈر ہے کوئی اب تک

امید کا چہرہ شک دیا ہے

سولی پہ گھبرا دیا یقیں کی

صدیوں سے خدا تک دیا ہے

اے مالک جسم و جان زمین پر

شہکار تو اس سک دیا ہے

آنکھوں کے لٹکوں شکستہ ہو جائیں گے شام کو

دل بھر رہے ہیں کہیں کوئی شام کو

دل کا درد نہیں ہے دھوپ نہیں پڑی

دیراؤں سے لے کر دیراؤں کا شام کو

دہان کے شہر میں شامل شام کو کوئی تباہی دلا

اکاڑوں کے ایلچے دھارے کھانے کے شام کو

سادے پر سڑیں ہوں گے دھڑکے شام کو

بچے پڑیں اتھارے ہوا میں شام کو

ہر جاگے گھر ہاں سادہ پنڈا نکلتی

شہر کے لوگ تو عدالہ کے کھانے شام کو

اس سے پہلے ہی کچھ ایسا ہاتھ
جسم سے سانس کا رستہ ہاتھ

کئی عام ہیں مگر دلوں نہ تھے
بد نے حسرت کو تمنا ہاتھ

مغزوہ تھی شب اشعلہ جگر ہم ہی نہیں تھے
خاشاک سے کیا کھو، شہر ہم ہی نہیں تھے
تباہ کیا کھ گچہ بولانی کبھی تک ہے
کوئی چنگ نہ دم دل کی گرجی کبھی تک ہے

تھکاتی ہے سو بہ نظروں کی نظر سے
اُس دم میں شقائقِ نظر ہم ہی نہیں تھے
کسی کو جانِ نعل کہ ہے کی مہرچاہوں میں
خاندہ دستِ ساحل تہائی کبھی تک ہے

تھے تپ کے ہی نقشِ حدم اپنی گلی میں
آگ سردا گندہ ہم ہی نہیں تھے
ہاتھ نہ لگے سے کیا بڑا کر دیا میں
نہیں معلوم ترسے حکم ورنہ کیا تک ہے

اک عمر صداقت کی داغی نہیں دعائیں
پھر آئے دہنے کو تو گھر ہم ہی نہیں تھے
دو دو لڑکا ک گھر بنا کر سوچا یہ ہوں
کہ گھر پر نصیب بھلا سدا کی کیا تک ہے

ہر بار دے منتظر جاہ و گرم
ہدایوں میں ہوا بار و گرم ہی نہیں تھے
سب دھڑا کر پاؤں تو تباہ کھٹکے کھچر
سب دھڑا کر پاؤں تو تباہ کھٹکے کھچر

خود خنداں کو سب فکرہ حق ہے سحرِ شایہ
اب حاکم کھٹا، اہلِ ہنرمیں ہی نہیں تھے
خود خنداں کو سب فکرہ حق ہے سحرِ شایہ
اب حاکم کھٹا، اہلِ ہنرمیں ہی نہیں تھے

پہن اس کے وہی سیراب ہوں
میں سے قطرے کو بھی دیا ہاتھ

سچا کو صوب تیراں دد کیا؟
جان کر دد سے رستہ ہاتھ

شکلِ خاشاک دے گرم سستیز
نور دیا نے جگ کا ہاتھ

پھر گواہے ہونے موسم لوٹے
پھر خط و رنگ نے نقش ہاتھ

پھر ہوا سلسلہ اشک دہاں
پھر خیانت نے سائن ہاتھ

دیر تھی اولیٰ سخن کی حسرتیں
پھر سماں ہم نے ہی ایسا ہاتھ



دستوں پر شرف چھل کرے آسمان سے
کل شام دشام آئی محب آں ہاں سے

گروہی یہ کس دیار کی خوشبو بھری ہوا
مہکار آئی طہر کی سدا سے گلخان سے
تہا حق بام سے دیوار اور ایک مٹا
نہیں تھے غمرو میں گن اور گھر کیلا مٹا

ہجے کہ کسمکے عہد جاتے چاندنی
بات اُس نے کی ہے گنتی جگ سے ساق
حق آرزو کہ دیوں دہر سے عداوت
میں ڈر گیا کہ یہ دہا سے کھلا مٹا

مرگ ہی جسے ہو گا زلے میں تو جہا
تیرا پتہ لے گا مری داستان سے
ہے ہاں بھٹے ایں نیر قرینہ نہ میں
و جنہی زباں و کون خبر اور اٹھاتے

نور سے اٹھنے والے پہلے ہوتے درخت
آہر ہو گئی پہاڑ پہ چاند اک چشما سے
کہاں خاک میں شجاعت کی دلیوی سیاں
کہ اس کی ساری ہے میں اور کھلا مٹا

عجب ہے جسے اب بھی ایک کھنک کے نصیب میں
دو پہلوں کے ہاں کے دھندلے نشان سے
ہم نے مزے میں دے سرگرمی لائی چوہ
ہوئے تیز کی زد میں شہسوار کیلا مٹا

اتر تیرا زور بدعت کے باوجود
وہ دھماکا مڑے دہم و گان سے
شہادت لب خاموشی کی ہے طرز سخن اور
ہم یوں بھی کبھی نصیب تو گنار اٹھاتے



جو جنت کث جانے داریت نہیں دیتی
یہی کہو ایک سی ماضیت نہیں رہتی

ہر مسئلے کی محنت کے باب میں آئے
خوش پایا تو پھر جواب میں آئے
یادوں سے جہاں کی حق ہے گراں تو
قربت جو پیشتر تو مرزیت نہیں رہتی
جو میری آفریں خواہش کی ترماں شہری
وہ ایک خار چہاں کی شاخ چہاں شہری

نوشا وہ شوق کہ نہ دے سکے ہر لمحہ کو
آہ سے نسیب کہ تم انتساب میں آئے
مخزل کاشیں پر تو کث جانے ویرا چیں
محنت جو تو ہے میر ماضیت نہیں رہتی
یہ تم نہیں کہ مولا آستیناں دیا نہ دیا
خوشی ہے کہ کہیں ہوتی ہے وہاں شہری

بزر ضبط کون دل کو اپنے پہنچاؤں
مگر وہ شکل جو ہر روز خواب میں آئے
آشوبِ عبادت کا دوا بھی ہے غم
کہہ گی میں رہتا ہر صیرت میں رہتی
وہ تجویز ختم خوں ساز حق کہ مہر کرم
وہ ایک ادب ہے میں دوا بہاں ہر شہری



وہی نصیر مودہ ضمیر لکھ دیتا
ہمارا ذکر جہاں بھی کتاب میں آئے
سے دوا تو خود دیتی ہی آنا شیخ حرم کو
جس کا ہے تو دستار فضیلت نہیں رہتی
کبھی تھے اس میں مولا زکریا کے جنگ سے
وہ اک گی جو گزرا وہ دشمن شہری

دیا کے دور میں پیکار کی تھی جو مگر
یہ وصف ہی نہ کہیں اعتقاد میں آئے
پتھر تراش کر یہ پیر سے نکا بہت ہی
تخلیق کو شیشے کی ضرورت نہیں رہتی
وہی تجویز دست کار ماضی ہی تھی غلبہ جہاں
وہ ایک ماضیت دیکھ جو سب کو شہری

میں اپنے دیکھ کی تھی سے پیکار کا ہوا
یہ جزم بھی مرے قریب صاحب میں آئے
مردانہ دوا پیش میں ۱۸۰۱ء میں آئے
ہے میری دور کی شکایت نہیں رہتی
یہ اس کو بھول ہی جانے تو کس طرح بقرا
جو شہر و خانہ مرے ہی کے دیکھ شہری

یا قرعہ لیا گیا ہوا ایک کڑی کی ایک ہونے ہے
ایک صد و خیرہ مال آئے ہر دین پر ہونے ہے

ہر دین کا اس قدر ہوا تو دین کا ہونا ہے
مہر ہونا ہونے کو دین کا ہونا ہے

یہ کہیں دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے
ایک کہ دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے

کب ہونا ہے دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے
مہر ہونا ہے دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے



ایک کہ دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے
مہر ہونا ہے دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے

مہر ہونا ہے دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے
مہر ہونا ہے دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے

مہر ہونا ہے دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے
مہر ہونا ہے دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے

مہر ہونا ہے دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے
مہر ہونا ہے دین کا ہونا ہے دین کا ہونا ہے



دن تک صوبہ خواب آنے کو ہے ہر
ہے بقیہ زیر کتب آنے کو ہے ہر

ہر قدم گریزاں تھا ہر نظر میں دشت تھی
مصلحت پرستوں کی ہر ہری قیامت تھی

عزلی قتل تک کون سا حق دیتا ہے
گروسی لا حاصل ہر سوز کی قسمت تھی

ہر ایک دیت سونا ہی گئی ہے
کیوں آگے صوبہ آنے کو ہے ہر

ہر ایک دیت سونا ہی گئی ہے
کیوں آگے صوبہ آنے کو ہے ہر

ہر ایک دیت سونا ہی گئی ہے
کیوں آگے صوبہ آنے کو ہے ہر

ہر ایک دیت سونا ہی گئی ہے
کیوں آگے صوبہ آنے کو ہے ہر

ہر ایک دیت سونا ہی گئی ہے
کیوں آگے صوبہ آنے کو ہے ہر



و محبوب کھائی تو ہر ذل میں مٹھیں وہ جانے گا
شام تک شہر پر تھیں دھشت گھٹاں وہ جانے گا

موتے ستانے قرعے آسمانی کیسے ہیں

قری نہیں ہے یہ کالے نکلان کیسے ہیں

پائے سامنے خواب گریوں میں کہیں کچھ ہونے لگے
ایک رسوائی کا درختہ مادیوں وہ جانے گا

چھتیں ہیں جن کی نرنگا رو در زینتِ دلی

کیں ہیں جن میں بہت خوشی نکالیں کیسے ہیں

آہٹوں کے ساتھ سو بائیں گی پالنگی دگر نہیں
وہ ہے دل لنگ ایک ستا آواز، ملنے کا

ہر ایک خواب پہ بچنے ہوئے حواسِ قائم

گر بتاؤ مرے جم و جان کیسے ہیں

دوشی کا ریزہ ریزہ پاٹ جانے گی ہوا
جھگڑوں میں کوئی جگہ توئی کہاں، جانے گا

بنے گی اب تو کہیں پانیوں پر ہی قربت

آئی ہے آن ہے پھر بادیاں کیسے ہیں

دشت کے سلسلے تو دستانے دسدروہ میں
شہر بھر میں کلن اپا سہریں وہ جانے گا

لگا بیٹھ مصیبت میں، کدک درخیز

یہ اسم کہ مرے دردِ زہن کیسے ہیں

آخر شب بچو گئیں انھیں بھی شمعوں کی طرح
دن کہاں اب تو فتنوں کی گالیاں، جانے گا

زمی تو صحت ہے فصلی مولے کی حق میں

کوئی بتاؤ کہ بہت آسمان کیسے ہیں

پوست پہنے جانے لوں کے ساتھ ہو گا کوئی
اور اپنے دشمنوں کے درمیان وہ جانے گا

غیر خاک ہے اور جسم آتشیں، انہار

سے ضمیر ہے یہ احمق کیسے ہیں

کھلے پس منہ تو ہر جوتیں گے کوئی دلی کیا

سنا کو کہ پھر جاتیں گے کوئی دلی میں

ہوا کی ایک صحت بکیر دی گی ہیں

دھک کے رنگ اُجڑ جاتیں گے کوئی دلی میں

سرت کی دوت پہ کب تک قدم تباہ کیسے ہیں

یہ ہی بٹے تو اکڑ جاتیں گے کوئی دلی میں

ذرا دکھ کہ جُدا شہسری طعنے، اپنی

سفر کرنے تو نیر جاتیں گے کوئی دلی میں

ظن کی دھول اٹھن پر آتہ کہا ہے نسیم

نعرے کہیں گے گر کہا نہ گئے کوئی دلی میں



کچھ دلوں اپنے گھر دہا ہوں میں
اود پھر دہا ہ دہا ہوں میں

دوسروں کی خبر تو کیا پتا
خود سے بھی بے خبر دہا ہوں میں

وقت گو ہم غصہ نہ تھا میرا
وقت کا مسخر دہا ہوں میں

ذبحہ ذات کا سحر اود دانت
دیر سے دیر سے اکر دہا ہوں میں

نہت رفتہ سحر دہا ہوں میں
نہت رفتہ سحر دہا ہوں میں

تو بھی دیکھے تو اچھی جانے
آب کے وہ سواگ بھر دہا ہوں میں

بہ حقیقت ہے شہر کہ اب
گشتا آگزر دہا ہوں میں

آگ ہے اود سنگ دہا ہے زیست
داکہ ہوں اود بھر دہا ہوں میں

ہوا کے دوش پہ اکھٹک دلیں ہیں دکھا ہے

زہی کے ساتھ گئی آسمان بھی دکھا ہے

ہری دہی ہیں دل دہا میں بارشیں گیں

کہ عاقبت چرخ میں امیر دہا میں دکھا ہے

میں اس کی اپنی اندریں ہوں پرتلنے کو

گہیں گہیں سے گہے بے دلی بھی دکھا ہے

میں اپنا کپ تماشا گئی ہوں کہ اس نے کہیں

موت دھو میں بہت نشان بھی دکھا ہے

اک اضطراب سادھتی ہے ہجر دہا میں

کہیر سے ساتھ سزا آسمان بھی دکھا ہے

صدائیں دیتے ہیں ہر شب بوقیہ دل سے

پیاں پر آپ نے اپنا مکان بھی دکھا ہے

دکھائی دیتا ہے کہ مجھ کو اپنے مرکز میں

بلے خود اپنے کے سرگراں بھی دکھا ہے

یہ سادھائیں ہے کس ہوا سے اغوش

جیس کے ساتھ ہی خضر گئی بھی دکھا ہے

نورِ پیسہ لگی ہیں بے جلو آرائی

ہزار رنگ تر خاک دہا میں دکھا ہے

تنگیوں کیا کیا بھولوں کی
ڈاکاٹ رسروں کی

سدا دودھ اموں پر
سدا جنگ اموں کی

بیک سلام گوئیوں کو
آگے سرخ بگڑوں کی

لہ دل اود سے خالی دل
فرشہ شرہ ہے بھولوں کی

ایک روم مسخرفوں کا
ایک بیاد بھولوں کی

خاکے ایک ہی پیکر کے
تنگیوں خاکہ بھولوں کی

گو تر خواب تو اچھا ہے
شامیں بھولے بھولوں کی



مرے زخموں کا گر پارہ نہ ہو گا

دشمنِ حق بنی کا سحر کش و دانی مانگے
دل کا یہ حال سر پہ سے ہی پانی مانگے

مری نظروں میں ہیں وہ نقشِ قریے

وہ مل چکی بات گھر چپ ہے آفتی کی دھڑکی
نئی امید نئی نشت کی نشانی مانگے

کئی خستوں تجھے سوچا نہ ہو گا

کب خیال تھا ایسی راحتوں کے آنے کا
شر ہو گیا بیچارہ رنگوں کے آنے کا

بچے ڈھرا رہے ہیں خشک پہنے

حقِ گمراہی میں وہ لہر جہاں تیرے حق
اب تو منزل میں ہوں سو روٹی مانگے

وہ مرے پیار کا افسانہ ہو گا

اندھیوں نے بھی دلچھا دیکھ لیا ہے سحر
گھونٹوں کے گیسے کا، جانوں کے آنے کا

پیارے ماہ تھا آخر ہوا غلی

دلت کی طرح ہر گہر گہر زخمی جاتی ہے
کیا قیامت ہے کہ پھر بھی گرائی مانگے

ہوا کے سانچے شہزاد ہو گا

شاہدوں کی قسمت ہی کیا اس دلتِ آفتی
شکر ہے ہر گوشہ نشینوں کے آنے کا

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

تسلیم و آزاتے پہلو، مشاہدِ دنیا
تب و تابِ مدد و شہید کا ثانی مانگے

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

کہ عیب ہی باتیں سوچ کر پڑاں ہیں
تیرا بزمِ ادب چاہا وہ صرف کے آنے کا

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

تیرے پر تو سے خود غالبِ عیادتِ انجیر
ہیں طرح رنگ آجائے سے سانی مانگے

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

وہ تو جا چکا کہ کایکین کھلے پہنک
سلسلہ خوں ٹوٹا آنسوؤں کے گیسے کا

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

تیرے پر تو سے خود غالبِ عیادتِ انجیر
ہیں طرح رنگ آجائے سے سانی مانگے

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

وہ تو جا چکا کہ کایکین کھلے پہنک
سلسلہ خوں ٹوٹا آنسوؤں کے گیسے کا

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

تیرے پر تو سے خود غالبِ عیادتِ انجیر
ہیں طرح رنگ آجائے سے سانی مانگے

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

وہ تو جا چکا کہ کایکین کھلے پہنک
سلسلہ خوں ٹوٹا آنسوؤں کے گیسے کا

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

تیرے پر تو سے خود غالبِ عیادتِ انجیر
ہیں طرح رنگ آجائے سے سانی مانگے

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

وہ تو جا چکا کہ کایکین کھلے پہنک
سلسلہ خوں ٹوٹا آنسوؤں کے گیسے کا

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

تیرے پر تو سے خود غالبِ عیادتِ انجیر
ہیں طرح رنگ آجائے سے سانی مانگے

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

وہ تو جا چکا کہ کایکین کھلے پہنک
سلسلہ خوں ٹوٹا آنسوؤں کے گیسے کا

نکلیں کا کوئی دستہ نہ ہو گا

کیا دل کی کیفیت، تری پامت کے علاوہ
سورج میں نہیں کچھ کی شکست کے سوا

میں تو یہ گھٹا ہوں کسی اور کا حق ہے
کہ اگر میں دھوپ تو ہے سائیل نہیں مجھ میں

۱۰ جانک وہاں میں لے اچھا نہیں ملتا
اس گھر میں، امرک چیز ہے فریب کے علاوہ

میرا تو کسے نہیں، تو یہ جڑوں امری
مستعد نہیں کچھ اور، شہادت کے علاوہ



پھر بھی دھلا، دھوپ کی شدت کے علاوہ
میں اپنے آپ میں اک ہے کنار ہوم ہوں

خام کا کبھی ساتھ دوست، مرے چلو
یہ کیا ہوا مرا کوئی نشان نہیں مجھ میں

میں نے تو کبھی شخص سے کچھ نہیں ملتا
اس شہر میں، اخلاق و مروت کے علاوہ

ملک کی نہیں مذہب کے جڑ سے تھی
کچھ اور غریبے، تری پامت کے علاوہ



اب بڑی کو میں ہی مشتعل و عیسوی نہ گئی
وہ چاہتا تو مجھ میں نکول جان نہ گئی

پتروں کے قریب آئینہ دکھ دیا

اک کپڑا ہوا ، دوسرا دکھ دیا

چہ کو تو اس گھڑی بھی قراۓ تیار تھا
عجب آخری امید بھی مہلت نہ گئی

دل کو خالی نہ بھرنے دیا رنگ سے

جب پرانا ہوا ، تو نیا دکھ دیا

پگھلا ہے عجب سے یاد لگ کر کہتا ہے وہ
یہ زندگی تو امداد بھی آسان نہ گئی

کس نے پتھر پر پڑا میں مری مات سے

کس نے آنکھوں میں اک دھجکا دکھ دیا

آباد تھی میں قبر کے قدم کے شاں تک
جب تو کھد گیا تو میں حضانہ رہ گئی

ایک دن تو کو گر لوٹ آنا تو ہے

ہم نے یاد بھی نہیں وہ کھلا دکھ دیا

تو نے ہنر کے ساتھ مشایخ ہیں بے
مجھ میں تو قیر سے کس کی پہچان نہ گئی

جانے شب کس گھڑی یاد آئے تری

خواب کی سیر میں پد دیا رنگ دیا

یہ شام بھی بہت سہ تری نسبتوں کے ساتھ
بھول دیا بسے کے اصل کا اسکان نہ گئی

اپنی خواہش میں خود کو کئی خط دکھے

ان کو کھولا ، پڑھا ، تھک دیا

میں حمد ، شہناز پہ تاخیر سے پہنچا
یہ ذمہ لگے اپنی ہی شہر سے پہنچا

کس خاص تیار سے پہنچا تھا کوئی رنگ
یہ شور پھاتی ہوئی تھوڑے سے پہنچا

یہ سلسلہ عشق جو پہنچا ہے یہاں تک
فتنات کی کئی ہوئی تھوڑے سے پہنچا

میں اپنی شکستوں پہ پریشان تھا کاہل
پیغام کوئی یاد لگے میسر سے پہنچا

ثروت مری تہذیب کا آئینہ کو تو
اس نام تک کو نہیں تھوڑے سے پہنچا

جولائی ۱۹۸۱ء

منیر احمد

جولائی ۱۹۸۱ء



تمی سے چاہے نہ رکھتا مددِ ہفت کوئی
وہ آنکھ چھپ جو تو پھر جوت بھی مت کوئی

اس آبِ دغا کہ سے کج چاہے کے بنائے کئے
وہ ہم ہیں جس میں نہیں ہے مشابہت کوئی

نشانی کسی کا پھر سیاہ میں آیا
بہت جہاں تھا، کُش و کام میں آیا

چرخِ گشت کے اک طاق پہ میرا ہم
خر ہوئی تو ہوا کی نگاہ میں آیا

خجائے تری شاخوں سے میرے مادے تر
دلا کیا دہی پانی کہ چاہ میں آیا

اُسی کو بخش دی یہ کب دھینگ کی نیراز
وہ بے توجہ جو شبِ سرِ سیاہ میں آیا

ستم کی شام سے اک شام اک ٹکڑہ شد
بھا چلی تو کعبہ دادِ خواہ میں آیا

میں ایک شام کا خود شہر کا سپر فریب
تجرا کا ب سری خیمہ گھاہ میں آیا

سب سے پہلے جینے والا آدم ایک شکل ہیں
اس کو جو کا سر نہ دیکھا میں پر نہ تو حال کیا

منہ اور مشیت کہاں ہیں جڑِ مال کی پڑی
محل کے چھوٹے سے سے جس سے چٹکی چلاؤ

بڑی پہلی ساگر ہے دھن کی پہلی یہی ہے
پڑی اس کی آئی بہت اور کچھ بھی بہت اس کی پڑی

کون دھاری کوئی نہیں ہے پلے نہ دکان پڑا
اسی حال نہ سستکی میں دل کا رجم کمال پڑا

سرِ سر و شاہد کیا پھر جو غافل اس عرق
بہرے پہلے آگئے والا سبز جب ہال پڑا

پھر نہ جائیں دوبارہ جو مل کے پٹھے پڑی
چنا نہ دے کس پھر باہر بہت جہت کوئی

دغا کہ و شہر تھا ہوئے نہ رقی شہر
بڑی قن باقوں میں نہ پھر سست کوئی

یہ رہگذار ہی جانے گی صرف منزل تک
مسالوں میں تو باقی نہیں سکت کوئی

عجب حق کھوسے سے نہ کیجئے کی ادا
سو نہ کہ جلق گیا تم کی سلطنت کوئی

میں کیا تمیز کروں دوست اور دشمن میں
کہ مجھ سے کہ ہے مجھ میں سادہت کوئی



تمام عالم امکان سرے گمان کیا ہے
مرد تیرا کون چراگ وقت کی گمان کیا ہے

اگر وہ مجھ نہیں ہے کریم کشف کئے
وہ صرف وہ شام ہوں جو اجنبی زبان میں ہے

یہ ملک کب ہے پاؤں کا دامن و لگیں
غیب طرب کی شرفی میں آباد کیا ہے

کئی دنوں سے اُسے اپنی فکر ہے لاحق
کہ امتوں کو نہ دوست یا سبائی میں ہے

جہاں دلیل کو بھرتے تو رہتا شہر سے
وہ شہر رنگ دلاں تخت اجماع میں ہے

بچے صد کی بچا میں عزیز ہے اکبر
لیکھ پھول سکھ دلاؤ دینا نہ کہ ہے

آیا ہے میرے ہنسنے کا شہر زالی غنی کا

کے شہر ہے نیلے پانی کا کب بانہ ہے کالی غنی کا

ہر رخ فلک پر پہنچے ہیں کچھ ہر جسمی رنگوں کے

کہ قبر نہ میں ہے دفنانے کا یہ شخص جہاں غنی کا

اگر وہ کس سے مل گیا ہیں ہر رخ کو پہنچے ہیں

تھیرو گویں کہ ہوں ایک قصہ خدائی غنی کا

جب پیدا دشت نام والا غنی ہے کہ ہے

اگر یہ گل خشنے پانی کا کہ گودہ کالی غنی کا

یہ شہر تھا اکمل ہے اُس فہم کے قصہ انصاف کا

یہ عالم میں کدو کا ہے تاثیر سے خالی غنی کا

یہاں کچھ کو بہتا ہیں میری مائیں کے صورتوں

یہاں کدو گشتی دے جا کہ خواب شالی غنی کا

چراغ جلتے ہیں شب سرخی و خلقی رہی
یہ حرف حقیقت افروز سے پہلے ہی رہی

جان کی بھیل پر تکر بچوں کا دلق رہا
تجوں میں دل کی کرت کو میں نہ بچہ ہی

یہی قصہ کمان کا ناست میرے ہے
سکے سکے کے گرام گرام کام چلتی رہی

جی رہی سرے پیکر پہ مددِ شک رہا
شہر میں کے گھر جہاں جانا میں جلتی رہی

یہ خوف تھا کہ حقیقت کے فکر کو اور
کہ حاضر اڑو جانی کے لیے غلطی رہی

ہر ایک نقد میں دقتیں ہی شہر حیات
نہایت معجزہ موندن میں نہ سیرت کو شہر ہی



کہیں گس نے گس کو بھلا دیا میں نے
وہ ایک حرفِ غلط تھا مٹا دیا میں نے

میرے ہاتھوں میں نہیں کوئی جھوپ کے بری
جانے کس اسم پہ کھٹا ہے یہ دھنپ کے بری

دھومِ قشعر ہی دیکھ کر ہی ہنسا رہا
وہ جس کے واسطے دوا بھلا دیا میں نے

کچھ تو جھٹکتے تھے ناکرہ لگا ہوں کی سزا
نہ پے آؤ گی کہ ہیں کچھ اور جھوپ کے بری

کسی خود ہی کبھی تو شو کہ تم کہہ دھونے نہ دینا
یہ آج سے کھول دینا کھول میں کس کو چوتے دینا

میں اسی کی بات کا ہر دم جنس کے ہر لگا
کہ جو سدا سے گفتار کا دیا میں نے

رقصِ ماسپ کا جادو ہے میرے خیر میں
کس کو درکار ہے کس شغل کا سرب کے بری

کس کی یاد کا اس موسم گل کی رفا قسمت دی
میرے خاں سے لے کے کی طرب سے ڈالنے نہ دینا

میرے ضمیر پہ دینا کا کوئی قرض نہیں
ہر اک جنا کا سب سدا دیا میں نے

ہاں جیسے گایہ گوارہ وہ وہ دور بہتا
دلہ کو شیر لگے یہ بچے تھے گلری کے بری

آرتا گلن پریمِ فدا کی آؤ سے اور ہر
یہ گلی غلورہ بیخواب گلن پر چرتے رہتا

دھول کے پہاڑ میں دینا خود پسند رہا
جو افک آٹھ میں کھٹا گرا دیا میں نے

تو آشت تری جاہت تری شفقت کے خلیل
کتا ہے گا، مراد یہ تو رب کے بری

غزلِ دوست جان آفرین ہے کچھ نہ ہے
گروں کی راگن میں وادی کو جانتے نہ دینا

میں مشتِ خاک نہیں ہوں کچھ نہیں مٹا
یہ مجھ وہی ہوا کو دکھا دیا میں نے

مجھ کو پھر میرے شبِ درد کو دکھا دینا
میرے آٹھوں میں رہی یہ میرا خواب کے بری

حسبِ موردِ غم کی طربِ انس کم نکالی کا
نکبہ جاں میں کھڑا اولیٰ گراؤ کھٹے نہ دینا

یہ تم نہیں کہ نہاد سمجھ سکا نہ بچے
میں سوچتا ہوں اسے کو کیا دیا میں نے

تو نے ہر بار بہت خود کو بچاؤ افریقہ
میرا گہنی تو ہی میرے سوا رب کے بری

سایا جاں میں اس کا شو بہت کسکے اٹھتا نہ
میں اس شو کے پہلے بڑی بھر جانتے نہ دینا



میں نے جس میں کامیابی کے بیان رکھا ہے
کالی آنکھوں میں گویا زبان رکھا ہے

بہت عجیب ہے طرزِ رفتہ ہے رنگِ رفتہ
پتہ نہ ملے گا کہ یہ کون سا ہندوستان رکھا ہے

بہارِ دہلی، جہڑ و برہم پور لے جا سنا
ہوا کے گٹھ ہے اگر بادِ ہوا لگتا ہے

دہلی پر مغفل حرفِ دعا رکھا ہوا ہے
تو جگہ مستقل نہ تھا رکھا ہوا ہے

میں نے جسم کے خانے میں عجیب کے عجیب
یہاں بند ہے کوئی نہ کوئی ذات ہے بہت

پس خندہ نہ مریں پٹیلے پہ سارے
کہ سر پہ دھوپ کا بربادی رکھا ہے

مٹاؤ نہ دی ہے کوئی بہت خوب مریں
نظر میں ایک منظر رکھا ہوا ہے

دی ہی دیکھ کے ہفتے دی دیکھ کے سب
گھر و غم میں گم ہے یہ ہندوستان رکھا ہے

پھر کہہ کہ ہے اک آنسو مجھے نہیں دیا
لگ نہ دے سے اپنا نشان رکھا ہے

پتہ نہیں دے سکتے ہیں عقل گم ہوا ہے
اب اس حیرت کو کہ میں دیکھا رکھا ہے

مادہ ہے نہ دی ہے بری دھواں اُداس
دیکھ قویٰ مرا ہے کہ میں ہوا نہ پتہ

بہارِ قویٰ سرائے گھر و دل ہے گدا
سو گھر بھر کے خالی رکھا ہے

پتہ کی سب کھنڈ لگتی ہیں خواہ
کہاں تیر حتم و مستم رکھا ہوا ہے

پتہ ہو میری آنکھیں، پتہ ہو میری زبان
گھر گویا میں دھواں ہے شعورِ بدست

دینے بھائی دی، دل بھائی کے تو بھائی
ہوا کے سامنے ہے امتحان رکھا ہے

زبان کو شکایت ہے خزاں حرم میری
تسک لے کہ شمع کا کپڑا ہوا ہے

میں کہتا ہوں، ایک ہیوں سامنے ہے دی
میں دیکھتا ہوں، پتہ نہیں دے سکتا ہے

ہو انگلیں، ہوا ہی جہاں، نہ دیکھتی
کمال ایسا، ہوا ہی جہاں رکھا ہے

نہے سوچا نہیں دے دہلی سے ہم نے سید
یہ دیکھ کہس و کھس کی خاطر رکھا ہے

یہ عمر بھر کی مسافت ہے پتہ نہیں دے سکتا
نہا دیکھ ہی دھواں ہے ہوا نہ دے سکتا



دعاوتی نصیب ہو کے رہ گئیں
بھتیں رقیب ہو کے رہ گئیں

پہلے ہیں نہ آفتوں میں پتر ہیں
یہ بستیوں عجیب ہو کے رہ گئیں
گھر میں ویران حق نکو شمع نہ مل رہا ہے
زندگی سے یہ سرا دوسرا بھرتہ ہے

قرس دہا کی لڑائیوں پہلو کو تھیں
غریب کا نصیب ہو کے رہ گئیں
جلی اٹھاپے اسی غیم کی حرارت سے ہیں
آسمان جس سے سر پہ پل کا سر نہ ہو چکا ہے

ان یک بل و ملک کی ساری خوشیوں
سے بیت قریب ہو کے رہ گئیں
اہل خانہ ہوتے خوابوں سے مری ٹھہر چکے
رہ گئے کاشت نہ کرے تو وہ کب سوتا ہے



میں خود سے جب بچھڑ گئی تو میں تری
وہاں ہی صوب ہو کے رہ گئیں
میں کو جس فلسفے پر لپکے ہر ایک کا شریک
میرے احساس میں تنہا تپاں کیوں لوتا ہے

میرے دکھوں کا دگر شیر شیر ہے
تو میں صوب ہو کے رہ گئیں
کیسے وہ غول کوچا غول سے بدل دیا کیٹل
سو رہے پاتے صوب ایک کھٹکھٹا ہے

دعاوتوں کی عقل کاوہ مشق میں
یہ لڑکیاں صوب ہو کے رہ گئیں
تیرے بچنے ہوئے اک دم کو رشہ ہے کراب
جو کئی غم ہو میرے میدان سے کم ہوتا ہے



لک کے میر میں آئے صدمہ خیز ہیں ہے
بظرفِ کھوت میں ہم مگر ہر سفر میں ہے

سوا و شہر میں آئے تو درجہ گھوٹے
یہ صحرِ دشت میں پہنچے تو گزند میں ہے

وہ جہوں میں یہ کسا مقام کیا ہے
کہ دشت و دھ میں ہے ہم نہ گرد و پیش ہے

دینوں وقت کا سب کلام کیا کہنے
نہ اپنے دلی میں آئے نہ اپنے سر پہ ہے

گی گی میں گولوں کے دیو بھائی ہیں
گل کی سے کہا ہے پہن گھر میں ہے

اکا پر خوش ہیں مریں جہ کے مہارت خواہ
کہ گائیکی کا ہنوں کو کہ بیشتر میں ہے

نوک کا میل نظر بختیں رہنا ہے
فر شہر میں ہے یا فخر فر میں ہے

بجز گئے تھے تو باریک میں ساتھ جلتے
بجز گئے تھے تو کیوں حلقہ لغز میں ہے

خیزیں ہیں یہ شکستہ بال و پر بھی دیکھنا
تم سفر میں دیکھنا اور صحت مفرد بھی دیکھنا

عالمِ دل تو گول کا اس شہر میں ہر شخص پر
ہاں گراں شہر کی کہ ہے میر میں دیکھنا

دستاروں پر سلگتی بشتیاں تو یک ہی
قرینہ حال میں آئے، یہ نظر بھی دیکھنا

ہندوؤں کی سٹہ سائی، گراب و مگر
م شہر میں دیکھنا اور قریں خضر میں دیکھنا

میں کی خاطر میں ہوا ہشتا ہے آپ کو
اب اس کو بول بولے کا نثر میں دیکھنا

یہ تو آدابِ محبت کے منافی تھا مطلقاً
دھنیا دیوار سے یہ دیوار بھی دیکھنا

ہے اب پہلو میں دیا کی دھال میں آؤں
دھوڑتا ہوں دل لفظ ایسے جو پانی میں آؤں

یہ گھر میں ہے فصلِ غرا ہنر کی میں نہ گاہ
اب فوختہ کوئی دستِ آسمانی میں نہیں

یہ عجب ہم کو ملا ہے جھٹے چھتے ہیں ہم
ہم نے جو اس کا خواہ اپنی کہانی میں نہیں

اس طرح چلتی تھی پہلے کب بولے اقتبل
یہ مزا بہت تھا لفظ ناگہانی میں نہیں

خوابشیں کیا تھیں مصداقِ غلط میں تھے ہی
دیکھ لیں اس کو کہ جو بابِ محافل میں آؤں

ہو چکی تھیں بھرب تو خبر دیکھتے ہیں ہم
جو مکان میں دستیں ہیں، وہ مکان میں نہیں



ملیف ساحل

عنا آکھوں

سلیم کوثر

وہی گرو بیکو مثال ہے مرے واسطے
وہی رات رات نواں ہے مرے واسطے

ایسا تو اس کے پاس انہیں اس کے پاس ہے
یہ کیا کہوں کہ نہ تو میں اس کے پاس ہے
اس جامِ حیرت و حیرت کچھ کہی تو سر پہ نہیں پڑتا
کوئی خند مثالِ یاس کی کوئی کوئی کوئی نہیں پڑتا

نکھر دکھائی دیتا ہے سب کی طرح جو شخص
کس کو خبر کہ آسودہ دل اس کے پاس ہے
وہی سطر سطر مٹا نہیں ہی کتاب میں
وہی کس کس و بال ہے مرے واسطے

یہ ساتھ ہی گزرتے گا، سوچا نہ تھا کہی
یہ ہے وہی بھول ادا ماں اس کے پاس ہے
وہی من من بھی ہوئی صفتِ چرچا
وہی بات بات مثال ہے مرے واسطے



جو زخمِ مشترک تھا وہ تقسیم ہو چکا
اب وہ میرے پاس مثالِ یاس کے پاس ہے
وہی سانس سانس صلب ہے مری زندگی
وہی خوب خوب خیال ہے مرے واسطے

خزاں ہے بھلا بچا کے بھٹکا ہے گا
اندھی مسافروں کا زلیاں اس کے پاس ہے
وہی چرخِ چری آٹھ ہے میری گھات میں
وہی ہے کسی میری دھال ہے مرے واسطے

وہ جس بات میں ہے مہر کہ کس نے
اب تک مرا عزیزِ نواں اس کے پاس ہے
وہی شام شام ہے کہ بکا کا کے کوئی
وہی ماہ ہے وہی ماں ہے مرے واسطے



میرا سنا قہر سے بڑھتا ہی نہیں
نہرے سوٹ ہے کہ دھنک ہی نہیں

اس سنے سرگونا پہ آجانا ہوں میں
گھڑیں بیٹھے وقت کتنا ہی نہیں

یکہ نہ کہنے کی تسکین سے چور ہوں
میں کبھی بے کار بیٹھا ہی نہیں

میں سجاؤں کس لئے دیوار و در
میرے گھر جب کوئی آتا ہی نہیں

ایک ہی گھر ہی میں حلق سے گھر
وہ جگے میں آئی کو کہا ہی نہیں

ہے گئی ہر ایک انہادات میں
یہاں چہرہ کوئی پڑھتا ہی نہیں

ہر طرف خواب و خیال کی صورت گزرا ہے
یہ سال گئی پچھلے سال کی صورت گزرا ہے

ہے رنگ چٹائی کس کو کس میں رنگ ہوں
ہر چہرہ ایک سوال کی صورت گزرا ہے

کیا نام پتا میں اس کا کیا تشریح کریں
اک بکر کہ ہم کو وہاں کی صورت گزرا ہے

ناموش، محبت پرکشش، نہایت جلیہ
اک شخص میرے لیے الکی صورت گزرا ہے

یہ بیٹی میری بیٹی ہے کیا کہتے ہو؟
اس بیٹی میں دن سال کی صورت گزرا ہے

خوش رنگ لباسوں وہ غزلِ مقرر ہی
اس بار پریشان حال کی صورت گزرا ہے

اب خوف نہیں کوئی جگہ داگڑ سے
میں دُور نکل آئی ہوں پھر کے ٹکڑ سے

دیوار اٹھاتے ہو تو مضبوط اٹھاتو
ایسا نہ ہو دروازہ کبھی پائے ہی گھر سے

یہ رنگ لگا اپنے میں نکال بھی بہت پے
میں میں ہی ہوں خیر و شران میں کے گھر سے

اک موڑ پہ ہم ابھی ہیں کے گھر میں گے
یہ بات تو معلوم تو تھا نہ سنبھلے

جہی کہ ہوں ابھی یا بیک پہنچے سے ہوں
یہاں خود کو نہیں دیکھتے افسوس کی نظر سے





گزشتہ پانچوں کو دیکھتا ہوں

سر دھیا ہوں اور پراسا کرتا ہوں

سنو دنیا کے جنگلوں جیسے ہیں

میں خاموشی کے رونے کی صدا ہوں

مرا کی کس بل سے پوچھتا ہے

میں کس کو آہنی میں دھنڑتا ہوں

پہل ڈالا مرے قلموں نے کہ

خود اپنی ماہ میں بکھرا پڑا ہوں

تک پر کیا مری آواز پہنچے

جو باتوں تک رہے رکی دماغ ہوں

کچلے ماحول کا ہوں پھول نچ

مگر قلم ہوا سے مر رہا ہوں

کوئی نہ دیکھے کہ پڑ ہے سایہ درگشا

ہر اک اسے کاٹنے کو ہے بہ قرار گشا

اتر گئے ہیں ، تو پاؤں نہ گئے نہیں کہیں پر

میں خبر ہی نہ تھی کہ گہرا ہے خار گشا

وہ آگئی ہیں ، تو تڑختڑا ہے اسی کا

تجے گئی کشتیوں کا تھا اٹھار گشا

پنہ سے گل ہے لباس پر نہیں ہے کہہ دے

میں ہے موسم بدلنے پہ اختیار گشا

ظن کی گھڑی ہے سر پا اور اتھار دیں

یہ کس سے پوچھیں یہاں سے ہے کوئی نہ گشا

دماغ توں کی شکست ہے دماغ میں امتی

جو ہفتہ چنگی ، افسانہ تھا کوہا گشا

پھڑپھا ہے کوئی شخص مہر کے لئے

یہ وقت کا شہر خبر جانے کو مہر کے لئے

مرے دیار کی رہتی ہے مستقر اس کی

جو وہ صبر میں گیا ہے معمول ہر قدم کے لئے

خدا صبر کہ کسی لغزش کے واس سے

میں چند بار غریب دل ڈاس گھر کے لئے

ستارہ سمسری کا غبار کافی ہے ا

طوبہ مہر ضروری نہیں سحر کے لئے

میں شعر گوئی تھا اسے نے ہی کرتا ہوں

تجاری داد ہے کافی میرے ہنر کے لئے

میں ایسے دس کو پتلا ہوں پہلے جا

زمین جو کہ آگائی رہی بشر کے لئے



عجب رنگوں کا منظر کشی رہا ہے
مرے اللہ کیا دے کشی رہا ہے

ہم نظیروں کے نہیں، دکھائی دیاں پر کچھ نہیں
جو دہرائی کی ہوس دینا کے اندر کے نہیں

گولہ بادی میں مسکاتی مسکاتی
ہر کسی شے سے چمک کشی رہا ہے

وہ کشتی پہنچنے دو گھر سے شکستہ وقت تم
یہ گھر ہے تو تھادی حالت ہے، گھر کے نہیں
ہر شخص جی رہا ہے کہ وہ ہم سب کی ہمتی
کہ گھر سے تباہی لادے گا ہم سب کی ہمتی

رہا ہے جو ہمیشہ جند خود رہا
وہ آبِ جہ پارہ بر کشی رہا ہے

ہوش میں سو رہا ہے اور چاند چنے ہوا
دل اگر دوشی نہیں تو طبعی دگر کے ہیں
اک آنکھیں دیر لکھی کا پڑا ہوا
اک چہرہ ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا

سکند بہت دکھتا ہے وہاں
فیروز راجہ ہر کشی رہا ہے

ہیں سلاطین جی ہوں میں سلاطین جی
جسے تم کہتے نہیں وہ جسے بر تو کہتے ہیں
اک خوب خزانہ ہے وہاں ہم سب کے ہوا
کہ خزانہ ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا

جسے آٹھی میں عموشی کا پیکر
کش کر گھر سے پار کشی رہا ہے

بکر بک انگوڑی میں باقی ہے اس کو دیکھ کر
وہ دل تو متعلق ہے آپ سے نہ کہ نہیں
اک لو کہ نہ تو اس سسکے ہیں نہ تو
اک چہرہ بکریوں کا وہ ہم سب کی ہمتی

گھر آٹھوں سے پوشیدہ ہے اب تک
گھر سے پار کشی رہا ہے

آئینہ صدف کے پوچھا ہے اب تک
آئینہ لہو میں خود آیت کر، کہ نہیں
اک ہوش ہے نہ تو اس سسکے ہیں نہ تو
کہ کشی خالی ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا

نہاں عمارت ہے کہ متکا
کش کر ایک دفتر کشی رہا ہے

کہ دین کے شہروں کا ہم اس کا سلاطین ہوا
کہ خیر اس کی تہیوں کا وہ ہم سب کی ہمتی
وقت نہ تو اس سسکے ہیں نہ تو
یہ ہوا کشی ہے، کہ کہ اس کے ہوا کہ نہیں



مے شام وصال کیا جانی
کئی کئی تیرے لئے دعا میں

وہ سلیق ہوئی رات کہہ رہی ہے
جلتے ہوئے وہ نہ لوٹ آئیں

کس نے یہ دھک پہ پاؤں رکھے
کس کے لئے ہلکے آتشیں فضا میں

ہاتھوں پہ چمک آئے ستارے
چہلوں سے آڑ میں رہائیں

ہر آنکھ سے دُعا بدل لیا ہے
کس نے یہ پلٹ پڑیں ہوائیں

تم نے تو ہمیں بھلا دیا ہے
اور ہم بھی اگر تمہیں بھلا میں

وہ لفظ، حاسنِ زندگی میں
تو تیرے حضور کہہ نہ پائی

ہے عشق تو پھر عشق کا انہماک
پھر چاہے یہ نہ کہ کوئی بدلہ

لے تیری باتوں کے تصور سے غفلت
خوشخبری سانسوں کی گلابوں کے جھولنے

دیا تو جوانی ہے سدا جیتے رہے گا
کشتی کوئی ساحل پہ ہوا پانی میں ڈھولے

وہ چاہے تو قدموں میں گئی چاندیوں
رنگِ بادشاہ تو کہے نہ کہے تو کہے

ہٹا کی طرح سر پہ رہیں سایہ کشا میں
وہ دھوپ کے آگے نہ لگاواں تو لگوں

خوارش کا پردہ ہے ابھی لوشے والا
سورج کی کرن لوٹ قوسِ شام پہ لے

کیوں اپنی ہی باتوں پہ ہراساں ہے تو تیری
ہر بات کو سوچے کس ہر بات کو تو نے

قریب ہیں جس کی قریبوں کے ہاں موسم
پر اب غمزدی نہیں ہے ہر بات تو نے

رکا کوا ہے جو ہم وصال میں صاب نکلتے
یہ شام ہی سوکھ جائے پھر لگے نکلتے

پہرہ کی فینٹریں غلابِ شبہ سے پھاڑیں
ٹھٹھکیں صبا نکلیں تو سائے کتاب نکلتے

ہواری آنکھوں کی خاک ہے کس کے دل پہ
ہے جو بھی غفلت چاہا تو فرما کہ نکلتے

میں گھنگوڑی عطا نہیں ساری ترک کروں
شالہِ مہتاب وہ اگر ہے غلاب نکلتے

قریب ہیں جس کی قریبوں کے ہاں موسم
پر اب غمزدی نہیں ہے ہر بات تو نے



گھونگٹ میں ک ہاتھ بڑا ہے
 گھر چر بھی تھیک بڑا ہے
 داغ دھب ہے سوئی کھائی
 ہاتھ میں شرملا اٹھا کھا ہے
 وہیں گھٹ کر سر جائے گی
 ہاں لیا سسرال بڑا ہے
 ہف ہے اپنے عام گھدے میں
 سر پہ سودا آن گھڑا ہے
 انچی پر جائے کس جیتی
 ہنرے میں اک کچھ پڑا ہے
 دھوئی مانگے بیچ ادھ پائی
 دھواں خالی ہاتھ کھڑا ہے
 ان کے پید سے ہنگی مرڑ
 پتہ پتہ خند پہ آٹا ہے
 رستے میں ہے آگ کا دھوا
 مست قہر کاغذ کا گھڑا ہے

گودا رنگ ہرا چمکا ہے
 جنگل میں دیا بیٹھا ہے

رہی ہوئی ہیں لٹنا میں آدھیوں کب سے
 پر مٹی ہیں لٹائی ہیں دو خالی کریمیاں کب سے

کئی لگا لگا اسے گھونڈ کو دڑی ہیں
 بڑا رہی ہے جود لگیں تنکیاں کب سے

دلنے بیت ہے ادھ کوئی نہیں آکا
 گھری ہیں بروسی کا روں میں لڑکیوں کب سے

بچے دتے ہیں سب اس کا نام لے کر
 سارہی ہیں اسے بھی سہیلوں کب سے

حصار کب میں اک بوند کے لئے جاوید
 کھلی ہیں منہ مند پہ سہیلیاں کب سے



فریادِ آشغائے کچے خواب دیکھتی ہوں
میں اپنے پیچھے کو زخمی گلاب دیکھتی ہوں

عجیب ہم مسقط ہے میرے شہروں پر
آئندہ ہے جس ملک سے غلاب دیکھتی ہوں

جھانکے سر کو چل جا رہی ہے غفلتِ شہر
گھٹا ہے ایک تیا مس کا باب دیکھتی ہوں

فقیہہ شہری نگاروں میں میں بھی ہوں خوب
مراغوں میں کہ ہے کہ خواب دیکھتی ہوں

میں اپنے شہر کے سب کم نگاہ لوگوں کو
تجارتِ حکم پر عزت آب دیکھتی ہوں

کسی کو اس جو آہی گئی ہے مستبدانہ
جے جاتے گہروں کو خوب دیکھتی ہوں

گھونڈ خواہوں کو شعور میں غائبِ بیتی
میں کچے مہروں پر ڈاکا چلب دیکھتی ہوں

ان کے دل کا گو ہر تو اک لنگر ہے
وہ بچ تو اس بچے کا نوکر ہے

کس سے لڑوں میں کس سے اپنا حق لگوں
میری سہرا ہی میری راہ کا پتھر ہے

دعشہ زدہ ہاتھوں والا وہ بڑھا نقص
سولہ سال کی اک لڑکی کا شوہر ہے

کالاج مارتے مدد اس سے نکرتا ہوں
کسوٹی کوئی لڑکی پہوں سا پیسہ ہے

خوابِ لالہ کی بند دھوپ کے ٹکٹا ہے
کیونکہ وہ اک ریل واسے کا شوہر ہے

داند شب کے جتنے نیچے صحر میں
ہر پٹے کے پیچھے گھات میں شکر ہے

میرا سایہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے
تہائی جو گھر میں تھی اب دہریہ ہے

کس کو خدا میں دیتے ہو پنگے فطانت
سادہ یعنی ویرانی کا منظر ہے

نزدہ پہنچے گی کچھ اب غلامشیں دیکھتی ہوں
دل کے درد اسے اگر دیکھیں دیکھتی ہوں

میں نے چاہا تھا اس کا روشن ذمہ ہے
جہنمِ دل کو گھر سے شوق دیتا ہے

رات بھر دل میں کسی کی یاد کا میلہ رہے
ایک دیر اسے گواہی دے تھیں دیتا ہے

دہن کو اپنی کسی کے قصہ سے لی
آج کل اغاس کو یہ غنیمت دیتا ہے

کس کی اہمیت کے لئے یہ گناہوں کو
دامِ نعت میں بدل کو دھڑائیں دیتا ہے

کون دیکھتا ہے منہ مسجدِ اغاسِ دل
غم کو پیسے سے لگا کر چاہتا ہے



چالیس سالہ غزل



نہایت شب میں کہیں دجلہ سحر میں رہا
 ہو جہاں میں رہا، مستقل سفر میں رہا
 وہی ہو جسے کثیر آئندہ کیجئے
 خائب ہو گیا رہا ہے نہ چشم نہ میں رہا
 جب اکابر میں ہو نہال تو کنوں تک
 مرا دھوکے سے ساتھ ہی کھنڈ میں رہا
 مرا وجود انگوٹوں میں ہو گیا عقلیں
 میں میں مجھ میں گمراہی مجھ میں رہا
 کسی کی ہانگ نہ کیجی کسی مسافت میں
 وہ وہ بات خدا، جسے حسد میں رہا
 ہری آواز مری طرح صبر فہری
 میں اپنی مدد میں رہا اپنے بال پر چھ رہا
 وہ اپنے فہر میں سب سے زیادہ غلغلہ تھا
 جو زیر بحث ہڑی دیر انگوٹہ میں رہا
 اگرچہ شہر بد ہو چکے تھے ہم نہیں
 پہلا ذکر کئی روز شہر صبر میں رہا
 میں قتل ہو جسے ہی نینو سوار تھا ناکست
 سفر کے بعد ہی میں اک نئے سفر میں رہا

غلا میں کوئی کیا جا بسا ہے
 حسد ساحلوں کو چاٹتا ہے
 دماغیں بارشوں کی مانگتے تھے
 ڈھلے شہر کو دہلا چلا ہے
 دلوں میں تفریق سے الگ رہی ہیں
 ہر کا دلگ آتا جا رہا ہے
 وصالِ شام کا ٹوٹا ستارا
 میری سوچوں کو زخمی کر گیا ہے
 تیرے پاؤں کی سوچی نہیں رہا
 کوئی بھی اکیسہ دو رہا ہے

جب اندازہ حیرانی سے اُٹھا
 میرا آپ و بگی کی دیرانی سے اُٹھا
 میں خود آٹھنا تھا اپنے شر سے
 یہ فتنہ تیری نادانی سے اُٹھا
 یہ تیری یاد مجھ میں جسکے آئی
 یہ شط کس طرح ہالہ سے اُٹھا
 نئے امکان نئے آثار سے کر
 میں روز و شب کی یکساں سے اُٹھا
 یہ تجرا عالم اسباب کیا ہے
 کہ جو اُٹھا پریشانی سے اُٹھا





تیبہ والی آنسو کہ قسمت پر پیرانیت کنگان ہے
پتہ پتوں کو کہ توں سے لگی ہانڈا چھوٹ گئی ہے

دار میں گھومتے ستاروں کے دھڑکے خونِ قہر ہے
صدمہ سوں تو سننے کی سزا قیامت کی گنا ہے

فراق صبریں کا وہ بدلہ کی پکڑی تھوڑی بڑھ گئی ہے
دھڑکوں کی گنتی تھوڑی ایک سامت گئی ہے

کئے انویں میں ہی بدھ جیسا لہے سہلہ ہے
وہاں پاشوں کو تو تھوڑی دھمک جہالت گئی ہے

آندوئے ثوب سے بچا
لیگیوں کے صواب سے بچا
آگئی کا صواب ڈس لے گا
زندگی ہر کتاب سے بچا
جو ہلائے صفتِ حق میں اسے چاہئے
اب جو شمس کے طاق ہے وہ ٹکڑی ہے
خوار کی بکوسے تل کو اسے مت قائم کو
اصل میں جو آگئی ہے میرے انداز ہے
ہم کسی دشمن سے تو ناخدا نہیں ہر شہر میں
جا کر پہنچے وہاں میں جو ہے وعدہ ہے
اور ہے وہ آگ میں سے چمکتے ڈالے گئے
میرے پتے میں جہاں آ رہا ہے وہ غبار ہے
وہ ستارہ اور تھا جو روشنی دیتا رہا
بجز آنکھوں کے بڑے ٹکڑے ٹکڑے
میں سفر پر گیا رہا اس سیرجی میں آگ بھڑک
دستِ زیرے نے شاید معذور اور ہے
آندوئے ثوب سے بچا
لیگیوں کے صواب سے بچا
آگئی کا صواب ڈس لے گا
زندگی ہر کتاب سے بچا
جو ہلائے صفتِ حق میں اسے چاہئے
اب جو شمس کے طاق ہے وہ ٹکڑی ہے
خوار کی بکوسے تل کو اسے مت قائم کو
اصل میں جو آگئی ہے میرے انداز ہے
ہم کسی دشمن سے تو ناخدا نہیں ہر شہر میں
جا کر پہنچے وہاں میں جو ہے وعدہ ہے
اور ہے وہ آگ میں سے چمکتے ڈالے گئے
میرے پتے میں جہاں آ رہا ہے وہ غبار ہے
وہ ستارہ اور تھا جو روشنی دیتا رہا
بجز آنکھوں کے بڑے ٹکڑے ٹکڑے
میں سفر پر گیا رہا اس سیرجی میں آگ بھڑک
دستِ زیرے نے شاید معذور اور ہے

اچھا برا نہ بات بڑی سرسری ہوئی
 تھی وہ جانتے کہ ہے طبیعت بھڑکائی
 پتا نہ تھاں چھٹکا دل کے کیوں کو
 ایسی تو آنکھ دکھائی ہے گھٹی ہوئی
 اب انتظار کیجئے الگ ہواد کا
 ہے طائر کو نس جو خواں میں بڑی ہوئی
 رہتا ہے اکرواں سے الگ پر کرکڑاں
 اسے الہی اکرواں سے محب دہری ہوئی
 ہر باد تم کو اس کا کہا مانتا ہے
 ہاتھ دھو سستی تو نہیں ٹھکرا ہوئی

ترا خیال بہت دیر تک نہیں رہتا
 کوئی سوال بہت دیر تک نہیں رہتا
 نہاس کرتی ہے اکثر قیادتِ یار کے
 مگر یہ حال بہت دیر تک نہیں رہتا
 میں دیرِ روز تو رہا ہوں ہر شکست کے بعد
 مگر نہ حال بہت دیر تک نہیں رہتا
 بربادی ہی تو جانتا ہے ایک چپ ہی نہ ہو
 کوئی سوال بہت دیر تک نہیں رہتا
 میں جانتا ہوں کہ سوچتا ہوں غیبِ غزلِ جود
 مجھے سوال بہت دیر تک نہیں رہتا

کوئی کی صورت ایک ہی ڈرامے میں رہتا ہے
 ہم نے ہمیشہ اپنے مدار میں رہنا ہے
 اپنا اپنا سفر سب نے جائیں گے
 ہم نے ساری عمر قضا دیکھا رہنا ہے
 پاؤں میں کایا پاؤں میں کچھ ہے تو
 اسے نہ خبر ترقی بھٹکا رہنا ہے
 تو سے گیا۔ کہتا ہے خلقِ خود سے ہی
 تیرے قرب میں اپنے جہاد میں رہنا ہے
 ہاں مٹی کے قرض بہت ہیں سو شہزادو
 جیتا مرنے! اسی دیار میں رہنا ہے





دستِ نیر کا شاد و صاب کا کام صرف منہ ہی نہیں کر سکتا بلکہ اس کا خیال دل کے اسی صوفی کی چھان اور سرا ادا ہے۔

یہ کونیا میری ان ذرا نکال دیکھتا ہے احمدیہ تھانہ ہر طرف سے لے کر صوفیوں کو کہ صاحب کی شخصیت اور کام اپنے اندر دیکھ کر
طبیعت کا بدلہ دے دے ہوئے ہے۔ لکھنؤ میں ایک داخلہ مشرقی سڑک پر چلا کر دے نہ جواب دے اگر کرتے ہے۔ اس ملک کا مستقل
وقت کے بعد شہر صوفیوں کے جوتے لگے۔ اے ایک جان کا یہ شخص کہ جس میں نہ وہ صاحب کی شخصیت اور نہ شاکستہ صوفیوں کے جوتے
پا گیا ہے۔

(دوسرا ۱۹۵۰ء)

دل میں جو کچھ ہے ابھی اسکی پذیرائی نہیں
پیر خوشبو ہوں پہ کھلنے کی گھر مٹی آئی نہیں

ان کہی بات کے سو روپ 'ابھی بات ایک
کبھی سُن وہ بھی جو سنت کشتِ گویاں نہیں



سجھ دانا، سبھی سر ڈال کے چپ بچھ راج
کیا بیان کوئی بھی شائستہ رسوائی نہیں

دل بجا سو تو گلِ زخمی بھی شستر ہے ضا
شدتِ غم کا علاج الجھن آرائی نہیں

مختار

دل و ریا

محمود شام



دل و ریا سمجھو کہ گھر سے چلے دلوں کا کون کاٹے گا ان میں کتنی ہی جگہ ہیں رنج و گمراہی، لیکن ذرا لے لے کر دل کے اندر رو میں داخل ہو جاؤ
جو در محنت کی بات نہ کر سچ تھے ہیں۔ پھر جو پہلے دل کو گھر پہنچتے ہیں۔ وہی پہلے سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

میں جب بچہ کا کام سنا ہوں یا جب اس کا کام کر کے ہوں تو یہ دیکھتا ہوں کہ میرے ساتھ ساتھ دوسری طرح کی رنج و گمراہی میں ہیں۔ یہ ہے کہ بچہ کا کام سنا ہوں یا اس کے گھر میں ہے۔ اس کی ہمارے دیکھنے سے کچھ نہیں ہے۔ دل و ریا سمجھو کہ گھر سے چلے دلوں کا کون کاٹے گا ان میں کتنی ہی جگہ ہیں رنج و گمراہی، لیکن ذرا لے لے کر دل کے اندر رو میں داخل ہو جاؤ جو در محنت کی بات نہ کر سچ تھے ہیں۔ پھر جو پہلے دل کو گھر پہنچتے ہیں۔ وہی پہلے سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

اب اس دل و ریا سمجھو کہ گھر سے چلے دلوں کا کون کاٹے گا ان میں کتنی ہی جگہ ہیں رنج و گمراہی، لیکن ذرا لے لے کر دل کے اندر رو میں داخل ہو جاؤ جو در محنت کی بات نہ کر سچ تھے ہیں۔ پھر جو پہلے دل کو گھر پہنچتے ہیں۔ وہی پہلے سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

دل و ریا سمجھو کہ گھر سے چلے دلوں کا کون کاٹے گا ان میں کتنی ہی جگہ ہیں رنج و گمراہی، لیکن ذرا لے لے کر دل کے اندر رو میں داخل ہو جاؤ جو در محنت کی بات نہ کر سچ تھے ہیں۔ پھر جو پہلے دل کو گھر پہنچتے ہیں۔ وہی پہلے سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

خود نے کہہ بھی دیا کہ دل کو کیا حاصل دل و ریا سمجھو کہ گھر سے چلے دلوں کا کون کاٹے گا ان میں کتنی ہی جگہ ہیں رنج و گمراہی، لیکن ذرا لے لے کر دل کے اندر رو میں داخل ہو جاؤ جو در محنت کی بات نہ کر سچ تھے ہیں۔ پھر جو پہلے دل کو گھر پہنچتے ہیں۔ وہی پہلے سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

دل و ریا سمجھو کہ گھر سے چلے دلوں کا کون کاٹے گا ان میں کتنی ہی جگہ ہیں رنج و گمراہی، لیکن ذرا لے لے کر دل کے اندر رو میں داخل ہو جاؤ جو در محنت کی بات نہ کر سچ تھے ہیں۔ پھر جو پہلے دل کو گھر پہنچتے ہیں۔ وہی پہلے سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

دل و ریا سمجھو کہ گھر سے چلے دلوں کا کون کاٹے گا ان میں کتنی ہی جگہ ہیں رنج و گمراہی، لیکن ذرا لے لے کر دل کے اندر رو میں داخل ہو جاؤ جو در محنت کی بات نہ کر سچ تھے ہیں۔ پھر جو پہلے دل کو گھر پہنچتے ہیں۔ وہی پہلے سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

جو دولت ملی بھی کھینچ گئی ہیں۔ ان میں بھی مسٹر کے روایت خاص نہیں۔ تو انکی ہے، لیکن ہمارے دل میں مسٹر کے کھانکے اپنے دل میں جھانکتے ۱۶
 رہتے ہیں۔ وہ ہے۔ یہاں کو مارا پھینکا اور اپنی ذات سے دور ہو کر ہر سنگوں میں جھانکتے ہر اپنے دل کے دھنکے اور دل کو ترجیح دیتے ہیں
 اس دل کے حضور میں طوطی کے کہتے صفت کسی کو زیادہ پہنچ کر کہتے ہیں بلکہ وہ اس کو سمجھنے والے تو ہمارے دل کے انھوں میں حضور کی تصویر ہے۔
 ہر رنگ ہمارے ہاں حلقہ اور حلقوں کے نام سے ملنے ہے۔ جو کتا میں ملنے چکے ہوتے ہیں ان میں بلکہ ہر رنگ کی تصویر میں ہر رنگ کی شکل جتنا مختصر ہو
 ہے۔ یہاں ان میں اچھا کھانکے ہے کہ دل کا نام ہے۔ وہاں تمام اللہ کا وہ ضرورت کر دیتے ہیں۔

وہاں کو کھانکے کے جو پتھر کے کھنکریں اٹھا کر کہتے ہیں۔ اس طرح میں بھی اپنی لڑائی کا کر کہتے ہیں۔ ہنسی میں کتا میں ہمارے چھانکے ہیں
 یہ کھنکے ہوتے ہیں۔ یہاں زیادہ کھانکے ہے کہ دل کا نام ہے۔ وہاں کو تمام اللہ کو زیادہ دل سے جتنا ضرورت کر دیتے ہیں۔ یہ وہ رنگ ہیں ہمارے
 حضور سے اپنا قراب بھی پہنچ گیا اور وہ تو دل میں ہمارا رہا ہے۔

یہ رنگ ہر شخصیت اس کردہ سے خلق دیکھتے ہیں جو کہتے ہیں اور کتنے ہیں۔ یہ رنگ ہمارے دل پر نور چھو رہا ہے وہ اپنے
 دل میں کو چھانکے کا کو مسخری کہتے ہیں اگر جب دل سیاہی سے صاف ہوں اور دل کے چھانکے ہیں کتا میں ہمارے دل سے ہر رنگ ہوں تو یہ
 ہر رنگ کے قلم نکلنے ہیں۔

دل کا دل میں تو مسخری کا ہر رنگ ہے لیکن ہر دل کے چھانکے بات ہے۔ مسخری ہر اور دل اچھا نہ ہو یا مسخری ہر کتا میں
 دل کا دل کو کھانکے میں ہر تو یاد بھی پہچان لیا ہے۔ عالم بھی اچھا سمجھتا ہے اور وہ رنگ میں ہر چھانکے ہیں۔ جب دل میں کھانکے لگ جاتے ہیں
 دل کا عالم دست ہر جاتے اور کھانکے میں ہر چھانکے ہیں۔ دل میں ہر چھانکے ہیں۔ دل میں ہر چھانکے ہیں۔ دل میں ہر چھانکے ہیں۔
 مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں
 دانتے کے کتا میں ہے لیکن وہاں کا دل ایک ہر کتا میں ہر کتا میں ہے۔ وہاں دانتے کے کتا میں ہر کتا میں ہے اور ہر کتا میں ہر کتا میں
 ہر کتا میں ہر کتا میں ہے۔ ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور ہر کتا میں ہر کتا میں ہے
 دانتے کا مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں

مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں

جب دل کا مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں
 مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں
 دانتے کا مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں

یہ مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں
 انسان کے دل کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں
 اور مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں
 مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں

یہ مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں
 مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں
 دانتے کا مسخری کا دل ناہی صاف ہے کہ عقل اور وہاں وہ عقل دانتے ہیں۔ عقل چھانکے ہر کتا میں ہر کتا میں ہے اور مسخری صاف ہے کہ وہاں



بروزی قادیان کے مہم اور اداریہ مہم کو سمجھنے میں۔

پہلا دور :

کاشمیری ادب کے اس دور میں رنگ کہا نہیں، رنگ گیت ، اور داں اور پیچیداس شامل ہیں۔ یہ رنگ گیت دنیوی و دینی دونوں پر مشتمل ہے۔ آج کے دور میں ہم باہر کی کتابوں کی تالیف و تالیفات اور انداز فکر و عمل کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ براہرئی دوشیزا محبت کا کردار ادا کرتی ہے لیکن فرم دیا کہ اس اور سے جوئے آتی ہے۔ براہرئی کی حقیقت و سائنس میں بھی کہیں بھی دھڑکیاں محقق نظر نہیں آتا۔

اس دور میں کاشمیری ادب کا اعلیٰ ترین نمونہ کے ٹے اب تک باقی کوشش نہیں کی گئی۔

دوسرا دور :

اس دور کا آغاز ہمیں صدی پہلی کے واقعے سے کرتے ہیں۔ اس دور میں ایک اور نئی فکر نے برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔

براہرئی ادب کا دوسرا دور ۱۵۴۵ء سے شروع ہوتا ہے۔ صدی پہلی صدی کی ابتدا میں قائم ہوتا ہے۔ تقریباً ۱۵۴۵ء میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔ اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔

اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔ اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔ اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔

سب سے پہلے اپنے "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔ اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔ اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔

اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔ اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔ اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔

اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔ اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔ اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔

اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔ اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔ اس دور میں برہمائی و زبان کا سب سے پہلی کتاب "تقریباً ۱۵۴۵ء" میں لکھی۔



فائز علی بی بی رحمہ اللہ

میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے، مگر اس کے بعد بھی میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔

میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔

میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔

میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔

میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔

میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔

میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔

میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔

میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔

میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔

میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔



حضرت کے ہندو گوشت

25

”ہنگر“ وہاں پہلے اس کو کھانا فراہم کر دیا جاتا۔ اس کے بعد اس کو یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کا گناہ کیا ہے۔ مرنے والے کے نزدیک

یہ زبان میری سوجھ بوجھ کے لیے ہے۔ اگرچہ ہزاروں لوگوں کو اپنے زبان سے بہت فائدہ ہے۔
اس میں غلطی ہونے کا خوف نہیں ہے۔ آپ اسے سہولت دے دیں۔ اس کے خلاف کوئی دعوہ نہیں کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ دنیا کا بہترین
لکھا گیا ہے۔

”ہندکو“ جہاز کی زبان کے لیے نہایت لمبوں ۴۰۰ فٹ کی گارنٹو ہند اس کے اندر ان سے پیدا ہونے والی طاقت کو چھ اور گار
بے چارے میں ایک کے جسم سے نکلتے ہیں، یعنی ”ہند کے“ ہواؤں کی زبان اور چاروں کے ہواؤں کی زبان کے اندر ہندے۔

[illegible]

مصر کی کہانی کے ساتھ آخری لوگوں کے نام، معصوم جذبات اور صورت اگر جاملے جوتے لنگھ کر خوں کے کھڑا کھڑے قد سے گات ہوئی کہ نہ وہ اور غلامی کی خواہش میں ہر وقت مڑتا رہے نہ چھوڑے۔ شادی، بیاہ، جھگڑا اور غمخواری میں مصروف رہا، انہماک نکلا، ہالہ بے دست نکلا۔ تاجدار اور مولوی اور علی کا انداز لگا دیا جاتا ہے۔ رنگیت گلوں کی تہذیب، احساسات اور جذبات کا نکلنا اخیر میں ان کے سب سے ظہور اور عروج اور قسم نہائی ہے۔

اگرچہ مانجیہ کو پہلو بند کر کے لٹا دیا گیا ہے اور سرے پر بند کر کے اسی طرح رکھ دیا گیا ہے مگر اس پہلو بند کر کے لٹا دیا گیا ہے اور سرے پر بند کر کے اسی طرح رکھ دیا گیا ہے۔

[illegible]

جنگ کے گھٹنے پھڑکنے سے پہلے ہی کہ ان کے غم و غصے سے غارت گاہ بن چکا ہے۔ گیت اپنے ذہنی پروردہ سے دل پر ان کے حضور نے
نے یہ افسوس جنگ میں جرنیلوں کے ہاتھ لگ کر ہونے لگا ہے۔ ان کو اس وقت کا احساس ہو گیا ہے کہ سب سے



مذہب کے پروردگار کی طرف سے کسی کوئی اخلاقی آواز نہ ملے گا۔ اس کی نظر یہ ہے کہ اللہ کا ارشاد کرتے ہیں جب اللہ صبح
کا وقت ہے کہ تم کوئی بھی چیز نہ تو اپنے لیے لے سکو اور نہ لے کر دے۔

وگنہ گار ہی بہت کچھ دانت اتر کر رہے اور کچھ صبح کا ہر وہ گنہ گار نہیں رہتا !

اور جب اس کی ہڈی میں گنہ گار کی آواز ہے تو سب سے بڑے انتہاء پر اپنا نظریہ صبح کا ہر وہ گنہ گار نہیں رہتا۔

وہ بھی گنہ گار ہے، وہ ہمارا ایک تو صبح ہے، اور دوسرے گنہ گار کی ہڈی ہے !

اور ہر ایک کی طرف سے ہر وہ گنہ گار ہے، اور یہ ہے کہ اسے صبح : اللہ کے لئے ہر گنہ گار کے لئے ہر وہ گنہ گار ہے۔

اور جب صبح کے لئے اس کا صبح ہو تو گنہ گار —

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

آخر صبح کے گنہ گار سے تو سب سے بڑے گنہ گار ہیں، اور یہ ہیں اللہ کے لئے ہر وہ گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے !

گنہ گار صبح کے گنہ گار سے تو سب سے بڑے گنہ گار ہیں، اور یہ ہیں اللہ کے لئے ہر وہ گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

اور یہ ہیں اللہ کے لئے ہر وہ گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

اور یہ ہیں اللہ کے لئے ہر وہ گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے، اور اس کا صبح ہے !

وہ بھی گنہ گار ہے



میں سے اسے جان لی گئی۔

”بہرائی حضورِ عالم، جہاں اللہ تعالیٰ بقا۔ فرمودہ کہ وہ عرب خریف اور بی دانشی اند۔ وہاں معشوق کی جان بے کھن و عشق و اہلی معشوقہ کو۔ کھن عاشق کو کھلی معشوقہ کو۔ پس اسی جہت قاطعاً عرب خریف اور نامکمل عاشق کو اعتبار نہ دوں گا۔ اور شعر ازلین کو گفتہ کہ وہ ملک فاسی ممالکِ نکال پرورد دانشمند معشوقہ اند۔ تاہم اگر وہ کام شعر کا مری لڑنے اندل و مرئیست وہ کھن پندہ سے ہی درجہ بہ ذہن و دانشی اند۔ اور وہی معشوقہ سے بوند و میاں والیجا معشوقہ دورانی پر سوال عاشق دوست۔ و مرزا معشوقہ کو عاقبت عاشق کو دے۔ و دیگر کہاں ہم سیدہ اند اند پندہ شاہری ہی روا کریم مرادند خود را نکال تھو کہ کام مرادند چاہے گفتہ اند۔ کہ گاہا زان گفتہ اند“

(معشوقہ مقدمہ)

ایک قصہ ہے قصہ کہ کھن کھن کے عشق و محبت سے لے۔ اس پر ایک نو قصہ کے لڑا ہے۔ اس نے انہی نے عشق کی طرف تھانیا کہ اس میں طبع کشی کرنے لگے۔ عشق اس حد قبول ہوا کہ قیوم الزمیر کی جھڑپ جو اڑے ہوا اسے ہانگی اہم اب بھی مار گیت کی لگا دی۔ لیکن یہ عشق ازلین قریب قریب بھی ایک پیرا معشوقہ بھی ہے۔ اس کا ایک عاشق مزاج خیر سے ہے ہوتی چہ کہ سوئے کہ کسی غریبی کی تصویر دل سے اس کے عاشق کی حالت میں کھرے نکلتے تھے۔ دانتے میں سے بے غبار صواب سے ہوا ہوا پڑا ہے۔ ”آفرینے ایک ہی سے مشروط طبعی انداز ہے۔ وہ نہ خیر ہی اور پکی دھن کو حاصل کر رہا ہے۔ کچھ گاہ وقت بوقت انہی نے اس کو سبیل دھن کو کھن دی کہ کھن عاشق شہر میں سچے بکری ”تو رہا تھا وہ قیوم معشوقہ ہی آج۔ ”میرا بھی عشق“ حضرت مرثیہ کہ عشق کا شوق ہے اور اسے قریب کھن سے تو بڑھ ہے۔ اس بارے میں مولانا آیت نے کہا ہے۔

”عشق میں بھی جامی زبان کھن قہار ہے۔ اس کے علاوہ قصہ و مرثیہ کا تو ہے عشق کھن جاتا ہے۔ سچے انداز سے کورنے عشق کا کام کھن کو خود موجود ہے۔ بلکہ مہر کے ہاں میٹری کی ہی جاسے ہاں۔ وہ دوسرے عالم میں رہتا ہے جو تھوڑی دیر پہلے کھن کی زبان سے ہوا ہے۔ اور اس کے طور پر رائج ہوئے۔

غوب بہاول بخش ماسی درم دانتے بہاولپور کے دور میں میں لطف الی صاحب بہاولپور کی عشق ”سیف الملک“ مشہور ہوئی اس عشق کا انتساب جو غوب بہاولپور درم کے نام پر کیا گیا ہے۔ جو ان کی ان کو نکالیں محسوس ہوتا ہے کہ گاہیک ہوا عشق مارا ہے۔ اگر اس کی کہانی پہلی شہر میں سے تھوڑی پختہ نہیں۔ لیکن حدت بیان اور صاحب بہت غلام ہے۔ اس میں لاسی ہی مرثیہ ہے۔ اس نے کہا جاتا ہے کہ جو سبستی میں لطف الی صاحب کی ”سیف الملک“ میں ہے وہ کائنات کے قصہ میں بھی نہیں۔ عشق و اس قریہ کے فاضل مقدر لکھنے لکھے ہیں۔

لطف الی کے ”سیف الملک“ کے ساتھ صاحب کے ”میرزا“ کے کام میں دیکھنے کے لیے جنس کے ساتھ صلیب اور دیکھا جاسے۔ مولانا اقبال کے لکھنے کے ”سیف الملک“ کی پہلی ترجمہ کی کھن کھن ہے۔ البتہ تین دہائی کے لکھنے کے اس کا بہت بہت ہے۔ صاحب نے ”سیف الملک“ (میں) اس بارے میں لکھتے ہیں۔

”اس صلیب صلیب اللہ تعالیٰ تبار فرمودہ کہ صاحب نے اس صلیب میں وہ انداز کام سیکل کو تصنیف لطف الی قریہ ہے۔ ”تھوڑا لکھنے لکھنے کے طور پر۔ لیکن اس بارے میں حال ایک ایک جزا سبقت دے دو گشتہ و ہنگام“ (صلیب صلیب)

سختی کے اثر سے صاب تک کن بھی ٹک نہیں ہوا اور پھر تمام صاب کی تختے بند اس آسمان پر بند ہو چکے تھے۔ اسی کے کچھ اظہار آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

(یوں یہ سب کچھ صاب تختے بند تھے)

آپ کوں صاب تھیاشم دیکھ شمس دا شعور
خدا شاہ باہن سے بابت آئی چل دیگہ چنور
ہا دیس پڑا لال جگر دھبہ زہری سخت سنگور
پو طرفی گڑبازہ گی تھوبہ جان جگر بیل گور
اس کا مطلب ہے کہ اگر

بادشاہ شمس کا شعور دیکھ کر صاب ہو جائے، جو بادلوں کے ہر ایک تشعیر کو ساری تھا پھر بادشاہ کے میں میں دیکھیں پھول دیگی اور اسی پھول کا نظارہ ہو گا اسی پر قرآن ہو گا۔ لال ہونے سے گریں تک ایک زہر پھر تیزو بیست کر دیا۔ محبت کے رسم کو لگی کر دیا اور وہ جان کر اُسے ایسا پار طرف سے آگ لگی وہاں دھڑکن کر کر رہے۔ اسے لعل علی بادشاہ نے شوق سے اٹھوں پری کا لباس پہنا۔ سامنے ہی اٹھارہ خوش پھول سختی اٹھارہ نوں دکان پری دکھایا اور اٹھارہ فی

صحت عقل دیکھ دی دی ہر کوں جنت ہے
میرے میرے ہر کوں میرا مست چننا ہے
کوڑا حراج تھے دیکھ ملان گیں آبی کن جھونے
نور ہمیں گھینے پھول ہر کوں ہر کوں ملانے
یاد آت آدم جانا روئینہ خوشی سے ہو نہ ملانے
بہر ملان خضر ملان اس میں کوں نہ ملانے



(ترجمہ) لوگوں نے کچھ سیکھ لی بہت تعریف کی اور ملان پری کو اندھنی طور پر اس کی فانی زار بھی دکھا ہر اپنے عشق کو چھو کر کہا اٹھانے لگا دی۔ ہم آگ اسے کہنے لگے کہ تیرے آگ میں یہ لگی کہاں سے پیدا ہو گئی۔ خدا کی قسم اہم باہل جھوٹ نہیں بولتے۔ اس شخص کو پیشانی تک دہی ہے گویا نور سے ہمیں برائی ہے۔ اس کی خوشی کو آدم کو لگی کوئی پری بھی تھا ہر نہیں لگ سکی۔ جتنا بڑا ہستہ ہستہ ملان پری کی طبیعت عشق فانی کا نہیں تھا ہمیں ملان کا ہر کہنے لگی۔

شوقی کے ساتھ باہل سے اٹھ کر طرف بھی دیکھا پڑا لگی۔ ملان باہن میں انہیں لڑو چو کہتے ہیں۔ ہر وہ ملاکت کے باہن سے ثابت کرتا ہے کہ ملان باہن میں باہل کا دھبہ کسی قدر بند ہے۔ خدا کرنا یہ ہادی ہادی بھی اسی کے مقابلے میں نہانے۔ اسی کے بعد فزول کی صفت آئی ہے۔ ہاتھ وہ فزول کا ہر صفت دیکھتے ہیں۔ اسی کی قہم قہم کے فیضات اُٹھ لکے جاتے ہیں۔ ملان باہن میں فزول کو لانی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جتنا بھی اس ضمن میں ملان کا صاحب نے لکھا ہے۔ ہادی باہن کا فزول میں قدر حجتہ و رشتہ اور لڑو دیکھا ہے۔ اس کا جواب ہادی سے ہر کوئی نہیں لکھتا۔

ہر کوں تک ملان شامی میں فزول کو لانی کے نام سے پکارا جاتا ہے کہ کیا آپ کو لانی میں ہر کوئی اور قہم لکھتا ہے۔ سختی صحت حضرت انور کو لکھا کرتے ہیں۔ ہر کوں سے اسی خیال سے عشق و محبت ہوئی حالتوں کو ملان باہن کو لکھا کرتے ہیں۔ ہر کوں سے اسی کے لئے کہ ہادی کو لکھا کہ ہر کوں فزول کو لکھا ہے۔ ہر کوں اس مسئلہ میں لکھتے ہیں۔

ابن اخطار میں "مردوست کی تان" کا طرز پر، فرماتے ہیں کہ حکام و برعابہ۔ میں کہے گا کہ ان میں ایک طرف عشق نے
مردوست کو استحقاق دیا ہے۔ دوسری ایک طرف ایک مقام نظر کے سامنے ہے۔ سوائے اسی بات کے باقی ہر بات کو ہٹانے
اسے سادہ و عام اور غریب کی عادت کو پھیر کر عواضہ کے ساتھ اس پر دہائی میں اور کئی جگہ بھی۔

جگہ و مہال ما ہے	سب صورت نقش بر آب ہے
ہے پیمبری صلا حقیقت	مٹا کھمبے دگر حیرت
جو ہی بحر کربلا ہے عدت	کی کثرت مشکل جا ہے
نہیں اعلیٰ اصل دلیٰ دا	خود ہانا ہے نفس دلیٰ دا
گیسا بحر کا نکل دلیٰ دا	دل بھی آج دا آہ ہے

ابن اخطار میں زبیر صاحب دینا کہ ہے تھانی کے متعلق ہیں و شاید فرماتے ہیں کہ سدا دیکھنا ایک غائب یا ایک نقش بر آب سے زیادہ
حقیقت نہیں کہتی۔ اگر حقیقت صلا بر حقیقت ہے تو میں اور حیرت جاس کہ گدگدت بحر کربلا کا غنیمہ اور کثرت جہاب کی صورت ہے
دلیٰ کا کوئی اصلیت ہے ہی نہیں۔ جیسے کہ ایک جہاب کی زندگی اس کے اندر کی جاکے قیام تک ہوتی ہے۔ جو میں دیکھنا نظر ہے جہاب
اپنی کالی رہا جا ہے۔

دلیٰ کا شاعری میں فرماتے عشق و محبت کے بیان کو ان میں پیش کیا ہے۔ دیکھنے کہتے تاکہ انشاء میں اس مضمون کو داکرے ہی رہی
اسے خوب اگر تجھے حضور ہے کہ میری محبت میں مبتلا ہوں وہ فلم خفاؤں کو سر تسلیم کہے۔ میں غرضی کے ساتھ اس دور میں گاہے
اگر عشق کے پے پائی میں چھاپوں گا :
ایک حد تک میں دلیٰ کہتے ہیں۔ یعنی ہماری زندگی کی جان ہی عشق ہے۔ ہم ہمارا ہم فخر و ہم پولا ہے وہ ہی ہمارا ہے۔ جو کہ
محبت پر آگیا ہوا ہیں :

"دلیٰ اسے سادہ و عام معرفت اللہ کے سماں کی طرف توجہ دہر۔ شرک سے آوارہ۔ کچھ بچا ہے جو عشقِ نبوی نے ایک
نفس کے کار و سال کیا ہے۔ عشقِ جہالت اور بافت کے بعد ایک مشعل بنے معنی ہے۔"

لذا دلیٰ میں تسلسل کو نظر کی ایک خصوصیت بھی پاتا ہے۔ یہ دلیٰ نے دلیٰ کے شعرا میں جس اگر بچہ نہیں آگم اور کم تا وہ فرم ہے
میں زبیر صاحب کے ہاں اس کی کثرت ہے۔ دلیٰ کے دلیٰ پر عشق کا چناؤ ٹھیکہ پر پیش وہ کچھ کی بھی ایک ہی مضمون کے لئے دلفیہ
اور دلیٰ کا دلیٰ کہہ رہے ہوتے وہ شعور شاعری رہا کہ ہے۔

"شاعری میں دلیٰ حاصل کرنے کے لئے وہی فرم ہے کہ شعور کا نکات و دلیٰ میں خاص کر شعور و غریب دلیٰ کا سادہ و عام ہے
سے کہ جانتے؟"

زبیر صاحب اس مطالعہ میں بھی غریب و دلیٰ کہہ دیا اور فرماتے ہیں کہ بہت پرکھنا جا سکتا ہے۔ میں صرف چند اشارہ پر لکھا کہ اور
اختلاف کا مطلب ہے کہ "محبت ہمارا دلیٰ دلیٰ۔ ہم کے دل سے لاکھوں لاکھ کا دلیٰ لیتے اور موقوف لاکھ کے نام کو دلیٰ کو وسیلہ
تو پتہ پتہ دلیٰ دلیٰ سے بخیر ہو گئی۔ دلیٰ کی ایک فرق توہ مضمون میں وضوح آگیا اور دلیٰ دوست سے دلیٰ دلیٰ۔ تمام
سبب دلیٰ ہمارا ہی ہیں۔ اور دلیٰ غرض ہر سادہ و عام کے لئے ہمارا ہی ہیں صرف دلیٰ کی ایک جہان ہے کہ سر پر غرضی کا دلیٰ ہمارا ہے



میں کا ہائی جیول لڑ میں لڑا ہے

اس کے ساتھ

کمال کے ہزاروں پھول کھلے ہوئے ہیں

جوں کا ہائی پھول ہے

بجیہ کسی دہلیز کے کھٹکے کی نئی ہندی

رنگ رنگیں شمع

اس جلیں کے بیچ پر چلیں کر رہے ہیں

”ماکھی کا انفرقہ“ ایک ”استقامت“ کا نام ہے جو ہم دین سے بڑا دین ہے، حق کا گھبراہٹ ہے، اس کے دل میں بدش میں شاعر کا ہاتھ پر مسو

تیرا کیا ہے۔ یہاں سے اس کی سہولت دینا ہائی لڑائی میں اور ایک ترمیم دینا کی گئی ہے کہ ”جہان عقل و محنت کی جہتی“ جو ان کی تصویر ہے، شریک و محبت اپنی

میری صداقت کا پتہ ہے ”اپنی شہادت اور اپنی قومیت کے جو گہرے ادراک، ان کی افراط و تفریط سے بڑھ کر جو سب سے بڑے حقیقی لڑکوں اور لڑائی کے

دل و دماغ پر لکھ کر رہے ہیں، ان کے دل میں نظر آتی ہے کہ ان کی ایک ہی بات ہے، اس بات کے دل کے ساتھ، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے، اپنی تصویر اپنی

یہ باتوں پہاڑ ہے، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے، شہادت، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے۔

سب جہان ہی کہتا ہے کہ اس کے

اپنی جہت کی بات ہے

اس میں گاؤں کی ایک گاؤں کے پریم میں

اپنے گل میں بہتے کا وقت ہے

یہ بات ہے، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے، شہادت میں

کیوں کہ ان کے گل میں ایک ہی بات ہے؟

جیہ میں، ان کی پتیلی پر گل میں

اپنی جہت میں ایک ہی بات ہے، شہادت میں

وہاں میں، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے

وہاں میں، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے، شہادت میں

وہاں میں، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے، شہادت میں

کوسم میں، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے

میرے میں، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے

یہ بات ہے، شہادت میں، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے، شہادت میں

کے دل میں، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے، شہادت میں

میں، ان کے دل میں ایک ہی بات ہے، شہادت میں



میں نے اپنے دل سے یہ بات کہہ دی تھی کہ

تیسرا حصہ: انگریزی کے قواعد اور قواعد

میراث پر ہاتھ دیکھے جانا اور دیکھتے ہو جانا ایک ایسی شر ہے
کہ اس کا انتہائی نہیں

المستخلص

آلہادہ کتب خانہ

Myrica

میں اپنے چلیاں اٹھ کر فطرت کی آواز دے

unfalsifiable hypothesis

تقریباً تمام اہل بیت میں ہر شخص کے دو مقام ہیں

دروغہ بازی، منافقانہ رویہ اور ان کے گھمبیر خیالات کے بارے میں

مجلس شورای اسلامی

ہم نے اپنے آپ کو اس سب سے بڑے مسئلے کے سامنے نہیں کیا۔

اس کے شریک ۱۱۔ سچے گیت جہاں کے لڑکے کھیتوں میں کھنڈیاں دوڑاتے ہیں، دریاؤں کے کنارے تیرتے ہیں اور غوطے کے متوازی ہیں ۱۲۔
 رسالہ دانش (۱۹۸۱ء) سے مشرق پاکستانی ہیں، انتہا ان ذوق و شوق کے ساتھ لکھے ہیں۔

[illegible][illegible]

قصہ سیف الملوک کے غیر ملکی ترجمہ

عبدالحق، محمد

ڈاکٹر امجد علی چیلے اپنے تحقیقی مقالہ بعنوان "اسلام کی نظری و حتمی حالت" میں دو سو سے زائد عربی و فارسی کتب کا مطالعہ کیا ہے کہ فقہ حنفی میں متبادل نہیں تھا۔ لیکن بعد از وہاب احمد علی کی آمد دیگر متاخرین کا یہ عقائد و افکار کی ترویج میں شامل ہو گئے۔

سینٹ ایلو کے قریب کے ڈاکو نے پہلے چور کی معلوم چوہا ہے کہ اعلیٰ اعلیٰ اور اعلیٰ زبوں میں اس کے تمام کامیابیوں کے
 زیادہ ہے۔ اس کی تعلیم پر آف اسلام کے مصلح ۳۹۰ پر مشتمل انگریز کی امداد

THERE ARE TRANSLATIONS OF THE NIGHTS IN SPANISH, ENGLISH, GERMAN, DANTISH, RUSSIAN AND ITALIAN.

16/06/2012

”لف یلہ کے ترجمہ میں ہے: ”انگریزوں، پولش، جرمن، ڈیویشن،“

المجلس الأعلى للدراسات والبحوث

اسلامی تحریک پر ایمان رکھنے والی ہر عورت پر فہرست میں یہ خیال کے مطابق نکاح ہے۔ متعدد حریفوں اور مخالفین کے انکار کے باوجود یہ تحریک اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب رہی ہے۔

[illegible]

فرانسس جی زاناکا کو دوسرا قلمی ٹائٹل ہے۔ جی ماہر دوسرا کہ ہے جو مسلم جہادی ٹیما کی ایک اور سرپرست ہے۔ ۱۹۹۰ء میں شیطان کی ہوا ٹانگڑی کے سانحے کے مطابق اس قلمی ڈاکٹر کو دوسرا، غیر مسلم دہائی کے مشہور فرانسیسی جرنلسٹ کے علاوہ دست نگاہی،

محمد زکریا خان نے ۱۹۴۱ء میں قادیان سے تعلق رکھنے والے ایک مسلمان خاندان میں پیدا ہوئے۔

"DIE NOCH NICHT ÜBERSETZTEN ERSCHEINEN UNDER
DER TAUSEND UND EINEN NACHT".



و. یا انزوہ بیوتہ کے ہم آگوشہ میں تعلیم کی ہے۔

[illegible]

عزیز علی صاحبزادہ صاحب دارالافتاء، اسلام آباد نے یہ سچو ترجمہ لکھنے کے لیے کمال قدر تقاضا دیا ہے۔ جس سے یہ سچو

۱۵. انجیل (رومیوں کے) سرپرستوں کی انجیلوں سے ملتا جلتا قریب و دوری

الاسماء والنسب والقبائل

وزیر موصوف نے یوں ہی سفیروں کا سہرا بننا چاہی۔ پھر فرمایا کہ:

- [illegible]

۲۳. طبع برهنه، سوزانده و غیره (۱۴۰۵) - تهران: نشر چشمه.

۳. فیجی برفاق مصر صبر کیا، جلد (۱۳۵۱ء تا ۱۳۹۳ء م) اگر فطرتاً توڑ پھڑ توڑی، تو پھر ان کی بھی تلوے استہلا

-

-

قلیٰ بنی ہاشم سے مراد کہ وہ پہلی شہنشاہ جو بنی ہاشم کے گھرانے سے تھی اور بنی ہاشم نے شہزادہ علیؑ کے قتل کے بعد اس کا تختہ سوار کیا۔



— زو حاشیہ کا اصل موجب ہے کہ ایک ایسے آدمی کو جو اس کے لئے تمام چیزیں تیار کر دے۔
 — ایک قسم کے پیر یا پادری کی ایک خاص خدمت میں پڑھنے والوں کا ذکر کرنا۔
 — سوتیلے بہن کی نسبت سے کہ ایک عیسائی بادشاہ اس طرح کا چھوڑا گیا۔
 — اس کا تصور صرف ایک شکر اور شکر کے فرق سے کیا گیا، یعنی یہ تھا کہ جس کو تیار کرنا کسی خاص کام کے لئے ہی نہیں بلکہ
 — اس طرح کے فرق سے تیار کر دیا جاتا ہے کہ اس کے لئے کسی خاص کام کے لئے ہی نہیں بلکہ
 — دیکھ کر پتا چلے گا کہ اس کا اصل مطلب ہے اس کا بنیادی اصول اور اس کے
 — درست دوسرے سرواگہ اور پھر اس کے نتیجے کا پتہ چلے گا۔
 — یہاں تو کرنا ہے کہ وہی دیکھ کر پتا چلے گا اور اس کا ایک چھوٹا سا
 — ایک ہی بار کرنا ہی نہیں بلکہ اس کے لئے ایک اور بادشاہ کی بات آگئی کہ اس کے علم میں اس کا خود کو کرنا ہے
 — ایک سوتیلے ہی مشرتہ کی طرح ہے۔ یہاں وہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 — یہاں تو اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 — کچھ نہیں بلکہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 — اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

— اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 — اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 — اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 — اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 — اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 — اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

جیسے کہ صاحب شہر خزانہ کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 یہاں تک کہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے



— عرض کردی حضرت ولی، که آن را برایم بفرماید، میفرماید که:

— میں اپنی بیوی کے ساتھ ایک سوڑے رنگ کی گاڑی میں بیٹھ کر اپنے گھر پر پہنچا۔

—جہاں میں ہرگز کسی نے قتل نہ کیا ہے میرا نام علیؑ اور میری ساری قوم کا نام علیؑ ہے۔

— حضرت باقرؑ حضرت زین العابدینؑ کی (معاذ اللہ) قرآن میں غلطی نہ ہوئی ہے۔ کیا مگر جانتے کے لیے غلطی اسلئے ہوئے تھے کہ قرآن کی کج روایت ہو جائے۔

— از جانب مصر و بنیاد دین که قرآن مجید و نبی است و کلمه انوار کی است و ہے کسی خدا کے خیرات کے طور پر ایک پیغمبر ہوا یا عابد و سادہ کی ہے۔

— لیکن سنجیدہ رہبر ہی جبر و غلبہ سے اس کے آپ کا منہ بند نہ کر سکتا ہے۔

..... یعنی یہ تیرا انا درخواب ہے۔ اور نہ تو اس نے اپنی زبان پر کلمہ لایا۔

— کراچی پینے ہمارے عزیزان! اگر قتل کی جگہ ہمارا کام آتا ہے تو ہماری جگہ شہر و غائب غصوں پر ہوتا ہے۔

و انصاف باشد و چون من اینست که هر کس در قضا یا در افتاد و شکایت از او را که مستحق است و حقش را ببرد و اگر

المستشار العام

_____ جس کے سر پر (پاک) لکھنا ہے۔

Dr. Joseph B. Hildner, M.D.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

—فهمنا ما كنا نحتاجه في تلك الأوقات.

2004-2005

1. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)

100

1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 26

— کھڑے ہو کر اسے اچھا کر دو۔ دیکھو میرا لڑکے۔ کچھ دیر کے بعد اسے کھڑا کر دو۔

...a whole - a beautiful Delusion.

Journal of Management Inquiry 20(4) 403-419

and the following conditions:

المسألة الأولى: ما هو دور الدولة في تنظيم الاقتصاد؟

وہاں پہنچ کر ان کے ساتھ ساتھ چلے گئے۔

[illegible]

موسم سرما کے دوران شہر میں زخمی و بیمار لوگوں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔

[illegible]

100



چترالی ادب

احمد سعید

صغیر اور بزرگ سے ڈھنگ جسے اونچے اونچے پادشاہان میں راجہ اور شاہانہ کے شکستہ و دراز ہیں جو چرٹے چھوٹے شہنشاہان کے اور ان کے کہنے سے شہنشاہان پر اختیار کے رخصت، گنگا ندر دھان کے دکنش کھیت، باغیچوں میں انگریز کے پتے، درجہ اولیٰ و شہرت، سبب کے حضرت، انکاروں پر صاحب کے لیے سے۔ یہ ہے چترال کا مختصر تصویر۔ یہ اور چترال کے باشندے ہیں، مسیح، انیسویں صدی کے دہانہ اور جڈانی۔ یہاں وہ ہے کہ چترال زبان میں جو فعل ایک اور ہے، وہاں انگریزوں کا ایک لڑا انگریزوں کو جیت اس سینڈ ہیلڈ واری میں بھی مسن و حق کے چرچے ہوئے ہیں۔ اسی لحاظ سے یہاں بھی چاندان کی جھانک اور انگریزوں کے انوکھے شہنشاہان پران چڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی نصرت کے طریقہ پر اصلاحات لکھتے ہیں۔

چترال ایک بڑا ہیچنگن اس میں دیوانی اہلک کے دست ہے اگرچہ یہ نصرت ہے چترال زبان کے ایک حصہ میں چترال کی زبان کی ایک قسم کی زبان ہے اس زبان میں بھی ادب منظور ہے۔ چترال کی زبان کو سکھوڑ کہتے ہیں جو تقریباً تمام چترال میں بولی جاتی ہے۔ گنگا ندر دھان کے دکنش کھیت، سبب کے حضرت، انکاروں پر صاحب کے لیے سے۔ یہ ہے چترال کا مختصر تصویر۔ یہ اور چترال کے باشندے ہیں، مسیح، انیسویں صدی کے دہانہ اور جڈانی۔ یہاں وہ ہے کہ چترال زبان میں جو فعل ایک اور ہے، وہاں انگریزوں کا ایک لڑا انگریزوں کو جیت اس سینڈ ہیلڈ واری میں بھی مسن و حق کے چرچے ہوئے ہیں۔ اسی لحاظ سے یہاں بھی چاندان کی جھانک اور انگریزوں کے انوکھے شہنشاہان پران چڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی نصرت کے طریقہ پر اصلاحات لکھتے ہیں۔

چترال ایک بڑا ہیچنگن اس میں دیوانی اہلک کے دست ہے اگرچہ یہ نصرت ہے چترال زبان کے ایک حصہ میں چترال کی زبان کی ایک قسم کی زبان ہے اس زبان میں بھی ادب منظور ہے۔ چترال کی زبان کو سکھوڑ کہتے ہیں جو تقریباً تمام چترال میں بولی جاتی ہے۔ گنگا ندر دھان کے دکنش کھیت، سبب کے حضرت، انکاروں پر صاحب کے لیے سے۔ یہ ہے چترال کا مختصر تصویر۔ یہ اور چترال کے باشندے ہیں، مسیح، انیسویں صدی کے دہانہ اور جڈانی۔ یہاں وہ ہے کہ چترال زبان میں جو فعل ایک اور ہے، وہاں انگریزوں کا ایک لڑا انگریزوں کو جیت اس سینڈ ہیلڈ واری میں بھی مسن و حق کے چرچے ہوئے ہیں۔ اسی لحاظ سے یہاں بھی چاندان کی جھانک اور انگریزوں کے انوکھے شہنشاہان پران چڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی نصرت کے طریقہ پر اصلاحات لکھتے ہیں۔

چترال ایک بڑا ہیچنگن اس میں دیوانی اہلک کے دست ہے اگرچہ یہ نصرت ہے چترال زبان کے ایک حصہ میں چترال کی زبان کی ایک قسم کی زبان ہے اس زبان میں بھی ادب منظور ہے۔ چترال کی زبان کو سکھوڑ کہتے ہیں جو تقریباً تمام چترال میں بولی جاتی ہے۔ گنگا ندر دھان کے دکنش کھیت، سبب کے حضرت، انکاروں پر صاحب کے لیے سے۔ یہ ہے چترال کا مختصر تصویر۔ یہ اور چترال کے باشندے ہیں، مسیح، انیسویں صدی کے دہانہ اور جڈانی۔ یہاں وہ ہے کہ چترال زبان میں جو فعل ایک اور ہے، وہاں انگریزوں کا ایک لڑا انگریزوں کو جیت اس سینڈ ہیلڈ واری میں بھی مسن و حق کے چرچے ہوئے ہیں۔ اسی لحاظ سے یہاں بھی چاندان کی جھانک اور انگریزوں کے انوکھے شہنشاہان پران چڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی نصرت کے طریقہ پر اصلاحات لکھتے ہیں۔



آدم علیہ السلام کے درباب میں اس قدر سوز بھرا تھا کہ لوگ چڑھوں کے لیے درخان کو بھیجے کا خیال ہی نہیں رکھتے۔ خیمہ کو کھینچ کر گھر لے جاتے جب یہ دور بھری تا میں رات میں جیو حیات کی ایک جگہ پہنچا، اس کے دل میں بھی ایک کالم باہر پڑ گیا۔ اس میں بعض اشخاص نے کشتی سے دیو ایک سے دیو آکر نہ ہانکے آدم علیہ السلام کی نظریہ اخصیہ اور دنیوی پر گڑبگڑا گئی۔

یہ ایسی دونوں کی محنت کا انداز تھا۔

مٹا دی خیمہ پر لگی اور دنیوی اپنے دل میں آدم علیہ السلام کی محنت کی ایک کہ کہہ دیں گا تو آپ بھیجے۔ آدم علیہ السلام کے دل پر دنیوی کے شخص کا اس قدر گراؤ تھا کہ اگر اب وہ اس کے غریب کر پڑے گا اسے سرور شکار بکھر جائے گا۔ آدم علیہ السلام ہر وقت کتاب کے ساتھ اپنی بھلی کی بات کہنے لگا۔

”کتاب میرے آغوش میں پڑا ہے۔“

”آدم میرے ساتھ میرے محبوب کا بیٹا یعنی جی کر رہا ہے۔“

آدم علیہ السلام کی محنت کا حسن مان کر چہ چہ تو اس نے فرما آدم علیہ السلام کو کیا اور اسے لڑا اعلیٰ کیا۔ آدم علیہ السلام نے اور ہر کھربہ کے توفیق کر اس نصیحت سے اپنی غلط فہمی کو مٹا لی۔ لیکن وہ بھری آگ میں پڑا اور بھلا کر اس پر یہ حد سے بڑھنے لگا۔ اور ہر وقت سے باہر ہو گیا تو اس نے دنیوی سے ملنے کی غمازی، ان کو ایک حالت اپنے ساتھیوں میں سے آدم علیہ السلام کی اوٹ لیا اور دنیوی کے گھر پہنچا، جہاں وہ کون میں ڈال کر وہ کھو طرح دنیوی کے دھوکے میں پڑا، دنیوی کو اس سے بھلا گیا۔ وہ بچے کو گھر لے گیا، لیکن جب بچہ مٹا آدم علیہ السلام کو کھڑے پا کر اس کے بھرپور دل کو چڑھوں کے لیے قرار کیا۔

آدم علیہ السلام نے کہا۔

”آپ دنیوی! غصے کی شے، اسے کھیرے شے کا چرچا ساری کو بچا ہے۔“

”آدم علیہ السلام: یہ کاروبار ہے اپنی دونوں دونوں کو میرے سے بچا ہے۔“

تمام رات دونوں نے غصے میں دنیوی کی غصے میں باقی میں گزار دیا اور دنیوی نے آدم علیہ السلام سے اپنی محنت کا اظہار کر دیا۔

”آپ میرے غصے میں آدم علیہ السلام سے اسے محنت دینی مندرجہ کے مان۔“

”تیرا دل دوسرے سے ادا ہے یہ تیری باتوں سے مولیٰ برستے ہیں۔“

”میرے مثال ایک جسم کے لیے آدم علیہ السلام کو باہر میں آدم علیہ السلام کی مانند ہیں۔“

محرکات و محنت کرنے والوں کے لیے کوئی کا بیٹا نام سے کرنا، باہر دنیوی کے باپ کی بھیڑ مانی۔ دنیوی لکھا۔

”آپ میرے آبا کی بھیڑ، خدا کے تیرے لیے میں غم نہ ہاں۔“

”آج بھی کھڑے تھی، آج بھی کھڑے تھی، میرے غصے سے ہر اشخاص آدم علیہ السلام لکھا۔“

جب آدم علیہ السلام نصیحت ہوئے گا اور دنیوی نے دوسرے دوسرے اپنی انھیں شروع کر دی اور شروع کرے۔

”آپ علیہ السلام نے جو باتیں تم سے کہیں ان میں سے جو جی ہے کہ کوئی اور ہماری محنت کی مادی، مادی ہاں نہ ہوتا ہے۔“

”آج بھی کیا نہیں، مادی کو نہیں نے کھڑے ہو کر انھیں شروع کر دی۔“

”میں کھڑے ہوں ان سے آدم علیہ السلام کے کھڑے ہو کر انھیں شروع کر دی۔“

وہ بچا ہو گئے، اب دونوں کے دونوں محنت کے شے تیرے تیرے ہو گئے، دنیوی کو غم محنت نے چاہا ہی نہ پڑا، وہ دنیوی کے غصے کی آگ



چالیس سال محنت

لوگوں کا کہنا ہے کہ آدم خلیہ گریپ باز سے کا رہے دلاؤ گاتہ۔ لیکن درحقیقت انہی گاؤں کا حق ایک اور روایت ہے کہ آدم خلیہ کے باپ میں نلکہ
 غریبہ کی فریاد تھی اور زلزلہ جہان ترافدی مصری بائو، عمل کو تک اور دوسرے گروہوں کے چند گاؤں انہی گاؤں کے زیر اثر
 تھے۔ انہی گاؤں میں لوگوں کی حالت کے برصغیر میں کے باشندے (جیسے جیسے گاؤں) بڑا گستاخے تھے لیکن انہی کے یہ سب غریب ملک میں تھا جتنے
 اس سرکاری کابی، مگر انہی کو دھوکہ دے ڈالتے تھے ہیں۔ انہی گاؤں کے لوگ بھی بائیں کے لیے ڈھانگے گئے یا کسی دبا یا آسانی آفات سے
 بچنے کے لیے غریب کہتے ہیں تو اس سرکاری میں جو بات ہے۔

پشتو کے مشہور ادیب محرابی غلک کا کہنا ہے کہ ایک بائیں طرفی صیت اس حوالہ کے معاملے میں داخل تھا تو ایک شخص نے مجھے یہ کہنا
 سے روکے ہوئے تھے کہ کیا کوئی آفت آزل نہ ہو جائے۔ یہ حوالہ پشوری کا ایک حوالہ ہے جس میں ایک شخص نے میرے یہ کہنا ہے کہ ہاں
 کہ وہ لوگ ایک ہی طرح میں ہیں، بعض ان کے غریب پر ہیں ایک معمولی سی حد تک لگتے ہیں۔ مزارکہ جو حق جوت سے ترش ہو کر ایک بیری
 چہاں کہتا کہ انہی کو دھوکہ دے گا لیکن لوگ جو اب تک چاہتے ہیں۔ انہی لوگوں کی فکر کی جوت بیری سے کڑوں کے ٹکڑے کا کہ حوالہ
 دیتے ہیں کہ غلک اور اب فراہم ہیں اگر زمینیں ٹکڑے ٹکڑے رہتے ہیں، انہی لوگ تو سب تک بائیں کے دھوکہ دہیں میں سے نہیں جاتے۔

منہ مستند

ہر اکے درخش ہر اکہ خاکدراں میں رکھا ہے
 دسی کے ساتھ گل آسماں میں رکھا ہے
 اس میں ہیں دل و جاں میں ہاں میں کیسی
 کہ لقا چشم میں ابر و رواں میں رکھا ہے
 میں اگر کہ اپنا اس میں سوں پر تاشے کو
 کہیں کہیں سے مجھے بے اس میں رکھا ہے

ملک عزیز۔ دہلی دہلی دہلی
 درالغہ کلام



پہوں میں حسن و جوانی، اچھی صحت اور تندرستی کا پتہ نظر آ رہا تھا۔ میں تو بھی اس شخص کی دل واپسی تھا۔ میرے خیر خواہوں میں سے
 ان ہاں مرووں کی اس پرکھ، دیکھ کر پیاس در پیچ، آپ ہا میں لڑکی دست اس کی صحت اس کی دل کھل جواں اور اس
 کے بچے ڈیل ڈول سے کپ تک ڈاڑھ میں کہاں تک نہ سہجی، چنوں تو اس کی خاطر سب میں کمر لیا، راضی، وہ کھینچے کیا دھوتا
 سستی ہی کو گھر آ کر سستی حسن کی دیوی، چنوں اس کا بچہ دی ہوتے ہوئے سستی کے ویلے میں بھی چاہت کے چلے گئے،
 آپس میں پیر غنت کے بیگ ہوتے

پردیا کہ بالی ریت ہے کہ اپنا بھو ہو جائے چاہے دوسرے کا ٹوکٹ جائے، انہیں دواں جھسور میں ایک
 سدان تھی، بڑی چارن، وہ بھی چنوں کو پا چنے کی تھی، چنوں کے بچے بھی ہو رہی تھی سوئی پانی اسے پر جاتی، دھڑبات نہ
 جتی تھی اس سے جلی مرق تھی، کھڑو جتن، جھا لے جتی ہے کام چایا، سادہ دلوں کو دور دلوں آپ ہا میں کچے بنے ہے
 دیاری مٹی ہی، کچے بنے میں چڑی چڑی ہستیاں آجاتی ہیں، چنوں نامان دنیا کے چھل فریب سے اُن جان دن کی باتوں
 میں آگیا، بے گناہ سستی سے ہی بنایا۔

لڑکی دست ان باتوں کی نہ خوب پہچانتی ہے، سستی بڑی کوئی نگھن گئی ہے چنوں کو پر چایا ہے، میرے خیر خواہ
 کہ سے بھکیا ہو رہا ہے، سستی کو اپنی کھانسی پر صبر دیتا تھا، ایک دن اس نے چنوں کو بتایا کہ کیا، میرے گدہم اس کے
 ساتھ گٹھ کی کو بڑی ۔

۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰،

عمرداری

سید علی مدنی



قیام پاکستان سے لے کر سو سو سال قبل کا دور ہے کہ عمارت میں شاہ و سرکار کا ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ یہ بادشاہ سرور و قوم کا فرزند تھا۔ جو قزاقوں سے تعلق رکھتے تھے اور سندھ و ہند کے دھرم و حکم بکروہ حال پذیرا بھی سمجھے جاتے تھے، شاہ و سرکار وہ تمام اوصاف اپنے ہاتھ تھے جو ایک ایسے بادشاہ میں ہونے چاہئیں۔ ہمت و شجاعت آداس کی سرشت میں گھٹ کرٹ کر ہری گئی تھی و عفو و عیش اس کے ہم عنوان رہتی تھی۔ جہاں جانا کامیاب و کامیابی کرٹ کر آتھو دل و انصاف کا یہ حال تھا کہ کوئی بھی فریادی اس کے دربار میں حاضر نہ کر سکا کی نہیں جانتا تھا۔

نظر ہے کہ یہ عجیب و غریب خدا کی نعت ہے شاہ و سرکار میں ہزاروں خوبیاں ہوں طریقہ ایک خاص اس کی سرکار مہارت میں بھی ایسا کیا جس کی وجہ سے اس کی کونڈنگ کی رفتار چکر و لگتی ہے۔ وہ دفتر اس عروج پر پہنچا گیا کہ جانتا ہے۔

ایک دن کا دن ہے کہ شاہ و سرکار میں چیتا کر اپنے امیروں و اہل و عیال اور درباریوں کو صلہ و انصاف کا نصیب دیتے کہ در انھیں کامیابی کا شکار بھی دیتے جسے اور جس سے کے بغیر کوئی دیوار کوئی نہیں چوسکتی اس عروج میں انصاف کے بغیر بھی کوئی سلطنت ایسا و سرکار تک نام نہیں رہ سکتی۔ آؤ میں اس سے پہلے تمام امیروں، اہل و عیال اور درباریوں کو بچہ زور و انصاف میں عقیدت کی کہ وہ حکم و حکم اور جو رو جھٹا ہے اسرار داری جو خدا کی نظر میں سب سے گستاخانہ فعل ہے اور اس بقول کے لیے جو انوار کا مرکز ہے جہاں ہر جہاں کا کام کر رہا ہے۔ اچھے وہ اس قسم کے مراعات و انصاف میں مشغول ہی تھا کہ ایک ایسی فرماں اس کے قریب سلطنت کے سامنے پر آکر کہ وہ اس سے سے تنہائی میں حفاظت کرنے کی اجازت چاہی اور شاہ نے ہی کا قسم دیدہ گیا کہ وہ دربار پر غارت کر دیا تاکہ اس کی کوئی زمین کے ساتھ نہ ہو سکے۔

جہاں نے میں سرکار شاہ و عمارت پر حکومت کرتا تھا اسی زمانے میں میر نام کی ایک لڑکی میں جو صوبے قریب واقع ہے، بڑی نام کا ایک خوب گلابیہ رچتا تھا خدا نے اسے عمارت نام کی ایک خوبصورت، خوبصورت و طرز عمارت کا قیام جو من و جمال میں اچھا جواب نہیں دے سکتی تھی۔ اس میں عمارت ہی کم سن لڑکی کو شادی کے عروہ کی انگلیں اپنے ہاتھ کے ہتھ پہنے لکھتے کے ساتھ کر دی، جو مردانہ من و جمال میں اپنے تئیر نہیں لکھا تھا۔ عمارت اور لکھنٹ چھپا جسے ہی ایک اور سو سے محبت کرتے تھے عمارت کی یہ محبت ایک شخص کو پاگل نہیں بناتی تھی۔ وہ شخص تھا بڑی کارگر و جھوٹا، جو کچھ بھی اس سے ملتی کے سر میں رہا اور اس کی پیڑ بھریاں چرایا کرتا تھا۔ دراصل یہ شخص عمارت پر غلام جان سے مستی تھا۔ شروہ و شرف

میں اس کا خیال تھا کہ وہ ماروی کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے لگا لیکن جب اسے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو وہ صدمہ کے وار سے جلی اٹھا اور جلد بچنے کے لیے حرکت دوادہ کر گیا تاکہ ماروی اور گھیت کو ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا کر کے اپنے شکست کا بدلہ لے۔ چنانچہ وہ شخص جو قہر شاہ کے سامنے عریاوشاہ سے تنہائی میں طاقت کرانے کے لیے آؤ تھا۔ ماروی کا کام دیکھنا تھا جس پر گھر بھی تھا۔

جب شاہ حرم نے چمک کر غصت میں بار بار اپنی ٹانگیں توچر گئے اس کے قدموں پر گر کر کہا :

مے بادشاہ! میں آپ سے کی بات کرتے یا وہ فریاد کیسے نہیں آیا، بلکہ آپ کو اس شخص خیری منائے کیا ہوا کہ عزیز نام کا کسی جی میں جریاں سے ہندوستان کے حاصل پر حوروں میں واقع ہے ماروی تمام کی ایک لڑکی ہے۔ لڑکی حرم دہلی میں اپنا نانی ہیں رکھی۔ کیا قدر و قیمت اور کیا قدر و خلل سب میں ہے عیب ہے۔ اس کا جسم سب سے اعلیٰ رنگی کو شہرہ کی جہاں پر رہا ہے جو صورت ہے کہ ہاں بھی اس کے سامنے کچھ وقت نہیں رکھتا۔ جب وہ مسکراتی ہے تو مٹا بکھرتی ہے۔ بات کرتے ہیں تو چہل چلنے سے ہیں۔ اس کی سرسری باتیں اور کھانچے رشا، دلچ کر انسان تو انسان فرطیجے میں حش حش کر رہے ہیں۔ یہ باتیں ہے کہ لڑکی انسان اسے دلچے اور چمکے دوسری چیز کی یاد میں نہ جانے۔ بادشاہ! وہ سب کچھ ہے۔ عجز و ایک کھڑیہ کی لڑکی ہے۔ اگر آپ کی حق عنایت اس پر نہ ہوئی تو وہ تمام حرکتیں گھڑیہ کی حرکت بنی رہے گی۔ خداس کی رائیسی بھی ہو کہ اور دھڑلک پر شاہ کی باتیں اگر وہ آپ کے حرم میں پہنچے جائے تو مجھے یقین ہے کہ یہاں اس کی زندگی ہی ستر جائے گا اور شاہی حرم کی رونق بھی بہت بدم جائے گی۔

شاہ حرم ایک نظر قتل محل و اخلاص کی کیفیت کو راقشاہ، ماروی کے حسن و جمال کی کوئی سکر کیا اور وہ شیفتہ ہوا کہ اسے اپنے دل و دست پر بھی یاد نہ رہے۔ اس نے فی ہفتہ دو ہاں دست ساز لڑکیاں تیار کرانیں اور چمک کر سامنے کر چمک کر دواں ہو گئے۔

جب شاہ حرم اور وہی کے گاؤں چمکے نزدیک پہنچا تو اتفاق سے ماروی بھی اپنی ایک سہیلی کے ہمراہ کوئٹہ سے پانی بھرے کوٹھل لائی تھی۔ ماروی نے اور اس کی کوئٹہ کی طرف جھٹکا ہوا دیکھا تو یہ سہ ڈر گھا اور سہیلی کوٹھل بھرنے کے لیے کہا۔ گھڑیہ نے جو کہ قدر قدرتی چھتے چھتے کہا ڈر کر کہیں کی ڈانگیر بولے۔ پانی پنا چاہتے بولے۔ بہت کرپہنگ تو ہم سے پانی مانگیں گے۔ اس میں لڑکی بات ہی کو اپنے : ماروی اپنی سہیلی کے اطمینان والے پر گئے جیسی اور دونوں سہیلیاں پانی بھرے گئیں۔

سناٹا سناٹا جب کوئٹہ کے پانی پینے تو چمکے شاہ حرم کو بھی آواز میں بتلایا کہ ماروی بھی ہے۔ عریاوشاہ نے جب ماروی پر نظر ڈالی تو اسے جیسے جیسے دیکھ کر اس کی گھٹیاں زیادہ حسین پڑیں۔ جھٹ اونٹنی بھٹکی اور پانی مانگنے کے بھنے اس کے پاس پہنچے گو۔ ابھی وہ پانی ہی پے رہی تھی کہ چمکے اسے اٹھا کر شاہ حرم کی اونٹنی پر بٹھکا دیا اور اسے نکر و لوں کے اندر کرکٹ دواں ہو گئے۔

ماروی کا دوسرے دوسرے بڑا حال ہو گیا تھا۔ شاہ حرم نے اسے لاکھ بھائی بھائی۔ نرو چہا چہا کہ پانی دیا۔ مگر ماروی کے کہنے ڈھیلے تھے اور وہ تھے، جب اسے اپنے دل باپ اور پیارے علیگیر کی یاد آئی تھی تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے



جھلے پھٹ پڑتے تھے۔

بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ نرمی اور درجت سے کہ کام نہیں چلتا تو اسے دھمکایا۔ کیا تیرے ماں باپ اور خیرا چلوں والا
شر پر غریب گزارے ہیں۔ میں نے کسی نہ کھانے کہے نہ پہننے کو؟ میں تجھے اپنی ٹھکر بنا چاہتا ہوں تو میری سب سے بڑی حاجت والی
اداکہ بولی کیا تجھے یہ ہنسنے نہیں؟

بالکل ایسے ہی تھے۔ "ماروی نے جواب دیا۔ اسے شاہنشاہ میرے ماں باپ نے میری نسبت ایک شخص سے کہی
ہے۔ میں جس کو بنو گئی تھی تو اب بھی۔ اب ہم درگوں کو موت ہی ایک دوسرے سے چار کھنچ رہے ہیں۔

تیسے ہارستہ! اب غریب پر دھم فرماؤ، ترسوں کا اور مجھے اپنے درگوں تک واپس پہنچا دے۔ میں نے ماں باپ کے ان
مال و دولت کو فروا دیا ہے۔ لیکن ہم دیہات کے درگوں کے کنوئیں میں مال و دولت کا کارڈ وقت نہیں۔ میں تو سیدھی سادی
خود کو، پریشان اور سردار و ریشمن پسند ہے۔ آپ کے ان حلیہ میں مہلوں اور ٹھکانوں کی نسبت میں اپنے حقیر حقیر سے
زیادہ عزت چاہتی ہوں۔ جتنی میری قدرت (یعنی تمام درختوں) کے ساتھ ملو، مگر جرتی ہے۔

اسی دوران میں ماروی کے ماں باپ کہ ماروی کی سبیل کی زبانی پست چل گیا کہ ماروی کو حرکات کا ہوش نہ تھا کہ
کے گیا ہے۔ لہذا انہوں نے ماروی کے اچھے مستقبل کا خیال کر کے اسے چھڑوانے کی زیادہ کوشش نہ کی، لیکن ماروی
کے شکر کیٹھن نے بہت زیادہ ماروی اور وہ فقیروں کا میںیں بدل کر حرکات پہنچ گیا۔

ایک روز کھیٹ جبکہ مانگا مانگا عین اسی کے علاقے پہنچے جہاں میں میں ماروی مقیم تھی۔ ماروی کی
نظر ڈال خانے سے کھیٹ پر پڑی۔ وہ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور اندازہ دینا کہ اسے تیرے سوچنے لگے۔

اب کے شاہنشاہ ماروی کو دیکھتے تو انہی ماروی نے شاہ سے وعدہ کیا کہ اگر زیادہ میںیں کے اندر اندر ماروی کے ماں
باپ اسے چھڑائے دے گا تو وہ ہمیشہ کے لیے اسی کی ہو جائے گا۔ ماروی کے اسی وعدہ سے حرکات دل باغ باغ ہو گیا اور میں
نے بہت سی بدھنیں جو ماروی پر قائم کر دی گئی تھیں وہ میںیں کر دیں۔

حرکات کے خاتم میں ایک جنگ کی مخالفت، وراثت تھی۔ کھیٹ نے ماروی کا پتہ لگا لینے کے بعد اپنا ٹیوہر وہیں
گھمایا۔ ماروی نے ایک نوکر لایا کہ اپنا چلن بنا میں جو روزانہ اسی خانہ پر پہنچتی اور کھیٹ کو ماروی کے کتے مسٹرینوں
سے ملتا کہہ کر آتی تھی۔

کھیٹ اور ماروی کو جب ایک دوسرے کے ساتھ اسی طرح نام و پیام موصول کرتے ایک عرصہ پہنچا تو انہوں نے ایک
تہجد سہی۔ فیصلہ ہوا کہ ایک مقررہ دن کو شام کے وقت ماروی دیہات کے قصبے خانہ پر پہنچے۔ وہاں پر کھیٹ ایک
تیز رفتار سائیکل تیار رکھے گا اور اولین موقع ملے پاتے ہی ماروی کو سوار کر کے لے آئے گا۔

جب مقررہ تاریخ آ پہنچی تو ماروی بہت سی کھانوں کے ہوا شاہنشاہ کے حرکات سے مخالفت میں پہنچے اور مختلف
طرح کے چڑھاؤ سے چڑھنے اور دھمکیاں دینے لگی۔ اسے کھیٹ بھی تنگ میں لگا ہوا تھا۔ اولین نشست میں اسے سناٹا ہی ہر
چیز حرکت جا رہا تھا تو اس سے اوپر چل کر گیا۔ خانہ میں بہت میںیں اور بچے بھی تھے۔ سب اس کی آواز میں نہیں تھا۔ جہاں کی
ادارہ پر آتا۔ ماروی میںیں آتی تھی وہیں ہی اپنے گھر میں پہنچ گئی۔ شاہنشاہ نے لاکھ کوششیں کیں، لیکن وہ اسی طرح چپا دی گئی کہ
میں اس کے اندر نہ گئی۔ حرکات کی اصل نیت تو اسی مقصد پر ہے۔ لیکن شاہنشاہ اور قہر تو میری نے اس میں بہت سے
اختلاف کئے ہیں۔



مرزا قلیچ بیگ

عبد اللہ احمد مدنی

مرزا قلیچ بیگ سندھی زبان کے ایک نامور ادیب اور صاحبِ طبع مصنف تھے۔ کئی نسل کا زمانہ ان کے یادگار رہا۔
مذاہبِ سندھ کے مشہور تاریخ نگار، پہنچ نامور، کا انگریزی ترجمہ ان کے کلم کا مرحوم مصنف ہے۔ شاہ عبداللطیف جٹا کی مکمل
کلام کو انگریزی میں ڈالنے اور سندھی زبان میں ان کے سوانح اور گفت و ادب کو مرتب کرنے کا کام بھی ان کے ذہورِ کمال کا نتیجہ ہے
لیا۔ جب عبداللطیف جٹا کی مکمل کلام کے ادبی محاسن کے شعروہ اور ان کے سوانح حیات پر مشتمل مطالعہٴ لطیف کے نام سے ایک کتاب
سندھی زبان میں شائع ہو چکی ہے۔

مرزا قلیچ بیگ نے سندھی، انگریزی اور اردو میں کئی اور علمی کتابیں بھی تصنیف و تالیف کی ہیں، یہ سندھی زبان میں جن
مصوبہٴ تحریر کے بغیر میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے۔ ان کے ادبی کاموں میں یہی تصنیف اور تعلیمات کا ذکر آتا ہے۔ وہیں قوت
انجیلی اور حضرت عیسیٰ کی سوانح میں بھی شامل ہے، جو انہوں نے جنی کاکولس سے سندھی زبان میں منتقل کی تھی۔ خاص کر ادبی کاموں کے
معلقہ میں ان کا یہ اعلان بھی ہے کہ سندھی زبان میں صاحبِ جزو مغربی شعراء کے کلام کا انتخاب ترجمہ کر کے سندھی جاننے والوں
کے لیے شائع کیا اور انہیں تحفہٴ جماعت بشر سے منادیت کرایا۔

سندھی میں بھی اردو کی طرح پہلے عقلی وحدت آرائی کا بڑا زور تھا اور زبانِ بیکھر معنوی ہو کر رہ گئی تھی۔ مرزا قلیچ بیگ
نے صاف شعری وحدت لکھنے کی تحریک شروع کی اور سندھی نثر کو سلاست و بیان کا وہ بہ ثباتی میں پر آب تمام سندھی ادیب
کا موزن نظر آئے ہیں۔ غریب، ساریچ، شعروہ ادب، استاد، تامل، سوانح، تعلیم، اخلاق اور طبیعت پر ان کی کئی
نیم سو گرائف و تعلیمات و اثر شافی ہو چکی ہیں یا مسودات کی صورت میں موجود ہیں۔ انہوں نے صرف انگریزی سے ہی نہیں بلکہ
فارسی سے بھی بہت سی اصلاحیں کا ترجمہ کیا، سندھی ادب، خصوصاً نئے مصوبہٴ نثر نگاران کی بنیاد رکھنے کے بعد اس
ان کا سندھی سرسید کہ جس نے آرمینڈ پڑھا۔

ان کے علمی و ادبی کاموں کو ان وقت کی حکومت نے بھی پسند نہ کیا کی نظر سے دیکھا اور انہیں شمس العلما کے
خطاب سے فرستاد گیا۔ ساتھ ہی ساتھ سندھی ادیبوں اور مصنفوں کی طرف سے بھی انہیں تحمین زبانِ سندھی کو محفوظ
رکھنا۔ ان کے تجرملی اور ادبی تبادلات کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے پائے کے مصنف اپنی بحیثیت اور تحریروں کی توسیع و ترویج
اور مسند و اصلاح کا کام ان کے شعروہ کی مدد سے کر سکتے تھے۔



مرزا صاحب کا کتب خانہ سندھ کے کتب خانوں میں بہت ہی مختصر ہے۔ اس کتب خانہ کا ذکر کرتے دیکھنے میں خود مرزا صاحب کا طبع کا دشمن کو بھی داخل ہے۔ انہوں نے اپنے ذاتی شوق اور علمی جستجو کی تسکین کیلئے دو دور دراز مقامات سے نادر کتابوں کا ایک ذخیرہ جمع کیا۔ کئی ایک کتابوں کے سوا ذاتی خصوصیتوں کے لئے اور اسی طرح ان کے کتب خانہ میں جو سوسائزہ آئی، صرف اور صرف ذاتی خواہش یا مطبوعہ وغیرہ کے لئے کاغذیں بچا کر رکھی ہیں۔ اس میں ذخیرہ کی افادگی اور ہی ترکی اور دستگیری زبان کا بہت ہی عمدہ کتابیں دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس وقت یہ بیش بہا علمی طراز مرزا صاحب کے مدبروں کی تحریک و ترقی میں ہے۔

مرزا صاحب کے اہل کے کچھ ہوتے سوتے جو زیادہ تر علمی ذخیرہ اور دوسرے میں ہیں، لہذا کہ ایسے کچھ ہیں اور وہ ایک مفید ذخیرہ میں محفوظ ہیں۔ ان سوسائزہ کا نام "انجمن التعلیم" رکھا گیا ہے۔ اگر ہی سوسائزہ کا ایک مجموعہ جس میں محفوظ کیا گیا ہے اور اسی کا نام "مجلس" رکھا گیا ہے۔

مرزا صاحب کے والد کا نام مرزا فریدون بیگ تھا۔ ان کے صاحب زادے کے معصوم ہوتا ہے کہ مرزا فریدون بیگ صاحب ہیں جو بیگ درگجستان کے ایک سیال خانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ خاندان مرزا گرجستان کے ایک قبیلہ "سکوت" میں رہتا تھا۔ استاد زاد کے اعتبار سے خاندان گرجستان سے منسلک رہا۔ اس کا پتہ یہاں حیدر آباد میں آگیا۔ یہ زمانہ وہ خود سندھ میں اپنے خاندان کے حکمرانوں کا دور دورہ تھا اور میر کریم علی صاحب مرحوم حکم تھے۔ ان کے کوئی اولاد نہیں رہی۔ اس زمانہ خاندان کے چشم چراغ مرزا فریدون بیگ اور ان کے ایک ساتھی مرزا خسرو بیگ کہ ان میں کریم علی صاحب مرحوم کے ساتھی ماطلت میں بگڑ گئے اور ان کی زندگی ایسے انجام سے گزری جیسے وہ خاندان خانی کے ہی فرزند ہیں۔

گرجستان کے ان دووں نوجوانوں نے اپنے پیروں کے اس دربار میں اپنی ذاتی طبیعت کی بدولت جو اثر اور سوجھ بوجھ پیدا ہوئے مرزا خسرو بیگ عربی سے تھے ان کا ایک مددگار ہی تھی جن کی قضاوی مرزا فریدون بیگ سے ہو گئی اور ان کے بعض سے مرزا بیگ پیدا ہوئے۔

۱۲۳۴ء میں ان کے والد مرزا فریدون کا حکمران خاندان نکلتے میں تیسری کوشیت سے بچے دیا گیا۔ مرزا فریدون بیگ کا کوئی بھائی نہ رہا تو وہ ایک خود سندھ سے نکلی کہ بہر حال بیگ کے مشرقی گاندہ پہ ایک بھائی ہی باگ آج رہ گئے۔ جس کا نام "مٹو" مشہور ہے۔ یہ خاندان اب تک وہی مقام پر رہا ہے۔

مرزا مستطیع بیگ کے والد مرزا فریدون بیگ کے سات بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، مرزا فتح بیگ اپنے والد کے تیسرے بیٹے تھے۔ ان کی ولادت کا سال ۱۲۵۵ء بتایا گیا ہے۔

مرزا مستطیع بیگ بچپن ہی سے بڑے ذہنی اور مہذب تھے۔ ان میں عام بچوں کی طرح فطری کھیلوں کی ذوق کی رحمت نہ تھی۔ بلکہ کھیل کی وقت بھی علم و ادب کے کھیل و رسم کی گھیر میں نہاتے رہتے تھے۔ اس بات سے ظاہر ہے کہ ان کی طبیعت اور ان کی عمر سے فطری لطیفہ سے منہایت نکلتی تھی۔ چنانچہ ان کے اس میں وہاں کو دیکھ کر ان کی والدہ نے بہت سے رنگ برنگے کافز اور رنگین دھنیں خوبصورت کلمہ لکھ دیتے تھے اور یہ ان سے اپنا دل بھلا کرتے تھے۔

مرزا صاحب کے کاغذ و خطب کا پاپا تھا۔ ابتدا سے لکھی تھیں ان میں بڑے شعر کا کام لیا کرتے کہ بہت شوق تھا



سرکاری وزارت کے سلسلہ میں جی اہنوں نے کافی ترانہ کی اور اب وہ ڈیجیٹل شکل کے جہد تک پہنچ گئے۔ اس وقت اہنوں نے مرزا قزلباش بیگ کے صاحبزادے سے دوسرا خط کیا اور ان کے بطن سے جی کئی اور کارڈ برائے ۱۹۰۸ء میں ان کا جی انتہائی پر گیا اور مرزا صاحب کی سمت بہت طویل ہو گئی۔ اہنوں نے تیسری سال تک سرکاری وزارت کرنے کے بعد پیش کی۔

سربراہ جی ۱۹۲۹ء کو مرزا قزلباش بیگ کا انتقال ہوا۔ یہ حادثہ منہج کے طے وادائی مصلوں میں جی کی سمت کے ساتھ محسوس کیا گیا۔ تمام اخبارات نے کافی مضامین لکھے۔ سنی رسالوں اور اخباروں نے "قیچ بیگ خیرہ شائے کے جی میدان کے طے کاموں پر تبصرہ کیا گیا، بعض ادبی رسائل نے "اہن" مسجد کی مندر کا خطاب بھی دیا۔ مرزا قزلباش بیگ کے ایک بہت قریبی دوست نے ان کی یہ یاد دہانی نکالتی کہ جو بہت پسند کی جاتی ہے۔

داخت از دین و زکا و افزایب سال ترمیش بگوشا منسل اویب

۱۳۴۵ھ

اور سن ۱۳۵۰ میں یہ کار کا وقت ختم ہے۔

ہم دگر گوشتہ اب فہمیں غراب

۱۹۲۹ء

(فروری ۱۹۵۱ء)



کرک بھی دو برو ہو متابل نہیں تو ہو
اے یری زندگی مری شکل نہیں تو ہو

اگلی جہتی بھی تباری لعل میں نہیں
تازہ رہا فتوں میں بھی حائل نہیں تو ہو

حسنا

مکس قرآن احمد نوری

پدم گوکھرو

قاسم بن عبد اللہ

وصول ہوا۔ کے میر صاحب کی مالی حالت دیکھتے دیکھتے ہی قابل رشک ہو گئی۔ رنگ کا نا بھکی کر سنے لے کر ان کو کہیں یا
 آسپب کی دولت ملی ہے وہ نہ تو سال کے اندر الا دین کے چراغ کے چر کوئی دیکھا دولت جمع نہیں کر سکتا !
 دس سال قبل بھی میر صاحب کی مالی حالت ملک کے کسی فریضہ سے اجترہ تھی، لیکن وہ فریضہ اری کئی سال کے اندر ہی
 بالکل نیست و نابود ہو گئی۔

جہ ملنے پر آتے کو رش آباد کے قلاب کے مقابل میں پیش کر سنے سے یہاں کی اس اجڑی کھا آغا ہوا خاک ہتے ہیں وہ رنگ
 کو اڑی میں بھی سو سنا کی گشت گرد یا نہ ہتے تھے۔ کئی کے قوت جو ہا نے کے ساتھ ساتھ قلاب کچھ برابر ہو گیا۔ حتیٰ کہ وہی کے
 صاحبزادے کو بھی اپنے کا زبانی ہی میں ایک چھوٹا سا کتبہ ہا کر بڑی شکل سے بنوا دئے ہنسے۔
 راجے دادو کے قلاب کے کسی ہنسے فریضہ اری کھا میں شاہی نہیں ہوئی، لیکن جو گھر لے کی لوکی سے شاہی ہوئی اس کی
 قنادانی عزت میر صاحب سے لاکم ہے ہی نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑھ کر ہے۔



عشرت پرست میر صاحب کے قلاب کا نام عادت ہے اس کی جوت کا ۲۲ ہزار روپے۔ اوتار کے صحن کی چھتر گاڈن
 کے چاندی عورت چیل گئی تھی، لیکن اس قدر سنی اور قنادانی عزت جس کے باوجود عزیز تینو صاحب کی پیش کو قبول کر سنے
 کے سنے کسی قلاب دادو کو خوش پیدا ہوتے نہیں دیکھا گیا۔

لوکی گھوڑی دھ کر بڑی ہرہ اسے بھی مال باپ برداشت نہیں کر سکتے۔ اس نے خرابی نہ تواری عزیز میر صاحب کے
 صاحب زادہ عادت کے قلاب ہی سو سنا کر عیناں کھاس لیا۔ میر صاحب کے قنادان میں دوسری ساری دولت کا اگرچہ طاقت
 ہو گیا، لیکن مشن کی حالت میں کوئی کی نہیں ہوئی اور اس مشن کی خواہش میر صاحب کے قنادان کی عزت کو ہمیشہ
 شکست دیتی آئی ہے۔ اس نے طاقت اور اوتارہ عیب وہ قنادانہ واپس کی حیثیت سے ایک دوسرے کے پاس کھڑے ہوئے
 تو انھیں دیکھ کر سب کے دل خوش ہو گئے۔ جیسے پانڈا کا پانڈا ہے مظاہر میں، باپ کے دل میں، اگرچہ کچھ یہ عیناں ہی رہی۔
 لیکن اوتارہ کی ماں کا دل دادو اور لوکی کے دھن چھوڑ کر کھڑے ہوئے سے باغ باغ ہو گیا۔ روغانی کے وقت خوشی اور
 محبت سے دونوں کی بڑی بڑی آنکھیں اور زیادہ بڑی ہو گئیں۔

عادت کی والدہ کچھ دنوں سے عالم اطریض ہو کر صاحب فراموش ہو گئی تھیں۔ جو کے گھر میں آنے کے بعد ہی سے
 وہ آہستہ آہستہ اچھی ہونے لگیں۔ ایک دن کہا : ”جو کے آنے کے بعد ہی میں اچھی ہو گئی میرا گھر پھر مونسہ ادرنے سے

بھرتیہ کا :

سادے گاؤں میں یہ افراد چیل گئی کہ میری صاحب کے نصیب پھر مانگ گئے ہیں یہ معلوم نہیں کہ غلطی کیا کی گئی ہے یا نہیں لیکن ذرہ کے میری صاحب کے گھر قدم رکھنے کے بعد ہی سے میری صاحب کی مالی حالت اور بڑھتی ہوئی ہو رہی ہے۔ گاؤں میں یہ افراد چیل گئی کہ میری صاحب کی بیٹی جو نے آکر اُن کے آقا بڑا دھوکے دینے کا کھوکھلا کھانا ہے وہ اسی وجہ سے اُن کے گھر میں اب بھر ہو گئی ہے۔

یہ افراد بھرتی میں نہیں۔ ذرہ ایک مڈل ایک اپنے سسرال کی پرانی حالت میں ایک غیر مومن شگفتہ دیکھ کر نا اطمینان کر آئے گی تھی۔ لیکن جب اس کا دل دھڑکی غولنے کا حوالہ دیا تو اس کی ہر کام میں مداخلت ہوا ہو۔ جس نے اس کے دل میں کیا خیال آیا اس نے ایک کھڑی حد اس شگفتہ میں ضرب لگاؤ۔ اُس نے ایک غصہ ناک سانپ کی چھتہ کر جیسی داڑھی۔ اس نے جہاں کہ اپنے خیر کر دیا :

حالت کا اپنی بڑی سے بے حد محبت ہو گئی تھی۔ مرنے والی ہی نہیں۔ سسرال ساس نے بھی ذرہ کو بہت اچھی نگہبانا سے دیکھا تھا۔

ذرہ نے اس امر پر حیرت سے پہلے تو اس کو اٹھا اٹھا اس کے بددعا دہاں باکرہ دیکھا۔ واقعی شگفتہ سے سانپ کی خند کا دشتانی سے وہی تھی وہ وہاں اپنے باپ کو باکرہ لیا۔ بیٹے سے باپ کو پھر دیا وہ باہر سے آئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ اس سانپ کو انداز ہی ہوا کہ وہ خود بھی کھلی کر کھیں گے گا۔ اس کی آواز سے کھوس جوتا ہے کہ وہ واقعی ذرہ کا سانپ ہے۔

کھنٹے دار جہاں زبوں کی وجہ سے وہ بگڑا بہت دھوکا دیا تھا۔ ذرہ اُن سے اس کا کچھ مشت صاف کر کے کئی دھڑب لگائے سے خود کو طرح سفید ایک لاکھو سانپ کھلی آیا۔ اس کے سر پر دل داڑھی یا کھڑیاں کا نشان تھا صاف سانپ کو انداز ہی پاتا تھا کہ والدین اُن سے مت داریہ لکھو سانپ ہے۔ دیکھتا نہیں ہے۔ چم لاکھو ہے۔ حالت کی اٹھانی ہوئی دھنی ہاتھ پائی وہ گئی۔ چم لاکھو کے سانپ میں لکھو سانپ جگلی میں غائب ہو گیا۔

سب پہلے آئے تھے ذرہ نے عداوت کو الگ بنا کر کیا۔ تم لوگ جس وقت اس سانپ کو کھڑی سے ضرب لگا کر باہر کر رہے تھے اس وقت وہاں سے ایک آدمی آگیا کہ یہ یقیناً وہاں کا کسی یا چیل کی کوئی چیز ہو گئی ہے عداوت کی کاٹھیں نوٹھی سے دھڑب ہو گئیں۔ اس نے آکر اپنے باپ سے کہا۔ تو اُن کو بھی نہیں آیا۔ کہا۔ ایسی کوئی آواز تو میں نے نہیں سنی۔ حالت سے کہا۔ ہم لوگ اس وقت سانپ کے ڈار سے بگڑا رہے تھے۔ لیکن یہ اس نے ہم کو وہاں ڈال دیا۔

باپ بیٹے کی کر آہستہ آہستہ ولاد کی مدد پر ایتنی ہٹائیں اور دیکھا واقعی اندر کچھ چمک دیا ہے باپ بیٹے نے ہل کر غلط صورت سے ایک دھڑکھٹ صحت کرنے کے بعد ہر کچھ حاصل کیا۔ اس کو حالت کا طرز نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن وہ اس سے کم بھی نہ تھا۔ ایک دو میلانی سانپ کی لاکھو سانپ کی اٹھانیوں سے باہر ہوئی ہوئی تھی لیکن اس لاکھو کو حاصل کرنے میں اس کی ہلکی ہلکی ہتھوڑ میں ہلکی۔ جب حالت کو لاکھو کے آگے بڑھا تو اس کے گھٹے میں ایک اور چم لاکھو کو پٹا ہوا یا وہ وہاں کے مادے کو کہ اس ہاتھ کی جیسے جانکا اور بول اٹھا۔ باپ سے وہ سانپ پھر آگیا ہے جہاں ؟

ذرہ آہستہ سے بولی، "نہیں، وہ دوسرا ہے شاید اسی کا بڑا اور گاؤں لاکھو گیا تھا، میں نے خود دیکھا تھا : لیکن یہ سانپ خواہ وہی ہو۔ جو پہلے دیکھا گیا تھا وہاں کوئی دوسرا کسی طرح میں لاکھو پڑا نہیں پاتا تھا۔ اور چم لاکھو



گودنا بھی ٹیکہ نہیں۔

انگر کہنے لگے میں پہنے پہنے پدم گو گورو اس وقت بھی کبھی میں اٹھ کر ڈاسنے کی کوشش نہ کروں گا۔ دترو کے داغ میں جاسے کیا خیال آیا وہ انداز جا کر ملے اسے ایک ہمالہ دودھ سے آبی تھیلہ ٹوٹ، دھڑا لگا رہے وہ اندر گود بھانپ کر فوراً لگا چھوڑ کر اُمیدیاں سے دودھ چھینے لگا۔ راترہ سرگودھا کی پتلی کی ناگر اٹھا لائی۔ سانپ آسانی سے اس کو دس گنا تھا لیکن اس نے کچھ نہیں کیا۔ اُمیدیاں سے دودھ چھینتے چھینتے ایک قسم کی آواز نہجھکنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بھر پدم گو گورو انگر اس سے دودھ چھیننے لگا۔ زبردستی دودھ سانپ! ابھی تک جسم پر ضرب کے کٹاوت باقی ہیں! آؤ دیکھو کیا سانپ بنا ہو گیا ہے!

مدت اور اس کے مال باپ بڑے تھوب سے زبردستی گود لائی دیکھ رہے تھے خوف اور تھوب سے ان کی یہ خیالی نہیں رہا اگر اس کو سانپ جھٹ ڈس سکتا ہے۔ جب خیال کیا کہ مدت زبردستی دترو کو گھنچ کر بٹا لے گا تو اس نے سوچنے کی اشرافیاں دیکھ کر خوشی سے وہ لوگ زبردستی کی بہت خاطر مدت اور صفت سہاوت کہنے لگے۔ خسر وہ اس کی آنکھوں میں ہے ہلا ہلا مسرت اور اعلیٰ خدا کے عبادت سے آغوش ڈھنڈھ آئے اور بار بار کہنے لگے مہا گورو فرستہ ساتھ ہمارے گھر کے نصیب ہو جاگ اٹھے ہیں! لیکن یہ بات اسی چار افراد کے ملے وہ کائنات کا اندر کی طرف نہیں جاتی تھی۔ اشرافیاں غلطی سے ملنے لگتی ہیں گھنچا کوئی نہیں، تو اتنا دوسرا، جس سے اس چھوٹے گھر کے کی سادہ زندگی بڑی آسانی سے مل سکتی تھی۔ یہی کی خوش قسمتی دیکھ کر مدت نے کچھ دیر سے کلکتی رہی جا کر کوڑا کا بد بار شروع کیا کہ بد بار میں تو قسم سے زیادہ نفع ہونے لگا۔ ایک دو سال کے اندر گھر کے کی پوری مدت کی مامت کا کافی تھی۔ گھر چور کوڑا کا انہوں سے بھر گیا۔

اس کے بعد کارہار میں کی ٹیکہ داری کر کے بھی مدت بہت پیسہ کمانے لگا۔ کسی چیز کی خریدی صرف زبردستی کو کارہار لوگ مصیبت میں پڑ گئے۔ اس زمانے کے ہانپنے کے بعد زبردستی سانپ کے بڑے پورے ہونے میں ہو گئی، اسی طرح وہ دن سانپ بھی زبردستی سے بیچ رہ گئے یا پھر وہ دودھ دیکھنے کے لالچی میں وہ دن زبردستی کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ زبردستی کے شہر میں وہ شہر میں سب سانپ کے قتل سے گریا جاتی تھی یہ کہ کر میت موت کو یہ ایک شہر دیکھنے لگے۔ گورو سانپ ہیں۔ اور بھی کتنے عجیب وہ فیسی دھن چر حلقہ ہو جاتے۔ لیکن سانپ کا بڑا جس طرح آدم اور امیدیاں سے کمانے کے کام میں اس پر یہ گورو تھوڑے چرے نکا اس میں ڈانسنے کی کافی بات مدنی چھو گورو زبردستی سانپ ہیں، ایک سر خرخر کر دس میں تو موت بیچنے سے، باپ دادا کی نیند چھوڑ کر نہیں جاتا یہی کسی ملک کا تھن تھا۔ وہ لوگ کیا کریں، کچھ نہ کر سکتے، زبردستی کھانا پکاد ہی نہیں، اچانک دیکھ سانپ کچھ اس کے ہانپنے کے پاس بیٹھا ہے، سامنے دیکھ کر رنج اٹھی چر جو کھڑے اسٹیم ہی وہ کاموں سے بچے گئے۔ چوبیس کی نے چلیں، اچانک وہ دن گورو سانپوں نے آگ لال کے پیاد سے منڈا دیا، چر جو دیکھ کر کہیں دودھ میں ہے، غصے سے چلنے لگے گئے جب چر جو نے ہاتھ کے اشارے سے اشتعال کرنے کے لئے کہا تو وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ ہونے دودھ لگا دیا اور وہ پل کر کہیں لاپ ہو گئے اور کے دوسرے سامنے ہانپ سکتا تھا وہ کی۔

دلت دلت یہ بھی برداشت ہو گیا لیکن وہ دن سانپوں نے بر آفت ہوئی اس سے پریشان ہو کر زبردستی کا شہر گھر چھوڑ کر کلکتہ جا گیا۔ آدمی اس کو بولنے کے سر دوسروں سے مدت کی آنکھوں میں گئی۔ آؤ کر دیکھا اس کے بستر کے پاس وہ دن



پڑا کہ لوہا اس کی بیوی کی گود میں چناہ ڈھونڈتا رہا ہے تھے۔ وہ دھینچتا پڑا یا ہر کے گھر میں جا سمیٹا رہا ہے۔ نے ڈاکٹر تو وہ پہلے تھے
یہاں پر قسطنطنیہ میں جو گرفت مندہ اور لاؤ کی طرح دوا پس بنا کر اس کے پاؤں میں لوٹ کر گیا منت سماجت کہتے گئے۔ پھر ان کی آنکھیں
اس منتظر سے برآئیں کہ وہ انہیں چھوڑا نہ تھا ہی نہ سکی، بلکہ پیرروں کی طرف جلا گرفت کی کہ پیا کر نہ گئی۔ پھر انہیں اپنے پاس
آئی سلا گیا۔

شاہی کے ایک سال کے اندر پرتہ کے ڈاکٹر ان کے ہاتھوں میں سو کر گئے تھے۔ خبر تو کے ماہ میں ان کی بیوی کی تصویر بھی بکھرا آئیں۔
اس کی مادرانہ شفقت، جاگ اٹھی۔ ایسا محسوس ہوا وہ گریا کہ اس کے دوا مردہ پتھردہ پ پل کی اس میں کرنا سامنے تھے۔ یہی ان کی بیوی
کی موت سے جو میں ہر کہ وہ آج تک زندہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ اگر تو میں گئی میں تو میں اس کی بیوی اس میں سے زیادہ
تعلیف وہ نہ بڑی۔ ذرا خوف یا نکل غائب ہو گیا۔ غیر شعری صومدہ آئی دوسرا بیوی کی شبیلی و سے کو سنا تھی اس میں ہر سے بیٹے
میں ڈاکٹر گئے گی۔

ظہور سے چارہ اندہ ہی اندہ نظر میں کھڑا رہا۔ لیکن کیا کرے۔ کوئی چارہ کار نہیں۔ اس کی بیچیں بیوی اور اس کے درمیان
آئی دونوں ساچوں کی وجہ سے جو طبیعی مائل ہو گئی اس کو وہ کس طرح پاتے بھی نہیں سکتا۔ وہ بہادر دیکھ دھند میں ہلکا رہا۔
نفس قسمت بیوی۔ اس پر وہ ہفتہ بھی نہیں ہو سکتا، غصہ ہو کر کرنا بھی کیا۔ اس کا کوئی قصود نہیں ہے۔

ایک دن اس نے غصہ میں آ کر کہہ دیا تھا: تم کو چھوڑ کر مجھے یہ دھن نہیں چاہیے! ان دونوں کو مار دیتا ہوں۔ اس
سے بیوی طرحت اور افسوس بہت گونہ لیا وہ اہلکارانہ غلط تھا۔ خبر تو سے آسوا آکھوں میں۔ اس میں سے منع کیا تھا! اور
کہ تھا۔ وہ میرے بچے میں خود کو کوئی نقصان پہنچاتے ہیں کسی کو ڈرتے ہیں۔

عادت نے غصہ ہو کر کہا: ”وہ تم کو نہیں ڈرتے، لیکن ان کے زہری میں سے میں مر رہا ہوں! وہ کہنے کا نقصان پہنچا
رہے ہیں، تم نہیں سمجھو! اگر وہ دماغی ڈرتے، تو وہ میں میرے غصے میں زندگی بسر کرنے سے بہت زیادہ خوشی کا باعث ہوتا۔“
خبر تو سے کوئی جواب دینا تھا۔ خوشی سے آسوا پر چھینے لگی۔ اس کو خیال تھا کہ اسی کے دوا مردہ پتھردہ پ پل کی اس میں ہر سے بیٹے
کی طرف آئے ہیں۔ لیکن وہ اپنی زبان سے کلمہ کھانا نہ کہہ کر کہہ سکتی تھی۔ ایک کیا نہیں گئے۔

مائل باپ اور بیٹے نے آخری نے کہا کہ زہرہ کو کچھ دوا دے کے لئے پیکر بھیج دیا جائے۔ لیکن جہہ دوا ہاں ہا کر وہ اس سانچہ
کو بھول جاتے اور سانچہ کا بھڑا میں اس کو زہرہ کا اور کہیں چلا جائے۔ ایک دلی جھکا چا تک عاف کے دالے نہیں کر ہا کر
کہا۔ ”وہ جو بہت دلی سے تم بچے نہیں گئیں، تھوڑے سے دوا دوتی دوا لینے آئے۔“ اہم نے نہیں جانے دیا۔ بہت لعلی ہوئی آج
عاف سے آئے ہیں۔ ”اگر وہ دوا ہاں ہا کر نہ آتا۔“ زہرہ سب کچھ سمجھ گئی۔ کچھ کہی اس کے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ عاف کوئی
سے آسوا پر چھیننے لگی۔ لیکن جاتے وقت اس کو سانچہ کا بھڑا نہیں لے کر آیا۔
عادت یہی کہ اس کے بچے بھڑا کر پاتا کا دوا ہر بھڑا کے لئے کھڑے ہو گیا۔

زہرہ کے مائل باپ آج تک چلی کر گھون کے بغیری دیکھتے آتے تھے۔ آتے جب سرنے کے اس قدر چھینے پہنچے تھے اس نے
گھر پر تھا۔ ان کو غریب مائل باپ اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ کر سکتے۔ چلی اور دوا کو خاطر عادت کریں۔ کہیں چلا نہیں اس
نیل سے چہرہ میں ہو گئے۔ ایک دوا دوتی کو سنے تھے کہ ان دوا سنے ہو گئی، چلی کے پہرہ سے شعری غائب ہو گئی تھی۔ ایسا



میں سے کہتا ہے گریڈو بیسٹنگی، ہجر کے شوق سوچتی رہتی ہے۔ سب کاموں اور باتوں سے کہ تو ابھی نکاح ہوئی ہے۔ اس نے ایک دن پوچھ لیکن نہ کہنے کو آئے۔ کئے خط لکھ دوں؟ اس نے فرزندہ بھوکھا: نہیں! الی وہ تو ہفتہ کے دن یہ بھی آئیں گے۔

داناؤ آیا، لیکن چھوٹی جیٹی کے پیسے سے اس روز کی دور درستی۔

اس نے کہا: کچھ بتا زہرہ! تو کیا اپنے بیان سے کہنی ڈھنگی ہوا ہے؟ زہرہ نے جبکی ہنسی ہنسی کر کہا: نہیں! اتنی اور تو پہلے یہی کی طرح میرے بہت کہتے ہیں۔ مگر میں میرے دوپٹے رو گئے ہیں اس نے کچھ پریشانی سے۔

زہرہ کی داناؤ کو اس کے اس طرح دولت حاصل کرنے کے شوق کچھ نہیں پاتتی تھی۔ بیڑ کے جڑواں بچے پوچھ رہے تھے اور اس کے گھر کے دستور کے مطابق ان کو گھر کے سامنے ہی میدان میں دفن کر دیا گیا۔ انہیں صرف ایک ماہ کا پتہ تھا۔ خیال کیا، بیڑ نے اُن کی ماں کو یاد کر کے بات کہی ہے۔ چہاں کہہ تو سہی نہیں ہوتی وہ کئی کام سے چلی گئی۔

بوسے بوسے چھو بیٹھے گھر گئے۔ زہرہ کو اسے ہانسنے کے شوق کچھ نہ رہا۔ اس کے والدین سے بیڑ کا کہنا کہ خستہ تیرہ اس کا کیا قصور ہے، کچھ پتہ چلے شوہر ہی خوشتر ہے۔ لیکن قصداً کہ وہ اس سے کچھ نہیں پا سکتی۔ ماں کو یہ برداشت نہ ہوا۔ ایک دہی داناؤ سے کہا: بابا زہرہ نے قبول کیجور کہا نا چنانچہ پھر ڈوبا ہے! اس کو کیا کوئی بیماری ہے۔ یہ بھی کچھ میں نہیں آتا۔ روز بروز کل کی طرح صحت کی بیماری ہے۔

حالت کام کو سنبھالنے کے لیے سناٹ سے انسان اس طرح بہت کر سکتے ہیں۔ یہ بھی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا تھا۔ سوچنے لگے زہرہ کا کیا علاج چاہیے ہو گیا ہے؟ یہ کیا ایک اس کو یاد آیا زہرہ کی داناؤ سا بچوں سے بہت جھگڑتی تھی اس کے اندر کچھ شکوک و شبہ پیدا ہو رہے۔

اس امر میں وہ بہت دیر دراصل نہ گیا، لیکن زہرہ کے چلنے جاننے کے یہاں وہ سناٹوں کلک و دھول کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ ابھی ایک دو دنوں میں انہوں نے آفت چھا رکھی تھی۔ یہ دیکھ کر گھر کے کسی شخص کو یہ سمجھنے میں وقت نہیں ہوا کہ زہرہ کی کوئی شے ہو۔

نظر ہٹا کر دیر سے سناٹا ابھر گیا اس وقت سے سناٹا ابھی حالت کبھی اس کے پاس ابھی اس کی ماں کے پاس میں داناؤ چاہتے ہیں، اور سب ڈر سکے دھسے بیٹھ گئے ہیں۔ عار و شرم نے کبھی اس بات کا ذکر نہیں کیا۔ زہرہ نے بھی اپنے اندر برقرار رکھا اور اس سے ان کے شوق کچھ نہیں پوچھا۔

شوہر زہرہ کے ہانسنے کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ یہ دیکھ کر زہرہ کے والد نے ایک دن عاقبت سے کہا: بابا تم کو جانتے ہی ہوں، تم کہتے تیرے ہیں، زہرہ کو تو صاحب فراموش ہو گئی۔ (دھیرے دھیرے پتا چلے گا کہ والد نے اسے کون سا علاج دیا ہے۔) زہرہ کو تو فریور و دلک بات ہے وہ وہاں رہ کر غیر علاج کے کمر ہانے لگا۔ اس سے بہتر ہے کہ اس کو کچھ دوسرے سے کھلتے یا گھر سے باہر اس کے پاس کی صحت چیک ہو جائے زہرہ جاں چھوڑ جائے، یہ کہتے کہتے اُن کی آنکھوں میں آنسو جھرا آئے۔ چنانچہ اپنے بایا کر کل زہرہ کو کھلتے سے جانے کا اعلان ڈاکٹر کو دکھانے کا اور داناؤ خود دست بردار بنے تو اس کو دراصل پیر سے ہانسنے لگا۔

رات کو کسی کی آواز سے عار و شرم کی آنکھیں کھلی گئیں۔ اس نے آنکھیں کھولتے ہی دیکھا اس کے سر ہانسنے کوئی ٹنگی حوازا تو



میں نے کھڑا ہے، اور ہمارے لئے کہیں کوئی اور شاہیہ کوئی صحت، زہرہ کا صندوق تو ڈکرا اس کے زیورات پڑا رہی ہے۔ دار کے سامنے وہ منہ کی طرف چلا۔ پچھنے کی سکت میں گریا اس سے کہی سے جبین کی اس کے باوجود اس کے دل میں جھپٹا پیدا ہوا یہ صحت ڈاکو ہے۔ اس نے ذرا آنکلیں کھولی کر اس کو پہچاننے کی کوشش کی، لیکن وہ اس اس طرح بہانہ بنا کر چلا رہا گیا وہ گہری بندھن سے ہے۔

جس کمرے میں زہرہ اور وہ سوئے تھے، اسی کے برابر اور ایک کمرہ تھا، نور احمد اساداس میں کوسہ کے صندوق میں زہرہ کے گئے دیکھے ہوئے تھے۔ تقریباً بیس ہزار روپے کے زہرہ نے بہت خوشاد کہ کے حلف سے کہی وہ وہ گئے۔ دوسری طرف ہمارے کو اس کے لئے کہا تھا لیکن حلف سے کبھی قریب نہ کی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ وہ ہی عیسیٰ آج ہمارے باطن و صورت اور گئے ہیں وہ چند روپے کے گئے۔ اگر چہ وہ بھی جو بائیں، تو ہر ملے، تو اگر کوئی پڑا نہیں، نہیں کے گا۔ وہ تھوڑی چیزیں ہیں، اپنے پاس ہی رہتے، اس کے علاوہ تھوڑے والہ اس علاقہ کے ہیں ہیں۔ ان کے گھر آ کر کوئی چوری کسے کی ہستی نہیں کہے گا:

حالت اپنی کھولہ درجہ سر نہیں کر سکا۔ جب دیکھا کہ وہ صحت ڈاکو کا نہیں، بلکہ اس کی ساس ہے۔ زہرہ کی داد و دہن و تیل و مٹاؤں سے گھر کی چھت پر سے کچھ چھوڑ کر اس نے اپنے گئے تھے اور اسی سارا سے ہمارے ہات کے چاند کی روشنی گھر کے اندر آ کر پڑی تھی۔ ساس کا نام زہرات ایک پڑوسی میں بیٹ پٹے آنے کے لئے آواہ تھی، مڑتے ہی چہرہ پر اس کی روشنی کی ایک جھلک پڑی، اور اس میں حلف نے میں کا چہرہ دیکھا اس کی اپنی ماں سے میں نے زیادہ عورت کرنا تھا، اس کے پرہیز آنکھوں اور دل پر ادا کی ساسا زہرا چھائی کیا تھا اس قدر گھناؤنی جگہ ہے!

اس نے کوئی شہ نہیں پایا۔ اپنے آپ کو تو یہی دیکھا۔ اس نے دیکھا، اس کی ساس کے پیچھے شیشہ رنگ ڈاکو میں ہمارے محل گیا، ان لوگوں کے صحن میں آگئے ہیں اس نے دھڑا سے کی آڑ سے بھاگ کر دیکھا وہ ڈاکو بھی کوئی اور نہیں تھا، اس کا اپنا شہ تھا

حالت کو رسم تھا کہ کچھ عرصے اس کے شہ کی مالی حالت بہت غراب ہو گئی تھی، اس طرف قلعہ کے اندر مٹاؤں کیپنے کے ہیں۔ کبھی اس کے شہ کو حق و جزو گری دیکھ کر قدر فرام کرتے تھے۔ حلف کو یہ بھی پتہ لگ گیا تھا۔ یہ سمجھ کر ہی اس نے تھوڑے مال داد و دیں ہی چاہی تھی، لیکن اس کے شہ اس پر دھنا مذہب نہیں ہوئے۔ زہرہ کے درجے سے کہی اس نے دیکھا وہ لوگ داد سے کوئی مال داد نہیں لینا چاہتے تھے۔

زہرہ گہری بندھن میں تھی۔ حلف نے اس کو نہیں بلگایا۔ خوف، فقر، اس کی نیند اٹھاٹ ہو گئی۔ صبح کے وقت تو آٹھ گھنٹے کی گئی کے لئے کی آواز شہ کا وہ جاگ اٹھا۔ اس کی ساس اس وقت دھڑکیں مارتا کہ وہ یہ تھی چورانی کا سب کچھ لگ ہے۔ اگرچہ میں جاگ اٹھی اور صحت سے دیکھتی، یہ حالت برداشت نہیں کر سکا۔ ان کی شہ کی کے ساتھ ساتھ اس کا خوف بھی جاتا رہا۔ وہ باہر صحن کے چلا کر دلا، لیکن وہ دتی بوائی جان یا زہرہ کسی نے پرلئے تھے، بے سبب تھے یہی اگرچہ جان تو اس کی سارا رخ نکھ سکتا ہوں!

جبروت کی ہمت ساس کی کا تا دھونا بند ہو گیا، زہرہ اور ساس دونوں ایک دوسرے کو نہ بچنے لگے۔ حلف باہر چلا ہاتھا



ایک ایک اس کے شرنے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا، "گوں ہے، بااودہ چہ، دیکھا ہے؟" اتر قہم سہہ کیلہ ہے اس کو؟

عادت طرز انہیں کر دیا، "بی! وہ، دیکھا ہے، آکھری نانا ہے نا، اس نے سب کچھ ناشا ہو گیا ہے، جس کی چھٹی ہوتی ہے اس کو چھٹا، ہاتھ پکڑنا چاہئے لیکن اب خود چھڑی، جس کی چھٹی ہوتی ہے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہئے!" شرنے تلوار کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

عادت نے زہرو کو ہاتھ رات کا سارا دھڑا دیا اور ناشا یہ بھی کھہر دیا کہ شاید اس میں اس کا بھی کچھ ہاتھ ہے یہ شکر کہ زہرو کو خوش آگیا، جب ہوش کیا تو عادت نے کہا، وہ ابھی اس گھر سے چلا جائے گا۔ وہ اس جہنم میں ایک ٹوٹی ہوئی جینسیں چھڑے گا۔

شرورہ اس گریبا جم کر چہرہ ہو گئے تھے۔ حقیقتاً کہ زہرو کو بھی عادت ہی ہوش میں دیا۔ وہ باپ پر ہنسے کسی نے اس کو دہرائیں گا۔

عادت کے پٹنے کے لئے آکھ وہ جوتے ہی زہرو سے اس کے پاؤں پکڑنے سے لہجہ کیلے پاؤں، لہجہ کو یہاں چھوڑ کر دیا۔ خدا جانتا ہے میں تمہارے ہم پکڑ کر لیتی ہوں، میرا کوئی قصور نہیں ہے، عادت زہرو کے دہنے دھونے سے اس کو گلے سے ہاتھ پر دھاتی ہوا، عادت اور زہرو جانتے دلتے تھے، اسٹے ہینڈ پر زہرو کے باپ دھڑکے تھے اور دادا دہرائی کے ہاتھ پکڑ

کر دینے پٹنے لگے۔ وہ کچھ کھانے پٹے بغیر اس گھر سے نہیں جا سکتے۔ وہ کچھ پکڑ کر اپنا کر زہرو دہرائیں: عادت کا دم گھٹ گیا تھا۔ اب اس کو یہاں آنا اس گھر کی ہوا تک سوس ہو چکی ہے، دیکھو کہ اپنی کھانے کو دھاتی ہو گیا۔ وہ آج ویکن چاہتا ہے، انسان کی شیطانی کی حد کہاں تک ہے، زہرو کو جتنی عذر کرنے لگی کہ وہ اس گھر میں پانی تک نہیں پٹے گا، عادت اسی قدر مذکر کرنے لگی کہ ابھی وہ زہرو کچھ کھانی کھانے گا۔

زہرو اپنی قدر کا قہم دہرائی اور اس نے کچھ پیا نہیں، لیکن عادت کچھ کھانے کے بعد جوتے سے کھد ہی اٹھتے پوتے کر سہ لگے۔ زہرو یہ دیکھ کر چہرے پر ہوش ہو گئی۔ اس سے قبل مل کی جانب دیکھ کر کہا۔ "راہچی، عادت کو گھٹنے میں دیو نہیں لگی کہ اس سے کیا کہا یا ہے لیکن یہاں وہ کر مہنا نہیں چاہیچہ۔ اس موت کی راحت تھی وہ اپنے ماں باپ کر سنا کر مرے گا وہ اسٹیشن کی طرف بھاگا۔ اسٹیشن پر چڑھ کر اس کے منہ سے خون کی تہ خطرات کی طرح پر بار بار پر آؤں اور اسے کہتے کہتے ہی وہ قربانیا جتنی گاڑی پر چڑھ گیا۔ گاڑی اس وقت چل دی تھی۔ اسٹیشن ماٹرسٹ آؤں اسے کہتے کہتے کی گشتیں کی۔ لیکن وہ آؤں دیر گاڑی کے اندر جا کر بیٹھ چکا تھا۔

ڈبے کے اندر انگریزی بیاس میں بیوس ایک صاحب کا مسافر تھکا اٹھے۔ یہ فرسٹ کلاس ہے، آؤں جاؤ؟

عادت کچھ نہ بولا اور اس نے سب غروں کی تہ سڑوہ کر دی۔ اتفاق سے جو صاحب اس گاڑی سے جا رہے تھے، وہ کلکتے کے ایک مشہور ڈاکٹر تھے عادت دھکی آؤں میں موت ایک بار بولا، "لہجہ زہرو دیا گیا ہے۔ میرے۔" یہ کہہ کر وہ خوش تھا کہ اگر چہ ڈاکٹر صاحب مفسد ہے، لیکن جسے زہرو کے گھر میں لگی کر دیکھنے گئے تھے۔ ان کے ساتھ دواؤں کی صندوق بھی تھی۔ انہوں نے جلدی سے دوسرے ڈبے سے طرز کر لیا، اور اس کی مدد سے عادت کو کھانے کا شکر نہیں دیکھی اور دیکھے لگاتے۔ دوسری دیکھے لگاتے ہی بیمار ڈاکٹر چاہے ہوئے گا۔ تہ بند ہو گئی۔ قعدا ہی ڈاکٹر



صاحب نے گاڑی نہیں رکوائی اس لئے کہ گاڑی کلکتہ پہنچنے میں دوپہر ہوگی، لڑکائی اس بچہ کو بھانا ممکن نہ ہوگا۔
گاڑی کلکتہ پہنچی تو ڈاکٹر صاحب نے عاتق کو امبولنس کے ذریعے ہسپتال بھیج دیا۔

بہرہ و ماتمی خوش قسمت تھی۔ عاتق مرتے مرتے بچ گیا۔

اور نہ تو کہ ہوش آتے تھا جب اس نے شاکر کو اس کا شہر چلا گیا ہے تو وہ پانچوں کی طرح دوستہ دے دے اس کے باپ کے پاؤں چڑی اور کچنے لگی۔ بچے کی سسرال بھیج دیا جائے۔

پاس بڑی سی کچرہ کچرہ پڑھتے ہی رہے۔ نہ تو کہ ماں باپ نے سب کو سمجھا یا، بچی کے سانس بگڑنے لگے۔ رات چوٹی
بھر گئے ہیں۔ داماد پانچ میں پر دھڑ کھولے گیا ہے۔ بچی بھی اسی صدمہ سے تڑپاؤا رہی ہو گئی ہے۔

پیر صاحب کی ہڈی کے ڈر سے دو گن سے گھر پر چل نہیں نکلتی اور چپ چاپ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

نئی دلی اور تین دات تک۔ جینے جب پانچ تک نہیں پایا، تو باپ نے اس کی پانچ میں رسول پور بھیج دیا اور خود قریب
مائل کرنے کی نیت سے کلکتہ روانہ ہو گئے۔

عاتق بھی اس دوزخ کی کلکتہ کے ہسپتال سے ٹرینیں گھر پہنچا تھا۔ عجیب بات ہے۔ اس نے گھر پہنچ کر ماں باپ سے
کچرہ نہیں کیا۔ پہلے تین دن اس نے اس سے موت کا تقاریر کہتے کہتے بہت کچرہ سوچا۔ اور کہو سلام ہو تو وہ دوائی دوائی کا قتل
کرنے کے لئے دوش پڑ گیا۔ وہ لوگ تو سب اسے ہی چاہتے تھے، لیکن اس کے ساتھ وہ اپنے والد کی جان سے دے
دینے کا۔ نہ تو کہ جی خود کھلی کرنے کی راہ پر وہ اپنی جان چاروں میں گریا دینا کا سارا ارادہ ہی کر گیا تھا اس نے مرنے سے
بے پروا کیا۔ تقدیر کے سوا وہ کسی کو تصور نہ کر سکتا تھا۔ شہر لئے گاڑی گاڑی نہ باقی ہیں۔

شہر کا چہرہ دیکھ کر ماں باپ حیران رہ گئے۔ یہ کیا ہے۔ ایسا نیلا کیوں ہو گیا ہے؟ یہ کیا چہرہ ہو گیا ہے تیرا؟ عاتق غلابا
سے بولا: میرے مر گیا تھا۔ بہت غمزدگ اور غمزدگ تھی جی قسمت ہے۔ ماں باپ اس سے پوچھ کر کہنے لگے۔ سو سیکھوں
کو جا کر مدفن دیا گیا۔ تمام کو گھر میں بیٹا والا انتظام ہوا۔ اسی صورت طرز میں ہوا تھا کہ زہرہ کی پانچ کی اگر گھر کے سامنے لڑکی۔
زہرہ پانچ سے مردہ کی طرح بیٹا چہرہ لئے ہوئے تھی۔ اتنے ہی سہلے طرقت کو دیکھا اور بچ کر اس کے پاس پر گر پڑی۔
اور کہنے لگی: تم آئے ہو۔ بچ کھلائی آئے ہو۔ کہتے کہتے بے ہوش ہو گئی۔ سب بچ کر اس کو اقدار کے گئے وہ نہ ہوش میں
آئی تو عاتق کے ماں باپ دے دے گئے۔ تم وہ نہیں کیا موت کے صدمہ سے بچے ہو؟ عاتق نے زہرہ کو اکٹھا کیا کہ سب باتیں
بتائیں۔ دوسرے شوہر کے پاؤں پر سر رکھ کر کہنے لگی: میں، تم سزاؤ ہاں لوگ مجھ سے نفرت کرو۔ مادہ اعدت نے زہرہ
کی پشت پر اپنے سے غریب نظر کیا ہے۔ یہ لڑکا؟

دکھ درد کے اس طوفان میں بھی زہرہ اپنے دم کو گھڑ کر بات نہیں بولے اسنے وہ اس طرح خاموشی سے ان کو فراموشی کئے
ہوئے تھی جس طرح اپنے مردہ بچوں کو، لیکن یہ کیا فراموشی کرنا ہے۔ یہ خاموشی اور جسک سوز میں آج اس کی موت
کے حادثہ تک نے آئی ہے۔ وہ پیش سوئی کہ وہ میری دوسرے سانپ کی بھانجی ہے۔ وہ سوتے جاگتے صرف سانپوں کا
غراب دیکھتی رہتی ہے۔

گھر آنے کے بعد جب اس نے کسی سے سانپ کے شعلے کچرہ نہیں پوچھا تو شہر اور سامی نے اٹھنا کا سانس لیا اور نیلا



کو پہچانتا ہے آخری زمانہ میں اور جاننے کیا کیا باتیں بصورتِ آئینہ لگی۔

وہ دنوں سانپ شاید زیادہ مدد چاہی گئے تھے، اس لئے عورت بہو کے پاؤں کے پاس بیٹھ گئے۔
اسی دن شام کو گھر کی ایک اکڑاٹی پکار کر بولی۔ اداں، بھوت آگیا! میں کو پاؤں شاہ! میں بھوت! سارے گھر میں شور مچا گیا۔

حالت کی مالہ اس وقت حالت کرنا کر رہی تھیں۔ لیکن اسے کیا بہو کو پھر وہاں لگے ہیں، یا تو کچھ جانا ہی نہیں لے سکتی
وہ پرہیز کر رہا تھا۔

حالت نہ کہا، اپنی آواز بانی معلوم ہوتے ہیں، اتنی اچھی تو سناناں بیٹھ لگا ہے۔

انہیں میں گھر بھر میں شور مچا گیا: بھوت! بھوت! اتنی بڑی دھڑکی والا بھوت!

گھر کے لوگ ایسا ہی سب دل بہہ گئے۔ انھوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ زندہ بھوت! اس کو کھڑا سانا

کو پھر، اتنا حرکت کر کے پیچھے آسم کے درخت کے نیچے کھڑا ہے!

اُن کے پیچھے پیچھے بھوت وہ کیسے کئے گھر وہ بھی شکل آئی تھی، یہ کسی نے نہیں دیکھا۔

اچانک بھوت چلا کر آیا۔ اور سب، باپ دے، سانپ کھائے گا!

خبر پہنچ آئی، باقیات! حالت کی مالہ بھی پہنچ آئیں! میں سب! م

خبر وہ اس وقت پہنچنے لگی، وہ وہ اتنی بھوت ہے، یا نہیں، یا نہیں وہ بھوت ہے، اس کو مارو! مار کر باہر نکال دو!

اچانک اس نے سنا، بھوت گویا آئی سے جہاز پہ وہ دی کے ساتھ کسی کو اسے کی آواز لگا رہا ہے، اور سب باپ

دے، سانپ کھائے گا! گھر کو سانپ کھائے گا!

خبر وہ دیاں کی حالت اپنی سانس کے ہاتھ سے لگے کر دے، دے یہاں سے اور جو میرے بھی کھانا لے گا! اس کو پکڑا
اس کو پکڑو!

خبر وہ کیسے پیچھے بھوت آسم کے درخت کے نیچے جا کر دیکھا، بھوت! اتنی اور کئی نہیں، لیکن نہ وہ کے الہیہ لگانے

اُن کے گھر پر دم کو گھر نہایت ہے، وہ دی سے ڈس نہہ ہیں اور اس سے زیادہ بیدار دی سے وہ دنوں سانپوں کو مار رہے ہیں۔

خبر کا ایک راز پہنچے، اور ایک راز پہنچے، "بہا" پکار کر یہ جوش ہو گئی جسے جوش آ کر آتی تو حالت کو جا کر پہنچا، میرے بچے

کہاں ہیں! میرے دم کو گھر! میرے باپ!

حالت سے دے نہ کہا، "خبر" اور کئی نہیں ہے، اسب تم ہو گئے، تمہارے باپ بھی ختم ہوئے، چم کو گھر کے ڈھن سے!

تہا دی والدہ جسے قوت ہو گئی وہ دنوں کو منظر پار ہے تھے، تہا دی والدہ جب راستہ میں قوت ہو گئیں، تو تہا دی والدہ کو پٹیاں

پر کلم کاٹری رت پر چپ کر دیکھنے آئے تھے، چپ کر ہی شاید دیکھ کر کچھ جانتے اتنے میں لوگ آئی لے دیکھنا اور

بھوت بھوت کچھ بڑا! میں! اس وقت وہ دن دم کو گھر! میں! میرے پٹے!

دہرا دھنچے اپنے بول، ٹوب ہوا۔ گئے جہنم میں سب! چو بھیجی ہوئی! میرے دم کو گھر۔ میرے بچے کہاں

ہیں۔ بتاؤ!



عادت ہے کہ "اے کو تمنا سے بڑا ہے ہر ڈالا"

اس کے کما "اے میرے بچے نہیں" یہ کہہ کر دلتی رہی۔

صبح ہوتے ہوتے سارے گاؤں میں مشہور ہو گیا میرا صاحب کی بیوہ کی حالت کو بڑاں۔ وہ سناٹا پہنچا ہوتے

اور اسی میں پہنچا پاری چلی بسی!

۲۰۱۰ء

دنوں میں چمکا تھا اور میری نہ سوز میری

سدا رہی نہ نہ وہ ان شہت پر میری تھا

بجس طرح قطع ہے آسمان کی آنکھوں کا

فرش وہ کہہ ہی غفلت کی دھار میری دنیا

تمام کمر میرے کا سہا ہر نہ کمر

کہ جب اپنے میں دستِ گرا میں تنہا ہی

بگڑنے لگے یہ میری قدمی رہا اپنا ہم کو

بہر اس کے بعد راستہ سنسنی ہو گیا

اب تو آرام کر رہی کو چنی نہیں میری

راستہ آفریں تا رہا ہی کچھ مانعہ دلا

لکھنؤ

۲۰۱۰ء - لکھنؤ



ریزہ گل

اصناف قریشی

یہ لڑکوں کی اس بڑی طرحی کا ذکر کیا کرتے تھے مگر کچھ آٹھ سو بیس ہی تھے، محاکل اور خصوصاً قوم کو حرم تھا، اس کی ایک چھٹی چھٹی
شرکت کا چہرہ پر عریض کے نام لڑکے اس سے جنت کرتے تھے اور عریض کے ملک سے تو اسے بچنے کے لئے ایک مکان میں سے رکھتا تھا، یہاں خود لڑکی
مردی ریت جاگارتا تھا اور جانے کی کچھ سوچتا رہتا تھا۔

عریض کے ملک سے لڑکے ادا سے شفقت کیا کرتے ہیں یا کہ رات کو ان پر چمک دیا کرتے تھے اور چمکنا کر اگر وہ چمکنا چاہتا ہے تو کم رنگ رہن
کھفت کا حق ادا کیا کرتے، لیکن لڑکے کبھی اس کی نصیحت نہ مانتے، دیکھو وہ اس نصیحت کے جواب میں دیشہ مسکرا کر خاموش ہو جاتا اور اس کی آنکھوں
پر ایک سیاہی چھائی دیا جو جانی اور وہ وہاں سے ادھر ادھر ہو جاتا۔

مقامی اصناف جب وہ پیشوں کو کھول کر لڑکوں کو صرف دوازہ پانچواں اس کے چھٹ خود کھول کر ان کے لئے لگاتے تھے ایک ایک اور ایک ایک
پیشوں کی کھول پر شفقت سے اور پھر اس کے ان کے لئے ایک ایک پیشہ کی کھول پر شفقت سے اور پھر اس کے لئے ایک ایک پیشہ کی کھول پر شفقت سے۔

ان مردی پیشوں میں سے ایک ایک لڑکے کو پیشہ کی کھول پر شفقت سے اور پھر اس کے لئے ایک ایک پیشہ کی کھول پر شفقت سے اور پھر اس کے لئے ایک ایک پیشہ کی کھول پر شفقت سے۔

ایک ایک پیشہ کی کھول پر شفقت سے اور پھر اس کے لئے ایک ایک پیشہ کی کھول پر شفقت سے اور پھر اس کے لئے ایک ایک پیشہ کی کھول پر شفقت سے۔

ایک ایک پیشہ کی کھول پر شفقت سے اور پھر اس کے لئے ایک ایک پیشہ کی کھول پر شفقت سے اور پھر اس کے لئے ایک ایک پیشہ کی کھول پر شفقت سے۔



پڑا ہوا گوشت دل، باغی۔

انسان کا گوشت! میں ان کا گوشت! انسان کا گوشت! ایسی ہی ایک سوسہ سے درمیان سوسہ تک سرگوشی میں آگئی۔

تصائب سر پہ پڑنے والی خیر اور خیر اور میں نے مجھے ایسی ہی سوسہوں کو لگنے کے سامنے پہنچا سوسہ کو تو اس شہقت سے آگاہ کر دیا۔
بارشہ سوسہ نے گھر میں کھڑے کھڑے اپنا بیٹا مارا۔

”خیر اور کی چار سویت بھی پڑی اور لائی بیٹھی ہے لیکن اس سے ایک انسان کو قتل کیلئے ہے، ایک انسان کو موت کے گھاٹ

لایا ہے اور موت کے ملا موت ہے۔“ ہم علم سمیٹتے ہیں۔ خیر اور کی کو اسی سوسہ سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے جس سے اس

نے ایک مسومہ اور بد مزاج انسان کی ماں بنا ہے اور پھر خیر اور کی کے جسم کے ٹکڑوں کو خیر اور کی کے گوشت کے ٹکڑوں کے ساتھ ہم

کر اسے اپنا جیو دین کر دیا جائے یہاں تو قتل ہوا تھا، خیر اور کی کے کشتہ اور تصائب کا بیٹا کو سنا جائے گا یہ پورا علم ہے۔

پھر موت کی طلب کیا، ایک سناٹا طاری ہوا، سب دم بخود تھے۔ سب انگ۔ سب کا ذہن ابلو سے چھوٹ گیا، خیر اور کی کی موت

کا علم فیصلہ ہوا، ایک باپ نے اپنی بیٹی کے قتل کا حکم دیا تھا، ایک بارشہ نے ایک عکس کے ساتھ فیصلہ کیا تھا۔

اسی دن وہاں لڑکی میں پہنچ کر خیر اور کی کو بارشہ سوسہ نے قتل کر دیا اور اس کی کشتہ کے ٹکڑوں کو خیر اور کی کے گوشت کے ٹکڑوں کے ساتھ

شادی ہوا تھا، خیر اور کی کا کیا۔

کچھ سوسہ کے کھدو لگنے سے خیر اور کی کوئی والدہ میں پرگھٹت کا ایک درخت کی آواز تھا۔ کہنے ہیں ایک سفید درختی رنگ کو بارشہ

تھا کہ اور کی کے اٹھانے سے پہلے دیکھا تھا، پھر وہ پڑھائی کی خیر اور کی اس وقت کے کشتہ کی، اگر اس کا یہ تقریبین سے جان لیں گے جاد ہے۔

کچھ ہیں آگ کی شکل میں یہ تقریب اور پڑھائی لائے پڑا ہے۔ اگر کوئی قسمت اور اور پہنچ جائے تو اس حوالہ کی ملک سے اس

کو بریکل آسان ہو جائے گا۔

۲۹۳



دک آیت آئی تیرے کاروبار میں خوشی

نظر جوئی تو وہ ایک ایک کھٹن نکلی

بکرت کے لیے مٹی درگاہ انتداب پر عقل

سودہ بنو بھری لاشوں کی ایک کھٹن نکلی

ابو سر زینتی چہ ہے، اُدھر تیرے منبر

مٹی تھیں امن کی پر بنی، کہاں کہاں نکلی

دوب پر دین نہ کیا کیا، تیرے زخم جفا

صدای مدح خودی قسنی سے زبوں نکلی

زینتی

کھیر تیرے، انیم صدیقی



میں نے کہا کہ ایک دن ایک بکری چب رہی تھی اس سے پتہ چلتا تھا کہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ تو اس نے کہا: "میں سوچتا ہوں میرا بڑا بھائی
خوش ہو جائے گا کہ میں نے یہ کچھ کھا لیا ہے۔"

مگر کچھ نہیں کھا، نہ کھانے کی چیز تھی نہ کھانے کی جگہ تھی۔

وہ جواب دے کر: "میں سوچتا ہوں میرا بڑا بھائی کہ میں نے کچھ کھا لیا ہے۔"

پھر وہ مسکرا کر اس کو دیکھتا تھا اور اس سے کہتا تھا: "میں نے کچھ کھا لیا ہے۔" پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے
بھائی کے پاس نہیں ہے۔" تو پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔" تو پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے
بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔" تو پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے
بھائی کے پاس نہیں ہے۔"



پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔" تو پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے
بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔" تو پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے
بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔" تو پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے
بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔" تو پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے
بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔" تو پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے
بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔" تو پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے
بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے بھائی کے پاس نہیں ہے۔" تو پھر وہ مسکراتے ہوئے کہتا تھا: "وہ اپنے
بھائی کے پاس نہیں ہے۔"

نرسا سنگ

نوحیدہ اعظمی

لنڈی مجھے خانہ کے درخت شبنوں سے جبرم ہوئے تھے، بھرے بیز رنگ کے گڑی گڑی سے چنن میں روگیا رنگ کے شبنوں کے خوشے خوشے ٹٹائی ٹٹائی میں، گلزار سخن جھللا رہے تھے۔ نرسا سنگ کے تمام دھن کی ہی کیفیت تھے شاعرانہ سے آگے بڑھ گئے اس نے اپنی ہنسی نظروں سے شبنوں کے شاداب درختوں کو دیکھا اور دوپٹے سانسے والے درخت کی اوپر والی شاخ پر چھبیک کر اسے پیچے جھکا لیا۔ اور شبنوں کے خوشے توڑ توڑ کر جھولی میں ڈالنے لگی۔ جب جھولی بھر گئی تو دونوں ہاتھوں سے اُسے دگر دسی دی۔ خوشوں میں سے شبنوں کے دانے جھولی میں بھرے گئے، اس نے دانے ڈگری میں ڈال دیئے اور دونوں سے نالی خوشے چھبیک دیئے۔ اس نے دوسری شاخ جھکا کر اور دونوں ہاتھوں میں سے پکڑ کر جھولی سا بھر دینے لگی۔ اتنے میں اس کے کانوں میں ایک دھیلی سی آواز آئی: بہت خوش کرنا اچھا کی ٹنگنی بھرنے والی ہے، آخر کیوں نہ آتی تو ملی ہو۔ آٹھ بیٹوں کا ایک بھائی ہے، نرسا سنگ نے ایک دم سے تنگ کر سانسے دیکھا۔ اس کی نظروں میں جھولی میں چھپی ہوئی ٹنگنی پڑی۔ ایک سلیف قبضہ اس کے پائینوں پر چھل گیا۔ جھکی ہوئی شاخ اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔ وہ بڑی، مٹکنی تو چھپے کر ہوئی ہے مگر خوش خانی اس کی باقی ہے۔ ہمارے کوئی حال آباؤ گئے ہوئے ہیں۔ قول دانے کسے، اگل خدا سکرانی اور نرسا سنگ کے قریب آتے ہوئے ملی: اچھا بھئے تو مل نہ تھا، تمہیں بھلاک ہو۔

نرسا سنگ کی تشیل آنکھوں میں شبنوں کے درختوں کی سدا کی ٹنگنی بھر گئی۔ اس نے دعا دی: خدا کرے تمہارے بھائی کی مٹکنی میں جلد ہو جائے، اگل شبنوں پر چھانے وہ لوگ کب تو نہیں لگے بھلاں آباؤ سے؟۔ نرسا سنگ نے آزاد و سرخروں کی کٹار جھانک میں ایک سرو سانس چیتے ہرے کہا: ہو سکتا ہے آج ہی آجائیں، چہر آج دست کو ہی مٹل چکے گی، تم بھی آج ہانا بنا سہے ہاں، بہت پرے تھا تاہم یکس گے، اور نرسا سنگ کے لوجہ و دست اور اوپر اٹھ گئے اور اس کی قلابی لابی سفید چھہ نکلیاں گر گیا میں اٹھنے ہوئے کابلی دوپٹوں پر ٹپ ٹپ کرتے نہیں گزرا وہ بھائی کی مٹکنی کی خوشی میں کوئی سرخو سانس نہ بھلے تنگ گئی ہو۔ ایک مضبوط ہاتھ نے پیچھے سے آکر اس کا بایاں ہاتھ پکڑ لیا۔ اگل مندا کی نظریں تھاپ تپ جھلیں اور نرسا سنگ کا دایاں ہاتھ کابلی دوپٹوں پر سدا بھانا ہوا ایک دم رک گیا۔ اس نے میراں جو کر بائیں جانب دیکھا۔ اس کی نظر شاہ خیر پر پڑی وہ فردا سانسے کو کھینچ گئی اور اُسے حقیقت جاننے کے انداز میں پوچھی: میں بازار کے بارگاہے کا مٹا ہوا سے چنن چوں، میں مگر خدا کے بادشاہ اگل کے مٹا ہوا سے ہوں، میرا باپ اس تو دیکھو یہ مگر خدا کا باپ ہے، مگر شاہ خیر نے اس کی ایک دھلی ادا سے اپنے گچھ گچھنے لگے، اگل مندا گزری میری کمرہ ہی ہے، اسے جھوڑو دودھا طرہ نے تو درختوں کے دریا ہوا سے دیکھا اور



اس کے چہرے کے ارد گرد دیکھتے ہوئے انگاروں نے حلقہ کر لیا، اس نے ایک بھاری پتھر اٹھا کر شاہ خیر کا سر چھو ڈالتا۔
 اپناٹک اس کی نظر شاہ خیر کے دوسرا نظروں پر پڑ گئی۔ اُسے اپنی جان میں غصے میں محسوس ہوئی۔ وہ غصے میں لڑتی ہوئی
 وہ خوں کھا کر ڈھیر ہو گئی۔ نرساٹک کے کانوں میں تباہی مچانے کی تیز قند آواز میں کاسا اور بوسین چمکا تھا۔ وہ طوفان کی
 طرح "بھئی" میں نغمہ خیلوں کے بہار اور بھرت منہ لیلے سے ہوں بد بخت، چاند سے ساتھ کیوں دشمنی سرائے لیتے ہو؟ جب
 اس نے محسوس کیا کہ شاہ خیر ایسا نہیں، اس کے ہمراہ دوزخوں اور جہنم میں تو اس کا بوجھ بڑھ گیا۔ اسے چاروں پہلے دشمن کو
 پہچان کر دھچک دینا چاہیے، شاہ خیر کے قدم دم چڑھ گئے، اس نے سڑک نرساٹک کی طرف دیکھا، شکر خانی عورت آیا، ایسی ہی کہ
 رہی ہے، است چھوڑنا: اس کے ساتھ ہی شاہ خیر کی زندگی ختم ہو گئی۔

جوانی اتالیقی یا کیسپ کے باہر پیش اپنا سرخ اپنا سرخ رنگ کا رنگا رنگی ہوئی تھی۔ جب اس کی نظر شاہ خیر اور نرساٹک پر
 پڑی تو اس کی سفید پیشانی پر کئی کھینچیں خود بخود ہو گئیں اور اس کی کھنچوں میں سرخ کے آثار نمایاں ہو گئے، چند لمحوں تک مشکل بندھ
 کر دیکھنے کے وہ اپنی جگہ سے اٹھی، گزرا کر دھچک سے پرہیز والا اور نرساٹک کے قریب آ کر اسے سر سے پاؤں تک سر سے دیکھا، نرساٹک
 کے تڑتلاؤں چہرے پر خشن کی ساری سریشاں صاف تھیں۔ اس کا سانس جھڑپ سے آہرام تھا اور اس کی انیشی آنکھیں آنکھوں سے
 ہر سار ہی تھیں۔ اتالیقی نے کہا کہ "شاہ خیر اور نرساٹک کی آمد بولی" نئی دشمنی مول لے لی، یہ لڑائی جہنم کے خاندان سے نہیں یہ
 کوئی کیسوم ہوتی ہے؟ شاہ خیر کی نظروں میں غصہ بھر گیا، وہ شکر خانی کی طرف دیکھنے لگا، نرساٹک نے بھی اُگھٹنے کے لئے
 شکر خانی کی طرف دیکھا، شکر خانی کو دیکھ گیا، جیسے وہ کہہ رہی ہو: تم ایک جیک دشمن نہیں ہو؟ شکر خانی کے پیٹے میں پٹا بوس کے
 دوزخ اور دشمن تھے۔ وہ سارے کے ساتھ لٹکے ہوئے پہنچلے سے کھینچنے لگا۔ اور غصے آئینہ بھر میں بول "تو کیا ہمارا یہاں
 جا سکتی ہے؟"



اتالیقی نے نرساٹک کے شانے پر محبت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "جو ہیں کچھ کہانی اور ایک ہی ہوگی افسانہ امام
 گور اور ہر گز برہمن جاننا؟"

نرساٹک نے بے قراری سے کہا "نہیں میں اسی وقت داپس جانوں گی؟"

اتالیقی نے اسے سمجھانے لگی "استمبر کو ہیں کہ گل اکبر اور خاندان بادشاہ آجائیں، ان کو تبار سے ساتھ بھیج دیں گی، تم کہیں
 کیسے جاؤ گی؟"

نرساٹک کیسپ کے اندر جا کر چھپائی پر ایک طرف چپ چاپ بیٹھ گئی۔ اتالیقی نے اس کے ساتھ ایک چنگیر لاکر
 رکھ دی، اس میں کسی سے جلا ہوا کھڑا کھنکھن دیا اور جاکر وہ دھپیاں تھیں۔

نرساٹک نے چہرہ کرول میں کھانا نہیں کھاؤ گی؟

اتالیقی نے لڑی سے کہا "تم پہلی بھانہ جو ہیں، تبار سے ملنا ہی سے چاری کوئی دشمن نہیں، اور میں کو یہاں نرساٹک
 کے ہاتھوں میں تھا دیا۔"

جب قبائلی علاقے کی ہواؤں میں دھپیر کی قاتل جھڑپ تھی تو نرساٹک اسی آخر اور دلی بادشاہ کے ساتھ پہلے پڑی۔
 اتالیقی کی سپرد بھوک کے وہ دیکھے "خوشی ملے، ایک چھوڑ کر وہاں پہنچے تھے، شیوں کے قتل سے سون، ان کے دشمنوں کے

جھنڈے لٹکے اور اسے اپنی نڈھال پر کھینچا آیا۔ اس نے کہنے کے ساتھ ساتھ میں آگ لگا دی ہوئی! ایسا نہ ہو کہ آدم خیل آجکا ہوا اور قزاقوں کو داپس کر دیا۔ وہ شیخوں کے خواہشات و خواہشوں میں جھانکے گئے۔ ان کی آن میں تافیا لٹکے جڑ پر پڑ گئی اور ہر تفریق سے دوسری طرف آگئی۔ جب اس نے کہنے کی سرزمین پر قدم رکھا تو اس کو پتا چلا کہ کسی سے پہلے میرے بھائی نے قزاقوں کو داپس نہیں کر دیتے! ۱۶ چاک اس کی نظر پار لے کر پڑی جو کھیتوں کے درمیان والی گڑھے میں تھی۔ گدھا تھا۔ وہ اس کے قریب جا کر بے تال سے روٹی میرا بھائی بھال آیا۔ اسے آگیا ہے؟ اس نے قزاقوں کو داپس نہیں کر دیتے! بات کرنے نے اسے میری نظروں سے دیکھا اور کہا کہ وہاں بھی نہیں آیا! دوسرا لڑکہ لڑکے کے گڑھا کا کام لے رہے تھے۔ ملاقات ان کی گفتگوں میں ہو کر ہو گئی۔ وہ لگتا تھا۔ خدا یا تم آٹھ جنوں کے بھائی کو سات بیٹوں کا باپ کرنا! انہوں نے اسے کھیر پر چھنا ہوا گدھ پر گڑھوں پر سے دوڑا دیا۔

شاخہ پر تھکی ہوئی بیٹی تھی، مصلیٰ چند عورتیں اسے گھیرے ہوئے تھیں جب ان کی نگاہ دوسرا گدھ پر پڑی تو وہ جو تکلیفیں اس طرح اسے دیکھتے تھیں، اسی کے بعدوں میں پہلے پہلے کئی شاساں کو بیٹھنے کے لئے خوش آمدید کہتی تھیں۔ چاند نے لگا تار دیکھنے کے بعد شاخہ پر کھڑا ہوا اور جاگ اٹھا۔ وہ جاگ کر آئی اور اپنی مہین جھارے کے گھسے سے بیٹھ گئی۔

کوئٹہ میں شہر کے ایک کونڈہ سا گدا پس آگئی، وہ مصلیٰ سے بانی گئی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسی کا گھر مرزا آباد ہو گیا۔ سب اسے ایسی نظروں سے دیکھتے تھے جیسے انہوں نے اسے پہلی بار دیکھا ہو اور وہ کسی اجنبی شہر سے آئی ہو۔ جب دن کے اہلے شام کے وہ گدھوں میں لڑنے لگے تو شاخہ اٹھتے بھاگتی آئی اور وہ بولا۔ وہ آگئے یہاں دوسرا گدا بھی جا آکر وہ کتھے کر دیا۔ اسی کا چھوٹا سا بھروسہ ہو کر وہ گدھوں پر چڑھ گیا۔ وہ بھائی ہوئی چھت پر گئی اور دیوار کی آدھی ہو کر شہر دیکھنے لگا۔ اسی کی نظر کی چھوٹی پر شہر کے جہاں پر پڑی۔ اسی کا بھائی گدھوں پر چڑھ گیا اور اپنی مہین سے دیکھنے لگا۔ اسے دیکھتے ہی دیکھتے اس کا بھائی گدھوں پر چڑھ گیا اور اس کا بھائی گدھوں پر چڑھ گیا۔

یاد رہے کہ یہ کہانی جو بیگم نہیں سے ہے ہر طرح سے درست کہہ سکتے ہیں۔ اس کے چہرے پر بھی آج کے سڑک تھکنے کے کوئی آثار نہ تھے۔ ہر طرح کے بدنظرانہ چار پانچ ڈال دی گئیں اور وہ یہاں میں چٹائی بچا دی گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سر کے جوان اور ہٹے بندوبست خانے ان کی چادر پائوں پر بیٹھ گئے۔ پہلے قزاقوں کے درمیان میں چڑھ گئے، مصلیٰ کی مہین آگئی اور دوسرا گدھ کے پاس چھت پر چلی گئیں، قزاقوں نے قزاق خورنگ کر دی اور کونڈہ کے دروازے پر پہنچی۔ قزاقوں میں کھڑے۔

یاد رہے کہ یہ کہانی جو بیگم نہیں سے ہے ہر طرح سے درست کہہ سکتے ہیں۔ اس کے چہرے پر بھی آج کے سڑک تھکنے کے کوئی آثار نہ تھے۔ ہر طرح کے بدنظرانہ چار پانچ ڈال دی گئیں اور وہ یہاں میں چٹائی بچا دی گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سر کے جوان اور ہٹے بندوبست خانے ان کی چادر پائوں پر بیٹھ گئے۔ پہلے قزاقوں کے درمیان میں چڑھ گئے، مصلیٰ کی مہین آگئی اور دوسرا گدھ کے پاس چھت پر چلی گئیں، قزاقوں نے قزاق خورنگ کر دی اور کونڈہ کے دروازے پر پہنچی۔ قزاقوں میں کھڑے۔

خزانہ کا قزاقوں کا ایک اور بار دست کاٹن کھڑا کیا۔ جب قزاقی کاوش ہوئی تو قزاق دست سے ایک چھلکے کے ساتھ باقرین قادی ہوئی۔ ہر طرح کے ساتھ لگا لگا یا اور جاری جاری قادیوں سے گھر کی طرف چل پڑی۔ اسی کے پہلے چھلکے، دیکھو دست! چھلکے پر تصویر ہے، اسے کچھ نہ کہنا۔

یاد رہے کہ یہ کہانی جو بیگم نہیں سے ہے ہر طرح سے درست کہہ سکتے ہیں۔ اس کے چہرے پر بھی آج کے سڑک تھکنے کے کوئی آثار نہ تھے۔ ہر طرح کے بدنظرانہ چار پانچ ڈال دی گئیں اور وہ یہاں میں چٹائی بچا دی گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سر کے جوان اور ہٹے بندوبست خانے ان کی چادر پائوں پر بیٹھ گئے۔ پہلے قزاقوں کے درمیان میں چڑھ گئے، مصلیٰ کی مہین آگئی اور دوسرا گدھ کے پاس چھت پر چلی گئیں، قزاقوں نے قزاق خورنگ کر دی اور کونڈہ کے دروازے پر پہنچی۔ قزاقوں میں کھڑے۔



۱۶ چاک اس کی نظر پار لے کر پڑی جو کھیتوں کے درمیان والی گڑھے میں تھی۔

”ہاں! وہ کہتا ہے مجاہد حضرت امین جون کو نہیں افریں مائکون۔ تمہارے ہاتھوں میری بے عزتی ہوئی ہے! پھر اس کا درد و تیزی سے بچنے لگا۔ وہ صبح چڑی“ اس نے اس کو بے ٹھہرتے نکال کر تباہی و غیرت کو بچا رہا ہے۔
آدم نیل کے صحت مند وجود میں غلی تیزی سے گردش کرنے لگا۔ وہ فیصلہ کی بجائے اس کی سمیت غیرت اس کو بچا رکھنے لگا۔ میرے پیچھے آؤ!“

یادست صحن میں بیٹھا بدعتی گوریل نے کھائیاں گھسٹیں پر دیکھے اور وہ وہی ہاتھوں میں پھر قاتلے کچھ سوڑا اور قلاب ایک جھیلنے کے ساتھ جہادہ کھلا تو وہ چرک اٹھا، لاطینی کی دھم مائی میں اس نے دیکھا کہ آدم نیل کی آنکھوں میں کسی پختہ گوریل کی عزیم کی کرنی ہے۔ اس کے پیچھے دوسرا گوریل ہے۔ آدم نیل گوریل میں دشمنوں کو غیرت کے حق سمجھانے جا رہا ہیں۔ اب نہیں میرا ہی کا گھر سے نکلنے کی صورت نہیں۔ اور جب وہ وہاں سے کرف مزاحور دوسرا گوریل شاد غیرت تو بچے راستے سے ہی واپس کر دینا لیکن شکر گمان نے اسے ایسا کرنے سے روکا ہے۔

آدم نیل سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے لشکر گمان کو کبھی نہیں دیکھا۔

دوسرا گوریل سے بولی۔ ”اس کے پیچھے پرہیزگار کھانا کھا رہا ہے۔“

یہ شفق ہی آدم نیل تیزی سے وہاں سے سے نکل گیا۔ اس وقت اس کے تھوڑی کی چاب سے زمین کا پسند کا پتہ رہا تھا۔
جیسے ہی پچھتے ہی وہ پختہ“ بند کمرہ میں بیٹھتی۔“

موسیقی ایک دم بند ہو گئی۔ آدم نیل کھڑک پر سے کھنکھرتے ہوئے اس طرح دیکھنے لگے بیسے انہیں نام مٹانے کا طم ہر ہر آنکھ اُسے مشورہ دینے لگا۔ اس وقت اس عقل کو آدم ہر دم ڈر گیا۔

آدم نیل بدعتی پر ہاتھ دے سہلے ہوا۔ ”جب تک میں دشمنوں سے انتقام نہیں لے جیتا موت اس بدعتی سے بیکار نہ رہا۔
مستقل کیجئے گا۔ انتقام کا وقت نہیں نہیں جتنا انتقام چاہیں سداں میں بھی بیا جاسکتا ہے۔“

نہیں با عزت بادشاہ کی کا بیٹا ہوں، میری لہو نہ ہی ہے عزتی کے انتقام کا وقت نہیں ہے۔ میں چاہیں گھسٹوں کے اندام اندہ انتقام لوں گا۔“

مستقل کے پیچھے ہٹ کر کھانا پیرا پیرا کھنے سے وقفہ نہ ہو۔ آدم نیل، ہجرت مرنے کی تلاش میں رہا۔ شاد غیرت کھپ میں رہتا ہے اور کھپ میں گوریل ہی ہے۔

آدم نیل گوریل تم جیسے سو مستقل، غیرت کی آگ بھڑائی میں شکست پیدا کر دیتی ہے اور مسندوں کے پانیوں کو نشت کر دیتا ہے۔

پارہی عقل نے یہ سب پکڑنا۔ دشمن شاد نے نہات گئی سے کہا، ”غیرت مسندوں کی اور غیرت مسند ہوتی ہے۔ حاکموں کے مقابلے پر جبار ہے۔ وہ چھ جہان میں اور یہ تنہا ہے۔“

ملک نے غلی میرے کہا۔ عزت دینا کا بہت بڑی وہ ہے۔

ایک ادا حاکم غیرت کے آسان پر کھینچنے والے چاہے نہ ایک خواہش تو جوں کو دیکھا جس نے بدعتی حاکم سے تیز تر قتلوں سے بڑا دوسرا گوریل کیا اور غیرت سے جو گوریل کی طرف چلا۔ اس کے پیچھے لاطینی قاتلے اس کے دبا حق تھے۔



صبح پندرہ گھنٹہ طویل کیا اور بیڑی کہیں سے ساحل کی کئی اور این کی تاریکی میں بسبب کیمپ کا دھنکیاں کھینچے جھونکے گئے۔ ان کے آگے چار بیڑ گشت چھینک دیا گیا، دو گشت کھانے گئے۔ رات خاموش ہو گئی۔ کیمپ کو دیوار کے ساتھ بیڑ میں کبھی گودی لگی تاکہ تم ٹیل بڑے اطمینان سے اوپر چڑھا۔ دیوار کے اندر کی جانب دایاں پاؤں اور بائیں ہرک جانب دایاں پاؤں دھکا کر بیڑی کھینچنے لگا۔ پیچھے کل نواز اور مٹھنڈی بیڑ میں اوپر کی طرف اٹھا رہے تھے۔ سب دوا دوا پر اٹھ گئی تو کام ٹیل سے کیمپ کے اندر کی جانب جھانکے لگا۔ یہاں تک کہ وہ دیوار کے ساتھ ٹھسٹھا۔ آدم ٹیل پیچھے اٹھا اٹھ گیا کہ وہ سم دھکی میں کی پل نیلی نظر آئیں۔ وہ ایک چار پاؤں کے پاس گیا وہاں ایک موت کو سوتا ہوا پایا، ماری چار پاؤں کے پاس گیا تو نظر دھکی کے دافوں سے آلودہ پھرے پر پڑی۔ اس کے سامنے کد کد تر ہو گیا، اس نے عقارت سے جھک کر اندہ چہرے کو دیکھا اور بدوقت اس کے سینے پر دھک کر جلا دی۔ کیمپ میں سوتے ہوئے لگ ایک دم جاگ پڑا۔ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے خواب میں کچھ دیکھا ہو کیمپ کے اندر کسی کا قتل کرنا اتنی آسانی کی گت ہے؟ ہر ایک کا ذہن ہی سبق بنا تھا۔ غصہ ہی دیر بعد ہی وہ کم کے بیاہستے ہی ہتھ پیر نے غراٹھا کر دھرا دھرا دیکھا۔ سید کر نے میں اس وقت سراٹھا پایا اور دھچکا گئی چلنے کی آواز تھی وہ اب تو تھوڑا تھوڑا اور جلد سے بولتا ہاں وہ چہرہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور سر اسے دھکی ہوئی بدوقت فوراً غصہ میں ختم لی۔ سید کر میں اٹھ بیٹھا اور پلے سے کیمپ میں کھینچی لگی گئی۔ اس وقت تک آدم ٹیل دیوار چاہ کر کیمپ سے دور جا چکا تھا۔ ایک دم کیمپ سے دھکیاں جھونکیں، آدم ٹیل ادا اس کے ساتھی بیڑ میں کے ساتھ بیڑ میں پرستے کی بیٹھ گئے۔ جب انہیں اچھا لگی تو ٹیل کی کسی تری سے اٹھے اور جا گئے۔ پھر دھکیاں جھونکیں ادا وہ بیڑ میں کے پیچھے سے چھٹ گئے۔ جانے کتنی بار دھکیاں جھونکیں اور کتنی بار ان کے تندہ دست و پوروں نے تریوں کی چھائی کو چھوا۔



دوسرے روز صبح تک دھکیاں یہ غرض لگی کہ آدم ٹیل کا سیاب، ادا ہی وہ سب کے وقت وہ اپنے ساتھیوں کے ہوا چکے سے وادی کے ایک مکان سے نکلی اور کد کی طرف نہ بڑھایا۔ ہتھ پیر پاؤں کو جھونکے کیمپ سے بڑے چھوٹے رہے۔ غصہ ہی غصہ ہی وہ جلد وہ چاروں طرف غصوں دور آگئے۔ ہتھ پیر پہاڑ کو جھونکے کے بعد آدم ٹیل کے فتح خدا اقدام ہیں کے گھر کی طرف اٹھ گئے۔ یعنی کے مودوں، مودوں اور چھوٹا کا ایک ہم خیر اسے غصوں کی غصوں سے دیکھتا ہوا ساتھ بڑیا۔ اس کا وہ بڑا کد اور اس کی مضبوط چھاتی سے چھٹ گئی۔ وہ خیر چھپے میں بڑا تھیں سب میں سب دھکیاں کیمپ ہے۔ ان گنت غصوں کد کد کی طرف اٹھ گئیں۔ لہذا گھر کو ان میں سے ہر ایک جیسے وہ اس میں کی ایک ایسی بات کہ کہ جس کی سرور کے چلنے سے پانہ کو بھانے کے لئے دور میں کا ایک تیل کر باغ دہا ہے۔ ایک ایک سات میں تھوڑی تھوڑی آسان میں کچھ کر غصوں میں کھینچے۔ وہ بے اختیار دوتے لگی۔ اس نے آدم ٹیل کی پلڑی چھاتی کے گرد اپنی بائیں کا حلقہ اور تک کر دیا اور اس کی جانب اٹھ کر جاتی ان گنت غصوں میں عزت و توقیر کے ساتھ ساتھ رشک ہو گیا۔

جمال

مفتاب مجرب

”فی ثی سائن میں کہاں سوال؟“

”وہاں براہِ مستقیم پر۔۔۔“

ظہیر سنے تھیں یہی سبب ہوئی مدد پرانی اور سیلی رضا نشین اخائی اور بچے بچہ کر سگئی۔

یہ بھی تو کسی کا ادا کردہ ہے، کسی قدر تکلیف سے سوئی ہوئی ہے تو ہمدردی کا جذبہ اس کے دل میں ابھرا، اپنی بیٹی پر غور کیا تو وہ نرم ہنسنے لگے، ہاتھیں اور سر کے سوئی ہوئی تھیں۔

سبب وہ لپٹے صبر سے بڑے غافلانہ انداز کے ساتھ گاؤں والی عورتی جیہہ دکارتی تھی تو میر سیدی غلاماں اور کینڑوں کو زمین پر سوتا دیکھ کر کبھی جس قسم کی سوچ اس کے ذہن میں نہیں آجی تھی گویا سنے بشر علی اپنے عزیز اقربا سے جدا کیا گیا جذبہ ایک نئی سوچ اس میں کوئی پسند نہ آئی وہ خود بھی جڑی تھی۔

کتنی ہی لمبی چاندنی ٹھکان بڑی ہیں، ہاتھ جگا کر کہیں وہ کیا کی چاندنی پر سو جائے کہیں... ہر میری پیادہ کی ادا کو حق سمجھا کر ان کا وہ جی پر سوئی ہوئی تو یہ کتنی لذت محسوس کرتی اس کا جی چاہا کہ وہ اظہار اسے چاندنی پر سکوائے۔

ظہیر بندہ دل بالکل ہی مدد پر تھی اس کے جذبے میں بھونٹ گئے ہوئے تھے۔ جس میں سے جتنی ہوئی مال ابھرنے لگے پکڑنے سبب بیکسیر میں جذبہ برسنے لگا، دھڑا دھڑا کر چلا، یہی تھی۔

ہاتھ میں کیا کہنے تھی یہ کیا جانتے کھاتے کھنٹوں پر سوتا... اس میں بڑی ساقی وہ ہے... پکھنوں سے اس کے ہاں ہوا میں ہر جوں کا احترام گنتے چلے آتے ہیں... ہاں سبب کہ قدموں پر سر جھکا کر آتے ہیں... میں سے ابھی ہوا ہوا کا درجہ سے کہیں بیت مٹا رہی ہوں، نہیں نہیں میں بالوں کی اس دم کو نہیں توڑ سکتی... پڑی سوتی ہے... سوتی ہے... پڑی ہے... اس نے خدایہ کے پیروں پر ہر مرد کو نظر ڈالنے سے روک دیا ہے، سے تھکا اور اس قدم اٹھاتی اپنے قدم کے گہرے دلدل چلک پڑا ہوا ہے، ہر گز نہ... مگر یہ اس کی آنکھوں سے ہزاروں کس مدد تھی اس کی ہر ساق پر پیچھے ہادیوں کے سانس سے لگے تھے، آج بھی خدایہ کا باب کوئی نے اُسے ہر ہاں ہم کو کھاتے پھرتے کر گیا خدا وہ آئے ہی کسی طرح میں چڑی چلتی کہ لڑائی والی چاندنی پر چلنے لگی تھی اور چکر اس طرح اس نے اسے پائیوں انہیوں سے تھک دھکاتے ہوئے کہا تھا کہ یہ خرم اصرار میں آتی میرے سامنے چاندنی پر چلے گئے تھے وہ اس کا ہاتھ ڈانٹ سے کا پ گئی تھی۔ اور پھٹاتے ہوئے ہم کر کے چلے گئی تھی۔

اسے بھی یاد آئے تھے کہ آتے تھے، تھک دھکاتے ہوئے اس کی باب اٹھ دھا یا تو اس کے سر پر اسے اٹھاتے



جہانوں کی دنیا

علی بابا

مکتب سے میں تیسری جماعت میں پڑھتا تھا۔ بچے گیندیں، بیڑیاں اور ہندسوں کی کیا نیاں بہت اپنے قصے سنائے دے دناؤ کرتے مگر کیا نیا سنائی قصہ زیب وہ جہانوں کے مکتب کتابوں اور تصویروں میں دیکھے تھے۔

ایک صبح میں اپنی ماں کے ساتھ گلی اپنی اگلی گھر گیا۔ موسم کا سال ہی میں پیدا ہوا سے اس شعر جو کہ کر اپنی آئے تھے وہ ادیب اور شاعروں قسم کے آدمی تھے۔ مجھے بہت چاہتے تھے کہ اپنا پیچھے کے مدرسہ دل ڈا بیگے کر اپنی کا پڑنا مگر ٹھکے لے گئے۔ چڑیا گھوس آتے ہی سب سے پہلے میری نظر بکریوں میں درخت کے ساتھ جسے دھن پر ڈکا۔ میں نے لڑکا میں پہلی دفعہ استعمال ہوا دیکھا تھا۔ اس لئے اقصی کے قریب ہاتھ سننے لگے کہ عرصہ ہو رہا تھا۔ نا کا شاید مجھ سے اور سکر کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”فرد ہے ہو کیا؟“

میں نے گویا کہ نہیں، کہا۔ نا لکھے اقصی کے باطل قریب سے گئے اور کہا۔

”بیٹے! اے اقصی ہے۔ دنیا اسب سے بڑا اور عظیم ہاؤں یہ بہت ہوشیار اور امن پسند جانور ہے۔ اس سے اس سے گونا گونا چاہیے۔ یہ بیشتر بڑے بڑے جنگلوں اور چٹانوں میں چشموں اور دیوؤں کے گناہ سے ٹھکانا رہتا ہے۔ تمام چوڑے خواہ بڑے جانوروں کو پیلہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سونے ہا کر ان کو سلام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس جنگل میں تم سب کو براہ کرم امن حاصل ہے۔ میں اپنے حقے کی گھاٹی میں گناہوں ہوں اپنے حقے کی اور غرض اپنے حقے کی جب بھی میں جنگل میں چھوئے جانوروں کو غصہ دیکھتا ہوں آتا ہے تو سب کی رہائی کرتا ہے سونے آکر پاش کر دیکھو کہ ہا کر مشقوں کو دکھاتا ہے۔ سیر میں اسب سے بڑا دھن ہے۔ جب تک کہ حملہ کرتا ہے اور اس کا جیسا نکال کر کھا جاتا ہے۔

”میں نے نا کی بات جبر سے گنا اور کہا۔“ نا نا اپنے ملک میں بھی اقصی پیدا ہوتے ہیں؟

نا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”اپنے ملک میں اس سال کے بعد پیدا ہوتے ہیں لیکن یہاں کی آب و ہوا انہیں اس میں نہیں آتی اور وہ مر جاتے ہیں اقصی

کی کہانے میں سنو نیا دیکھا ہوتے ہیں۔ ان کے میں اقصی کی طرح دونوں طرف بڑے دانت ہوتے ہیں۔“

میں جبر سے اقصی کو دیکھتا رہا۔ اس کی کچھ بھی کرنا نہیں اپنے گھر سے ہی بڑا ہوتا ہے۔

چھوٹا لکھنے ہاں سے بڑا کر غیر کے طریقے لکھنے اور کہا۔



بٹا اے جنگلی شیر جیسے بدنوں دا گھر ہیں اور یہ اس طرف ملے انھوں نے چیتا ہے :
 میں کھنٹی دیو تک ان خونخاک جانوروں کو دیکھتا رہا۔ جنگلی شیر کے چاندی طرف گوشت کے ٹکڑے چھپے پڑے تھے اور وہ آگے ہلنے
 والوں کی طرف اٹھ کر دیکھ رہا تھا اور جنگھارا کا چہرہ خیر سے کے اندر آ جا رہا تھا۔
 لٹائے کہا،

”بٹا اے سبیلک ہی مسل کے جانور ہیں، آپس میں چپا جیتا۔ جنگلی کے حکمران کی انگریز لشکر کی تحاش میں جیتے ہوئے جنگ
 کی طرح وہ لڑتی رہتی ہیں۔ ہمیشہ اپنا ہیٹ جھرنے کی تلک میں لگی رہتی ہے۔ جہاں بھی کوئی لشکار دیکھتے ہیں، بال کی طرح گرجا کر ان پر تھوڑ
 ہوتے ہیں اور انھیں جھپٹتے ہیں اگر تلک پر بھپٹ پڑتے ہیں اور سارا دلون پڑی کر زمین پر جھپٹ دیتے ہیں، یہ پارے ہرگز اٹھائے
 اور اگر گشی کا دلان کی جنگھارا سے ہی ساشی رنگ جاتا ہے۔“

میں کھنٹی دیو تک خونخاک شیر کو خبر سے دیکھتا رہا۔ اس کے بدن مانا نے بھے جیڑوں، گیلڈ بدن اور دیکھ کے خبر سے
 دکھائے اور کہا۔

”بٹا اے جنگلی کے انتہائی چالوں میں، چاناک اور خونخاک جانور ہیں۔ یہ ہمیشہ شیر کے پیچھے ٹھہرے ہیں اور لوگوں کی طرح چلتے ہیں۔
 شیر جہاں بھی کوئی لشکار دکھتا ہے تو اس کے پیچھے ہوتے ٹھہرے ہیں اور ہڈیوں پر آگڑے ہیں۔ یہ جانور جنگلی میں ہمیشہ چالوں کو
 کی طرح مڈ لٹے جھرنے ہیں۔ ان کی خونخاک آوازوں سے سارا جنگل کانپ جاتا ہے۔ کام بھرنے جانوروں کی سبب نفس کشی میں
 آجاتی ہے :“

میں ایک ایک جانور کو خبر سے دیکھتا رہا جہرنا نا کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر آگے بڑھا۔ نانا نے بھے ایک بڑے انجنرے کے
 پاس داکٹر ایکارڈ میں سے خود سے دیکھا ایک پت کبری کا ترپال کی طرح پیش ہوئی کڑی لہر سے بیٹھی تھی، مانا سے کہا۔

”بٹا! گوہر سانپ مٹا ہے نا، یہ گوہر سانپ ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا اور خونخاک اور بڑا سانپ ہے۔ یہ سانپ ہمیشہ
 دولت کی تحاش میں رہتا ہے۔ جہاں بھی کوئی فراخ دیکھتا ہے وہ بال کڑی لہر کر بیٹھ جاتا ہے یہ سانپ جب بھی کوئی لشکار
 دیکھتا ہے۔ پہلے پتپ سا دھڑلے سے پیچھے ہٹتا ہے اس کے قریب آتا ہے تو یہ پھن کھل کر اپنا زار جتنا خونخاک منہ باز
 کر کھیل کھیترتی ہے اس پر حملہ کرتا ہے اور پے سے کھڑا رہا لشکار لنگ جاتا ہے۔ یہ سانپ اپنے تلک میں بہت زیادہ وہیدا
 ہوتے ہیں اور سب قہر و دیوانا کر دیتے ہیں۔“

”نانا! امان کبھی ہے قہر و ایسی ہی چاہیدا ہوتی ہے جو آدمی کا سانس لی جاتی ہے :“

”ہاں بٹا! قہر و اٹھ لے گا کھرے تم جیسے جگر ان جوشی کو مرود دینا :“
 میں نے گہری چاکر لیں کہا۔

ان کے بدنوں کے خبر سے کھنڈ دیکھ کر خوشی سے میری باپسیں کھل گئیں اور نا نا کی طرف دیکھ کر کہا،

”نانا! چنڈ بھی آدمی کو کھا جاتے ہیں :“

”جیسی بٹا! چنڈ جنگلی کے سب سے ہوشیار، لچکدار و مہم جانور ہیں۔ اچھے انکھل کے بھوں کی طرح قہر و سے مخلوق
 ہوتے ہیں۔ شیروں، گیلڈوں اور جیڑوں سے ان کی پانچوں نہیں ہوتی۔ جہاں بھی ان کو دیکھیں گے من چڑا کا شروں کو کھیں گے۔“



”مذہب کو رحمت، گیزہ بہت ہو کر گیا ہے۔ نہیں کیا بغیر آج یہ چھوٹا ہے کل اس کو نہ بھگلی میں جانا ہے ابھی اس کو بچا کر
رواں چلیں گیجیں؟“

”ناک گیجی“ ناٹا ہنستے سے عداوت کرتے ہیں جی گیجیں۔

”ناٹا بچے پر دے دیکھتے ہوتے ہوئے“ دانت تم رو گئے تھے کیا۔“

”جیس ناٹا خط کہہ رہی ہیں۔ رات کو خواب میں آئے ہیں نے وہ شرماسے تھے؟“

”کل پاشی اناٹا نے اذیت سے چہرہ دکھایا اور کہا۔“

ان کو تو دیکھ کے کہنے میں بھی ڈانٹا نا اور کبھی جی کسی سے بھی نہ ڈرتا۔

اس بات کو آج ۷۵ سال گزر چکے ہیں اب میری عمر ۲۰۶ سال ہے۔ میرے انا کا انتقال ہو چکا ہے اب میں ایک جسے ا
اندھیرا ہے اور کھلے بھگلی میں رہا ہوں جو سارا خون ناک بالندوں سے بھرا پڑا ہے۔ میری یادداشت میں ہی اس بھگلی میں ایک داخلی
پیدا ہوا ہے۔ مگر بھگلی کے چھوٹے جالہ اور اسی اس سے کھلے پڑے ہیں۔ خون ناک بالند بھیر بھگلی میں بانٹے کوئی کی طرف گھومتے
دیتے ہیں۔ تمام چھوٹے جالہ پر ہندسے اور کثرت اپنے گھروں میں چھپ جاتے ہیں اور سارا بھگلی سنسنی ہو جاتا ہے کبھی کبھی
سے بھگلی کے کسی کونے سے مور کی ٹوک سنائی دیتی ہے۔ سارا بھگلی اس کی ٹوک سے گرج جاتا ہے۔ جسدِ عدت کی شانوں پر
بندھا کر زور زور سے شور مچاتے ہیں۔ میں اپنے اندھیرے اندر سے نکلی کر صیرت سے مور کی اشاری دیکھتا ہوں۔ چشمے کے گناہ
پر کھڑا داخلی سرخ چکر کام کے سب چھوٹے جالہوں کی اپنے پاس بٹا ہوتا ہے لیکن بے چارے ظلم کے حواس سے ہرگز بارہ کھلے
اور غور کر لیں داخلی کے قریب جاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔



(ماریٹ سنٹر)

جے ناک دیاروں کا سفر کیا تھا ہے
اب ٹوٹ سے آئے ہو تو کھو گیا تھا ہے

وہیں سکین، وہیں انگن، وہیں درو دیوار
گھر وہ کیا تھا جو تیرے گھر کا گناہ تھا

حقیقتیں بیلجی

مگر قریب، عشق نہیں

قمرانہ

بڑے چلو چلو چلو بڑے چلو

کہ طبعی جنگ بکا رہا آؤ نیچے آسمان پر
عجیب ماسور چھا گیا ہے آگ بجان پر
جتن پہ کھل رہے ہیں دوش کے ٹکس سے

بڑے چلو چلو چلو بڑے چلو

نئی حرکت پہنچا پہنچا دم و در بھاشد گے
سیاہی میں کہ در پہ خرب جیہڑی لگائیں گے
نسب سے کہ نہیں سے گئی کرن انبار کہ
لگاوتوں کے کوسا در سے جڑوں سے
میلان فوسے موت بکنا۔ بھول چک دیں
سبھی کوسوں کے پر بہا رگت لگش گے

بڑے چلو چلو چلو بڑے چلو

بند یہ مساسنہ مساسنی حیات کی
مقام اپنے ہاتھ میں پکڑ لو کائنات کی
قبائلی جھوٹ سے زندگی کو رائل گئی



بڑے چلو چلو چلو بڑے چلو

جہوں میں اپنے انجام تک دفن ہوتے ہوئے
اسنو آئینہ شہادتوں کی آئینے ہوئے
قیامت سے مسائے عدو ہے کن صف پہ صف کھڑا
بڑھو! تم اپنے جسم میں نیا سوتے ہوئے
سہا جوا نہیں سے زندگی میں دفن ہوئی
بڑے چلو چلو چلو بڑے چلو

بڑے چلو چلو چلو بڑے چلو

اگر تم آگ نکروں نہیں ہو اس جہان میں
تو کیا بھلا بھلاں دوس دوس اور بھلاں میں
ہر ایک فرد جاگ اٹھا ہے حق کے میدان میں
محل بناؤ پھر سے زندگی کے ساتیان میں

بڑے چلو چلو چلو بڑے چلو



ہجرتِ سرحدیں

آزاد قوم

دشمن پاک، دشمنِ جانی یہ وطن
چہ بے شش خدا کی

برادریوں کی فتح کا حاصل

ہزاروں شہیدوں کے دل کا ہجو

اسی خاک میں جذب ہے آن کا

جو گنگوہرِ بادل تھے غریبوں کے

وہ آنسو کے قطرے سے اب دھل چکے ہیں

صیبت کے اسے دگی اور ستارے

نگے ہیں قزاق یہ گائے حرم

قزاق کا

سلاخیں شکر ہوش

اور نکل کے راجہ دور

ایک چنگ سے گتہ نہیں پڑ

صورت کی ایسی جیسے ماحول میں

یہ کیسی صا ہے؟

یہاں اب نہ ہوگا

گہر اور کینہ، کچھ اور پل کا تھوس و ترا

نہ خواہ بول گے، نہ میں گے ہاں

ہاں میں تمہوں نے طریقوں کے نئی سے

تو رہی ہے دولت!

محلِ آن دولت کے مہار ہوں تے

نہیں گی اسی خاک میں شہائی کی قریب!

وہ شاعر کی جی کے فاقہ میں گزے

شریں کے کوٹوں پہ نئے سرے

چلے رہے ہیں

آجیں یہ ہاں میں حقیر و خواہش گردا تھے تے!

ہزاروں دلوں کا یہ فیضان ہے

کہ ہم کو ملی ترحمت کی سر مل گاتی

یہ وہ گھڑی ہے کہ ہم یاد کرتے ہیں ان کے عظیم اور

بڑے کارنامے!

قسم ہے شہیدوں کے اپنے ملک

چلے گا نہ آگے کسی کے یہ سر

نہ پیلا نہیں گئے جھولی ہم بیگ کی

مساوی ہے حق ہم سمجھوں کا وطن میں!

صورت کی گھڑی میں

دکھوں کی المناک و تاریک ماحول

ہمارے ہیں — ہم ایک ہو کر ہمیں گے جنیں گے۔ مریں گے

دشمن پاک، دشمنِ جانی یہ وطن!



شاہ عبدالغنی ہشتاںیؒ فرمایا

مہرِ سستیؒ

سستی

کیا دیکھوں میں کیا چٹاؤں
لوگ کہیں گے دلیانی ہے
اچھا بڑا نہیں کہی، کہنے وہ
مستانی ہے، مستانی ہے

بہترین مری دہلیز میں پھر کیا
لوگ انہیں سن سن کر آئیں
بڑا بیٹھا کہتے ہیں کہہ میں
ان باتوں پر شرم دلاتیں

اس میں دلچ کی بات یہ کیا ہے
بڑے چلے جاؤں گی برابر
نور ہو جاؤ، پاد، پاد
اپنے پیرا پیار سے کی وہ پر

ضبط کسوں کتا ہی میں
کیسے دیوں ہیں مایہ میں
غم ہی غم ہے ٹوٹ پڑا
دل پہ مرے دکھ اور بیتا

جا اسے آنے والے کل
تیرے سب دوسے چل دیں
ان پہ ہر دوسرے کیسے کہوں
جیوں کو تیرا ہی دیکھوں
کل تک صبر کروں مشکل
ہائے یہ میرا بیٹا کل دل
جان ۲۰۲ کل تک مل جا
یا مجھے موت کی راہ دکھا
دو دشمن دوسے یا موت بکھ
دھونڈتی ہوں ہر ایک تجھے
جان لے جان لے بات مری
مجر کو دکھا صورت اپنی
سید

اسے دکھیا اسے غم کی باری
بھول بھی جا یہ غم کی باتیں
بھڑوسے اپنی کیسیج کیل
دیکھ یہ جلتی بھینٹ پتا نہیں

ان پر چل کر ڈھونڈتے نکلتا
پتوں، اس میں کے پتاؤں کے

دیکھو سر پہ ہے اس دیکھا کے
بیچ اکھی ہے گھسائی گداؤں

مر جانے تو جنگلی جنگلی
سانس ہری وہ ما کے پکاریں
ہائے اس دیکھا نے سر کر
دیکھا کہیں ہرلوں کی داریں

مر گئے ہم اس کے منہ سے
اس کی موت نے ہم کو مارا
اس کا دکھ ہم مہ کا دکھ ہے
سائیں سائیں کرے ہیں سارا

لے دیکھا ہی ترسے سے کارن
خبر ہے یہ سب دیرانہ
برکھا برے دھاریں دھاریں
پھر بھی اُگے کب ایک لگ دلا

چل چلو ہی دیں ہیں اُنکی
بھو ہے لگی جگہ کا اُنی دانا
پاؤ اُن کے سامنے بیٹھا
ناگین تو اس سے رفق مسا

(انتہا میں)



سات شعر

مدا برسات کا پتے میں ہانی
یہ میرے جھولے ہو پاک میں صبا
جلن پر کھڑکی سے اونی پہننے
وقفا دار غم و خفاک میں صبا
گھیرے جھنڈ ہیں چھپاں آئی کی
نذر میں، نیک میں، بیباک میں صبا
مگر ظالم ہو اتنے اسے عسقم
کر یہ مظلوم سینہ چاک ہیں صبا
"سہروردی"

گھرا، ٹھٹھا تو یہ آواز آئی
نہیں، دونوں میں اب کوئی جانی
دھڑو تندرستی میں نفسہ زنی ہے
مہاجر تندرستی کی نظر سہائی
وصالِ یار کی راحت پہ قربان
ٹھہر نہ دو رسم پار سائی
گھرا کہا میں نہیں ادھ جائے
پرستی مات کے گنگوڑ سائے
لفظ ایسی کہ جیسے شیر کوئی
کہیں بیٹھا ہو اپنا سر اٹھائے
سہاوا دے لے اسے جڑتِ آفت
کی تیرری تنہا میں نہ آئے

نذر ہو کر میں اب دنیا میں کوئی
یہاں سے جان جاتی ہے تو جائے
"سہروردی"

سرسے دیوار لے جوں دے نہ پاتے
اگر جھینور میں سبیلوں پہ آتے
زمین پر ہیں ان کے کھسکے دگرختے
تو اسی آہٹ سے ہم بھی جاگ جاتے
غیر جتن لے جب تک کہ صوٹے
میرے بچو کہ چپ کرے نہ جاتے
نہ ہوتے اسی طرح آنکھوں سے وصل
انہیں پیول ہی چل کر دھونڈلاتے
عبادتِ راجا جبر آؤتے ان کا
دگرخت ہم بھی دھوکا نہ کھاتے
"سہروردی"

اگر اس دلکس میں ہو تو اوجھتا
میرے محبوب سے اسے چاند کہتا
بہت دی ہو گئے ہیں تجھ کو دیکھے
ترتے ہیں تری صوبت کو نینا
"سہروردی"

شباب تندرست ہولوں کی طرح ہے
دیکھتی آگ پر سنہلا رہے ہیں

ملائے عام یہ تندرستی ہے
چنگے راستہ دکھلا رہے ہیں
تنگل تنگل بھاتی ہے
تنگل تنگل بڑھاتی ہے
اور پھر تنگل صمت کی
یر مسودہ بھاتی جاتی ہے
"سہروردی"

یہ میرے شعر ہائے پڑ سائی
تنگل صمت کی بات، تندرستی
دل انسان پہ جیسے کھل گئے ہوں
دھڑو صمت کی اصلہ جاتی
"سہروردی"

موج در موج جسم بے ڈاٹاں
میرے محبوب کی نشانی ہے
حاصل جلو ہائے رنگ رنگ
در حقیقت وہی مدافعی ہے
ظاہری صحت کو ثبات کہاں
ہر تب و تاب آئی جاتی ہے
خواہش وصلِ یار کیا صحت
قصدِ محبوبِ جاودہ ہے
"سہروردی"



مخلوق در ترجمہ سلیخ یاد

چاہہ نقلیں

(۱)

پہلوں کی طرف غنائوں کی ندیں بہا رہی

نہاؤ گئیں یہاں

ظفرِ قریضہ

پہرہ کی شکرے سونگے

سلوک تو یہ آفتاب میں ہے صبر

ادریں

شامِ بادل ہوں اس کے شکر کا

اور میری شاعری

دھج جھنجھے، رہے جیسے شیرِ مریم کا گھر

اک نئے دورِ محبت کا غیر

ہاں، یقیناً وہ دن آنے کا کرہیب

غم کو بھی یہ نصائے دار و گیر

نیل و کاماگ آئے گا غیر

ادریں

شامِ بادل ہوں اُس کے صبح کا۔

(۲)

توچ پہرے کا پتلی

پہرہوں کی کہ یہ یاد آنے لگی

یہ تھے میرے سونڈے نا ہوں اُدھنی

یہی کہ وہ کم لگی ہوں، کالہ داس بھی

آن پہرے ترے لے شہ پہن ہوں

تیرے ہاتھوں کی ٹنگے سولے سے پرے

یہی کویتا کھو دیتا ہوں مگر

اس تعلق سے میری دنیا پر میں

چادرِ مشکیں ہاؤں لگا تو کیا

پرست کے کچے گیت گاؤں بھی تو کیا

ہائے کھنڈر ہے مجھے کھن

ہائے کھنڈر ہے کھنڈر

کاش مجھ کو پھر نہ کر جاتی رتو

ہو سے لٹا تو نہ کر مٹی نہ تو۔

(۳)

بارشیں ہیں گہری، ہوتی ہے تم جاسنگدھوں

اسد و خوں طرف گہرے شربتِ بھول

سب اکٹھے لگے

تب میں لگے

آ آتی میں وقت ہوئی اک خولے سرفراز

اپنے کاشانوں کو دیش کے کنگ

سب میں لگے

تب میں لگے

تیرے میرے آنسوؤں میں ایک دھولے گئے گا

بند سب صحت جاتے گا

کب میں لگے

کب میں لگے



چٹا کا لڑا تمہید و ریاض

مجاہدینِ غفلت

جوئے خوں

دھڑ کیا کیا دہی کر گئی
دکھ دے کر انسان کر گئی

دکھیری شاعر غمگانی کی ایک نغمہ گانہ (رفیق احمد)

جسے خون ہے مری آنکھوں سے دھار

تجھ کو پروا ہی نہیں

میری باتوں کو کچھ کی اتنا ہی نہیں

سوئے قریا کو انگلیں بھی سوجا رہی تھیں

تیری دہلیز کو گم پیرا سے دھویا رہی تھیں

لیکھو افسانے شاید نہ سنے

میرا مفہوم نہ سمجھا تھیں

دائرا گن جہاں ہے نونا بختاں تیری

سُنی تو ہے سب کبھی میری

رہی تیرے پاؤں کی دھول

تیری دھڑ کا چنول

اس کے پاؤں صفا لگا

میں ہم عشق کے سونے لے گیا نہ سکا

تالار و سماست کا شرف ہا نہ سکا

قومی زیست کا جو ہے آج نہ نہ دیا ہے !

زندگی میں دھڑ غمگین و نہ چاہتا ہے

دھر گھٹس دھڑکی ہیں بیکار کمن دھڑے

بند ہے بابِ سماست لیکن

جسے خون ہے مری آنکھوں سے دھار

تجھ کو پروا ہی نہیں

عجب چا خوش کچھ کی اتنا ہی نہیں

کئی تیری یاد تو بچ
سولی کو آسان کر گئی

(۳)

لوہاؤں سے کیستی کشتی
ساحل کو میری کر گئی

پوت کرشمہ دکھائی ہے
لہو کو بھی زہاں کر گئی

دیرانی نے پیاسا آبیاری
سافر پر احسان کر گئی

پرمانے کیا بھڑکے غلے
دل دل کا دھار کر گئی

بیچنی ہلک بسنتی آئی
ساحلی کو سنسان کر گئی

دکھ دھر آواز نہ پاتے
گھونٹ گھونٹ پھپھائی کر گئی

سب تو سون ڈھل رہا ہے

گھاٹیوں میں

فلک گئے ہیں اس کے پاؤں

پھر بھی کوئی چل رہا ہے

گھاٹیوں میں

ریت کے ٹھولوں پر جو

اک دیا ساحل رہا ہے

گھاٹیوں میں

اک خفہ سونچا کہ سپنا

اس دیکھ میں پل رہا ہے

گھاٹیوں میں

آنے والا دلی اجن سے

بچتا نکلیں نہ رہا ہے

گھاٹیوں میں



دارت شاہ / رنج غار
ہیر رانجھا

ہیر کی اوپر کو آمد

ہیر بھٹا۔ کہا تو اور کیا کہیں پاس پہلے کے کہ ان کی بیوی
 اپنے آپ کھلائی رائے کو بڑے پیار سے ہاتھ کے ساتھ چڑی
 کچھ دھوڑتے دھوڑتے خشک گوند خشک پیسہ مال سنگی

دھوڑتے دھوڑتے کھنگریلے کوہلے جلد دلدار کے پاس کائی
 غارت جان اور مال کے ساتھ کئی گوب اس کا نیک نظر بھول
 دلت شاہ اور رائے کو سب چا بی کھول کے اُس نے سارا مال

رانجھا کا تردد

”قَالَ عورتوں کا شعور نہیں بچ شربت کے تیر رائے نے کہا
 جن عورتوں کا رشہ جانی شہسوار بے دود کو کھلا دے رکھا
 رکھیں عورتوں پہ چسپوں جھگیوں کا نہیں مرنایا مستقبل صلا

”کونئی عورت جیسا کہ نہیں میری اتنی بے کتاب میں فرمایا
 کونسی چکا کو کھوت بننا شیرا ہی ہوسکے دل میں کھو رہا
 دالت شاہ وہب قری کا پاس کیا، دیشا مہر کا چاکر کہلا یا

ہیر کا جواب

کہا ہیر نے کون نہ عورتوں کو یہ تو جانی جان جانا میں
 بیل جھول کے قری وہب کی مہمانی چنی گھٹا دی سوئی نے
 عورتیں یہ کہ سسرال اور کھچ پڑیں وہ لستال کی کئی کئی کھانکا
 دلی غارت سب عورتوں کے چلنے تھا، کونم کی ایک ہی شاہ کھیں

کوئی ان کی دھم کی کہیں کہنے تیر کھنچیں تیر الی کھنچیں
 جاہ و خرم کو چھوٹے چھوٹے اجڑا آن میں میرا جو چڑھی میں
 سستی کھنچیں ان کے شہید رہا شیر تری کھو دای کی ساتھیوں
 عورتوں جیسے جیلے ہو کہا دالت شاہ یہ پھٹک باج عورتیں

کہتے

اللہ چکا اور بی برحق رانجھا میں تو پتا دھن قرار ہے
 باتیں اور کھانکے بھول گئیں، تیری دیر سے یہ میرا کہ ہے
 دلی مات ترائی درد و کرون، صلیب خاص سے قلعہ دیوار ہے
 تیرے ساتھ ہی قوال نیا ہوں گے میں خواہد میرا آنے خواہد ہے

تیری بندی ہووے سب کجاں ہی ہے جہاں تیرے ڈال برہنہ ہے
 میں تو ان کی تم سے داس سے بھی میں ہنسنا نہ کہ ہے
 میں تو سبوں کی جو کچھ چلے میں جو تو قوال سے چاڑھیا ہوں
 جیتے ہی اب من فریں عورتوں کی عادت شاہ سے چ قرار ہے



بزرگ نصیحتیں

یہ کہہ تھوڑے لمحے کی میری بات کی طرف دھیان کرنا
اس عشق کے ٹھکرے پر تکیہ نہ کرنا تو تیرے پاس نہ دُوب مرنا
شراب دانے کا عاشقوں کا یہ تو سنی شخص سے قدم دھرنا
لوگ بات کہنے دیں گے بہت اور عشق سے کیا کیا کرتا
میاں نہ آئے جھوٹ سب دھڑکا، اصرار کو چھوڑ کر کھٹکنا
جہاں عاشقوں پر پڑی غصہ کریں ایسے کوئی کاہلی نہ کرنا

راہ گامک بدلنے کا اندھ چمک کے ہم

ہم رہا تھا جا کر کھا گیا، بے بسیں چمک میں کی باتوں کی
خدا نجات کے جانوں نے کھانے اور نکل کر ہمارے انہوں کی
ہم سے روٹ گیا، ہم کہہ رہے ہیں اسات اور وہ ہیں نہ تھی
دھن دھن دھن اور بچہ اسے دانے دس دس سال کے بچے جاتی
پیشہ کرنے پہ گھسے رکھ دو تو کھانے کی سہ سہاویہ کی
بھائی دے کر بیٹوں کو تو روکا چڑھ گیا ہی تو نہ کھنے پر گھا
موت

آج دو تو اسات ہو گا نہ نہ ساتھ بچوں کے ہم آنے
مہربان چاہا جانی دو شہ آئیہ میں وہ خفا کی وجہ سے
ہم آتے ہوئی کو نہ کر موزوں اپنے دل میں یہ کنگے سنو

(انجی کسین)

جمادی ۱۹۵۵ء

کبیر پریشانی کا رن ہے یہ رات
کبیر کوئی آواز دیتا ہے تجھے
چھوڑ یہ، سنار میں دکھا ہے کیا
زاہد ڈار

کس تجھ پر نہ ناچار



منصور عارف

بچے شاہ / مشتاقِ سخنِ مرزا
نینی سچ

دستِ گل

(پستو ہے)

(کہاں)

راہِ نگوں میں قوری سائیں اگر تو پھیرا

انگوں سے سائیں بیکہ سندیر کوئی

نہیں سچ بچھائی ہے میری سیدی بھٹی

دلکِ دلک کرتے شاہِ حنایت میرا

راہِ نگوں میں قوری سائیں اگر تو پھیرا

کوئی ہے جا کے کہہ دے باتیں میری

بھول ہوئی کیا کھتے ہیں تو اس قوری

بیل تھے سوا کوئی ہے وہی دھواؤں نہ پیرا

راہِ نگوں میں قوری سائیں اگر تو پھیرا

بردا ہو کہ آٹھ ہے اوروں کے پتھر تیرا

پریمِ جال میں چھانوس کے گھر مٹا میرا

تو نے صوفے پر جا کر اب کس کا قریبا

راہِ نگوں میں قوری سائیں اگر تو پھیرا

کھنک پر نہیں دیکھیں وہی بھٹی بھڑا

پاک کے سائیں دھڑ دھڑ کو چھوڑا

تے فوٹے دکھائے برآمدے گھیرا

راہِ نگوں میں قوری سائیں اگر تو پھیرا

قوری سادی کھیل بیکہ انگوں میں

بک بکسک مٹی گڑی وہی بھٹی میں

ابنِ بیک سر پر کیا بھٹکا بھڑا

راہِ نگوں میں قوری سائیں اگر تو پھیرا

راہِ نگوں میں قوری سائیں اگر تو پھیرا

راہِ نگوں میں قوری سائیں اگر تو پھیرا

راہِ نگوں میں قوری سائیں اگر تو پھیرا

راہِ نگوں میں قوری سائیں اگر تو پھیرا

اس پر قربان کیوں نہ جاؤں میرا شام کے وقت بدھ سائیں نہ دے
خوبد ہو کے ہر اک بات ہی مانا ہے کہیں پکار گئی نہ بھلائی قبول دے ساق
گل بہت ہیں جمال کے تیرے بد بیاہ ہے مسد ہے پیچے
تک داسی ہے اس جواں پر ہنسی لگا لگا خانی کہتے ہیں طیب اپنی وہ خواہ خواہ
دست بچتے ہو یا کہ مرستے ہو پیچے تو ہر نہ کوئی مرنا خا
جے کا بیل سے تو انگوں کو سہاؤں گی فخر میرے محبوب نے ہو تو بکھرتے ہیں
دنگانی ہوا کے دوش پہ ہے اونٹے نیٹے ہے کھڑے خوش رو بھول
یاد ہے ہم قرا رنگ کا بھول گیا اپنی میں تو حق بھول قسمت میں چھوٹے لگا
یوں ہے کام قری آمد سے یاد کے دیکھ سے آئی ہے ہوا
بچے دھن کے سہارے کوئی یاد پچے کیوں نہ کیچوں اسے مرا کھوں کوئی لڑکھوں
زلف کا بار گاہ دوش پہ ہے وہ مستدا! عرش سے پانی پر سا
کبھی آہستہ آٹھاتا ہے قدم یاد مرا میرے محبوب نے اپنی نہیں بولتا ہے
آہی جانند قسم ہے کہ کوئی جاننا! شعل مرے پیچے مت
تا کہ تیرے بیچے ہوتا ہوا محبوب نے جتا دیا کے سامنے ہی ہے وہی پکارا
دوست! (پہل کر نہیں) اُڑ کر آتا جیتا کی جگہ تو لا سکتا ہوں
راہ میں چوکیاں قائم ہیں فراقِ دم کی جگہ تقدیر کی دستیں ہے اب کیا کرنا
سہ دیا کر انکسار اس کا غلبہ لب اور ہے پھٹا نہ کہ اور
وہ تو مرغا ہے دوست میں نہیں آئے گی آگ سے کھینا کہ اور چھوڑ چھوڑا



کلیتی و تریب پریشانی نکلی

گیارہویں برس بعد — ایک ہل سیٹشن کی رات

یہ وہی گھر ہے جہاں گیارہ سال پہلے تو مقیم تھی
اس گھر سے تیرہ برسوں کی سفری کل پٹریں آج بھی محسوس ہوتی ہے
یہ وہی وہ خانہ ہے جہاں میں سات سال تک ٹکڑیوں میں تکیا کرتا تھا
تبار کی مسکراہٹ ابھرے اب کیف ہے خودی ہماری کرنا کرتی تھی
لوگ بچے چھوٹی بھاری تڑپیں لگے ہوتے تھے
میں انٹر مشن میں چاہے ان سے بے خبر رہتا
تیری وہ ساری ہم سب حیات میں بمانے بل طالب سے خوش تھی
اتنی گرم آہوں کے شبنم کے موتی پانی میں ابھر چکے تھے
اور حق وہ گنہگار طرہ میں آئی ہی تو فرے ہے خود بخود جاتی
ان اونچے اونچے پہاڑوں کو صمت کو ساروں اور بلند بالا
سرا سورا
کے درختوں کے جھنڈوں میں تیرہ سال تیرہ سال گزر چکے ہیں
کمالیہ کی حالت نہ سہرا آج بھی وہی تیرہ سال سے قریبی
آہ آہ کیا حشر طاق کیا کیفیت تھی
دکھائی کا درد کس کا کھٹکا
ایک عرضی جی خوشی
لیکن کس گیارہ سال بعد جب میں وہاں پہنچا
تو اصل گھر وہی ہے یہاں وہ بھی وہی دوست لگے ہیں انہیں صدمہ میں
لیکن تو سچ تو نہ وہ کیف ہے نہ حشر
نہ وہ رونق ہے نہ دکھش

نہ میں وہ "میں" ہوں جو خانہ تو وہ "تو"

یہ چاروں دوایں کو رہا مید خودی کے جھنڈے میں بھٹک رہے

سب کے سب بھاری محبت کے قبرستان لگے ہیں

وہ بوڑھا بیڑا جو ہمارے ملازموں کا امین تھا

وہ بچہ آج منوں مٹی کے نیچے گرام کر رہا ہے

جب کبھی تو اپنے مسکراتے شریکوں سے اس کو یہ نام دیتی

میں اس کو اپنے سینے سے بے اختیار چٹا دیتا

آج یہاں وہ سب سے پرے لگ چکا ہے میری باتیں ہمیشہ

ان سب کو تو آج بھی یاد ہے میری اور تیری داستان

آج بھی ان کے بھونچے

تو جب تو آج تک ان بیڑوں کو یاد ہے تو میں صبر

تجھے کیسے بھلا سکتا ہوں

آج گیارہ برس بعد

تیری یادوں کی بارانہ نے مجھے مغموں کر دیا

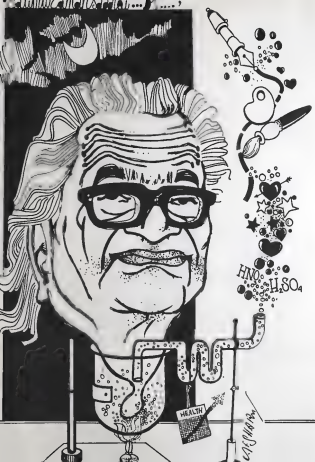
تجھ سے بچنے کے بعد میں تیرے نقش پا پر

چلتا رہا۔ ہر ہر قدم پر طوفانوں کا

سامنا ہوا، مگر تو نہ ملی!

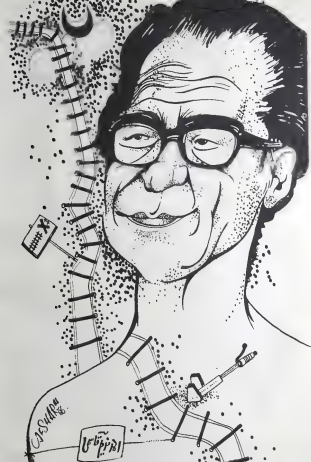






قوت الشباب
Café Ma An















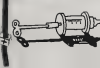
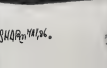
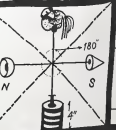
CALSHAM/







© 2014





شہرت بخاری

1300 / 100 / 100

پروین شاکر



12/11/2016



مثنوی شیخ اشقت مہر

ایک شخص کی زندگی

”صبح“

زندگی کا سرمایہ	آنکھوں میں غم اور لہو کا آئینہ	آفتاب چہ ہے
وادیِ عشق میں ایسا دھوڑے خوب	آپٹے کے ٹپٹے توڑے ہوئے	دوست لگتا ہے۔
چاندی کی گولی گولی دھڑکتی کرتا	دل میں شیشہ بچھتے ہوئے	سورگ کی ہوائی۔
گھر والے عزیز	درد دل زخمی دل	ایسا دینی پکائی ہوئی۔
یہ کی چیز	کچھ نصیبے والی صورت کی طرح	آفتاب چہ ہے اور اگر بچے کو درد نہ پانے لگتا ہے۔
بچے کو دنیا والے ہوتے عزیز	دیکھ کھاتے ہوئے نیک نوازیں جاتی ہے	اور اس کے دہن میں خاموشی چا جاتی ہے۔
آنکھیں چپتیں لگی ہوئی	اس کی دنیا کا خوب اس کا دلہنا چہا ہوا ہے	اور ایسے ہی زندگی بچی باقی ہے۔
وقت جاگتا ہوا اس کے	غدا ہی	بڑھتی جاتی ہے۔
بچے کی طرح ہر سکون خدا کی طرف سے ہے	برہادی	GRACIA - GRACIA
درگاہ پہ شکر گدازتی ہے۔	کوئی ہے کہ گداوی بھی ہوئی۔	پاشا پر کمر ہوئے لگتا ہے۔
	قدر واریوں کی صلیب کا تہ جولا پر	پادری سکون
	پیدا ہوتے ہوئے بچے	دلی سکون
	بچے۔ بچے	پھر بچے کو بھی میرا ہی ہوئی
	دو بچے کی جگہ نہ وہی صوبہ ویران ہوئی	ہوائی کی طرف حساب کی طرح آؤں
	وقت جاگتا ہوا۔	وقت کسی گدا پر جوئے قیدی کی طرح جاگتا ہوا
	گھنٹے کی طرح	تیز
	اور وہ پیرا پہ شکر گدازتی ہے۔	اور صبح پانے شکر گدازتی ہے۔
	عاشق مہر	”دو پہر“
	اس کی چہ خدشہ لگا ہوا پیر پائی	صورت کا گم ہو صوبہ خدشہ لگا ہوا پیر پائی
	دل پر غبار چڑھا ہوا	صورت کا گم ہوئے دکان گم
	ہوئی	گم ہوئے زندگی



فرہادی شام کو بچاؤ بخش۔

نیل کنول کے موتی

رات کا رقص

رات کا دھنسی رقص

نور دات کیا خود دینا

جیتنا

آفس کرتی ہوں

رات کا سیاہ رنگ

میرا گارڈا آجیاد ہے

خود رنگ کے سبب شہزادہ

میرے دوست گئے ہیں

دوستوں کی بیکر تہا رات ہوں

تدکبہ میں

انسانی نور کی باس

میرا ہی نور ہے

ہو چکا انا اس

جھنگل چار پائی پر

میں رقص کرتی ہوں

رات کا رقص

نیل کا رقص

اندر سے یہ دیکھا دینے والے

نور کا کہو اور کا رقص

میں

سیارہ کی

ہاکی ہوں

نیل ہر رات کی موت پر

ہم کرتی ہوں

رقص کرتی ہوں۔

تم مجھ سے ناراض ہو پیارے
جب کہ جانتے ہو یہ تم بھی
موت کا سایہ پر پھیلائے
بچے بچے بھاگ رہا ہے

تیرے پیسہ دار تری اعلیت کو
جنا کروں سانحوں سے اپنی
معاذوں کے بھول کی بات
وہ جانے گا میسرانہ میں
پھر کس کام کا میسرانہ ہو

نور سے بڑا نہا اسے دیکھو
نور سے کہیں گے کہ نہیں ہے
نور سے میں کا چہرہ اور بڑا
تیرے پر ہم کی نہایت ہل چل رہے
پھر میں کہوں گے کہیں اس کے نور

عاطف ضیا

نظم

اپنی پرواز کو

میری پرواز کی سیل پر

لے

اورد

میری کسری کسے کے لئے

میرے پرواز کو

دیکھ لیں پرواز کی سیل کو

نیو نیو

آپر ہمار

جب باورم ہے بھول آئیں گے

دور دیکھ کو جانے والے

مارے پیرے موت آئیں گے

افضل وارو

اشتراک

پتہ دشمن کے لئے

دشمن کا میسرانہ والے

کسی سے نہ

شہر کے دفتر کے

لوگ ملک

میرا ہی لڑتے سمجھتے ہیں

پیش لفظ

یادوں کی لذت

اور نہ جانے کے تجربہ سے

نور کا رقص

میری نگاہیں ہیں، انا میں کریں گی۔



طائر و مزاج



راہ فرما دیتا کہ کچھ نہیں، بلکہ "نور" کے قصب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایک خاص طور پر تعمیری تقریب میں ایک تقیید کیا کہ قصبہ اس قصب سے نہیں بلکہ "نور" کے نام سے قصب کہہ کر کہیں کہا گیا ہے کہ۔

قورمادوست ہے اور دوست سے چلتا نہیں دور
میری تقدیر کی گردش نے بنا دیا کچھ "نور"
وقت "کہتے ہیں مجھے لوگ کہ "مروارہ ہے"
کتنی افراتے تھے میں جیسے آیا ہے
دور سے دیکھ کے انسان تجھے گھبراتے ہیں
شاہ زاد چمڑے کے گھیروں میں نکل دانتے ہیں
لکھتے ہیں سے تیری جھلکتے ہیں نور و گل
تو جو پاپے تو کراچی میں بھی خالی ہوں مکان

دیکھا آپ نے اب یہ صورت حالات ہو گئی ہے۔ بہائی فرقہ پھر رہا نہیں آتا اس لیے میں نے یہ فرقہ نکال دیا کہ حکومت ہلکتی چلی کرتا ہوں حکومت پر لکھتے چلی گئے کے لیے کوئی راہ نہ ہوئی نہیں ہوتی۔ بہت سے مذہب استعمال ہو چکے ہیں، مثلاً اگر آپ کے سال سووی کیلبر آتی تو میں کہوں گا کہ یہ حکومت اور حکام کی مسوہری کی وجہ سے آئی ہے، دھرم کے حکوں سے دہا نکال دیتے ہیں اور حکام کا خیال نہیں کرتے اور اگر غیر میں خیال نہیں لگتا اور وہ غیر چراگے چلا گیا ہے تو یہ مسوہری شیخے ہوتے کہیں کہاں رہتے تھے؟ اس لکھتے ہیں میں تمام سابق سزا یافتہ لوگ، لوگ لوگ کی ایکشن میں بدل چکے ہیں، پانہ لوگ جو نام دھرم کے خواجہ ہیں، یا کسی ٹھیکے کے حاصل کرنے میں کام ہے، یا امن پر کام نہ کرنے کی وجہ سے ان کے افسر نے سختی کی ہے، سب لوگ میرے ہم آواز ہو جائیں گے۔ یہ ایک نام سن ہے، اس کو لکھتے ہیں برائے لکھتے ہیں کہتے ہیں اس سے قوم اور ملک کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ حکام اس کی وجہ سے بہت بوجھتے ہیں، مجاہد پکڑا کر نہیں دھتے، اس سے دنیا اور ماقبہ دونوں سزا یافتہ ہیں، اسی لیے حکام کو میرا انجام کیا ہوگا۔

ماہیت ۱۵۷

مکمل ہر پیرا اندھے کوڑے میں زنجیر، الجھند و باہر وقت
اب ماما دھرم کو سب سے پہلے غرضی سے دہنے چلے جا رہے
ہیں۔ ان کے بھی سیدھے سادے ماضی ماضی آسمان انداز
کے خدو خصلت سے ختم ہوتی ہیں، مگر ان کی سب سے بڑی
سے شرمے جا رہے ہیں، آج کل ان کے ماضی میں سب سے بڑی
مکمل ہر پیرا اندھے کوڑے میں زنجیر، الجھند و باہر وقت
ہیں۔

اکمل

مکمل خیریت - اکرام اللہ

صدر مشاعرہ شکوہ شاعری



خدا بصورت نہ دے تو ہزاروں مشاعروں میں حرکت کا انتقال ہوجے اور یہی خوش قسم کے صدر ان مشاعروں کی صدارت کرتے ہوئے اس فطری مرض، دیکھ چکے ہیں۔ وہ شاعر نے خواہ کھن مشاعرے ہوں یا ان کی تقریب انعقاد کہ اس قسم کی ہرگز دختر یک دختر کی طبعی کثرت ہے اور اصل کثرت مرد و گم کرنے میں داخل ہوتے ہیں زیادہ ہیں اور شرعی سقم میں نکل رہے ہذا بھانے ویاپ نشاط کا جانے کے شعورے کام کو بڑا یا۔ چل پل میں بھی جاتی خدمت میں پرکھتی اور غریب میں داہی مایہ گویا۔ ہر حال وہ مشاعرہ خواہ اوراد کی پیدائش کی خواہی میں ہر ذی ذلہ کی خواہ تہادی کے سلسلہ میں لیکن ہر کام ہے ہذا وہ مشاعرہ اور اس کا ایک صدر میں ضرور ہونا ہے۔ ہر صدر عام طور پر کہہ یکساں قسم کے جھٹے ہیں یعنی مسند پر جہاں ایک گا لکھ رہا ہے۔ اگلے سے آراستہ ہے یا ٹیکڑا فن آج رہی ہے وہاں ایک صدر بھی رکھا ہوا ہے۔ ہر صدر زیادہ تر نہ سے ہوتے ہیں نہ سر سے نکلتے ہیں۔ بس اپنی پختہ پختہ پان جاتے دہتے ہیں۔ سلام پر کہ ہے کہ شہ صدارت پر مصرعہ طرک رکھا ہوا ہے خواہ مشاعرہ طرک ہی کیوں نہی ہو۔ مجلس صدر ایسے ہوتے ہیں جو خلیہ صدارت پر بیٹھتے ہوتے ہیں اور پھر فرمائی اس خیال سے کسی کو اپنا قائم مقام بنا کر چل جاتے ہیں کہ کہیں ان شاعروں کو یہ معلوم ہو جائے کہ خطبہ صدارت کسی اور کا لکھا ہوا تھا۔ صاحبان صدارت کی ایک قسم وہ ہے جو اپنے خطبہ کا اسٹان کرنے کے لئے نشستہ صدارت پر بیٹھتے ہیں اور پھر کسی ایسے مرض میں مبتلا ہونے کا بہانہ کر کے دھشت پر جاتی ہے جو شہادی ہو اور جس سے تمام حاضرین مشاعرہ کو اپنی زندگی خطرے میں نظر آئے۔

لیکن آج کل کا ہر جن مشاعرے کے صدر کی ایک نئی قسم دریافت ہوئی ہے جس سے مشاعرہ کو کچھ "مسارہ" ساربا کر دیک دیا ہے۔ ممکن ہے کہ مشاعرے کا ہی اس "مسارہ" کا ذکر ہو سکیں لہذا اس کی تشریح ضروری ہے۔ یہ بھی دو اصل ایک قسم کا مشاعرہ ہونا ہے مگر اس میں مشاعرہ کو صدر زیادہ ہونا ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ کیا کر ہو سکتا ہے مگر میں کہیں گے کہ ہر اس نے مسئلہ ہے کہ ہم نے خود دیکھا ہے اور اس معاملے میں حرکت کی ہے ایک مرتبہ میں نے خود دیکھا ہے۔ یہ صدارت ہے کہ اب فرما چکے ہیں سونگہ کہ دیکھ چکے ہیں کہ یہ مشاعرہ ہے یا مسارہ۔ بات یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ اس معاملے میں حرکت کے بعد پہلے تو جیسی آتی ہے پھر طبیعت قرار پرتی ہے اس کے بعد وہاں بگڑنے لگتا ہے۔ ہر اپنے شاعر ہونے پر غصہ آتا ہے۔ گفتگو سے نفرت ہو جاتی ہے۔ دوسرے شاعر کے کام سے تنگی ہونے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ شاعری خود کوئی کارزار میں ہو جاتا ہے اور یہ سب کہ اس نے ہر کچھ کہتا ہے کہ ہم کہتا ہے اور صدارت زیادہ ہے زیادہ۔ صاحب صدر ہر شاعر کے متعلق ایک مستقل خلیہ صدارت لکھا دے جاتا ہے جس اور اگر اس مشاعرے میں جاس شاعر میں تو گوشتان کے کام کے حوالہ پر شاعر کا جاس صدارتی شکل میں منا پڑتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ وہاں کہاں تک چھلکے وہ نکلتا ہے

میرے ہاتھ آج اور عزت شہادت ہو گئی۔ میری کیا بات کہ جس کی اس نئی قسم کو دیکھنے کا اتفاق ایک ایسے شخص سے ہوا جو ایک دوست نے کمال عقیدہ رکھنے کے مسئلہ میں مستعد کیا تھا جس وقت ہم پہنچے وہیں صدر محترم ارشاد فرما رہے تھے :-

”قسم ہے میں آج اس کو جو دھن غنیمت کے ایک ایک کانٹے کا سیراب کیسے کرتی ہیں۔ قسم ہے ان آج کی ہزار ہائی کھانڈا میں اسٹانے کا سبب ہے۔ قسم ہے ان لڑائی کی جوروں کا شہسوار کا کرتی ہیں اور کرب کو خوشگوار بنا کر ہم کو درد آستانہ بنا دیتی ہیں کہ ہم تو خود بخود وہی کھلم کھلا رہے اور ان کی آواز ہے اور اسی آواز کے لئے ہم کو مل رہا تھا۔ ملتا جناب و خرمو ملنا کشرین لائیں“

قریبی ایک صاحب میرے لئے اس طرح بیٹھتے تھے گویا باہلی ہمارے بیٹھے کا پکا اتفاق ہے اور وہاں سر پہ سٹکا ہر دم نے سر رکھیں وہ دھن کی آواز کیا ہو رہا ہے“

میرا دل کہہ رہا تھا کہ ان حضرات نے فرمایا "میرا سر وہاں ہے، سلام نہیں کیجیو گے" کیا یہاں تو آخری خطبہ عداوت ہے اور خیر و صلاح آخری شاعر ہیں جو غفلتِ صائب کے بعد پکڑے گئے ہیں؟ خدا تعالیٰ اور لوگوں کے مسئلہ کو جنابِ حدود نے اپنے اس خطبہ سے حل کیا ہے؟

ذخیرہ صاحبِ محلّی شروع کی گئی تھی اور اسبابِ صحت ان کے شانہ و شرف تھے جس کے بعد عہدِ محمود کو قرار دیا جاتا ہے۔

”پھر پڑھیں گے، دیکھ لیتا پھر پڑھیں گے، کیا شعر خطا ہوا ہے۔ رات بھر پڑھیں گے۔“

اور انکو صاحب بار بار چاہے غے خدا خدا کر کے عزلی عزلی ہوئی اور جناب صوفی نے انکی دلون کو اس عزلی

سنگ کے لیچنے کے بعد، سرائے والا حقایق ظریف ٹھکانے اور ہر مری خطے

”جھ کو ایک مصرعہ یاد آتا ہے کسی شاعر کا شعر

رنج کا شکر ہر نفساں تو مری جاتا ہے رنج

میرزا محمد علی قزوینی

10/10/1947

ہمارے دو زبان بھلی تاجدار ہے اگر جناب عزیز سرمدی اب بھی نہ تشریف لائیں تو ہمیں اس بار کو خرابی ہی سمجھوں گا۔

اسی صاحب نے جو سر پر کئے تھے یہ وہی کراچی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

10. *Journal of the American Statistical Association*, 1997, 92, 1003-1010.

مگر ساتھ ہی ساتھ علیج سے ایک آواز بلند ہوئی، "کیا کتا ہے جناب علیج، تم نے اپنی تعریف کا؟"

اگر وہ اپنے منہ سے انکار کر دے تو میں پھر اپنے نزدیک ٹھکانا ہی چاہوں گا۔ انھیں سماعت سے دور رکھو۔

ایک آواز بلند ہوئی: "میں وہی شخص ہوں جس کی"۔

ایک دفعہ میرا ایک دوست نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو کہ ایک شخص کی طرح ہے۔

بقولہ کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ

1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 26

الحقیقۃً منسوب الی طرح فہمے از محکمہ سہ ماہی

[illegible]

روحوں کے ساتھ کچھ تجربے

[illegible]

یہ ۱۹۳۶ء کی بات ہے۔ ان دنوں میں قاکور کے صدر میہ کا گاہ میں ہوتا تھا اور میری دوستی میں ایک مکان کی، دوسری دوسری مہتری پر چڑھتا تھا۔ میری مکان کے بچے میں ایک لڑکا تھا، ایک باہنہ فروش کی مکان میں بھی رہتا تھا۔ وہ شخص مجھے پریشان کر دیا۔ اگر وہ شخص میری کیا تو لائق رہا۔ یہ شخص میری بات کی تصدیق نہ کرے۔

[illegible]

بھول چلا دی عاصی! اپنی کواہمی اس وقت بھول دیا کہ اس چپقلہ و سرکش میں اگستہ تھے۔ دروازے کے حصار میں یہ بات تو شاید میں پہلے ہی کہ چکا ہوں۔ ایک نئے سرویل کے دن تھے، اچھ، دونوں دروازے کھڑے چلا پال پر آگئی باقی دس نئے سامنے بیٹھے چاقیل رہ گئے۔ اس روز کھرے میں نہ لگا سکا کہ انھوں نے کیا آپ کے کھانوں میں میری وہ دو اونچے کھڑکیں تھیں۔ یہ کھن اکائی تھا میری فرش صفتی تھی۔ یہ نہ تو اس کی بڑی تھی کہ جانک اسوں نے نہ تو اس کی۔



خدا سے کامیابی کی دعا تیں مانگ رہا تھا۔

اگلے صبح میری چوٹی صاحب کے ہاں پہنچی تھی کہ وہ خود ساتھ لکچر میں بیٹھ رہا تھا۔ اس نے آتے ہی کاچہرہ کامیابی کی صورت سے نمودار کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ سب کچھ چلا گیا ہے۔ کامیاب رہا۔ ہم نے زبیر سے، اباغالا وغیرہ عالم اور اس سے، بہادر دست نامی شخصیت کا تم کچھ پڑی؟

میں بہت خوش ہوا۔ اوروں سے، اور اپنی خوش رہا اور تیسیرہ دن بھی خوش رہا۔ میں غور کرتا تھا تو میں نے کبھی یہ مسئلہ اجتہاد میں ملایا تھا۔

چوتھے دن چوٹی صاحب نے یہ خوش خبری سنائی کہ زبیر پھر آیا تھا۔ اپنے لیے کی حرکت کا کافی مشورہ رکھائی دیتا تھا۔ اس نے دوسرے پر انگلی سے کہہ رکھی تھیں کہ میں سے مراد حضرت ہے۔ آپ کے الفاظ پر غور کیا ہے۔ چونکہ جو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ میں اس سے ملنے میں نہیں ملے گا۔ اور وہ بھی کہہ رہا تھا کہ آپ کے پاس

میں سے کہا: ”میں بھی گھر گیا تھا۔ میں چوٹی صاحب اور خوش رہتا ہوں۔ معمولات نہیں ہے۔ دنیا، ہم پر رشک کرے گی۔ ہم پہلے آگیا ہوں۔“

اس رات ہم صبح سویرے سا اجتماع کیا اور میں روپے بیڑی لکھ کر میں اپنے غریب بھائی تسلیم ہے کہ اس رات میں ہی تجربہ کی کامیابی کے واسطے میں رسول اللہ ﷺ سے غافل نہ تھا۔ میری دل میں نے سوچا، تجربہ ہی تو ہے، قسمت کے ساتھ رہا تو ہم ضرور کامیاب رہ جائیں گے اور اگر چہ اس طرف سے چوٹی صاحب کی کوئی کتاب بھی نہیں تھی تو یہ چلا رہا تھا۔

چلا رہا تھا کہ کامیاب رہا۔ اگلی صبح وہ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔

یہ کہنا وہ پہلے اس طرح تجربہ کرتے رہے۔ چوٹی صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ خود بھی کھانا پکائی تھی کہ تم کے ساتھ قرآن کریم پکارتے تھے۔ اسے موقع پر ان کی کوششوں سے کہ خوش ہو رہی تھی کہ میں بھی تجربہ کے وقت موجود رہوں لیکن کوششوں کی طرف سے اتنا خوش حال تھا کہ میں ان کے لیے ہی سب کام کر رہا تھا۔ جب وہ بعد میں مجھے ضرور ملے گا دیتے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے میں نے انہیں دوسرے چوٹی صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ہر دور سے غفلت رکھنے والی مغربی سرسبز تھیں اور وہ ان کو ان تجربوں کی روداد بھیج جاتے لیکن چوٹی صاحب نے کہا کہ میں اس کا وقت نہیں پاؤں گا۔ پھر میری جگہ کو ملتا ہے کہ زبیر کو یہ بات پہنچا آئے اور وہ ہمارے ساتھ ملے۔ میں نے جہاں کہہ کر اسے اس کے ساتھ لکھ لیا۔

میں نے پہلے کے بعد تجربہ کیا کہ اگرچہ میں سوچتا رہوں کہ ان کا انجام کتنا صورت نہ کہ ہر دور

اور وہ وہی رہا۔ ایک دن چوٹی صاحب دوسرے کا کھانا سب ساتھ لکھنے کے لیے صبح پہلی طرف سے انہوں نے کہا کہ مجھے دیکھنا ہے کہ میں ایک غریب کا پیغام دے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیغام دے گا۔ اور وہ ان کے کہے اور ان کو کہتا ہے کہ ساتھ میں تعلقات قائم کر کے پورا کر دے گا۔ اس کا انتظام یہ کام نہ کرنا ہے جو کہہ گا۔

مجھے یہ بات سن کر خوش ہوئی تھی کہ میں اس کا اندازہ کر سکتا ہوں۔ چوٹی صاحب نے کہا: ”زبیر کا منہ ہے کہ میں جتنا صبر کرنا چاہتا تھا کہ میں اس کے پاس سے اس کے پاس سے جاتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر مشورہ کر سکتے ہیں کہ ان کی کوششوں سے“

میں نے ہم سے کہا کہ میں ان کے تجربہ سے کہتا ہوں۔



پرائی موٹر کا چسکا



دوست دیکھیں یہ کون سا ہے یہ گناہ جتنا ہوں میں
 ملو دہرو مشرقی کا ہمسایا "ادبیت" ہوں میں
 کیا بتاؤں دوستوں کو اب کہیں جتنا ہوں میں
 لینے ہمسائے کی موٹر میں وہاں دبنا ہوں میں
 دفتر دفتر ٹرک سب سے دوستاں ہو گیا
 ہوتے ہوتے میں "ضمیر قاتل" ہو گیا
 یہ نہیں کہ آج کل میں "خند" ڈالتا ہوں میں
 میں اسی ہوں، اسی فوجی اسی کال میں ہوں
 میرا کیا مقصد، میں کنگالی گلیں سر میں ہوں
 یہ تو اُس دن کی تلاش ہے کہ اس موٹر میں کون
 کیا کہوں حادثہ کو اوقات پر قابو نہیں
 اندر میں حالات اپنی ذات پر قابو نہیں
 میں یہ کہتا ہوں کہ بادشہ ہے یہ کھٹنے کو چل
 وہ یہ کہتا ہے معاشقین ہے خدا حقانے کو چل
 میں یہ کہتا ہوں کس شاہد کا شانے کو چل
 وہ یہ کہتا ہے کہ بس خالی ہوا گھٹنے کو چل
 میں یہ کہتا ہوں وہاں کی شہر تیرے ہوا میں گئے
 وہ یہ کہتا ہے کہ شاعر "دور" ہو جائیں گے

میں یہ کہتا ہوں کہ غریب تک لے چل گئے
 وہ لے جاتا ہے سوئے شہد و مومن گئے
 میں یہ کہتا ہوں خدا امتی کے دوپٹے پٹے گئے
 وہ یہ کہتا ہے خدا نسا جے، علی جے
 اختیار اس کی مدافعی ہے اگر ہوتا جے
 مریختا مینا جے، دھوکا جے، جلا جے
 جب سے اذان ہو گئی ہے کھر ہے دام دوم
 کوچہ و بازار میں چلتے سے گشت جاتا ہے دم
 اللہ! یہ ہر طرف چٹکی ہوتی "خیر و اثم"
 ہاں پر ریڑھے کا پتیا، کان پر تانے کا دم
 اسے مرے پیاسے لگی کوپٹے کے پاند اٹھاتا
 سا پلٹو، پیدل، تانگر سوار، "نور و آج"
 دو قدم چلتا ہوا دشوار پارو کیا کہوں
 حوصلہ کم، فاصلہ بے شمار، پارو کیا کہوں
 بن گئی رفتار بھی دیوار پارو کیا کہوں
 کر دیا اس کد، نے بیکار پارو کیا کہوں
 گھر سے تو اکثر ہر قصہ دوستاں آتا ہوں میں
 پھر جو دروازہ چل جاتے پلا جاتا ہوں میں

کیا کیا نذر کو شوقِ ہوس دیکھنے پر تھا
دیکھا نہ ہر حال اسی آئینے میں تھا

مُتْرَم نے کلام کے جہم لے بھول سے قسم
دہرائے رنگِ دلور اہلِ راستے میں تھا

اک موجِ حزنِ خلق تھی؟ کیس کی مس تھی؟
اک عرقِ مُردِ حرم تھا؟ کس کے گلے میں تھا؟

اک پریشانی وفا تھا؟ صد کیس ناشناس تھی؟
اک دردِ جردِ جاں تھا؟ سوس کے چلے پر تھا

تھماتے تھے دیتز کی جدت کو کیا خبر
شیشے سے جو بھٹے جو سرا ٹوٹنے میں تھا

کیا کیا رہے ہیں جوب و ملکیت کے سلسلے
وہ کم سُخن نہیں تھا؟ مگر دیکھنے میں تھا

تائب تھے احتساب سے جب سارے باغش
بھڑکے انتشار کہ میں سے کون سے میں تھا

مصلحتِ نذر





انشائیہ

سوج کی آگ اور سمجھ کا سونا

مشہور صحیفہ دیوانہ



اگر آپ سمجھ پر اس قسم کے سوالات، گراہندی مانند دیگرین نوآئیں کے گھنٹے، اچانک بھٹکا ہے اور کیا بھٹکے، واقعی اس کیفیت اور۔۔۔
 انسان کے ساتھ کر سکتا ہو اور اگر کسی سر پرستی سے ہی کہے اور کئی بہت زیادہ ہے۔ غلبہ نفس کی ایک اور نوعیت ہے کہ بھٹکا اس کے ہے۔۔۔
 ہے اور سوجنا مشکل۔ سمجھ میں کوئی نقد نہیں لگا، پڑا اور سمجھنے کے لیے اچھی ناسیعت کرتا پڑتا ہے سمجھتے آگے کے ہے دوسرا کہ سمجھنے پر ایک
 چمکنا یا ماضی یا تھکاس کے مقابلے میں سوجنا ایسا ہے جیسے سخت ترین میں پہل چلانا یا کسی پر بلاست اور دھکے کھانا، جہاں ایک اور ضروری
 اہمیت کے لیے کوئی غرضی گھڑی سے دھانے کو سوجنا نہیں کہتے، سمجھنے میں آگے کو تھکنا پسند ایک کرنا ہے۔ سمجھنے کے عمل میں انسان
 اپنے آپ کو زندگی کی غرض اور نیکی حقیقتوں سے ایک لے کے لیے میں خلا نہیں کرتا، وہ تو اس وقت تک کسی عبادت کو اپنے بننے کے لئے
 سمجھتا ہے اور اس حقیقت کی ایک ایک نیکی اس کے ہم دہان کر لہو لہن کر لہو لہو ہے نیز اس حقیقت سے بھی لگا، لیکن میں اس طرح
 کی ماضی کے سوجنا میں سمجھنا ہی نہایت واقف کر کے چاہا ہے میں کہنے ہے، گنا سمجھنا فقر ہے اور عوام بھی۔۔۔ اور میری سے اور تو ان کی
 سمجھ سوجنا کا غیر ماضی کا ایک نہیں کرتا اس کی قدرت اور توانائی میں ہے بنا، اور انسان کا ہاٹ بنا ہے۔ کہنے کا قیام پڑا، میں بند نہیں
 اور ماضی کے عمل کی ایک قریبیں اور تھک، غرضی کر کے پسریں، حقیقت میں یہ ہے کہ سوجھنے کے لیے کوئی عمل نہیں کرتا کی قیمت سے
 محض انہیں کے لئے کہنا یعنی سمجھ سوجھ کر تو کسی عمل انسان کو زندگی کی حقیقتوں سے غریب نہیں رہتا، حقیقت اور صداقت کی شہرت ماضی کے
 کے لئے سمجھنے کے لئے اور انسان کے اس کوئی اور مفاد پر ہے میں نہیں۔

دوسرے ماضی کے لئے یہ سوچتے ہیں کہ اس کے لئے کہ وہ اپنی زبان غرضی سے غرضی کام کو سراج نام، پہلے میں کہہ کر دیکھا کرتا ہے
 نیکی پڑنے سے بہت قیمت کو سمجھنے میں وہ میں لگانا اور پھر مزے لطف کی بات یہ ہے کہ بھٹکا میں اپنی میں اور غرضی کے مقابلے سے اب
 آپ دیکھ چکے ہوتے ہیں کہ عزت و بے مثل نہیں ہے سنا ہے، اگر نیکی کی کوئی شہادت نہ ہوگی۔ ایسی طرح اگر کوئی نہ سنا ہو یا کیا ہے تو آپ
 نیز اور خود پچھل کر چنانچہ صاحب یہ سنا نہیں ہے سمجھنے، یہاں کہ آپ کے خود واقعات کوئی خاطر لگا، نیز بانہہ، غرضی کو سوجنا
 چاہتے ہیں کہ اپنا اپنی قیمت پر غرضی کر دیتی کسی کی قیمت ہے کہ کہہ کہنے کے مقابلے میں ماضی کے لئے بہت ہی طاقت کا ترکیب ہو سکتا
 ہے اور ہرگز چاہا ہے، اس کی آواز کے لئے، اگر ایک نظر اس سے پہلے سوجھ کر کوئی سمجھتا ہے تو آپ سے دیکھ، ہر جگہ دیکھ کر
 نہیں ہو سکتا کہ غرضی نہیں لگے، یہ غرضی نہیں ہے سنا ہے اور سنا ہی آپ کا، اس سے سمجھتا نہیں، اگر آپ غرضی سے نہیں لگے، آپ
 ہوتے ہیں ان کا مستور لڑا ایک مستور ہوتا ہے، یہاں ماضی اپنے جانور، اپنا اور پسریں کو اپنی اپنی قیمت ڈال دیتا ہے، ماضی اور۔۔۔ اس سے پہلے
 انسان کی اپنی اپنی پر اگر جتنا ہے اور بڑی طرح پڑا ہے اگر انسان اس سے کہہ لیا بہت غرضی سے بہت کہہ لیا ہے، دیکھ سکتا سارا کہ

۱۔ نام نہاد علماء و متعلمین کی مصروفی اور بیوقوفی۔

۲۔ تمام مصلحتی اور جھوٹے لوگوں کی ہمت و ہمتی کو توڑ دینا۔
۳۔ جس میں ہرگز نہ ہو اور ان کی جگہ پر تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۴۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۵۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۶۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۷۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۸۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۹۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۱۰۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔

۱۱۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۱۲۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۱۳۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۱۴۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۱۵۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۱۶۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۱۷۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۱۸۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۱۹۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۲۰۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔

۲۱۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۲۲۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۲۳۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۲۴۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۲۵۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۲۶۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۲۷۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۲۸۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۲۹۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔
۳۰۔ کہ جس کے لئے تو جھوٹے لوگوں کو رکھ دیا جائے۔



چائے مفتاق

جڑی و مادہ تھے کہ میری صحت کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔

میری والدہ نے اپنی خوشگوار بھرتیوں — کہ اپنی اقلیت کے تھے — کے ان صورتوں کو غور سے دیکھ کر افسوس سے کہنے لگی تھیں کہ ان کے لیے جو شے وہ اپنی صحت کے لیے لے گئے تھے۔

میرے مورخین نے ایک دوست کے ہاں جانے کو کہا، وہاں ایک بڑے بڑے نکلانے کے لیے ایک اصولی طریقہ لکھا تھا کہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ لیکن میں نے اپنے دوست کو کہا کہ — آپ کے پاس بڑے بڑے نکلانے کے لیے ایک طریقہ ہے۔

یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔

یہ دوست کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔

یہ دوست کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔

یہ دوست کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔

یہ دوست کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔

یہ دوست کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔

یہ دوست کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔

یہ دوست کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔ یہ قسمی ہے کہ یہ دوست کا حق بنانے کے لیے کہ وہ اس کے لیے ایک نیا ہے۔



[illegible]

نہیں ہر وقت صدمہ چاہتا تھا۔ میری زندگی میں وہ ایک ایسا شخص تھا کہ مجھے بلکہ کوئی ایسا شخص نہ تھا جس نے مجھے ایسا ہی نہیں کہنے دیا تھا کہ مجھے صدمہ ہی چاہئے کہ میں اس شخص کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ ایسا شخص جس کی ہر بات میں صدمہ ہی تھا۔ میں نے اس شخص کو اپنے ساتھ لے لیا۔

[illegible][illegible]

[illegible]

چند سالوں کے بعد سب کے ساتھ سرگرم گفتگو کا یہ حال تھا کہ اگر کسی کو کسی سے ملنے کے لئے آگے بڑھنا ہوتا تو اس سے پہلے سے کہہ دیتے تھے۔ لیکن اب یہ صورتحال بدل چکی تھی۔ اب اگر کسی کو کسی سے ملنے کے لئے آگے بڑھنا ہوتا تو اس سے پہلے سے کہہ دیتے تھے۔ لیکن اب یہ صورتحال بدل چکی تھی۔ اب اگر کسی کو کسی سے ملنے کے لئے آگے بڑھنا ہوتا تو اس سے پہلے سے کہہ دیتے تھے۔ لیکن اب یہ صورتحال بدل چکی تھی۔

[illegible]

کیا جہت ہے؟ تو اچانک اسے دانا تھا، وہ کہہ کر کھڑے ہو کر اس کے خلاف کھڑی ہوئی۔ چپ کے قہقہے اس کے جواب میں کھیل کر اڑے۔ وہ کہنے لگا کہ جیسے نہیں کیا ہے، اسے دانا ہی دے دوں گی۔ اس نے کھڑکی سے اس کی طرف دیکھا۔

دشمن کے سربراہوں کو شکاک کا سہارا بناتے ہیں۔ ان کو ایک غلط فہمی کے زخموں کو شکاک کا مسخیل پتہ ملتا ہے۔ یہ پتہ ان کے ذہنوں کے دواں بن جاتا ہے۔



گہری سے لاؤ ر

دل خریف نگہ یارِ بیاں بھلاؤں
 نورِ پناہِ حیدرِ دیکھ کر نظر آتا ہے
 اُس کی دریا کا معاشقہ کی تمام خبر کی
 میٹھی ساقی ہے بانہ ازہ ظرفِ بخوار
 ٹوٹ ہی جاتی ہے ہر موسمِ گلِ نیا
 نظر اُنک سے جوں کی کبھی ٹکرائی
 یہ زہرِ گھوڑا سزا ہی ہے حاملِ بکس
 تو یہ تو یہ، ہر تو یہ کبھی توئی تو یہ
 دوسرے قصداً، خراپہ میں آ کر بٹا
 جامِ برجامِ بھلے دیکھے جانا دے بہت

جو نہ بخیر و بد ہو بخیر و بد ہی ہے لاؤں
 نابِ نظر رہا احوالِ گہرا سے لاؤں
 موسیقیِ حرکت پاؤں سے لاؤں
 دل خریف تھا بسا رہتا ہے لاؤں
 جو نہ ٹوٹے سے عقارِ کتا سے لاؤں
 فطرتِ وندہ کو نہ مار کتا سے لاؤں
 پریشانی و غمِ سنی رفتار کتا سے لاؤں
 تو کتا جاتا جو نہ ہر بار کتا سے لاؤں
 دوسرا سا بیادِ دلوار کتا سے لاؤں
 ہر موسمِ کشتی اذکار کتا سے لاؤں

کچھ نندوں

ڈیوار منزل - کراچی

۲۲ جون ۱۹۶۱ء

محمد یونس، ہندوستان
 صبح - ۱۹ جون ۱۹۶۱ء

عکس تحریر: سید سلیمان ندوی

مذاکرے



ترجمے کے چند پہلو

سید ہاشمی فرید آبادی، عبدالحق صاحب، جنت انیسویں

کون تو تفسیر چاہیں کہ اس قدر قریب ہر فرقہ ہے لیکن یہ دیکھا جائے کہ اس حرم جو نے کی ایک خدایہ ہے کہ اسے اپنا چاہو
مگر ہر جگہ کہ افشا پیدا کرنے کے لئے ہر فرقہ میں اس کو دوسرے زبان سے علماء و اقلیت دیکھا جس

افشا کے لئے جس سے میں خیال کیا کہ بعض علماء کے حرم، حرم میں اپنا اسلوب لگاؤ پیدا کر دیتے ہیں اس کی بہت اچھی مثال
اس وقت کے خدا کے حرم میں اس کی شکل کے حرم میں اس کی بہت آسانی کا وہی رنگ جھلکتا ہے جو معرکہ غیب و شمس میں نظر
آتا ہے لیکن عام طور پر حرم کا اصل مسئلہ کی طرف توجہ نہ دیا جاتا ہے۔ زیادہ مشکل اس وقت پیش آتا ہے جبکہ اصل
مہارت و شعور انگریزوں کے ظاہر نہ رہا جس میں وہ دیکھ کر ہر فرقہ میں اس کو دوسرے زبان سے علماء و اقلیت دیکھا جس
میں اس کی شکل و صورت سے اس کو دیکھا جاتا ہے جو حرم کی افشا کے لئے لگاؤ پیدا کرتا ہے۔ لیکن اس مہارت آسانی کی شکل و صورت
میں اس کی شکل و صورت سے اس کو دیکھا جاتا ہے کہ اس وقتوں پر صاف اندازہ نہ رہا جس میں اس کے مطلب پر توجہ نہ کی جائے۔

اپنے اصول میں دونوں زبانوں کی تفسیر بیان، فصاحت اور معلومت کا بھی توازن داغ ہونا چاہیے۔ میں زیادہ تر اس کے لئے
ساتھ چلا ہے اس کے عقیدہ میں افشا پر دوسرے زبانوں سے لکھنے کے قلع نظر نہ کرنا قریب کے کسی صورت سے اپنا چاہو جس کی کتاب کا ایک ورق
قریب کیچے تمام طور پر اردو تحریر فرمائی معلوم ہوگی۔ مگر اس میں زیادہ لگاتار قصور نہیں جتنا اپنی زبان کے ذہن اور عقلی صیاد کی
پسلی کو دخل ہے۔ مگر تفسیر میں اس میں اس کے لئے صرف انگریزوں کی اور عربوں کی زبان میں تفسیر میں اس کی شکل و صورت سے اس کو دیکھا جاتا ہے۔

اس میں جو صفت اہم و سب کی تعلیمات میں اس کی زبان کی زبان میں جو کہ عام اور اعلیٰ تعلیم و سب کے عقیدے میں بہت ہی کم ہے اس نے اپنی
پیدا کر میں وہ معلوم کی زبان میں نہیں پائی جاتی۔ یہاں تو عربی کا اور سب کے علاوہ تمام اوس کی انگریز کی کتاب "ان سائنڈ انڈیا" بھی تو لکھی گئی
مگر میں نے جناب کو اس کے بعد اس کے سب سے لڑائی کی بلکہ تاکید کی بہت جلد اس کا اردو ترجمہ کر دیا جائے۔ فوٹو انش کی تفسیر میں
تفسیر چپ گیا اور اس کے بعد اس کے سب سے لڑائی کی بلکہ تاکید کی بہت جلد اس کا اردو ترجمہ کر دیا جائے۔ فوٹو انش کی تفسیر میں
فاما ایک صفت و لاد ہوگی ماحول سے کہ فاضل و صفت سے لڑائی کی بلکہ تاکید کی بہت جلد اس کا اردو ترجمہ کر دیا جائے۔ فوٹو انش کی تفسیر میں
انکھ و سب میں کہ علم و لاد کی تعلیم کے لئے اس کے سب سے لڑائی کی بلکہ تاکید کی بہت جلد اس کا اردو ترجمہ کر دیا جائے۔ فوٹو انش کی تفسیر میں

اس کے سب سے لڑائی کی بلکہ تاکید کی بہت جلد اس کا اردو ترجمہ کر دیا جائے۔ فوٹو انش کی تفسیر میں
مگر یہ ہے اس کے سب سے لڑائی کی بلکہ تاکید کی بہت جلد اس کا اردو ترجمہ کر دیا جائے۔ فوٹو انش کی تفسیر میں
اس کے سب سے لڑائی کی بلکہ تاکید کی بہت جلد اس کا اردو ترجمہ کر دیا جائے۔ فوٹو انش کی تفسیر میں



نے کہا کہ "میں دیکھ رہا ہوں کہ گورنر کے سامنے یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایک تو یہ کہ لاٹریز کر کے پھر پھر جو کچھ تھا اور پھر (1947ء) کا سب سے بدترین دن۔" تاہم ان کے اعزاز پر جو کچھ تھا اس کے لئے "میں" جو مرزا تھا، خصوصاً ایک ایسے ادب پارے کے تجربے میں جو ہندو

علم و ادب کا حصہ۔ ستون کے عشق کی نگاہیں اور مرزا کا تجربہ ان ہندی آمرین کو دیکھتا تھا۔ وہ اس کی مدد سے غائب ہو جاتا۔
مرزا کا خوف دوسروں کو میں نہیں دیکھتا تھا۔ میرا مقصد یہ عرض کرنا ہے کہ اگر وہ مرزا کا تجربہ کر سکتے ہیں، انہیں انسانی اور ہندی فحش دیکھنا چاہیے۔ تاہم اصل میں ان کی تحقیق کی کوئی صورت یا مصنوعی خصوصیت سمجھ نہ سکتے تھے۔ اصل کے الفاظ کی پیروی اس کے
فقروں کے بگلیں کے خلاف تھی۔ اور اس کے پہلے کا مدعا، صرف ہر چیز کے تجربے میں شکیں رہتی تھیں۔

انہوں نے تجربے میں سب سے مشہور شخصیت یہ کہ مرزا کا مطلب بالکل واضح اور سادہ تھا۔ فحش طور پر سلیس ہو جائے گا کہ وہ ہم پر سلیس
دیں کو کوئی الجھن نہ ہو۔ اس کے لئے اپنی زبان کا کاروبار وہ سب سے بہتر راجا اور مدعا ہے۔ ایک انگریز کے الفاظ میں یہ فقرہ نکلتا ہے:

HE WAS CONVEYED TO HIS PLACE OF RESIDENCE IN AN UNCOMFORTABLE CONDITION

اگرچہ انگریزی زبان کے اعتبار سے مجاہد فقرہ عشق اور اصل میں یہی ہونا چاہیے تھا۔

HE WAS CARRIED HOME DRUNK

لیکن ایک ہندی ترجمہ اس کا ترجمہ یہ کیا:

"وہ کھانسی، کھانسی، کھانسی سے گئے ہائیڈرا!"

اب آپ انہیں فرمائیے کیا ترجمہ اس کو کہتے ہیں؟ کیا یہ اردو ہے؟ کیا انہی کا فقرہ بالکل صحیح معنوں میں ہوا ہے؟ کیا اس کا
"وہ لٹے میں تھا اسے ٹھیک لگے۔"

ایک مترجم صاحب نے براہ راست ان کا انگریزی کا ترجمہ کیا ہے: "انگریزی کے اس فقرے کا ترجمہ"

THERE WAS AN EXPLOSION IN A COAL MINE RESULTING

IN THE DEATH OF FIVE PERSONS.

یہ ان کا ترجمہ ہے کہ "ایک مینرل انفال میں دھماکا ہوا نتیجے کے طور پر پانچ نفوس کا جاکت وقوع پذیر ہوا۔" میرے مترجم صاحب کو
چاہے کہ اس فقرے پر آپ کو کوئی اعتراض ہے کہ "کوئی کہ ایک کان بھٹ گئی، پانچ آدمی مر گئے، انکی آپ کے نزدیک ہندو ادب ہے یا
اصل مرزا کا ترجمہ غلط ہے؟ جیسے اپنا سامان سے گھر لگے، جملے کہا ایک تو جگہ کے طور پر نہایت بد مزہ ہو جاتا ہے اس کو مرزا
کہتے ہیں کہ وہ سب اس آدمی کا "جاکت وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔" وہ مرزا مرزا کا ہے اور یہی کہنا چاہیے۔
ایک فقرہ تھا۔

ADVERSE CLIMATIC CONDITIONS PREVENTED THE

PROGRESSIVE WRITERS FROM HOLDING THEIR MEETING

ترجمہ کیا کریں گے؟

"خلاف موسمی حالات نے ترقی پسند اوروں کو جلسہ منعقد کرنے سے

روک رکھا۔"



کی غیر قبولی میں، چونکہ اس شعور کی ترجمانی نہایت اعلیٰ کے کسی ڈرائے میں نہیں اس کے لئے شعور نہ ضرور کار ہے اس لئے کہ یہ شعور ہے۔
 افسوس ہے کہ اردو کی شعور زبان کا گراؤ یہ جو ہے کہ باوجود اس میں مغربی فکریوں اور گزشتہ کے ترجمے اچھے نہیں ہوئے۔ اس نام
 کا طرف وہ لوگ متوجہ ہوتے ہیں جنہیں شعور کی زبان پر فخر و غرور دوسری نہیں ہوتا۔ حال ہی میں دیکھے گئے کے چند مترجمین کا شعور کی آگاہی ہے
 ان میں، خاص کر ایک طرف ہی غیر اعلیٰ شعور کے ساتھ منتقل نہیں ہو سکا۔ اگرچہ سوا قبل ان کی ان فکریوں کو سامنے دیکھا جائے تو جو کہ انہوں نے
 نے انگریزی کی زبان سے منتقل کیا ہے تو یہ بات اس حد تک واضح ہو رہی ہے کہ شعور کا ترجمہ صحیح منتقلی میں ایک شعور کی کر سکتا ہے یہ نقلیں
 سب کا سب اعلیٰ سیارہ پر چڑھی ہوئی ہیں۔ بعض تو اعلیٰ مقبول ہر چہ کی یہ کہ ان پر ترجیح ہوئے کا شعور میں نہیں کرتا۔ ایسا جس کی ایک نظم
 کا مستقیم ترجمہ جیسے علامہ اقبال نے "تلفظ ان ہر دم یہاں کے منہاں سے پیش کیا ہے۔ اسی جیسے ہے کہ اے خیال کے طور پر غلطی کیا جا سکتا ہے۔
 اس ترجمے کی غرض یہ ہے کہ شعور کے صرف شعور کے لہو سے بلکہ اس سے اس کے کچھ پہلے کیا ہے اور اس کے لئے نہ صرف مناسب شعور کا
 ہے بلکہ حسب ضرورت انگریزی کی تھیما سے اس شعور کی کو اردو کی تھیما سے اور اس شعور میں بدل دیتا ہے۔ نظم میں ترجمہ کی دیکھنا دیکھنا
 کا ہی مفہوم ہے۔ زیادہ سے زیادہ صحیح اس سے اس کی منتقلی کرنا کہ منتقلی ترجمہ کرنا اسی جیسے نہ اس کے انداز کو دیکھنا دیکھنا کے باعث
 بگڑ دینا میں سے اس سے اس کی منتقلی بالکل ختم ہو جائے لیکن یہ کہ اس کا نام کا بنا، صرف علامہ اقبال جیسے بڑے شاعر ہی سے ہو سکتا ہے۔
 صحیح نہیں ہو، جس کی یہ کام سرانجام میں لکھا ہے جو مناسب اور خوشی سے بہرہ ور ہو جسے اقبال کے انتخاب پر دوسری ہو اور اس میں
 یہ سہا حقیقت ہو کہ دوسروں کے اس سے اس کے لئے نفس پر اس طرح دیکھنا کہ ان میں اپنے زبان میں لکھنا کے لئے یہ سہا ہو جائے۔
 خدمت الہیہ نے قارئین کے قلم کار پر مقبول کی نظم "استغاثی" کا بہت عمدہ ترجمہ کیا ہے اور وہ بھی اصل کی جہاں انگریزی کے ترجمہ سے
 ہر چہ اصل نظم کے حسن سے زیادہ ترجیح ہے۔ اس کی خوب اقبال اور ذرا ایک کے تراجم کا حاصل کرنے میں نہیں بلکہ نظم کے حسن، جذباتی
 اور لفظی ان کے ترجمہ اور دیکھنا کے صحیح کلمے پیش کرنے میں ہے۔ ترجمہ ایک دہائی تک ایک دفعہ دیکھنا کی گئی ہے اس
 طرح اچھا ہے جس طرح اس سے ہوا ہے جس میں اس نے جو بیڑا ہر ایک ترجمہ اس صنف کے خیالات اس سے اس میں بہت اچھا ہے۔
 گزشتہ چند برسوں میں کہ عرب میں مدد زبان میں ہے خدا فانی کے لئے ہیں جس میں کہ وہ حقیقت ترجمہ میں ہر جہاں اس کا
 میں خواہ غلام المستی کی یا ایک ترجمہ آؤں میں "عاشق تلف دیکھنا ہے یہ جو یہاں کے ایک دہائی کا ترجمہ ہے۔ اس میں میں اور مدد
 اصل کے ساتھ کہ منتقل کرنے میں کہیں مادی نہیں ہونی بلکہ اس کی قوت کو منتقل دیکھنا اور سطر بہ سطر ترجمہ کے بجائے ایک شعور کے
 ترجمہ کا یہ دیکھنا ہے۔



اولاً دیکھیں اس وسیع جگہ پر اور صحت کے لئے زیادہ، ترجمہ کے لئے جہاں کہ ایک ہی جگہ پر اپنے سینے میں جہاں، کلمے کا سونچ
 نہیں تھا، شاید یہاں پر ہے کہ انہوں نے اچھے ترجمے جہاں زبان میں کہ ہیں، ایک خوبصورتی اور ان کے ترجمے کی کہ ہونے اور جو ہونے ہی
 جہاں میں ہے بہت کم سمجھا رہی ہیں، آخر جس نے دیکھنے کے ترجمے کیا دیکھا ہے؟ میں ایک خاص فرقہ ہے، مترجم نے پہلے ایک کے ساتھ
 اور اس سے اس کے ترجمہ زبان میں اس طرح منتقل کیا ہے جیسے وہ خود لکھ رہے ہوں، اس طرح جیسے کسی قانونی مسئلہ سے متعلق کہ
 کا ترجمہ کیا جا رہا ہے گزشتہ سالوں میں اور ان کی بہت زیادہ "ماں" اور "کڑی" اور "کڑی" کے لئے "آخری سلام" اور "سلام ہو رہی"
 جہاں سے لے لے ہیں، ان میں سیدہ منتظی، مراد جعفری اور حسن مسکری کے ترجمے کافی اچھے ہیں، سیدہ صاحب کے ترجمہ میں مدد اور
 بہاؤ نہیں، سلام اور ان کے لئے ابتدائی صفحات بہت اچھے ہیں، اور اس سے اس کے جیسے انگریزی اور فرانسیسی شعور دیکھنے کی
 کو منتقل نہیں کیا گئی۔



[illegible][illegible]

اسانہ شرمس جو قبلہ نام خزانہ گمان ہے وہ کسی دوری صفت کا شیبہ نہیں غرضی، غصیدہ، غمخیز، مستی، مستور اور مدبہ کا ہندو کا
صفت اور جہد ہے لیکن کتنے تہذیبی خراپہ انہی کے لئے ہے انہی کا نشانہ کرتی ہے یا سنگدیا کی غصیدہ نہیں ہے، لیکن خزانہ اندکی
پابیت، درجہ و عظیم اکثریت خزانہ پر شیشہ ہے اور دشا احوال کی کڑکڑ سے صاف ظاہر ہے کہ جو جہد و رام بھی صحت خزانہ کی غرض سے اعداد
لیکھے گا کہ صفت، ادب کی تہ کے قبلہ نام سب سے بڑی ضمانت ہے اور جس پر کڑکڑ سننا چاہتی ہے، اس کو کہنے سے ظہور کا شیبہ
نہیں رہ سکتے۔

اس خاص قسم کے افراد کی اہمیت و اداویت عیناً ختم ہو چکی ہے۔ آج ہمارے سامنے رہا ہے کہ یہ طبقہ کس طرح کا فائدہ بخشنے والا ہو جس کے بغیر نئے
یہ کہیں کہ آج کل انفرادیت کا دور ہے۔ لیکن "نئی" کی صفت کا یہی پتہ ہو رہا ہے کہ ہندوستان وہاں تک نہ پہنچا کہ جس کے اثرات نے ہندو
نہاں کر دی۔ یہ کہ انہوں میں غلامیت، مختلف تصویریں ہیں۔ انہیں یہ بات سمجھنا چاہیے کہ ان کا نام "نئی" ہے۔ یہ ان کی ہے۔ یہ بدلتا
فانی ہے یہ ضرورت ہے۔ پچھلے دور "نیا دور" میں کام کرتے تھے۔ ان میں ایک ایک کو کوشش و فداوت کی گنجائش تھی۔ ان کو اپنے حکمرانوں کے سامنے
ہر قسم کے خدشے کا شکار نہ تھے۔ کہ ان کے سامنے ہر قسم کے خدشے نہیں تھے۔ یہ کہ ان کو اپنے حکمرانوں کے سامنے ہر قسم کے خدشے نہیں تھے۔



[illegible][illegible]

میں نے جہاد کے لئے ہر چیز کی قربانی کی ہے لیکن اب میں صرف ایک چیز کے لئے جہاد کرنے کو تیار ہوں۔
 میں جہاد کے لئے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔

[illegible]

اگر امام احمد اس کتاب کے مصنف کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

سنگو سانبھ: میں اس مسئلے میں صرف دو نام لے سکتا ہوں۔ پہلے تو جی پی کے ہے، جس کا تھما جو ان کا اس سے بڑا انڈیا لکھتا ہے، وہ میرا کل انیس ہے۔ دوسرا کوئی اور نہیں ملتا ہے۔

المراجع:

[illegible]

مجلس شورای اسلامی

[illegible]

Journal of Management Inquiry 18(6)

نشانہ بریل: - مشروط بہ عاملانہ کی رضامندی (ALIST) کے ذریعے: SPARC کے ذریعے:

[illegible]

کھڑے ہونے پر اس وقت کے انگریزوں نے ان کی اس بات پر حیرت کا اظہار کیا۔

bioRxiv preprint doi: <https://doi.org/10.1101/000000>; this version posted January 1, 2016. The copyright holder for this preprint (which was not certified by peer review) is the author/funder, who has granted bioRxiv a license to display the preprint in perpetuity. It is made available under aCC-BY-NC-ND 4.0 International license.

— *Chrysomelidae* — *Chrysomelidae*

کفریہ انداز : اس وقت کے پاکستانیوں کے لیے

فاسمیں صاحب: ۱۔ میری اسوں کے لیے کہ جسے دوستوں کو ایسے دیکھا جاتا ہے، ایسے دیکھا جاتا ہے، یہاں سے لے کر۔

Handwritten signature: *James M. Smith*

کا سر صاحب۔ ایک قریبی پاکستانی میجر تاجدار کی کمرے کی سیڑھیوں پر تھکے ہوئے تھے۔

الکرام الخلد :۔ آپ کے ہمسایوں محمد کے گھر کا ایک کافر قیدی تھا !

تاسمى مەتبەئە، بۇ مەلۇماتنى يېزىقلىرىمىزدا تەستىق قىلىشقا كۆپىنچە ئىشلىتىلىدۇ.

Journal of Management Inquiry

الرحمہ اللہ! آپ ریاست میں تھے کہ آپ نے اللہ رب العزت کی دعا سے ان لوگوں کو کہہ دیا کہ وہ اپنے جہاد میں ہمت نہ لے لیں اور ان کے لیے جہاد

امیٹ احمد ہے سٹیپ بے گھبراہٹا کر کہتا ہے کہ یہ سچ ہے اور وہ سچ ہے جسے ہم پاکستانیوں نے اپنے ہر گھریلو اور کاروباری تعلقوں میں

1. *Phragmites australis* (Cav.) Trin. ex Steud.

فلاحی ماحولیات، ان کے لیے اصلاحاتی اقدامات کیے۔ خصوصیت یہ ہے کہ ان کے موضوعات محدود نہیں ہوتے، بلکہ ماحولیات پر لکھا مستند علمی اور ادبی

کے بعد آج کے ایڈیٹر، جاننے والے ہیں۔ ان کے پاس وہ معلومات ہیں جو ان کے پاس نہیں ہیں۔ ان کے پاس وہ معلومات ہیں جو ان کے پاس نہیں ہیں۔

یہ اعلان سوجھا چڑھتا تھا کہ بعض قومیں شہرِ طبع ہیں، کچھ قومیں اپنے ہاں ہی رہ کر دنیا بھر کی باتیں لگاتے ہیں۔

صورتِ انبیاء: ہر ایک کے لیے ایک تصویر، جمالی کیونکہ اس کے ساتھ ساتھ زندگی کی ساری باتھو بھی ملتی ہیں۔ اسی طرح کے

انسان کے لیے دنیا میں جو کام ہیں ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کو صرف اللہ ہی کر سکتا ہے۔

[illegible]

سکوندا ستر۔ آپ نے کہہ رکھا ہے یہ اس سے اسکا وہ حاصل ہے کہ آپ ہی سمجھیں کہ اس طرح ۸۵۵۲۹۵۴ کتنے ہیں؟

اس کا معنی ہے کہ یہاں پر کسی نے کچھ لکھا ہے اس سے بہتر کچھ لکھا تھا اور اس کو میری زندگی کا یہ سال ہے تو اس کو سن لوں گا

(Signature)

1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 26

فاسیوں سے بچنے کے لیے ایک چھوٹا سا قانون بنایا جائے گا۔ اس کے تحت اگر کوئی شخص کسی اور کو مارے گا تو اسے سزا دی جائے گی۔

یہ سب باتیں کہیں نہ کہیں ہمارے دل پہ لکھی ہیں۔ یہ سب باتیں کہیں نہ کہیں ہمارے دل پہ لکھی ہیں۔ یہ سب باتیں کہیں نہ کہیں ہمارے دل پہ لکھی ہیں۔



دو چیزیں

آسو کیا ہے ؟ تلو آب
 ذی جسم کہ سستیل
 تم کو بخشے ہے ؟ ملکِ آگ
 جہاں کون کا خیال

کاش کہ ہم کریں متبادلِ جہم
 ہاں کی مہرے باتِ تباری کہیں ہے جسم
 کہیں چیز ہے شمع !

قود صحرایہ میں دم نہ اوندھست نہ لڑت
 جہاں صحرایہ لڑی ہو گی ^{میں} بکشت

کہیں بے جسم نہ اوندھست نہ لڑت
 جہاں صحرایہ لڑی ہو گی ^{میں} بکشت

یہ سب کچھ ہے انہیں ایک ہی بات دہان

کس طرح کیا کہ برکتِ روشنی ہے یہی ہوا
 سرور کس طرح ملے دے رُک رکھ میل کی ہر
 کچھ دیکھنے بن جاتی ہے صحرایہ !

چند چیزیں تو ہیں اپنا کہیں ہے جسم
 گشتِ ہرگز نہ رہے جس کی جاہیں جس میں صبح اور صبح

عکس تحریر: مجید امجد





سفرنامه

گائے والی اس دودھائی میں کھڑی گائی رہی تھی اور اس کا سائز نہ بڑھا، نہ بڑھا کیا اب کے کوئی گائے والی اور بارہاں کیڑیوں کرنے کے لئے نہیں آتے گی۔

اس سال یہ دربار بدلتا ہوا دیاب کا دربار نہیں بن سکے گا کیونکہ دور کہیں سے شمشیر و سناں کی جھکا رہا تھا دینے لگی تھی مہاراج کے ہاتھ سے حافظ میں دربار بجا رہا تھا۔

پہلی شاہی کرسی پر بیٹھا اس بھرے دربار میں مہاراجہ سوچ رہا تھا کہ دوسرا دربار کیسے ہو گا؟ مہاراجہ کی زبان خاموش تھی مگر اس کے فکر کا ٹکس اس کی آنکھوں میں جھلک رہا تھا اور یہ آنکھیں ہر درباری کے سامنے تھیں۔ اسے مہاراجہ کی فکر کا شتم چپ کے رہتیس اور اس کا اضطراب لوں بھرے چلے تھانہ سوانہ ہوتا تھا۔

ایک سو سال تک مہاراجہ اور اس کے اجداد میں اتنی کرتے رہے تھے اور ان کی پر جانا خاموشی انہیں دیکھ کر رہی تھا مہاراجہ کے دادا گلاب سنگ نے ایک سو سال پہلے پختہ ناکہ روپے دے کر ان لوگوں کو خیر لیا تھا اور اس کے بعد وہ سب اس کے خدام رہے تھے اور اس نے، جگہ انہیں خدام ہی سمجھا تھا۔ ڈیل، غروسے ہوئے۔ بدھس خدام۔ گلاب بدھس سو سال ختم ہو چکے تھے۔ پختہ ناکہ روپے والی ضروری کامیابہ مسلحہاں جنہاں کر کے کے بارہو پختہ لیا تھا اور خدام آواز ہونے کے لئے ہاتھ پر دے گئے تھے۔ آواز پختہ کا خمرہ مہاراجہ کے دل کو دھڑکانے لگا تھا اور اس غروسے کی گونج کی ریاست کے کوئے کوئے میں طوفان برپا کر رہی تھی پختہ ہونے کے ساتھ ساتھ مظفر آباد کا علاقہ دربار دودھائی سے مظفر آباد مہاراجہ سے جگہ جگہ خاموش چھینے والے تھا کہ پختہ کا خمرہ لگاتے، مہاراجہ کے راج محل پر نظریں گاڑتے آگے بڑھتے آ رہے تھے اور وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا کرے۔ حافظ مہاراجہ کے خنود میں بیٹھے تھے اور مہاراجہ پریشان تھا اور نہیں جانتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے کل وہ لوگ یہاں سے صرف ۳۳ میل دور دور کیا تھے اور آج۔۔۔



”اور آج اس وقت جہر لگے یہ دربار کا پختہ ہے وہ لوگ نہ جانے کہاں ہوں گے؟ اسے کاش کچھ ہو سکتا اور لے گا لہر لہر ہو سکتا تھا تو خشک لہر کا یہ دھبہ آج نہ آتا یہ دربار آج نہ ہوتا۔ غالباً مہاراجہ سوچ رہا تھا یہ آج میں خود ہے میں ہوں۔ پختہ اند غروسے بارہوں کی بدلیں کا تماشا کیسے دیکھ سکوں گا۔“

مگر اس کے بارہو وہ کوکیشن کر رہا تھا کہ دیکھ سکے اور مہاراجہ کا یہ خندہ بار شروع ہو چکا تھا۔ تدریج میں لگ بھگ یہ سب سے پہلے وہی تعلیمی مراد سمجھ گئے۔ آواز دے دے کے بعد اپنی بیٹی منہا نے منہا لے لئے۔ مہاراجہ مہاراجہ کی طرف ہو جاتے۔ اور آج اس میں فرق پڑے اور وہ اس دربار سے بول نکالے جا رہے تھے ہر سال وہ ایک درباری کی وجہ سے نکال دیتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے سرداروں کی بارہائی اور انہوں نے بھی تقسیم و خا کا جوت ملنے دی دیا۔ قاتین کے بیوی بچ جو سست تھا اس پر تین بیٹے بیٹے بھول رہے ہوتے تھے اور انہیں ان میں سے ہر سال یہ کھڑے ہو کر بٹھکتا تھا اور اس کے بعد مہاراجہ کے خنودوں میں جا کر اسے نہ دیکھتی کرنا تھی اور اس کا اس کو دہا ہے دل کے کئی بنان تھا۔ میں دنی کو دینا تھا کہ ان اپنے ہم کے ساتھ وہ اس سنگھاس پر آج نہ دیکھ سکے تھے وہ انہوں نے وہاں میں ہیٹ کر صوبہ ایک مشرقی کی تہ مہاراجہ کو پیش کرتے ہیں تو ساتھ ہی ان کی خود داری کا جو ہر بھی مہاراجہ کے تحت سے ٹکرا کر رہا

دیا ہو جاتا ہے۔ اس وقت شاعر کا یہ سوال کہ ”میں آج کیوں ذلیل کر لیا گیا نہ حق پسند۔ گستاخا فرستے ہو میری جانب میں“ بے معنی ہو جاتا ہے اور وہ آسمانوں پر وہ فرشتے جنہوں نے کبھی تو کم کو سجدہ کیا تھا، کچھ اس انداز سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے جیسے ایک دوسرے سے بڑھ چکے ہوں، کیا یہی ہے وہ انسان؟

یوں کہی ہے وہ انسان۔ صرف وہ بدل چکا ہے۔ مگر رگ نے پتھر اور وحالت اور اخلاق اور تہذیب کے نہ انوں کے بعد اس انسان کو اب مہربانی اور دروہ ظاہر کیا ہے اور سباجنی دوں کہ یہ دیت ہے۔ جس کے پاس پناہ دے گا اور سنا ہے وہ تہیں خریدے گا اور پھر تم اسے خریدو گے۔ ایک صدی پہلے مہاراجہ گلاب سنگھ نے پتھر ڈاکہ دینے میں چالیس لاکھ انصاف خریدے تھے اور پھر اس کے بیٹوں نے انوں سے ہندوئیک کے دام ڈرا کر شائعے اور انہیں اور گینا دیا وہ خرید لیا۔ کہا کہ تم سردار ہو۔ وزیر ہو۔ گزنیڈر آفیسر ہو اور اس لئے کوڑا اور تارے سلسلے چھو۔ ہمیں پوچھو۔

اور وہ سب انہیں پوچھتے۔ ہے اور اب مہاراجہ ہری سنگھ کو فوج ہے جتنے۔

سرداروں کے بعد وہ آٹھا جی ریاست کا سب سے بڑا وزیر تھا اور میں نے اپنے آپ کو کھجاوا تھا کہ ہر جیسے پانچ لاکھ روپے ایک ٹھانڈا روٹی اور ایک کار پینے کے بعد یوں مہاراجہ ہری سنگھ کو پوچھتا کہ بڑی بات نہیں۔ وہ بلا ہر بڑا افسانہ تھا۔ گھر اس وقت سب پانچ ہزار روپے اور ایک آدھی میں سے مہاراجہ کو ایک اشرفی داپس کرنے کے بعد وہ داپس اپنی گھر لڑا تو ایک لے کے لئے یوں گھوس ہو رہا تھا جیسے اپنے آپ سے اس کے اس گھوڑے کی بنیاد کو اڑکھ لے لے میں ضرور خزانہ ہوئی ہے۔ اس ایک لے میں جب اس کی فکر دوسرے دیباہوں پر پڑی تو وہ مسکایا اور اس کی یڈ پر دست کی مسکراہٹ ایسی تھی جیسے وہ کہہ رہا ہو ”وہ سوتا سوتا۔“ یقیناً ہاں تو جس طرح میں ابھی ٹھیک تھا یوں ٹھیک وقت صرف ہم ہی جھکا ہے۔ گھر اس مسکراہٹ کے ساتھ ایک پتی سی اس نامت کی بھانجی جو ساہوکارا پھوڑی تھی۔ وہ دیکھنے والو میں خود فریبی کا عکس ہیں۔ دیکھ لو کہ انسان ذلیل بھگنے کے بعد کس طرح اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے؟

صرف یہ ایک نہیں۔ وہاں سب ذلیل ہو چکے تھے اور سب کسی دکھیں انداز میں اپنے آپ کو دھوکا دے رہے تھے۔

وہ دیکھو۔ وہ چودھری۔ ہے جس کی شرافت کی کہانیاں مشہور ہیں۔ جس کی مسکراہٹیں ہر ایک کے لئے عام ہیں اور جو کچھ کے انصافوں میں ایک بہت بڑا انسان ہے مگر جو کچھ اتفاق سے وہ ریاست کا چیت بکری تھی ہی ہے اس لئے اس دیباہ میں اس کی شرافت کی کوئی قیمت نہیں۔ اس کی مسکراہٹیں ہے ہم میں وہ اس کی انسانیت کا کوئی پتہ نہیں اور وہ دیکھو۔ وہ ڈاکٹر۔ ہے جس نے نہ جاننے کے لئے کہ اسلام کیا سکھاتا ہے، ملت محمدیہ دیکھنے تھے مگر جب اسلام کی تعلیمات جاننا کہہ کر وہ داپس کیا تو بیٹھنے سے وہ ساری باتیں ختم ہو گئیں جو انسان کا انصاف کے سامنے جھکنے سے روکتی ہیں اور اب وہ اس دیباہی تشنگن کا ایک بے بس پردہ ہے۔ وہ اشرف الملوکات نہیں جس کے لئے یہ دنیا ہی تھی بلکہ وہ اندہ نور گاہ ہے جسے جنت سے لے لیا گیا تھا اور وہ دیکھو۔ وہ ساہوکارا پھوڑی تھی۔ جس سے نور منبر لے لیں مسیحی اور وہاب غلو دینے کو جڑ دیا ہے اور ہاں ابی مہاراجہ کے سامنے جھکا گیا یہ پردہ خیر۔ ہے جو جب تک ہر صبح خور کے سامنے نہ جھکے اور کوئی کام نہیں کرتا۔ ان دونوں جہیز ہنس کا اگر گزری تو نہ کہہ دیا ہے لیکن اس وقت شاید یہ پردہ نہیں دیا کہ اس مہاراجہ میں شاعر نے



اسے خودی و خوداری کی تعلیم ہی منظور نہیں دی ہے ۔

قتل تو حاملِ حیاتِ عشق تو سرکانات

بیکر جاگ! خوش بیاری سوئے عالمِ جہات

نکاح وقت پر دھوکہ پر شعرا بکلی یاد نہیں۔ اس وقت وہ اس شاعر کا مہر مہر میں جملہ میراں کی بندہ دی اس کی خودی کے گیسٹ گاہک بنائیں اس نے اپنی خودی اپنے پیروں کے نیچے پکلی دی۔

یہاں سب سے انسانیت کا بیادہ اٹھایا جا چکا ہے اور برکتے والا انسان کی عظمت سے سادے خوش اس بابا سے کے ساتھ ہی اس روحِ حمل کے سب سے پیچھے روزے پر اپنے جوتوں کے ساتھ رکھ کر یا ہے یہاں سب قدام ہیں۔ صرف ایک مبارک ہے جو اس زمین پر ان کا خدا ہے۔ ان کی جانوں کا محافظ اور ان کی عزتوں کا نگہبان ہے اور اس لئے سب کے سب اس کے سامنے جھک رہے ہیں۔ اسے خداوند پیش کر رہے ہیں۔ ایک ایک کمرے، باری باری، قالیوں کے تین بنے ہوئے پر اپنی گردش چمکائے۔ اس کے قدموں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور مبارک خاموشی انہیں لوگوں حیرت ہوئے دیکھ رہا ہے۔ اس کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور اس کے افکار کا عکس بھی ان میں جھلک رہا ہے۔ جہیز نے اس وقت مبارک کے ذہن میں ایک طرف اٹھا رکھا ہے۔

مبارک سوچ رہا ہے۔ میری قدم جلد جلد کیوں نہیں بڑھ رہے اور غلو ق اپنی عاجزی کا اعتراف کرنے میں آج در کیوں لگا رہی ہے۔ میں ہنسی بڑھ کے تھک گیا ہوں اور میں کی گڑبگڑ ہوئے میں ہی نہیں آتے نا ہر سال کی طرح اس سال بھی نندہ دیاد کے اس موقع پر میرے لئے نوکریاں گھبراتے ہوئے دوبارہ پیش کرنے کے کتاب میں غلطیوں کر رہے ہیں۔ چھٹکے وقت زور عینک نہیں جانتے۔ تاہم یہ ان کے قدم اور گڑبگڑاتے ہیں اور انہیں یاد نہیں رہتا کہ وہ سراسر بھول کہاں تھا اور تیسرا کہاں ہے اور ان کی تھکن جو مبارک کے قدموں میں ہے۔ ان کے گئی دور ہے۔ مگر اس سال مبارک کی آنکھیں ان کے یہ سارے گناہ معاف کر رہی ہیں۔ آج مبارک کی گور بار سے نہیں نکال رہا۔ گج مبارک خاموش ہے اور سوچ رہا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے ہر سال کو منظر کتاب پر ملک کیا تھا اور جو ان میں اڑی میں تھے اس وقت کہاں ہوں گے؟ اسے کاش یہ وہ بار جلد ختم ہو جائے اور میں جہاں سکوں کر دو رنگ اس وقت کہاں رہیں؟ میرے اس روحِ حمل سے کتنی دور ہیں؟

سارا کوئی کہ چکا ہے کہ اس کی فوجیں اس کی اس پر جانے کے ساتھ جاتی ہیں۔ جو ان میں اڑی میں تھی۔ اسے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہر جگہ جہاں ہی تھک کر کے والے پہنچے ہیں، سارے عہدے والے باشندے ان کا پر تپاک غیر مقدم کرتے ہیں اور شاید وہ اب پہنچ رہا ہے۔ اسے کاش! جب میں اپنی پر جانے کے گارڈ سے پہنچے گا کھائے میں ہر سال۔ گورڈو ہے سارا اپنی ذات پر فخر کیا کرتا تھا تو اس وقت مجھے اس کی جھک اور ان کے آنسوؤں کا بھی خیال آ سکتا ہے کاش میں کہیں ان کے دھوکوں کا حلوا پختہ کی گئی کوشش کرتا۔ اسے کاش!

مبارک سوچ رہا تھا اور اس کی اس سوچ میں کوئی اور غٹھن دھبہ کے سلسلے وہ بار پر چھائی ہوئی تھی۔ ان عمل کے چاہ وہ جلال میں حیرت کی گھر افسوس کی اور شاید وہ بار کی گئی سوچ رہے تھے۔



ایچے تقی ایان میں ایک جہیز آکر پہنچا تھا اس وقت اس کا نام "سید علی" تھا۔

خدا پر ایمان رکھنے والے صرف یہ ہیں جو جنگ تک محمد رسولی اور نبی است میں نہ کھینکے۔ یہی طریقہ نبی اور ہر شخص میں ایک
ذریعہ پیچھے کی طرح پہنچانے اور دعاؤں میں چارہ بانڈ جو پیشہ خدا میں بندہ ہے کہ خالق پر کہ جبر میں تیار ہو گئے۔ ایک بندہ اس نے اپنے اس وقت
قرآنیت اور تمام سے چارہ بندہ کے ہوا ہے۔ اسے تمام میرے جسم کو دیکھو اور وہ انکھیاں جو کہ کسی ایسے سے پرانے کہ جہاں وہ جسم کے خدائی
ذہن کے تمام نے کہا، اسے خدا کی طرح نہیں سمجھنے کے لیے ہے۔ سوال کیا، تو میری میں ایک میں شہید کیوں نہ تھا؟ اس تمام تمام جواب
قد۔ اس نے اسے اس میں ان کی عوار کو کی شہید نہیں کر سکتا۔ شام ہوئی اور قاتل نے اپنی اذیت کو اس تاریکی فقرے میں اسے اسے
سرا نہ مل جیسے ایک بندہ رہا ہے۔ میں میری ایک شہر خاک موت رہا ہوں۔ میں نے میں نے میری ایک ایک حضرت عطرہ اپنا ہاتھ لے کر گرجے سے
بہر آ گیا۔ میری کہ نہ کہ حکم تھا کہ میری کام آئے، ان کے تمام دیکھ بیٹے۔ اب اس کی بیٹی حضرت حضرت میری کہ میری میں ایک سر نہ دے بلکہ
خدا پر ایمان رکھنے والے تمام بندہ ہیں۔ انہوں نے یہاں حضرت عطرہ نے وہ اللہ شکر دیا اور اپنے تمام استحقاقات قبول کر کے ۷۰۰ نوبت تمام کر دی
کہ اب اس تمام استحقاقات میں سے کہ وہ جبر میں نہیں کہہ دی ہیں کہ وہ خدا کے ایمان میں شخصیں ہی رہتے ہیں۔

1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 26

100

10

میں نے ٹیپے میں سے ایک طویل ٹیپہ راہ ہتھی کر لیا۔ ٹیپہ چوڑی تھی۔ عرصہ بھی نہ گیا تھا۔

(سید اکبر علی)

سکال بریل، ما جبروتا دیوید

تجزیه دایره مجموع کاتر : جزء چاق قوس ایداله مقصود

"آئینہ خانہ" میں کیا لکھا ہے ؟ پر فرق کون سا ہے جو دیکھو !

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قسمت به برادر ناتنی و به برادر ناتنی

استیفاً و غیره از این جهت : هر دو در این باب

فایده های این روش ها عبارتند از:

آپ جنٹلمن غلام علی صاحب

σ_{FVH}^2 ()

سید محمد علی





اقبالیت

اقبال اور تصوف

ڈاکٹر حفیظ جہانگیر

کہو چشم از بارش سے وہ نظریہ حیات اور اندازِ عمل جسے تصوف کہتے ہیں مسلمانوں کی روحانی اصلاح اور عمل زندگی کا جہم و تکلیف بنا ہوا ہے۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہ کس تصوف کا مسئلہ تھا ہے اور نہ صوفی کی اصطلاح۔ محققین نے بہت کچھ تحقیق کی ہے مگر یہ مسئلہ جس تکب و دلچسپی اور ایمان کا ملبوم محتضراتِ انوار میں کسی کس طرح بدلتا رہا ہے۔ اس تحقیق کے نتائج چند اضافی چیزیں ہیں جن سے کہنے کا کہنے ہیں ا۔

تصوف کے معنی ہیں دین کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن برحق کی ایک ظاہری صورت ہے اور ایک باطنی کیفیت عبادات و امور دین کا ظاہر ہے اور ایک باطن۔ کتابِ باطنی کا بھی ایک پہلو ظاہری ہے اور دوسرا وہ ہے جسے حکمت یا معرفت کہتے ہیں شریعت دین کا ایک ظاہر ہے یا بندہ ہے اور دوسری اس کی روح یا حقیقی حقائق کا ہے اور ان کتاب و رسوم و قوانین کا نہیں محتوی مگر کہتے ہیں عبادت و عبادت کی ایک مرتبہ محدود ہے۔ لیکن یہ عبادت و عبادت اور مشق و ترقی کوئی حق کے وسیع تک پہنچاتی ہے اور حق اپنے کمال میں باطنی و مشرقی کی کوئی کوئی بدلتا ہے۔ خدا مہم و مہم کی اسانہ محبوب ہو جاتا ہے اور محبوب محبوب کی مسامت سے ہم آہنگ ایک ایک جگہ کر کے اپنے اندر من جاتا ہے۔ سرِ صحت پر اس کا انداز سے علیٰ ہر (جو) کہ وہ اپنے کو معرفت اور مشق تک پہنچا دے اور ہر لاکر کو جان سے دامن کر دے۔ مطلقاً کہلاتا ہے۔ ہمارے ایک اخلاق کا افسانہ ہے تصوف ہے کہ اسانہ علیٰ افسانہ کے کہ اس سے کوئی خارجی۔ مگر یہ کیا آسمانی حقائق ہے اس کے اندر ہی ہے اس لئے کہ یہ کہ اس کے سبب ہر آقا و ایک اور خدایا کی راہ میں جانا پڑے گا۔ پھر ان کی کوئی بھی اپنی سوانح کے کہ ان کی ایک سے اور صحت کی مشق و ترقی کوئی ہے اور ان کی مشق سے انسانی کی ذات مستحضر الہیہ سے بہرہ ور ہو رہی ہے۔ یہی سے عبادت میں تاریکی اور ہفتہ پیدا ہوئی ہے۔ تاریکی و صحت سے جو ملو فواید اور بہرہ و سعادت حاصل ہوئی ہے۔ وہی تاریکی اور مشق و ترقی ہے۔ وہی تاریکی کی تاریکی و صحت سے صحت سے صحت سے اصل و فواید ہے تصوف کی یہ تمام چیزیں کی گئی ہیں۔ لیکن ان سب کا ایک باب یہ ہے صوفی، معرفت اور محبت سے بہرہ و فواید ہے۔ اس کا ظاہر و باطن۔ اس کی باطنی اور حکومت محبت و فواید کے آئینہ و ہوتے ہیں۔

میں صرف یہی کہم کہ تفسیر و تفسیر اور قرآن سے قبل ہی دنیا میں اسلام موجود تھا۔ اسی طرح وہ چیز بھی جسے تصوف کہتے ہیں وہاں مختلف لوگوں میں ہوا ہے۔ لیکن میں سوچتا ہوں کہ مسلمانوں نے مشق و ترقی کوئی ہے اور صحت سے بہرہ و فواید سے تو یہ کوئی مشق اور پاک جانا پڑا۔ اسی طرح قرآن سے ان تمام چیزوں کی جائز رہا۔ جو تصوف کے رنگ میں فروغ صحت، دیانت، دیانت اور فلاحیتوں کی عہد فلاحیت میں پائے جاتے تھے۔ یہ صحت سے لائی گئی ہے لڑکا اور ہر



قسم کی تھانے کے مستحق کو مقصد حیات قرار دیا اور اس اصول قائم کر دیا کہ کوئی مہلت ہی میں مقصود ہے۔ وہ لازماً ہے اور انہماک
کی طرف توجہ نہ کرنا سکا اور اس کی صورت ایسی ہو گئی کہ زندگی کے ساتھ خدا کا بھی ستارہ ہو گیا۔ وہ انت کا تکرار تصوف ہی سے
بہتے لڑائی تعلیم ہی گیا۔ خدا کی ذات کے متعلق "شیخ ہستی" کہہ گیا۔ یعنی خدا ہی نہیں وہ بھی نہیں، انہماک و کائنات اور تمام عالم
دلگاہ و دنیا ہی سہی ہے۔ جس کا نہ کوئی حقیقی وجود ہے اور نہ کوئی مقصد یا مقصود۔ یہاں پر تہ نے دین کو ہر مہلت کا حشر
دیکھا۔ اس علیہ السلام نے یہودیوں کے ہاں پرست و عبادت دین اٹھا ہرست باطن کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی کہ یسوعیہ کے بعد
مہانتیت نے یہ خطہ مست اختیار کر لیا کہ دنیا کی کوئی چیز قابل توجہ نہیں ہے، دنیا چند روز میں ختم ہونے والی ہے۔ اس لئے اس کے کسی بہرہ
کی توجہ نہیں چاہیے۔ تاہم وہ باطن، جسم و روح میں ایک تضاد عہد شریعت پیدا ہو گئی ہے، دور دنیا، ماضی ہو گیا اور دنیا کی توجہ سے
اور نفس کی توجہ سے قرب باطنی حاصل ہوتا ہے۔ نظام تہذیب ماری کی کہہ رہی ہے۔ تہذیب و معنویت اور عبادت و ماضیت صہ کے لئے
یہ دین کا کمال ہے۔ فلاسٹوں کے ذات معنی کو دور اداوار قرار دیا۔ جس کا نہ کوئی مقصد ہے۔ زادہ۔ اور مطلق اور نفس کے ساتھ
اس کا کوئی رابطہ ہے۔ تمام ہستیوں اس سے مختلف تفرقات سے خرد و خود صادر ہوتی ہیں زندگی ایک فرض سمی کرنا یا تہ ہے۔ روح کے
وہاں ذات معنی کی طرف عروج کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یکے بعد دیگرے ان تمام تفرقات سے چھوڑ کر بہت اہم ذات کی کوشش
کی جائے۔ لیکن ذات معنی میں داخل ہے دشمن زادہ و نہایت ہے صہ جوڑی کے بعد دیگرے تفرقات سے چھوڑ کر بہت اہم ذات کی کوشش
کا مقصد نہیں کہ کہ ایسے ارادوں کو خدا کے ارادوں کے ساتھ ہم رنگ کر دے۔ کہو کہ خدا کی ذات میں تو کوئی ارادہ یا مشیت ہے ہی نہ کہ
فرض مختلف فرض معنی سے ملے و ملے جلیبت سے چھوڑ کر ایک اختیار کر لیا خدا اسلام اس نام "بیانہ کر کے ہر ما پسند نمود
کے خلاف ایک نہر دست احتجاج تھا اسلامی توحید نے خالق کا حقوق۔ علم کا مل اور دنیا کا آخرت سے تہیز کرنا۔ تمام کائنات اور مخلوق
کو خدا کی مشیت اور بوقت کا منہ پر قرار دیا۔ انسان کو حیض اللہ علی الارض اور صحر کائنات بنایا۔ اس کے لئے زندگی کی تمام تہیں
جان و حدود کے اندر دکھائی کہ وہی اور ان میں ملے ملے سے انسان کو کرنے ہیں ان کو ترقی دینے کی تہیں ہیں۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق عباد
حقین کے خدمت حق کو مقصد شریعت۔ اصل طریقہ است اور مصوب صورت کا تہیز قرار دیا۔ مقام کائنات کے علم کو یں کا ہر آدم
بنایا اور انسانوں کے لئے ہر معنی ترقی کے لئے کھول دیکے۔



جب قرآن نے اسلام، مسلمانوں کی زندگی اور تصوف پر غور کیا۔ تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ جس طرح دیگر اقوام و مل کے دین و تہذیب
میں کہ مشرک و منافق اور کفر کے زندگی تہیں، عقل ہو گئی، اسی طرح مسلمانوں کی زندگی خدا کی کے نظریہ سہایت میں لگا کر عقلی
منصوب عقل ہو گئے۔ خدا میں آیات کے لئے تعلیم دام کوئی کہ اثبات سے بہت کہ عقلی پر بند و پابانے۔ یکے بعد دیگرے سب چیزوں
کو ترک کرتے چلے باقہ و عقلی اطلاق صورت حاصل ہو جائے گی۔ دنیا کو بھی چھوڑ دے عقلی کو بھی چھوڑ دے خدا کو بھی چھوڑ دے ہر سب
کو چھوڑنے کے خیال کو بھی چھوڑ دے ترک و بند ترک ہوئی، ترک یعنی ترک ترک و ترک و ترک کا جھگڑا ہی فعلوں ہے۔

ازیم کہہ دین مقصد ہر

بندہ خدا جم کہ خدا ہم سے مست

لا انا اللہ کی جگہ و نہ وجود اللہ کا کفر و کفر ہو گیا اور اس کے معنی ہے لئے لگنے کہ اللہ کے وجود کے سوا باقی ہر چیز کا
وجود وہی اور باطنی تہیز اور لگ اور سہانے تصور ہے۔ انسان کے لئے ایسے وجود کا احساس نہ صرف وہی اور اعتبار ہے کہ

اندر و رقی کا نمودری ممکن اور بالآخر خدا کی مصلحتاً کھرایا ہونے کی بجائے اپنی مصلحت کو اپنے اندر جذب کر سکتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

فرزند پسر و پسر عمه و نندای پسر

اپنے مرشد عارف و قدوسی کے اس خیال کو قبول کرتے ہیں یا نہ کرتے ہیں۔

دولت کی طرف سے دیئے گئے

یہاں کیسے کہہ سکتے ہیں کہ

اقبال تمام روحانی کی طرح انہماکِ حقوی کا مستم ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر لمحہ تصوف سے لگا رہے۔ جو ترکہ روحانی ہندو دین پر ہے اور اخلاقی و حیاتی آفریں پہلو سے گزر کر کہتا ہے: "خودی کے ساتھ حقے خودی کے" اسرارِ اودھِ طاقت سے ادا و قیاس نہیں۔

لیکن اس کے دل میں یہ خودی بھی چھوٹی اور خراب تھا کہ اس نام پر نہیں بکروں کیسی بات ہے جو خودی کے شکات کو پرہیزگار لاتی ہے اور اسے کہہ دیتی ہے قوت اور ملگلی سے وضاحت کی طرف سے جا رہی ہے۔ قرآن کا نام سب کو شکات ہے اور زندگی کے سیدھی سادہ گزار کا

ایک ہمدردی، مصلحت اور منافقانہوں کے ذریعے میں پیشہ کر مصلحت کو دیکھ کر غصے میں آگئی کہ: "مختار نہیں۔ چاہا دیکھو وہ جو ہی کریم اور صالح کریم ہے کیا۔" غلط تصور ہے کہ ساتھ قناعت اور توکل کا بھی ایک غلط مفہوم پیدا ہو گیا۔ اس کے خلاف، اہل اقبال نے کہا کہ یہ

تو کتب و چند کتب پر کتابت کری

اندر بخش میں ملحقہ کنگن دھان کو

سے دامن کو حرم و دیوار سے نہیں دھک لندی تھا۔ صبر سے انتظار سلجھ کر دیکھتا تھا کہ کائنات اس میں سما جائے یہ وسعت تنہا نہیں

نظر کشی کے بیشتر حصے نہیں کے علاوہ اصل کی امتحانی صورت دے حاصل ہوتی ہے۔ غائب کلاک نہایت طویل غمراہی

— 600 —

هر چه در میدان یافتی برد آید پس است

گل جراتا شہزادہ از قلعہ پنج پور ہاں فرماست

سمرات نے مجھے متعلق سرگود کی ایک لاجواب دیالی ہے۔

آپ کا سر جھٹکتے ہوئے

توہمیں بھی تو ان پر ہنسنا ہے

1000

[illegible]

صحیح تصوف جو اسلام میں کسی گہری اور اعلیٰٰ طبعی شکل کا نام ہے۔ اقبالؒ کے لفظوں میں تصوفی مابہا ناساں ہے۔۔۔ باقی اور مطلق

عقل اور مشق کا تقابلی تصور کی اساس ہے۔ اس مضمون میں اقبال نے اسی گہرائی اور ایسی پستی و وسعت پر دلکشی ہے جس نے

اے سناٹا مٹا دینا میری صفت ہے کہ اگر وہ ہے۔ یہ مرنے والے کو ہی صفت ہے کہ اگر وہ ہے۔ یہ مرنے والے کو ہی صفت ہے۔

غیر اسلامی ختم صرف ایک کر کے اسد ملک و دنیا و دین اور تقاضا ہے تعلیم کو آغا کر کہا جاتا ہے۔



کشف کائنات ہستی سے کرنے کا سائنس کا نام
ہوئی ریفریجریج آپ کو فرست دے گا

اقبال کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر مذہب میں یہ مصداقیت ہے کہ وہ خود وہی حاکمیت و حاکم کو کھڑا کرے۔
طبعی زندگی کے اقبال نے ایمان (FAITH) / فکریات (THOUGHT) اور کشف و کشف (DISCOVERY) میں ارتقائی مزاج
متبعین کے پیش رو ہیں۔ ایک فرد کو کھڑا کر دے، دوسرے کو تباہ کر دے۔ جو کسی دربار میں ہیں، جس کو اس میں کسی کے لیے ہیں، ان میں جو اس کو
دشمن کے لیے ہیں، وہاں کہ ان کے برعکس چل رہے ہیں۔ یہ ارتقائی فکری کا دور ہر اطاعت ہے۔

وہاں است کوئی اس عظمت شعور کی غور از جہر پیدا اختیار
ناکس از قریں چہ زریں کس خود آتش بر آتش زہدیں غس شعور
ہر کو تسخیر مرد ہمدردی کند طویش را ز بجزئی آئیں کند

دور علم و عقل میں جب مذہبی اصول و فرائض کا حقیقی تصور نہیں انسان پر عیاں ہوتا ہے کہ کائنات میں اس کے ایک طرف ہے تو ایک
یا ہزار کا نظر آتا ہے، تیسری اور چوتھی منزل کے آتے ہیں مذہبی اصول میں کسی انسان کی زندگی میں لگ کر رہتے ہیں اور وہ نہایت اہلی کے
درجے پر فائز ہو جاتا ہے۔

تائب حق در جہاں بودی خوشی است بر جہاں محرومی بودی خوشی است
تائب حق بجز جہاں عالم است ہستی و کلام اسم اعظم است
از دہم جزو کلی آگاہ بود در جہاں قائم بامر اللہ بود



فرائض زندگی کا یہ آخری منزل اور اصل برتر مذہب ہے۔ اس کی شرح کہتے ہوئے اقبال نے جو رنگ و بویاں دی ہیں اور حاکمیت و
کائنات کے دو فعل مقصد کے لیے ہیں۔ غرض کہ مذہب کی وہ ایک طویل داستان ہے۔ میں اس کا صرف ایک باب ہے نقاب کھول
کا جس کی ہماری قوی زندگی میں بڑی اہمیت ہے۔

اقبال کے فکر کا یہ پہلو تو خیر یہی کسی کی نظر سے ہو کر اس کی اساس کی حرکت و ارتقاء پر ہے۔ اقبال کے نزدیک زندگی
بچتے ہوئے دنیا کی طرح بدل بدل حال اور ہم جہاں ہے۔ اقبال مذہبی زندگی میں بھی بدلنے کے کاں ہیں۔

قدست پرستی (CONSERVATISM) اور ارتقاء میں پرانی دشمنی ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ قدسیت پرستی مذہب میں بھی
انتہی ہی نتیجہ ہے جس نے انسانی زندگی کے دوسرے شعبوں میں۔ مذہب معجزت آدم سے ہم تک ہر بعد معجزت حق کی ہوا بیخود و ناگوار اس میں
ارتقاء کی مصداقیت نہ رہی تو حق سے مذہب و عبادت کے حال زندگی کا وہ سافہ سے غنا اور بصرت آدم ہوا بیخود و ناگوار ہوتا ہے۔
اس کے بعد آکر نہ صرف اس کا اور کوئی کتابی کتاب، نازل ہوئی، وہ خود کی طرف آتا تو فرائض ہی میں ہم تک مذہب، نازل کر دی جاتی تو
ساری مذہب کی کتاب کی طرف سے غور و تامل کا مسودہ بنتا۔

یوسف اللہ صابو اور پیشہ و خندہ اور الکتاب خدا اپنے حقیقت کے مطابق ایک شرط کو شاکر

اس کی جگہ دوسری ضرورت نام کہتا ہے کہ ان تمام کتاب سے

مسئلہ معزز و شہب کی طرف طویل مسئلہ طوفا و طبات میں کتاب کے بعد شریعت کے بعد شریعت کا نام اپنی جگہ اس پر
 کا تحت ہے کہ اس میں زندگی کی زندگی میں شہب میں بھی اس کا ہے یہی صورت میں اس کے بعد ہی طوفا میں بدل جاتی ہیں۔
 جب کوئی شریعت کو قوم کے لئے سادہ اور سہولت کے لئے ضروری ہو اس کے بعد ہی شریعت کا نام اپنی جگہ اس پر
 حال حاضر میں ۲۰۱۶ء (۱۴۳۸ھ) میں ۱۱
 ہمارے لئے ہے کہ جب ہم کسی آیت و شریعت کو
 کو نسخہ کہتے دیکھتے ہیں تو اس میں جیسے اس سے
 بہتر آیت کا نسخہ کرتے ہیں۔

یہ تفسیر، تفسیر، یا انتساب اور کتاب کا زندگی کا ایک ہی ہے، ان باتوں کے لئے کہ ایک ہی ہے۔

اس میں اس کے بعد کہ کتاب کا نام ہے، بلکہ کتابی کتاب ہے کہ جب تک وہ ایک ہی نہیں ہوئی طوفا و طبات کا مسئلہ یہ کہ شریعت کے بعد
 شریعت کا نام ہے، لیکن اس کے بعد مسئلہ شریعت کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے۔
 اس مسئلہ میں اس کے بعد کہ ایک ہی ہے، بلکہ کتابی کتاب ہے کہ جب تک وہ ایک ہی نہیں ہوئی طوفا و طبات کا مسئلہ یہ کہ شریعت کے بعد

اس میں اس کے بعد کہ ایک ہی ہے، بلکہ کتابی کتاب ہے کہ جب تک وہ ایک ہی نہیں ہوئی طوفا و طبات کا مسئلہ یہ کہ شریعت کے بعد
 شریعت کا نام ہے، لیکن اس کے بعد مسئلہ شریعت کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے۔
 اس میں اس کے بعد کہ ایک ہی ہے، بلکہ کتابی کتاب ہے کہ جب تک وہ ایک ہی نہیں ہوئی طوفا و طبات کا مسئلہ یہ کہ شریعت کے بعد
 شریعت کا نام ہے، لیکن اس کے بعد مسئلہ شریعت کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے۔
 اس میں اس کے بعد کہ ایک ہی ہے، بلکہ کتابی کتاب ہے کہ جب تک وہ ایک ہی نہیں ہوئی طوفا و طبات کا مسئلہ یہ کہ شریعت کے بعد
 شریعت کا نام ہے، لیکن اس کے بعد مسئلہ شریعت کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے۔

ان باتوں کے بعد کہ ایک ہی ہے، بلکہ کتابی کتاب ہے کہ جب تک وہ ایک ہی نہیں ہوئی طوفا و طبات کا مسئلہ یہ کہ شریعت کے بعد
 شریعت کا نام ہے، لیکن اس کے بعد مسئلہ شریعت کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے۔
 اس میں اس کے بعد کہ ایک ہی ہے، بلکہ کتابی کتاب ہے کہ جب تک وہ ایک ہی نہیں ہوئی طوفا و طبات کا مسئلہ یہ کہ شریعت کے بعد
 شریعت کا نام ہے، لیکن اس کے بعد مسئلہ شریعت کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے۔
 اس میں اس کے بعد کہ ایک ہی ہے، بلکہ کتابی کتاب ہے کہ جب تک وہ ایک ہی نہیں ہوئی طوفا و طبات کا مسئلہ یہ کہ شریعت کے بعد
 شریعت کا نام ہے، لیکن اس کے بعد مسئلہ شریعت کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے۔

اس میں اس کے بعد کہ ایک ہی ہے، بلکہ کتابی کتاب ہے کہ جب تک وہ ایک ہی نہیں ہوئی طوفا و طبات کا مسئلہ یہ کہ شریعت کے بعد
 شریعت کا نام ہے، لیکن اس کے بعد مسئلہ شریعت کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے۔
 اس میں اس کے بعد کہ ایک ہی ہے، بلکہ کتابی کتاب ہے کہ جب تک وہ ایک ہی نہیں ہوئی طوفا و طبات کا مسئلہ یہ کہ شریعت کے بعد
 شریعت کا نام ہے، لیکن اس کے بعد مسئلہ شریعت کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے۔
 اس میں اس کے بعد کہ ایک ہی ہے، بلکہ کتابی کتاب ہے کہ جب تک وہ ایک ہی نہیں ہوئی طوفا و طبات کا مسئلہ یہ کہ شریعت کے بعد
 شریعت کا نام ہے، لیکن اس کے بعد مسئلہ شریعت کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے، اس میں مسئلہ و طبات کا نام ہے۔

ادب اور فنون لطیفہ کے متعلق اقبال کا نظریہ

ڈاکٹر عذیب شادان

نوری سراج، معروف اور شہرت آملی کو نوری طور پر کہتے ہیں۔ اس نوری کے حلق حاضر اقبال کا حضور انور کلمے کے بغیر ہر دور کے ہے کہ جیسے
اس کے عین صحن و رخ کو لکھ رہا ہے۔

پردہ خیر شخص کے نام کی خط میں اپنے حضور خدای کی تشریح کرتے ہوئے حضور اقبال نے لکھا ہے:

”شخصیت باسماں بند و مید کہ دلت اتری کا سب سے بڑا کامل ہے جو

نئے شخصیت کو مسلسل حدود و کثرت مائل کر دیتا ہے۔ وہ میں بناتا ہے تاکہ

کے حصول میں غصہ و خروش ہے۔ لہذا وہ اچھے ہے اور جو نئے شخصیت کو کرکڑ

کستہ و بیکہ، مگر پوری شخصیت بھرا شائستہ کائنات کے حضور رنج کا

سید ہے۔ مذہب، اخلاق اور آداب سب کا اس سید پر پہلے پادینے؟

اس بادل کا اظہار میں اس طرح پیش کیا ہے۔

ہوا و خور و بہار سے کتاب و حیرت و جزر گہر میں آگے کہ گہر میں تمام یک جہاز

غیر نفاذ تک کہ ہے خود انا کہ اپنے شہت سے دولت سے لڑا کا خاتمہ

اگر خود کی کا حفاظت کرے تو میری چاہ

تو کرکین تو سراپا نسوں و افسانہ

اس معنوں کی ایک اور ضرورت کے نظم لکھ ہے۔

گر ہر میں کسی تعبیر خود نکلا جو

”مشرق ہندوئی“ کے مہربان نے آئینہ کے شعلے اپنے نقشہ نگر کہ اس طرح تشریح کی ہے:

”کسی قوم کا روحانیت کا درجہ اس کے شعرا اور آئینہ کی عبادی

صافیت پر ہوتا ہے۔ لہذا ان کی ہر چیز میں اس پر کسی کو تاؤ حاصل ہو یہ

ایک طریقہ ہے اس طریقے سے قیفاں ہونے والے کی شخصیت اور فرد

اس طریقے کی مدت عشق حاضر و سابقہ کے آئینہ دکھتے ہیں کہ کمال لائق

کرشت کے تصنیف تو ایک، اگر اس میں یہ سوچیت ہے کہ وہ اپنے نفع یا

تصور پرست و اگر کے دل نہیں کئے، انہم کے لئے ہرگز نیک کے شکر دیں سے



زیادہ جہاد کی بات ہو سکتی ہے؟

اسی سوال کا بہتر جواب جند کے معنی سے ملتا ہے جو صرف فوج و جمیع میں اسی طرح درج کیا ہے۔
 حقیقی جوش کا جانا ہے تحقیر ان کا ایک اندیشہ نہ ہو کیسی قوی کے حوالہ
 موت کی نقش نگاری کے حصہ ناول میں نہ لگے ہے ہر ان پر جنور کا ریزا
 جہنم نام سے چھپائے ہیں مقلات جند کرتے ہیں وہ کو خواہ وہ بدل کو بولند
 جند کے خرم و صومست گرو خدا فرمیں کہ وہ اپنے بدل کے مصائب چھوٹ ہے اور
 ایک ایسا تمام پر فرما ہے۔

اگر تو ایسا ہے پر صمد موت کا بیضا حرام میری نگاہوں میں کے جنگ و ہجرت
 آرت کے حقیقی دوسرا ام کلوت ستر اقبال نے بیان کیا وہ خود انہیں کے الفاظ میں ہے کہ
 "انقلاب کا لازمی ہے کہ ظلمت کے کج فہم کے خلاف مقادست اختیار
 کی جائے اور ان کے مل کے ساتھ اپنے نئی روح کو ہم پر چھڑا دینا، جو
 یکے کو جو ہے اس کی صداقت اس واسطے کہ لکھا ہے کہ جو رو و جلی
 اس کی تخلیق ہو گیا کہ صحت و زندگی سے جاڑ ہے اس کے ساتھ
 کچھ ہے نہ ناپا دل اور صحت کی طرف سے جانے والا ہے"

اسی نئی کہ خواہ وہ صوفیہ ایک جہاں اس نظم میں سر، جس میں اس طرح پیش کیا ہے۔
 اس وقت جگر اب کی خاموشی خاموشی ظلمت سے نقوشیت کے نئے کے تعمیر
 ہر دم کی عظمت سے نگارند ہیں انکس کسی اندازے بھی بدیت کی یہ تصویر
 ظلمت کی خدائی سے کرا تا ہر بندہ کو حیات میں سوچو ہر بندہ کی فیس
 تیرے کامیابی کے شوق کی کہانی کہ مفید و کامیاب جانے کے لئے کام کا اجتماعی غرض نہایت غور کا ہے۔
 رنگ جو خشت و سنگ، چنگ جو اصف و صومست

جسٹیفی فن کی ہے غور مسک سے خود
 غور غور مسک سہل کر ہنسا ہے دل
 غور جگر سے سدا سوز درد و درد
 نقش میں سب ناقص غور جگر کے بغیر
 نفس ہے سدا نے خام غور جگر کے بغیر

غور غور غور کے معنی سے "محب" ہیں مگر نہ ہر ایک نہایت فخر گل نہایت دل کا یہ نظم کہ ہے، اس سے غور غور کے معنی
 وہ کا نقشہ نظر غور کا داغ چھتا ہے۔

نہ اپنی نظر غور کا غور خوب ہے لیکن جو غور کی حیثیت کہہ دیکھ وہ غور کی



مقصود ہر سخن حبیب ہے کہ ہے ایک نفس یا وہ نفس خلق کر کیا
 جس سے دل اور باطن تمام ہیں ہوتا اس خلق فیض دل و مدد کیا اور کر کیا
 شاعر کی قیاس پر مستحق کا نفس ہر جس سے بھی انفرادی ہو وہ یا ہر کر کیا
 بے معرودہ یا عین انفرادی نہیں تو جس ہر مریض بھی نہیں رکھا وہ ہر کر کیا

فنون لطیفہ کے شوق یہ تو سہا تھا مگر ہاں نے اس پر دیکھنا ہے کہ اس قدر شوق کے شوق ان کا کیا خیال ہے۔ جیہو
 کا اس پر اتفاق ہے کہ فنون لطیفہ میں شوق کا مقام بہت بلند ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک یہی فنون لطیفہ یعنی مصوری، موسیقی
 اور رقص تھلائی تینوں شوق سے فروتر ہیں۔ خود مصنف نے نفس و موسیقی کے حلقہ اپنے اور کسی چینی منکر کے خیالات کو نظم کیا ہے۔
 جس میں شوق کو موسیقی کا بہت بڑا مقام دیا ہے۔

شوق و عشق ہے جان و جگر و دل
 عشق و موسیقی ہے ہر مریض و دل
 فاضلوں کو کہ ہے کہ چینی لطیفہ لڑی
 شوق گویا روح موسیقی ہے نفس کا بدن

جی لوگوں نے مقاصد ان کے کام لیا ہے۔ اس سبب سے کہ نہیں کیا نہیں شوق کے حلقہ موصوف کے خیالات میں ایک نیر دست اتفاق اور
 خاص نظر آتا ہے کہ کہیں ہر صوف سے کہیں تو شوق کو کچھ بڑی سے جہاں ہے اور کہیں شوق نسبت ہی اپنے ساتھ گرا نہیں کہ۔ بیکلاس
 سے بڑا کہ ان کا خیال ہے۔ بحر ابدی ہر دست اتفاق کیوں آیت ہے کہ کہ شوق کا ایک ہاں شوق کو لوگوں کے ذہن میں مروج ہے۔ اس کے
 بے پرواہی کے لیے کہ شوق کا شوق کے سبب کو ہر دہائی شوق سے بڑا کہ ہے۔ اس قسم کا ایک شاعر اقبال کہ ہے۔ حاتم اس
 حقیقت سے آگاہ ہیں کہ کجرات لوگ انہیں رکھ اور شوق قسم کا شاعر کہتے ہیں۔ لہذا انہوں نے اس غلط فہمی کے خلاف سخت احتجاج
 کیا ہے۔

دو تھلائیوں میں مریض و دست
 کہ ہر ایک قیمت شوق و کجی بہت

اس نوبہ زبان سے تم کہیں جھوٹ کی توقع نہ کرو۔ جس سے کہ ہر شوق کجی کا قیمت کافی۔ ایک اور مقام پر اپنی قوم سے نکالت
 کہ ہے کہ

اوصیاء و ملکی غلام و دمی
 انہر رنگ شاعری غلام و دمی

اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ مقاصد ان کے نزدیک شوق کجی کا درجہ اتنا بہت ہے کہ وہ اپنے ساتھ اس کی نسبت بھی گوارا نہیں
 کرتے بلکہ اس پر ان کا سبب ہے کہ ان کا دل سے نہ تو بڑا نہ ہی۔ ایک گروہ کی نظر ہے۔ وہ شاعری اور دوسرے فنون لطیفہ کو
 قصور و حق نہیں کہتے۔ بلکہ رنگ کے حلقہ سے حاصل کا ایک اور یہ نہیں کہتے ہیں اور اگرچہ وہ ایک بہتر نشست ہیں۔ مگر
 اپنے کام کے ضمن میں کہ چلتا آیت نہیں مریض چلتا ہوا ہوتا ہے۔

مریض تو نہیں ہے چلتا ہے مریض
 کہ ہر ایک مریض و ملکی غلام و دمی

مقام اقبال کہ شوق کا مقصود اس کا کہ ہے پناہ تو ان کا اچھی طرح انداز ہے۔ کیا خوب فرمایا ہے۔

جہاں تیری لگ دلا نہیں ہے اس کے
 شوق و مریض تو نہیں ہے ہر دمی

مقام کا نصب اس بات کے خاصہ دیر کا حصول ہے۔ اس کو کہنے کے لیے کہ اس کا بھی صحیح معنی میں اس کا جانا چاہتا ہے۔ اس کا مریض



عمر اقبال کی نظر میں بہت قدر ہے۔ چنانچہ انشاء فرماتے ہیں۔

خاموشی سے سیرتِ مست پر دل تھے بے خبری سب پر گل
شعر و تصور اگر آدم گری است خاموشی ہم درش پیغری است

یعنی ایسے شاعر کا نام کہ اندوہ ہی مرتب ہے اس انسان کے سینے میں دل کا دل نہ ہو تو انسان کا دیگر مغزی عمل کا تصور ہے۔ اسی دل میں
قوم کو شاعر نصیب نہیں وہ قوم نہیں خاک کا قود ہے ایک اور مقام پر فرمایا ہے۔
وہ شعر کہ پیغامِ حیات لہک ہے یاغزِ جبریل ہے یا صحرِ لیل

یا جبریل

جز تیرے تہہ نہ جا میرے دست سے وہ شعر میں یہ ہے کہ کاسرود بڑی

انفردان اقبال کے ذہن ایک خاموشی جو یا شعوری، موسیقی پر یا بے تڑپ کی، اگر اس کا مقصد انسان کو بلند سے بلند کر کے تپا ہے تو یقیناً
وہ محو ہے اور اگر وہ انسان کی زندگی کا دہا میں حال ہے تو یقیناً مر رہا ہے۔

(۱۹۳۵ء)



حق کا سیدم ہے نور کوئی خیر اور میں یہ میرا سنا کر کس کو کافرا نہ کہنے
دل کہ محو نہ رہیں، یہ دل نہ دیر الہی، لفظ نہ میں، لفظ نہ کہل میں
چہرہ آشوب میں کیوں راج نواز تھی، ہنسی کا کان بجا رہی تھی سے کا رہی تھی
دہشتِ عشق میں نہ رہیں، صحتِ عدم ہے، کوئی میری تو آتہ حیرت میں اسرار میں
کتبتا شوقِ غار میں میری صحت کہ، اللہ اللہ! اپنی عشق کا گدہ اور میں
تبدیلے امی چسکے ایسے آواز کیوں، ایسا آواز بھی محو ہے، خدا رہنے
میرا تو میں ہے آئیں جانا حضور
کا فرشتہ کچھ دین کا لہ آواز جس

مکرم خیر:۔ گارہین

لیجئے یہ کہ وہ ایک نبی ہو سکتا ہے اور ایک سرکب ہو کہ یہ اسے ملے گا ہے۔ لیکن ایک الزام کے حق میں نہیں کہ اسے الزامات سے کوئی کیا ہے تو یہاں تک الزامات کی شخصیت کا سوال ہے اور اپنے اصل و قیام کی پیداوار ہونے کے باوجود اس کے جبر سے آزاد و باہر ہوتا ہے۔ اسے اپنا اصل اختیار نہیں کر سکتا بلکہ وہ خود اپنے اصل پر موثر ہوتا ہے وہ اصل کو اپنے ہر خطا کے عقب میں ڈھال کر اپنے حاکمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس پر اہم الزامات کا ایک فقہی طور ہے کہ اگر تہہ ہے کہ۔
 "انکشاف کی غیر شرفیت میں تمام کمال اپنے اصل و قیام کی کا تہہ ہے تو یہی بتایا جائے کہ
 نعم الزامات میں اصل و قیام کی غیر شرفیت یہ کسی کا اتہہ تھا۔
 علامہ موصوفی اس سر کو باغیچے میں دیکھ کر فرمایا۔

نمود ہا تو دس بار تو ازمانہ سستیز

اتہہ کا سرور میں عقیدہ و عقیدہ جو اہلیت کی دستری سے باہر ہے اس کا خودی جو اہلیت و ملکیت کی سرکب نہیں بلکہ وہ خود اس کا رب ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہر سرور الہم کا سب ہے مخلوق الہم کا رب نہیں۔ رب ہے مخلوق

ان تہہ الزامات ہے وہ الہام کا رب کیجئے ہو سکتا ہے وہ زمانے کے تحفظ کا مسلک کے لئے کا قدرت رکھتا ہے وہ خود زمانہ ہے کہ یہ صاف ہے انظر کتاب ہے وہ انظر انفاق کا تہہ اس کا تہہ ہے علم سابقہ کے انکار کا ملال کرنے والے کہ
 تہہ یہ کہ سرور ہونے میں کہ ان کی کیا ہے اپنے مخالفان کو سرور میں وہ پیش نظر ہو کر کہ یہ کہ اسے چنانچہ فرماتے ہیں
 "الفرق امیر نہیں فقیر ہے
 خودی نہی عزلی میں نام پیدا کر
 بیکہ راستہ میں اہلیت اور ملکیت کے سرور سے کہ یہ کہ اسے چنانچہ فرماتے ہیں۔



فطرت نے مجھے ہی جویم کوئی
 فنا کا ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں چونکہ

یاد اور نام میں اتہہ نے سرور میں کہ اسے نصف اتہہ سے تشبیہ دیا ہے۔ کیونکہ اس وقت سرور کا ذکر ہی ہو رہا ہے اور نہ
 "تہہ کہ آفاق ہوتا تھا اور یہاں خود کے دانے سے یہ وہ اتہہ تھا۔ کہ کہ سرور میں تمام انہ آفاق میں کہ نہیں دیکھتا بلکہ آفاق میں
 میں کہ ہو جاتا ہے۔ علامہ نے بھی خودی کے لئے کہ یہاں کہ خودی کی تہہ کہ ہے وہ ان کے انحصار سے کہ یہ سرور ہی
 فرماتے ہیں۔

یہ عالم نہ ہنگام ترک و زینت	یہ عالم کہ ہے زیر فراہ صحت
یہ عالم نہ بیت غلام چشم و گوش	جہاں زندگی ہے غفلت خود و غفلت
خود کی ہے یہ منزلہ آویں	صاف یہ قیام نہیں نہیں
بڑے جہاں کو و گراں توڑ کر	ہم زبان و زبان توڑ کر
خود ہی تعمیر ہوا جہاں اس کہ	زینت اس کی عید اس کا عید
ہر ایک غفلت غیرہ بقاء کا	غیرہ غفلت و غفلت کہ
یہ ہے مقصد کہ مشی روزگار	کہ غیری خودی نہی یہ ہو آشکار



تو ہے قاتلِ عالمِ غلب و زحمت تجھے کیا بتاؤں تری مرگ و زحمت

بھلے لوگوں کا تہیل ہے کہ اقبال کا مرد موسیٰ لطفے کے فوقِ بغیر سے مشابہ ہے جس لطفے کا فوقِ بغیر کا دانا گلوں کے
 دھوکوں میں نہ رہے کے بعد حضورِ مہتاب ہے اور سنا گا کہ یہ پھر لطفے کے فوقِ بغیر کا کہ گدازِ بناوٹا ہے لیکن جب لطفے سے پہنچا
 گیا کہ اللہ مسلسل پیدا و فنا کے پکڑ میں کیوں نہ گذار دے کرب و پا کو وہ فوقِ بغیر سے تہیل ہونے کے لئے مسلسل پیدا اور فنا ہو رہا
 ہے گویا لطفے کا دائرہِ مکر میں تھا کچھ تک پہنچ پاپا تھا۔ وہ دیکھو کہ یہ پاپا کو قاتلِ جانا کیا انسان کے اپنے اختیار میں ہے یا یہ
 اس کے متعلق حکیمِ اوست سے فرما یا تھا

اگر ہوتا وہ تیرا ب (رگ و سمنے میں) اقبال ہی کو جتنا مقام میر کا ہے

لیکن اقبال کا مرد موسیٰ تھا جس میں جاتا بکرا انا حقِ خدا و علی سے حقیقت ہو جاتا ہے اور طاقتِ انبیاءِ خداوندی
 سے توڑا جاتا ہے۔ اس کی کوئی اعزازات کا اگر دو تیار چھانڈ کر چلے لطفے ہے اور اس لئے حضرت علامہ غزالی کی مطافقت
 اور اس کی غور و ادب پر بندہ دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

کسے نہیں ہے تنائے سرورِ ی لیس خودی کا موت پر میں میں وہ سہو کا ہے
 اقبال کا مرد موسیٰ آئینے کی اندھا دھن صاف نہ پہچانے دیا کرتا ہے۔

آجی جوں مردانِ حق کو دے پا کا اللہ کے خیروں کو آنی جیسے رہا ہی
 ظاہر ہے کہ عرشِ نفس کے کوئی سرورِ ی کا حصول اُناتے اُناتے کے لئے غلامی کے مزاوت ہے
 فرماتے ہیں

خود کو نہ دسدیم دوزخ کے کوئی تھیں شعلہ دہستے شہر کے کوئی
 علامہ اقبال کا مرد موسیٰ مردِ خوش ہے۔



مردِ آزادِ دل و دلی خیر ی اگر دہندہ سلطانِ دیر
 چنانچہ مردِ خُرد کی طاعت میں فرماتے ہیں۔

مردِ آزاد پر آید وہ سبورو دروہا حقِ گرمِ داؤ پر رہے کیو نہ
 اور فرمادیا۔

آباد کا ہر لہر پہنچا امیرت حکوم کا ہر لفظ حقِ مرگہ معاہدات
 آزلو کا ازیشہ حقیقت سے حقرو حکوم کا ازیشہ گرفتارِ عواقبات

چنانچہ خودی کی نیلیم کے بعد حضرت علامہ اُناتے اُناتے کی اسیت و دلچسپی کرتے ہیں۔

باتھ ہے اللہ کا بیٹا موسیٰ کا تھا غالب دیکھا غریب کار کشا کا وہ ساز
 خاک و فوریِ جہادِ جندہ سوا صفا ہر وہ جہاد سے حق اس کا دل و لہجہ نیاز
 اس کی تیریِ خلیل، اس کے متعلق اس کی انداز و خواہ
 گرم دمِ کھٹکو گرم دمِ جستجو دیکھو یا جہم، پاک دل و پاک ساز

ہر سہ۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ کوئی معروف پہلے سے مقرر کیے ہوئے موضوعات اور مسائل میں بیان تک محدود کر کے رکھ دے۔ انہوں نے شخصیت پر جو زور دیا ہے اس کا دورے سماجی اصول میں لڑکار کے ایک جامِ جگر قرار دیا ہے، ایسے فن کے خیال میں فن کار سماجی اصول کے اقوال و تکلیف میں پاتا ہے اور ان سے تشکیل میں دیتا ہے۔

آئی اے وہ چہ نہ لے: جہنم کے قوائیہ کا جو تصور پیش کیا ہے اس میں ایک طرح کا پیچیدگی ہے، لیکن اقبال نے حسن اور قوت کے قوائیہ کا تصور پیش کیا ہے اس میں طرح و چہرہ کا خیال ہے چنانچہ ہیں۔ رچنے پونے کے نزدیک قوت کا تصور بدھ بنے ہوئی کسی شخصیت کے گمراہ سے زیادہ پیوستہ ہے کیونکہ ان قوتوں کا خیال ہی کہ ہے کم طاقت ہو، مگر کسی تجربہ کے قابلِ قدر بننے کے لئے صرف اس قدر کافی نہیں ہے، تجربہ کی ایک جزائی صفت بھی ہوتی ہے۔

اس صفت کی توضیح کرتے ہوئے اقبال نے حقیقت پسندانہ اور طبعیت پسندانہ نظریوں پر تنقید کی ہے۔ اس ضمن میں جو غلط سب سے اچھے ہے وہ قوت ہے، انہیں یہ بات پسند نہیں کہ مرثیہ پر مرثیہ کو زیر مرثیہ پر مرثیہ کا تشکیل دینے والا گھما جائے، کیونکہ جیسا انہوں نے کہا ہے اس کا مطلب قوت پر ہونے کا گمان ہے اس کا رد ہے برعکس اور قدرت کا مکمل اقتدار تسلیم کر لیا گیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ قوت قدرت کی قوت نہایت طاقت بڑھ کر ملے سے حاصل ہوتی ہے، مگر اس قدر طاقت کے مقابلے میں بے دست ہوا ہوتا ہے،

صحت اور زندگی سے مراد یہ ہے کہ جو شے موجود ہے اس کا ستا بڑا کیا جائے تاکہ مثال کے تحتی ہو سکے، اس کے علاوہ ہر چیز انقطاع اور صحت ہے انسان اور مخلوق دونوں مسلسل تخلیق ہیں کے ذریعہ زندہ رہتے ہیں، اقبال کہتے ہیں کہ فن کار کا اپنی خودی کی گہرائی میں مثال شے کو اپنے صفت کرنے کی کوشش کرنا چاہیے اور مادی حقیقت یا ظہور کو اس تجربہ میں خلاصت کرنے کی اہانت نہیں دینی چاہیے۔ جڑا فن کار وہ ہے جو اپنے دل میں اہانتا کر دے رکھتا ہو۔



گفتار کے قومی کے قادی
نفس بندہ، دستِ مازنی
نگار آلودہ، اندازِ انسرگ
طبیعتِ غریب، قسمتِ لازی!

ہریشاں کا رویہ آشفنا
ہریشاں تھری رنگیں فانی
کسبِ جی و صوفیہ ہوں قدحِ دل
غرضِ آئینہ کبھی سونہ ہوا

اقبالؒ

دہلی ۱۹۵۰ء

و غرض ہے ایک دوست سے کھڑا ہوں۔

آپ کے دل میں ایسا خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ بہت غریب ہے اور میں مالک ہو جو وہ غریب بنا رکھنے سے قاصر ہوں۔ اگر میں بھی مالک ہو یا غریب،
 آپ کے لیے جو چیزیں ہوتی ہیں وہ تو خدا کا فضلہ ہوتی ہیں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔

میرے دل میں ایک خاص خیال بھی ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔
 میرے دل میں ایک خاص خیال بھی ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔
 میرے دل میں ایک خاص خیال بھی ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔
 میرے دل میں ایک خاص خیال بھی ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔

۱۔ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرے نام میں ایک خط بھیج دیا ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔
 میرے دل میں ایک خاص خیال بھی ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔

۲۔ میرے دل میں ایک خاص خیال بھی ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔
 میرے دل میں ایک خاص خیال بھی ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔
 میرے دل میں ایک خاص خیال بھی ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔

۳۔ میرے دل میں ایک خاص خیال بھی ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔
 میرے دل میں ایک خاص خیال بھی ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔
 میرے دل میں ایک خاص خیال بھی ہے کہ اگر میں مالک ہوں تو میں انھیں بھلے سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے لیے کوئی نقصان نہیں۔



والسلام

آپ کا مقصد۔ کوئی بات

۱۰ اگست ۱۹۷۰ء

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
 دارالعلوم دیوبند کا سچا ترجمہ ہے۔

۱۔ محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
 دارالعلوم دیوبند کا سچا ترجمہ ہے۔

۲۔ محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
 دارالعلوم دیوبند کا سچا ترجمہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اقبال اور وحشی نائیڈو

عزیز شاہ قریشی

پہلی جنگ عظیم دنیا کو اپنی پیٹھ میں سے ہی جلی-سلی کی تباہ کاریاں نمودار پر شہید کسی کی فتح و شکست پر حکم نہیں لگا دیا جیسے تھا۔
کر اقبال کی زبان سے یہ شعر نکلا :

اقبال میرے نام کی تاثیر دیکھنا

میں جس کے ساتھ ہوں شاعر کی جیہٹ نکست

اس وقت تو اس شعر کا جو مفہوم مل گیا تھا وہ یوں ہے اسے شاعر نے نقل ہی کیا تھا جو گھر سے بیچے وقت گزارنا تھا، اقبال کا کیا پیدا ہوتا، لہذا آٹھ یا اس سال بیت ماننے کے بعد ہی اس قول کی صداقت میں کوئی شبہ نظر نہیں آتا کہ اقبال کا ساتھ میں پر بھی پڑ گیا، عداوت و انتقام کا کوئی حقیر اثر اسے ملنے نہ سکا، نہ ان کے ساتھ ان کے ساتھ نہ تھا۔ میں کو قربت نصیب ہو گئی، نہ عداوت ہو گئی اور میں کی اقبال نے تحریک کر کے ہوا، ابا بعد وہی، وہ شہرت کے ساتھ تو اس کا سماں پر بھی گیلد ہوا۔ اقبال اپنی ذات میں، انہیں سے ملنے والوں کو سمجھتا ہوں کہ ان کی یاد کے ساتھ کئی اور لوگوں کی یادیں وابستہ ہیں۔ اقبال کا ذکر جب بھی کرتا ہے، ان تمام لوگوں کی تصویر آنکھوں کے سامنے بھر جاتی ہے جو کئی وقت ہی اقبال سے ہم کلام ہونے پر آمیزش ہے۔ دام طیس میں نہ زندگی میں داخل ہونے، یہ سب ہستیاں فناء و فوج سامنے آنکھوں سے ہوتی ہیں۔ ایک میلہ سا لگ جاتا ہے اور وہی اقبال جو کچھ پڑھتا تھا، شہر میں، بچے کے دادا جیو تھائی کا گھر، کی ایک کتاب ان لوگوں کے ہجوم میں بھراؤں زبان حال سے یہ کہتا کہ انا دیکھا ہے۔

لئے دن کرتا تھا میں انہیں میں

یہاں اب میرے ماں وں اور بھی ہیں

آج بھی کہہ دیا ہی مام بے اقبال کا نام، وہاں پر آتے ہی کئی ایسے نام ذہن میں ابھر جاتے ہیں۔ ان میں کئی معروف و نامور شخصیات ہیں جن کی بعض ایسی ہی ہیں جو صرف اقبال سے نسبت کے پیش نظر نہ رہیں، وہ ان کی اپنی ذات میں کوئی ایسا دلکش اور مادیات نہیں کہ کوئی انہیں یاد کرے، میان ملی لکھ ہی کو کچھ اگر وہ اقبال کے خادم نہ ہوتے تو ان انہیں کب جانتا؟

سرسبز سبزی نائیڈو کا شمار ان شخصیتوں میں نہیں ہوتا جو اپنی شہرت و دنیا کے لئے کسی مہمان کی عزت کا ہوں۔ وہ خود ایک مشہور شاعر تھے۔ ان دونوں محصوروں کے مابین جو تعلق نہ تھا بلکہ یہ ان کی نوعیت ہی خاص ملتی اور تھا فنی تھی۔ اقبال سے سرکاری کی پہلی ملاقات ادبیت میں اس وقت ہوئی جب وہ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے انگلستان گئے ہوتے تھے اور کے بعد مراسم



میں حادثہ اس بقعہ دوسری اور اچانک ہے کہ کچھ عجب ہو گا اگرچہ اس کو کہتے ہیں کہ ہندو باہر نکل سکیں گے۔

دسمبر ۱۹۱۱ء میں اقبال نے اپنے چند نظمیں طبع کی گئیں جو کہ اس سال کی ہیں اور یہ بات بھی کوئی کہہ کر سزا جانی ناپید ہو گئی تھی۔

طبع کی گئی تھیں ان کو کہا: ”سوچو، زور و شامری کی تقدیر میں کوئی نہ ہو گا مگر ہندو یہ کہ سزا تین دن اقبال کے اشعار سے خوب خوب متاثر ہوئی تھی اور شاعر یہ کہ ان کی شاعری سے متاثر وہ بھی کئی تھیں۔“

سزا تین دن عرصہ کا ٹکڑا کی رہا اور یہی چند ساتھی کی آزادی کے بعد وہ سوچ رہے تھے کہ گورنمنٹی ہو گئی تھیں۔ اقبال مسلمان کی صفت نالی میں رہ کر مسلمانوں کی راہنمائی کا حق ادا کرتے رہے، تھیں یہ پاکستان کے خالق تھے لیکن سب ہی ان کو صرف علی دو حق کے رشتے میں سمجھتے تھے۔ دونوں پر مشتمل ایک دوسرے کے مخالف عقائد تھے چنانچہ ۱۹۱۰ء میں عجب سزا جانی نے اپنی نظموں کا مجموعہ ”The Dawn“ (دawn) (شکستہ پر) اقبال کی خدمت میں پیش کیا تو اقبال اس کے مطالعہ سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے اپنے آثار کا اظہار ذیل کے اشعار میں کیا ہے: ”اشعار اقبال کے کسی سوز و غم سے میں شامل نہیں رہے۔“ باقیات اقبال میں حضور کے گئے ہیں لیکن ان میں اقبال کا یہ تمام فن کیلچر ہی لکھتا ہے۔

درب انداختہ گل بدولہ ز گیس پر گزشت

و سب یہ طاعت و عزم نظر انست ادرا

شبنم و لاله گل اشک گل آلودش

گیت پر محنت غمخیزیں بگڑا نشت ادرا

غیر پر زنی گردہاں جلوہ گر شکست و رنگ

طائفہ نیست کہ پندار گر انست ادرا

اقبال سوجی کی عزت کرتے تھے اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگا جا سکتا ہے جو عجب مظہر میں شہرہ نے بیان کیا ہے۔ سال ۱۹۱۹ء تک یہ کہہ کر اور مولانا پرانہ میں مسرت ہو کر اقبال کی خدمت میں پہنچے اور عرض کر کے کہ سزا سزا جانی ناپید کی کہی کہ اقبال کی طبیعت اگرچہ سزا جانی میں اس کے استقبال کے لئے خود بخود کر گئے۔ سزا تین دن اور اقبال و دیگر بزرگان ملک میں آیا کرتے تھے اور عجب سزا جانی میں جانے کے لئے اجازت طلب ہوئی تو منع کرنے کے باوجود اقبال انہیں ہونٹ پر کھینچتے گئے اور انہیں اگر دیکھ سزا جانی ناپید کی تھیں کرتے رہے۔

سزا جانی کی قبال کے واقعہ شہرہ نے بیان کیا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں انگریزی تقریریں دوسری میں کہنے تکلف استحال کرتی تھیں۔ اقبال کی زندگی میں ان وقت سے ایک سال تک عجب اہل جہاد کو اپنے پہلے ”لوح اقبال“ میں ”یا تو سزا تین دن و عید آباد سے پھر تھیں۔“ اور یہ تقریریں اس میں شریک ہو گئیں لیکن انہوں نے ان کے ذریعے فکر سزا جانی نام رسالہ نکال دیا۔

میں اپنے بہترین دوست اقبال کو ہندوستان کی منشا تو انہیں کا عظیم ترین شاعر سمجھتی ہیں۔ اس شاعر کے زور و اور نڈی شریک کا نام ہے ہندوستانی قوم کے زبردست و ہر بات میں لگے۔

(۱۹۱۹ء)



عقل و جاہل ہوں، ایک ایسے دغا خانے کے نظریہ کی ضرورت ہے، جس کا غا پر خطر آدمی کی طرح مادی طور پر شگفتہ نظر آتا ہے لیکن اس کے اندر کچھ گہری ہول ہے ایک۔ بالکل کھٹا چاہتا ہوں اسی عقائد کی تلاش ہے پریشی جس کے کام پر مجھے دوسرا کام ہے وہ خود ہی ہل اٹھے ہماری قوم کے اکثر اصحاب فکر کے دماغوں کو کڑی کیفیت ہے۔

وہ کہہ رہا ہوتا چاہتے تھے کہ فاضل و شرف صاحب تشریف لے آئے اور ان بھی وہ سامنے میں مصروف ہی تھے کہ خواہاں اعلیٰ علم و تحقیق بھی آپہنچے دونوں نے کام شروع کیا تو اکثر صاحب سے اعتراض کیا گیا کہ کیا یہ ممکن تھا کہ باقی کچھ برائیوں پر بارگاہی نے تسلیم فرما دیا کہ حالت پہلے سے بدتر ہے، اور وقت ہمارے۔

فی الحال صاحب پر نالی دعا کا اثر کر کے لگے اور کہا کہ میں خدا کا توکل کرتا ہوں اور اللہ اللہ کر دیتا ہے، میں خدا کا مقصد بڑا شگفتہ انگ اور انہماک دیکھ کر قریباً میں ہمیشہ سے ان کا تکیہ کر رہا ہوں، لیکن یہ کہ ان کے آدھے برائیوں میں ایسے عناصر موجود ہیں کہ انہماک خود دست برد ہوا، اپنی خود پر سخت باب ضرور پڑ جاتا ہے، یہ کہ ان کے مزاج کی تکیا کو میں خوشگوار بتا دیتی ہوں، خدا جانتے ہے کہ وہ مرگے ہوا جہیز ہے زندہ رہنے کو ہی دہ ہے۔

اس پر وہ ایک گفت و فاش ہو گئے، نے میرے کہہ کر ہر گز نہیں اور (اے لے گئے یہ دیکھتے آج میں شہر مست ہو رہا ہوں، لیکن یہ صاحب اب غم جو تا نظر آتا ہے۔

یہ بات کچھ ایسے رنگ چلے میں ان کا کہہ کر میں سب کم کر دیکر رہ گئے۔ ان کا یہ یہ تو ہم کو لیکن وہ دوسرے میں کھوایا سب دیکھ رہا تھا اس کا انھوں میں اسکو جرات لے لی تھی کہا کرتا، وہ ہے کہ ان کا بات نہیں۔

فائل صاحب بیت لگے، نظیر چلے میں دیکر دیا ہے مسدود لکھتے کہ ۳۰ سال کا ساتھ ہے، ہمارے تکیہ ہوتا ہے۔
ہم اپنا پس منظر اس کے بعد میری قسمت، یہ ان کا دعائے کی کہنے ان کا کہنا تھا، تو کہتے ہیں میں نے میں تو جہان کو فائل صاحب کا بیٹا نہیں اپنا، یا لیکن میں لیجے ہوں کہ دعائے وہ عاجز قسمت نہ ہو سکے۔

ان کے جہان سے کہ ساتھ جہانوں کا لیجے تھا دوست، عزیز، عقیدت مند، بگڑاں تھے سب جہانوں کا کہنا ہے کہ لگے آگے جہان میں ہوا میں سے بہت جیسے ایک شخص بن کر رہا کہ آہستہ آہستہ تمام اٹھائے ہوا جہان تھا، آہستہ آہستہ کہہ اس کے منہ سے سنا تو بچا بچا لگو جاتی تھی۔

یہ وہی وہی شخص تو رہا تھا

دسمبر ۱۹۵۲ء



یہ خیال کہ اقبال قصوں کے جہان تھے اسلئے میں اسرارِ خودی کے پہلے پڑ گئے کہ شاعری کے بعد لغو پایا یا جبراً ایسے
 اختراع کی تھے جو میں ہماری زبان کے مشہور و معروف شاعر ماننے کے تہی کردہ تصورِ حیات پر غور و تحقیق سے اقبال نے اپنی اس رائے
 کا اہلِ دل کیا تھا کہ اگر اودی قیاداً شاعر بنے مٹی ہے تو خواہ اس کا نتیجہ مفید ہو یا مضار، خاک و دنیا کے علمِ شعرا میں سے ہیں۔ ڈاکٹر ایچ
 میر کا مضمون خاک و دنیا کے بارے میں اقبال کی اس رائے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتی ہیں: اقبال کے دس چھ میں ان کی عقیدہ کہ اصل وہ لکھنا
 ہے۔ مارے از روی حق باطل و بدیہی کا رنگ ادا، اسلام کے فلسفہ پر غور و فکر اور کجی رنگ پر اسامیہ کے شعور عرفی اسلام کے
 اجتماع اور عقیدہ و اصالتِ اہلِ ہند کے شعورِ پنجی کے نور پر لکھی گئی ہے۔ لہذا یہی خاطرِ اہلِ ہند میں میریت کو چکا تھا۔
 APRIL 1933-34

(34-35-36-37)

اقبال اور عربی ادب کے تصور و صفت اس دور پر بھی سترخی تھے۔ اقبال نے مکتبہ اہلِ ہند ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور
 کے مراد وہی ادب کے ذوق و مصافحے، دعا ہے وہی کہ قصوں کے جہانِ فراموشی میں حضورِ خدا تو اس کی بھی مسکن کو
 اعتراض نہیں ہو سکتا بلکہ وہی خدا کی اثرات کے تحت قصوں نے غفلت کا رنگ اختیار کیا اور خداوندِ تعالیٰ کے ہر وارث کو کہ کتنی
 عالم کے لئے ہے ساتھ کتنی نظر پر چلی کرنا ضروری ہو گیا، تو اقبال خود کو دیکھ کر اس کے علم و شعور کے بارے میں کہی (1934-35-36-37)

یہ بات بالکل درست ہے کہ اقبال نے خود کو دیکھ کر اس کے علم و شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور
 تھا اور اس نے اسلام کے خدا کا ایک نظریہ جس کی ہر ایک گشت و افادہ اہلِ ہند کا ہر قسم کا شعور تھا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تائید کرتا
 جائے اس لئے وہ ایک خاص اہلِ ہند پر ہر اہلِ فکر کو خدا کا جانبِ رجحان کرتے ہیں اور ان کے دماغ کے دوسرے ہر سو تو کے
 دماغ کو ہڈیاں کر کے ہیں۔ عربی قصوں کی فہم و شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور
 نے ہر قسم کا شعور کے اقبال اور عربی ادب کے شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور

اقبال نے ہر قسم کا شعور کے اقبال اور عربی ادب کے شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور
 طرقاتِ اجتماع (UNITARY EXPERIENCES) کے سکون کو چھوڑ کر دیکھنا آئے اور ان کی وہی ہے۔ یہی کہ اس کا شعور
 ہے تو اس کی یہ کہ اس کے شعور کے اقبال اور عربی ادب کے شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور
 نے دیکھنا آئے کہ اس کے شعور کے اقبال اور عربی ادب کے شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور
 اور اس کے شعور کے اقبال اور عربی ادب کے شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور
 ہر قسم کا شعور کے اقبال اور عربی ادب کے شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور
 انسانیت کے لئے ہر قسم کا شعور کے اقبال اور عربی ادب کے شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور

اس امر سے کہ اقبال کے دماغ کے شعور کے اقبال اور عربی ادب کے شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور
 اور اس کے شعور کے اقبال اور عربی ادب کے شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور
 ہر قسم کا شعور کے اقبال اور عربی ادب کے شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور
 انسانیت کے لئے ہر قسم کا شعور کے اقبال اور عربی ادب کے شعور کے بارے میں کہی کہ وہ ایک علمی اہتمام فکر کیا تھا کہ اگر شعور



میں قائم اور قوم کو انھیں دینے والے افراد کو اجیت دے گا مبادا حاصل کی ہے۔ لہذا انھوں نے اور اجماعی خودی کے موضوع پر اقبال کے
تاکید کے بغیر ایک قابل مسئلہ اور اس کی سوسائٹی کے قرائی تصور پر روشنی کی ہے۔

اقبال کے بعد طبیعت سے جو غلط فہم افکار جا سکتے ہیں۔ وہ اس قسم کے افسانہ پر مشتمل ہے۔ مثلاً حقیقت، شہادت اور
خود بخود خودی یا ماضیت یا قدرت کے تصور میں، خباثت ہے اور۔ اس قسم کے افسانہ کی حقیقت کے افکار کا ماضیت، خفی
ہے اور ایسے افسانہ کے افعال طبیعت اور ذاتوں میں ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کا شریک نہ ہو کر ایک حقیقی ہوتا ہے۔

اقبال کے یہ سب غلط فہم خیالات یا غلط فہم ہے جو ان کے افسانہ میں ہیں۔ اور اس طرح وہ، ان کی فکر اور خیالات میں، اتحاد و
جو ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ وہ غلط فہم افکار کے تصور کو کہہ سکتے ہیں اور ان کے لفظ سے آزاد ہے اقبال حق کی حقیقت کہتے ہوئے
پر واقعی انداز میں پہنچے ہیں۔ مثلاً کائنات میں ہر چیز کی حقیقت میں اس کے ساتھ ہے اور اس سے جذب اور غم ہونے کی علامتیں مراد
ہے۔ اس کی ماضیت میں غلط فہم افکار اور غلط فہم افکار کے حقیقی اور انہیں غور کرنے کے لئے اس کے غلط فہم افکار میں ہے۔
جو غلط فہم افکار ہیں کہ اس کی کائنات میں غلط فہم افکار ہیں اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
کی غلط فہم افکار کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
حق میں لڑائی کے لئے وہ غلط فہم افکار ہیں اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔

اقبال کے خیال کے ساتھ ہی وہ غلط فہم افکار ہیں اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
کی غلط فہم افکار ہیں اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
ماضیت کے لئے یہ غلط فہم افکار ہیں اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔



فکر اقبال کے اس تصور ہے۔ اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
حق اور خودی یا غلط فہم افکار ہیں اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
نوع پر ایک ہی نوع کی غلط فہم افکار ہیں اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
حقیت کو اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
وہاں جس نے اسے غلط فہم افکار میں لے لیا ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
دعا کا پہلے سے غلط فہم افکار ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔

اقبال کا یہ تصور ہے کہ اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
اور وہ اس سے غلط فہم افکار میں لے لیا ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
وہ اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔
جس سے غلط فہم افکار میں لے لیا ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔

اقبال کے یہ تصور ہے کہ اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہے۔



یہ کہ جس سے ایک حقیقت کو جزواً جزواً اخذ کرنا ہے اور دوسرا محض ایک شکل اس کے نزدیک وہاں عقل سے جزو کرنا ہے، ایک
 کو دینے عقل کا استعمال کرنا جس چیز سے تعویذ کا ضرورت ہوگا ہے، جسے فرقہ نے قلب کے نام سے بیان کیا ہے۔ اقبال
 وضاحت کرتے ہیں کہ قلب کوئی پارسلار حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ "حقیقت" کے ساتھ تیسرے ایک طریق کار ہے جس میں احساسات بھی
 اپنے نفسانی منہم میں کوئی کردار ادا نہیں کرتے اسے قلب کہہ دینا ذرا باوقیظانہ طور پر کیجیے کیونکہ یہ کرنے سے اپنی قدر اور طاقت
 میں کوئی کمی پیدا نہیں کرتا۔ اقبال کا دانتے ہے کہ یہ کیفیت حال کی دائمی ٹرڈر اسٹیکٹ طریقہ ہے تاہم نہیں کہ غیر عقلی یا
 صوفیانہ فلسفہ کے لیے بات و تجزیہ کر کے اقبال کے خیال میں مولانا دشتوہ کا اہم خصوصیات یہ ہیں نہ کہ اس وقت کا یہی تجربہ ہوسکتا ہے
 کوئی شخص دوسرا ایسا علم رکھتا ہے۔ اور بات کہ اقبال تجزیہ کا جنت۔ اور بات کہ اس ذات یکتا کے ساتھ قوی اتحاد ایک لڑ ہے
 بعد ازاں اس میں صوفی شخصیت پر چھا ہوا ہے اس کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس پر قابو پاتا ہے۔ اور بات کہ اس کا یہ کیا ہو سکتا
 کیونکہ یہ خیال دینا بارہا کے مقابلے میں محض کیفیت سے زیادہ مناسب ہے۔ اور بات کہ اس کے لیے بات تعویذی شکل میں مدد دینا ایک نہیں
 پہنچانے یا سیکھنے کیونکہ یہ جذبہ گندہ چیز تاں اس کا ماہر ہے اور بات کہ ایک مدت تاں ہی میں وقوع پذیر ہوتی ہے اس لئے
 نفسیہ زہاں کے طریقہ عقلی ہونے کا اس کا سہارا ہے بلکہ اس کا صعب نفسیہ زبان میں ممکنہ علم نہیں ہے کیونکہ ایک کیفیت ہے
 ہوا خدا کا ایک حقیق تاثر جو شے کے بعد اپنی برپائی ہے جو طرح کوئی شخص جس ادارہ یا تنظیم کے ذریعے حاصل کئے ہاں دلت
 علم میں لڑ لگا شہادت یا غیظوں سے دوچار ہو سکتا ہے اس طرح شیعہ اپنی صداقت کے باعث مسنونہ اور بات کا اظہار کر سکتا
 ہے جو صوفیانہ کیفیت میں آہستہ سے دہرا کر اور بات کے گہری کا باعث بن سکتا ہے۔ (دیکھو مکتبہ آف ڈیپٹیشن صفحہ ۱۱)



انہی میں جم مولانا کی تفسیریں دو اور اور اقبال سے بہت زیادہ مشابہت اور اپنے اندر کی تابی میں بار بار اس کے
 صوفیانہ خیال کرتے تھے۔ دلی خاں کے مدعا علیٰ مرثیہ تھے وہ اقبال کا شاہ میں میر کا مدعا علیٰ مرثیہ تھے۔ اقبال تو میر کی شعری تفسیر سے
 اتنی دلچسپی رکھتے تھے جسے مزید تقطیع و تجزیہ نے چھپا لیا تھا۔ عام طور پر ان کی شخصیت مولانا کے رفقاء نے اندر میں جم مولانا کی
 تاثیر کا اعتراف کر سکتا ہے۔ لیکن ہر حال میں عقلی طور پر وہ ان کی شخصیت کے اس کی تمام اشکال بہت قائل تھے ان کے لیے ایک مدعا علیٰ مرثیہ
 ہوا تھا قوم یا ملت کے مقدسے سے وہ ۱۹۰۷ء میں دہلی کے انجمن کے سالانہ جلسہ میں اس کا بیان کرتے کی صلاحت دیکھ کر وہ بھی ہندو
 فیت کی حامی نہیں ہے۔ اگر ۱۹۰۷ء کے قلب پر کوئی نقش چھوڑا ہے تو اس کی شاعریوں کو خدا ہی مولانا کوئی شاعر نہ کہ چاہتے تھے
 کہو جس سالانہ کا مقصد اپنے کے حقوق کو قائم رکھنا تھا، یہ خدا فیت کی لڑائی اور اس کے لئے لڑائی تھی۔ لیکن
 اقبال کے خیال میں اس کے ایک پیروں و مددگار تھے کہ یہ قدر مولانا دلی دعوای مزمل چل سکتے تھے کے لئے کرکھ دینا یا بار بار اس کے
 ایک جہالت میں تھا اور ان تمام کی عقلیں کی تکرار و تکرار میں کو انجام انفرادی شخصیت کی تھا۔ اور نہ کہ ان کی موت کو یا تمام آہ ہے
 اقبال انسانی کے ایک مغز شخصیت کے اعتبار سے اپنے لئے لہرو اور اس میں ان کو ان کی توانیہ پڑے ہوا اسے ناز و نیاز
 کی آرزو کیلئے کہ وہ وہ چاہتے ہیں تاہم وہ اپنے آپ میں ان کو ان کی خواہش اور اس کے کہ ایک اور اس طرح ایک چیز کی کائنات
 اس کی تباہی کو تو غیر زیادہ کی تفسیر میں اس کا شریک کار اور شریک تخلیق بن گئے۔

(ایک طبعی شخصیت کا عقاب)

پروفیسر

اقبال اور فریاد
تھرت اللہ شہاب

[illegible][illegible]

اس کے علاوہ میرے خاص گھر میں دفن ہیں۔ اے افسوس! وہ لوگ کافر و کفریت ملتے ہیں۔ اگر ان صاحب کی کوششیں ہمارے ہونے کو
جب آپ کی نسبت جلد میرے کام کو پاکستان سے ہجرت کی سعادت نصیب ہو جائے۔ یہ وہ مشق ہوگی کہ اگر آپ مجھے اپنی خود در خواست
کیسے آگے میرے ساتھ لے آئیں گے۔ ان کے ساتھ میرے کام کو یہ وہ سبب مل سکتا ہے کہ میرے نصیب اور اصل صحیح قریبے کوئی نہ رہا آپ میری خاطر
میں کہ اس سبب کے لئے چلنا کہ وہ جانے کو تیار رہا ہے۔ بالکل ایک فیصلہ ہے کہ جو سبب تو مشکل دھمک دھمکے تو مشکل لیکن اگر کوئی اور
میں جو وہ اس کی برکت سے یہ کہہ سکتا تھا، تو ہم ضرور ہم سبب دہا دہا ہوتے ہیں۔ مجھے خدا نے صفت میرے آپ کا کیا بھی سمجھتے تھے کہ ان
لے کہ اگر میرے کی صفت نصیب ہوگی۔

آپوں کا دستور تھا کہ وہ غلو کا نام نہ لیں بلکہ غلہ کی طرح ہی سمجھتے تھے اور وہ میری ہی کا ذوق نظر بکھڑا کرنا اور ان کے غصوں اور قہار کے شعلوں سے



تقریباً چھ ماہ پہلے، جب چنانچہ جب یہ معمول ہو گیا ہے کہ وہ سر کسی صاحب نے گفتگو کا لڑیل لگا دیا کہ ایک مذہب میں حضرت علامہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ دوسرا اس کے بارے میں حال اس کی دوسری فرہانچ پڑھیں ہوئے لگا، اپنے مرنے کا غائب بھی بہت عرصہ تھے کہ وہ دن والے بڑے بے حیا ہیں، ان کے ذاتی امور بھی غفلتوں تک کو اٹھا کر بھاپ ڈالا لیکن جب میں نے اپنے غصہ کا محضر ان کے گوش گزار کیا تو وہ سکڑنے اور مڑنے لگے۔

”میں ان قابل فہم و دانا کو یہ کہتا ہوں کہ ان کے رسول پر بھی بے شمار داخلی تبدیلیاں ہو چکی ہیں اور کمرے سے پریشانی نہیں کیا وہ جملہ باتیں جیسے خاکائے رسول کو کہاں چھوڑتی، ان کے متینت و فراغت میں کھراگاہ، یہ سخت عداوت میں لکھ گئی۔

اب رہا ان کا نئے کا مسئلہ یہ ہم مری نہ لگ رہی ہیں شروع ہو گئی تھی، لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کے اندر جوئے لگنے لگا، ان کے ساتھ رہنے لگے ان کا نئے کے پرچہ سے ان کا ان کے سوا ہر چیز کا الگ الگ اہتمام ہوتا ہے، سیاست و فن و ادب میں ہر رسول اور تاجران کی ہر اپنی اپنی اپنی پالی گت ہوا ہے، سیاست داس و رسول، سارا تقریر پر کرتے ہیں کہ اندر میں اور محنت و اختیارات کام آئیں، صاحب علم و اختیارات متحرک کرنے پر توجہ دیتے ہیں، ادیب ایک دوسرے کی چٹائی، انھیں بے مشفق سمجھتے ہیں اور تاجر لوگ انھیں دیکھ کر سٹ کے ہائوسوں کی ملکوت میں دشمن بناتے ہیں، سرکار واد و دادوں میں لگے بڑے فتنے کے استبداد ہوتے ہیں اور فرنگی مولوں اور ایرانی قادیانوں پر انھیں متفقہ ہوتی ہیں، مقررہ پارکوں، اند باغیچوں کی جیسے کرتے ہیں، کھانے پینے کے خوشیوں کی پارٹیوں دیتے ہیں، کسی کسی مشاعرہ میں جوتے ہیں، اور میرے دیر پر مقررہ رسول کے دم قدم سے انم لڑائی اور قرآن کا رنگ بھی خوب بتا رہے ہیں، اس میں کبھی کبھی میں لگتی ہوں کہ یہ تو میری طرف کی مشغول ہوتے ہیں کہ انھیں خود کا اقبال ماننے آتا ہے، لیکن ان کا، لیکن چندہ کا اقبال ظاہر ہوتا ہے، لیکن چندہ تو ان کا، لیکن پھر سے عرصے کے اقبال کو کوئی خوش پرچہ نہ کر میں کے لئے میرے دیکھ کر ان کے غلاموں، سب دن کی پوشیدہ ہے، لیکن، میرے ان پرچہ شہ کا ناز و مری غصہ، حال میں کا ان کا، نا اہلیگی، مری آمد و مری شہیدی، مری بیوقوفی، مری، بیشتر پیشہ بہ قمر و مری نہیں۔

اگرچہ عالم اور میں ان کا نئے کے ماننے کا رواج نہیں، لیکن رضوان کی مہربانی سے اس روز میں سب کو بعض مقررہ دعا ہوتی ہے معلوم نہیں آپ کے دل کی کو شعور ہے؟

(۱۵ اگست، ۱۹۵۵ء)

علامہ اقبال ایک نظریاتی شاعر

میرزا محمد منور



اقبال نے اردو شاعری میں منفرد اور منفرد بنائی کیلئے کہ بے حد فروغ دیا۔ اس سے قبل مرزا غالب پر علم پاک جو کہ انشا پر اپنے ہر لکھنے سے شمس کے ذریعے ایک دل انشوی اور غریب آدمی نے خزانہ کر چکے تھے مگر قوت ہے کہ اس سے کا بیڑہ مصداقی سہلی ماوریت اور سہولت کے بارے میں یہ فیضانِ علم پر خشتی تھا۔ آخری اور شہرت کا بیڑہ عام نہیں، جہاں تک کہ بیڑہ دہلی اور نقول کی الفاظ کا کار کا تحقق ہے۔ نثر کا باب اپنی عمر لکھ ڈالنا بیٹے کے تھے حضرت اکبر آبادی کے غزلوں میں لڑائی اور اسلامی مضامین تحریر کئے اور مشکلات و سہولیات میں اپنی نام افسانوں نے اپنے اندر کے کچھ سے رنگ رنگ کو کر لی نظم اور مضبوطی کے تحت حکومت سے کیا صورت میں مرزا تب کے محنت و تھکے، حالانکہ کبھی اور ناگزیر کے ہی کیسے سے سبب کا انقباض کیا اور انیس سے دو سو سو کا کچھ ہی کہ جو سوت کھانے سے بکھڑ ہوئی اور حضرت علامہ کے ان خوبصورتوں سے تعلق ہی ان کے ہاتھ لگنے خزانہ سے پاؤں۔

بظاہر فلسفہ ایک طے کرنا سوچنا ہے مگر فکر شاعر کا کہ تو یہ ہے کہ جس سوچ کا کہ اپنے دل و دگر لکھنے میں پھانے وہ جب شعرا کی فکر اختیار کرتے تو غزل لکھتے ہیں جاتے حضرت علامہ نے فلسفہ اور فکر میں غریبیت پیدا کی۔ شاعر فلسفہ کی تادی رہا۔ جب فلسفہ لکھنے لگا تو وہ فلسفہ کو دیا، اور وہ تو دہلی اور دہلی کی گیت میں اپنی سوچ کا کہ اس میں دلی فکر لکھنے کی توت ہے کہ اسے جو سبب جان پر دیا، جانا فکر کے سوز و دل و دلوں کی فکر کے شمس آواز لکھ اور رنگ ایک جی کی یہ تصویر ہے غزل حضرت علامہ سے

پیدا کیا ہاں ہے لفظ نے میں سرور سے اصل اس کے لئے نواز گول ہے کہ چاہے

لیکن علامہ کے فکر کی وقت کے ساتھ ساتھ ان کا اور فکر اور ان کا بنایا یا ان کا بنایا تھا۔ ان کے شاعری کا انداز بہت بلند ہے۔ یہاں ان کا بنایا تھا کہ میں کیم علم اس میں سے کوئی ایسا فلسفہ اور بلند پایہ تھا کہ کسی بڑے دانش مند کی پہچان لکھا جا سکتی بلکہ یہ تو یہاں تک کہنے کی جسارت کا ان کا کہ کہنے کو تیار ہوں کہ حضرت علامہ نے میر تقی میر، بلکہ میر تقی میر کے سب سے سب سے شاعر کی فکر میں قیامت ڈھانے لگے۔ یہ ان کے مقابل حضرت علامہ کے فکر میں وہاں اس وقت پر واجب تھا کہ ان کا بنایا تھا۔ اس وقت میں تقریباً تیس برس تھے اور حقیقت شام نے جو حضرت علامہ کا شہرہ لایا تھا ہے اس وقت وہ دہلی کا قزوین کا سب سے تقریباً تیس برس کے تھے مگر علم حاصل کرنے میں دنیا میں ایسے دستوں میں شاعر ہو گئے، جس میں ایک ہی کی طرف سے اس کے سب سے ایک ہی گروہ و نثر شاعری میں ان کا بنایا تھا۔ یہاں پر ان کے فلسفہ سے دیکھیں تو حضرت علامہ کا بنایا تھا کہ میں نے کہا کہ ان کی فکر دلی شاعری جو ان کے ہاتھ میں لکھ کر کے دہلی دہلی میں نظر ہو تو حضرت علامہ کا مقام میں نہیں ہوتا تھا ہے۔ ان کا کافی ہاتھ پڑا تھا جس میں ایک ہی کے ایک ہی فکر کے ساتھ لکھتے اور جاتے ہیں۔ آ رہا ہے کہ یہ تان لکھتے ہیں کہ ان کے فکر میں ایک ہی لکھتے ہیں یا جاتا۔

بچے ہی کبھی گزشتہ دکان کا تھا مٹری
 اُن دوست نے بھونا ہوا تیرا اے بچا
 یہ لالہ تو دانا نہ مٹری کے جو دیکھا
 اسے مرنگ چہارہ دریا تو بہا تو
 انہوں میں اس شخص کو نہ پایا نہ ہوا تو
 تقدیر کے نام کا یہ لکھا ہے اٹل سے
 پہل بھول پھر کرنا تھا ہمیشہ گذشتہ اوقات
 شاید کہ وہ شاعر کا شعر ہے جو ہے
 کہنے کا وہ صاحب غزلوں و دیوانوں
 آفرود گز کیا ہے نہ ہے جس کے مکانات
 دیکھے نہ تیرا کہ کے نظریات کا دلالت
 ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگہ مصداقت !

گزشتہ سال یہ تھا کہ سوز و غم سے ادا دل کو مٹری کا کیا ہے جب تک کہ وہ کوئی دکان نہ دے جہاں تک خاص
 وزوئے انہیں دیا وہ نے مٹری کو جو مٹری کا بھی پناہ نہ تھا۔ روز سے جو رکھ رہا تھا، دکان تو بھی بیابانوں کی جارہی
 تھی۔ دکان کو چھوڑ کر اس دور کے جرم سے ہم کو کھینچ کر لے گئے تھے۔ اس میں کہ کے ہاں مٹری
 وہ تھے غلام اور غلامی کے باعث اپنے حق کے شعور سے اور اپنے حقوق و اختیارات سے محروم تھے چنانچہ غلام اقبال کو شہید
 فرود سے محسوس ہوا اس امر کو کہ مسلمان کا خدا غلام کی ہڈی پر وہ خود کو جہاں پائے تو کچھ باتیں ہلائی و امور اس کو نہ نظر کے ارد گرد بولنے
 دیکھتے ہی مٹری کی طرح اٹل نہ تھا کہ وہ بولے۔

نہاں سے نہ ہوا تو کسی پانی سے پیدا کیا پھر وہاں میں ایک قسم ان کا ہے جو بیٹ کے لئے جیسے ہی ان میں ایک
 قسم ان کو کرتی ہے جو وہ پاؤں پر چلتے ہیں انھیں یہ کہ تا ہے جہاں کہ جانتے ہے اور انھیں ہر شے پر کافی قدرت رکھتا

ہے ۱۱ (۱۱۵۵۵۵)

اگر یہ کہہ کر میں غلامی کو نہ دیکھتا ہے جہاں وہ دکان کے ایک لڑکا وہ بتاتی ہے جو وہ پاؤں پر چلتے ہیں۔ مرغا اور پرندے سے
 بھی وہ پاؤں پر چلتے ہیں لیکن اصل اس میں جہاں وہ پاؤں پر چلتے ہیں۔ وہ تو بڑا انسان ہے۔ اس سے وہ چیز چلا کر
 خدا کے نزدیک انہوں نے پیدا نہیں کی کہ وہ جیستہ پھر ایک بیوی کی ہے۔ مٹری وہ پاؤں پر چلتی کوئی انسان نہیں ہے۔ اگر
 انہیں بات نہ کہ تو پھر مٹری وہ کوئی بندہ وہ پاؤں پر چلتا یا رکھے وہ پاؤں پر چلتے کہ تا وہ دیکھے تھے وہ آدمی ہی شعور کہ
 دیا جاتا۔ اگر ایسا نہیں کرتا ہی مٹری وہ دکان کے باہر میں اس لڑکے کو کہ تا وہ جہاں ہے۔

۱۲ (۱۱۵۵۵۵) وہ انسان ہیں جو سوچا ہو جس سے عاری اور گنگے اور میرے جیسے ۱۳ : ۱۴

اس شخص کے نام نہیں جیتے۔ نام کا باعث ہیں کہ سب کام کہ بات نہیں سنے وہیں خدا نے یہ نہیں فرما دیا کہ رنگ بدرنگ جہاں
 ہے یا شہر یا جہتا یا سانپ یا کوندہ درج یا کوندہ ہے۔ نہیں بلکہ وہ آدمی جو کوندہ یا شہر ہے جسے اسے وہاں پہلے عقل ہوا
 تھا کہ ہے۔ اس لیے وہاں وہ حاصل کے وہ ہے جسے محروم ہو اور وہی ہے آقا نے تو اس کی انسانی صلاحیتیں جس وقت کہ وہ بڑے
 کرنے پر قادر ہو۔ میرا کہ وہ صلاحیتوں سے محروم ہیں۔ یہ انسان ہی ہیں جہاں ان کو ان کے سروں کے سینا اور جہتا ہے ان کی ہی ہیں جو
 اپنی توانا کا پلوں پر انیم ہر ساتا ہے۔

واجب سے کہ آدمی کا وہ بندہ نہیں جس کے حیوانی جبلتوں کے ساتھ رہتا ہے اس کا علم یہ وہ جہاں نہ پاؤں جہتا ہے اور
 انسان کہ عقل ہوا اس کے شعور کو نہ کہ ہے اور وہ آدمی اس کی نہ نہ پناہ تا وہ پہلے کہ اسے توانا سے قیادہ ہے نہ وہاں نہ پناہ



ایشیوں کو گیارہ پہلے کر اور اعلیٰ آسمان کے اس کا پردہ مل گیا ہے۔

آدمی اپنا طاق خود نہیں۔ وہ اپنی ذات سے خود اپنی دانش و عقل کے سہارے آگاہ ہونے پر قادر نہیں۔ لہذا لازم تھا کہ وہ اللہ جل جلالہ کے ساتھ اور اس کے مقابل خود کو خالص آدمی اپنی دانش اور اپنے تجزیہ کار شعور کی نگاہ سے بنے معجزی کے باطن آگاہ تک خود یہ بعد جس کو ممکن کر اس کے لئے خیر کیا ہے۔ اور شر ہے۔ بقول حضرت علامہ۔

آدمی اندر جہانِ ظہر و شہر
کم مٹنا نہ تلخ خود را از غم را !
اور وہ دنیا کی صفات کو ہر دیکھا گیا ہے۔

اپنی حکمت کے غم و پیچ میں ایسا
آگاہ تک نیمہ فلق و ضرر کو نہ سکے !
جی نے سورج کی شعاعوں کو گزرتا کیا
نور کی شب تاب کی سحر کو نہ سکے

حضرت آدمی کی توحید کے لئے اعلیٰ خداوندی اور پھر اس اور مرنے اور حیرت جبرانی کی قوت کے مقابل جلیل نفس کو کمال ضروری ہے۔ پہلے وہ بطور اپنے اندر اور جستجو پر کرنے کے دائرہ ہو سکتا ہے جس کو اگر حقہ تاخیر نہ ہو۔ کا منصب صفا کو سے اعلیٰ صفت خداوندی کا منصب ہوا خدا کے نال کو وہ احکام کا دنیا کا اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی، جلیل نفس کے ساتھ جبر و مقتضی کے ساتھ۔ تاکہ اپنی مصطفیٰ کے مطابق بسر کرنا حق بات، و جزو طبیعت ہی جائے۔ جب آدمی کوئی رنگ میں سیرت نبوی کی پیروی نہ کرے۔ رنگ جائے تو گویا اس کے لئے اصول و آدیت کا کوئی پتہ پیدا ہو گیا۔ بقول حضرت علامہ۔

مقامِ توحید، اگر خواہی درمی دیر
بقی دل بند و نام مصطفیٰ درو

اسی حقیقت کو دوسری گج علامہ نے ذرا زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ احکام خداوندی کی اطاعت کے باطن ہی انسان کی ادنیٰ شے ہونے کا نام اس کی اس کے فرائض و حقوق اور اختیارات سے آگاہ کر سکتی ہے اور انی علی پر رہ کر آدمی کو اس مقام پر لے کر لے اپنے گناہ کی بنائے بنائے کے ساتھ حق و مرجع معلوم میں پناہ و روحانی مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے اس کے لئے قصویٰ کیا ہے اس لئے آخر مصطفیٰ کے مطابق چلنے سے گھبراتا غلط اس آئین کی تعلیم بخدا سے آدمی کی تربیت ناقص رہ جاتی ہے۔

وہ اعلیٰ کوئی اسے غفلت بخشا
بی خود از جبر پسند اختیار

شکوہ سزا سننے
از خود مصطفیٰ بیرون غم

ایک خدا کے لئے اور ایک سیرت کو گزری اور سہاری نقطہ تاج سے مجاز الیہ ایک رنگ و ہم مزاج ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی پر دانش و ایمان ہو تو پھر چند ہی وقت کا پیرا بہن محرومی بکریا دی ہے۔ پھر رنگ شل اور زبان و جزو کے تعصبات کے لئے جگہ پائی ہیں۔ یہی پھر حضرت جان بستی کو وہ مقام حاصل ہو سکتا ہے کہ سرور ان فرطی مشعل قریش عقاب سید عالم لکھنؤ حضرت علامہ غازی کو اس باب میں سے تھے آخر کا وہ جو حاصل ہو وہ وہ وہی علامہ حسن علی۔ حضرت وہ سب سے اہم و کم نہ ہو یا وہ۔ لہذا اگر اہل اسلام دعا کا۔ شہر غازی ان سے اور حضرت علیؓ کے لئے نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک۔ اور اصل ہادی ہی ہو گا کہ پیشو کلہ طبع کا پیشو ہے۔ ان کا سہو ایک ہے۔ ان کا بیوت ایک ہے۔ بقول علامہ۔



فریشتہ عارفان واپس لڑی شروع

اصول اذنیہ العرفی شروع

زمین جہت یا ایک دگر چوست ایم

دل یا محبوب جہادی بہت ایم

سب کا رہے کو ہر جگہ مشغول یا ہر جگہ تہل یا جہول نہائی امت کے رشتہ کو ہی پر خفا ملاقات اور دیگر حد عرض نہ تھا اصول کو ترجیح دیتا ہے وہ اہل باب اور اہل لہجہ کی دروج کا ملک ہے، وہ فقط کچھ نہیں کہ امت کا وصیت و ہم آہنگی میں خود ڈالتا ہے وہ اگر وہی اور اس کے نزدیک دوسرے لوگ ہی میدان اسلحہ سے ابھر رہے تھے۔

ہرگز اور دینہ اظیم و جہت سے بے ہر انداز کم بلکہ نامور است

خود کے باب میں دوسرے ایم بات ہے خودی ہے۔

ظاہر ہے کہ فوک کی آئی کا ملک جو کہیں بھی اخلاقی کا پیکر ہو، کچھ بگاڑ دیا ہو، بند ہو۔ اس کا جہر آدمیت موسیقی ہی میں ابھر رہا ہے، وہیں اس کا ہر کسی کو ملنا عام پائے کا تو تھا تھا ہے۔ وہی وہ دوسروں کے حق کی پاسداری، انجیل کو مکتا ہے اور وہی وہ ان کے خضر کی آبا سدا کے مکتا ہے گویا فوک کی پرورش کا وہ معاشرہ ہے، اور جہت انسانیت کی راہ میں ہے، لہذا وہ جہت کی اسلام ہی کو اپنی گھاٹی نہیں۔

فوک بھی تعلیم خودی لائق ہے اس خطہ نام خود سے ڈرتے گھر رہا

ہاں تعلیم کے لئے روحانی تربیت کے لئے یا جو کچھ چاہو اس کو جڑو چاہ جائے لیکن ڈاکٹریٹ کرنے کے لئے ایک خودی صحت کے لئے غفلت میں پڑے جانا یا سکول دوسری بات ہے مگر اہم یہی ماننا، سادہ و سخی اختیار کر لینا، تنہا سوسہ دار لینا غلط ہے، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ آدمی کی شخصیت معاشرے کی میں کئی کئی تہی ہے اور ہر افراد کی قوت اور کاروائی کے باعث معاشرے کی بہتری اور جمود بھی آتی ہے، بقول حضرت علامہ۔

خود ہی تیرے ترقیت احرام

فرد تا اندر کا صحت کم شروع

و قطرہ وسعت طلب سے مراد ہی آدمی کی معنوی اور روحانی وسعتیں ہیں، جی کی وسعت بے گراں ہے خودی کا ظاہر اور ہے، اس کا باطن خیر خود ہے، بقول حضرت بیوٹ کا۔

بیا علی محیط دینہ ظاہر نے

واقع ہے کہ تربیت کے احکام معاشرے کا میں غلط ہو سکتے ہیں اور اس معاشرے میں جو آزاد ہو، غلامی میں انفرادی روح سکون پاتی ہے اور معاشرہ کی جگہ وہ آقاؤں کے نفقہ میں ہوتے ہیں اور لالہ ہیں، ان کی شخصیتیں پروٹو پیاب نہیں ہو پاتی لہذا ہمارے دل کا واسطی قابل اعتبار نہ ہائی ہے اور حلال کی بصیرت، اشتیاق کے طور پر کوئی فرد یا چند افراد روچا آواز کے ملک ہیں تو ان کو ہر چیز اور شکر۔

جمود کا کہیں ہو سکتے غلاموں کی بصیرت پر

علوم کی زندگی حضرت علامہ کے نزدیک اسی مردے کے زندہ کی ہے جو موت آئے سے پیچھے چکر گیا ہو۔ جو زندہ ہی مژدوں میں شامل ہو، جو شخصیت میں سانس لینے والا مردہ ہو، ایسے شخص کا، پنا کوئی زندہ یا ٹیٹ (T.E) کہہ سکتا ہو جس نے



اس کی صورت میں کرم کے رکھ دینی ہے وہ جملہ برے کاموں کو بائیں ہٹاتا ہے۔

گور فوق و بیش ما دانستہ ترش مرده بے مرگ و نفس خود بدوش

حضرت علامہ آزاد کی یہ کونڈنگ جانتے ہیں۔ مگر واقع ہے کہ اس سے ماوراء آقا دی مراد نہیں، نہ مراد ہے کہ کوئی جو چاہے کرے، انہیں جو چاہے کرے کہ ان کی آزادی و مشقت و بربریت کا دوسرا نام ہے وہ انفرادی اور اجتماعی پیچیدگی ہے آزادی کا مطلب حضرت علامہ کے یہاں ہے احکام خداوندی کی تعمیل، قرآن احکام و لہائی کے مطابق یوں چلنا کہ صاحب ایسا مضبوط قرآن کا پرتو نظر آئے۔

یہ ماز بھی کو جنس معلوم کر مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

یہ کہ حضرت انور و دانش کے بقول۔

۱۰ اکا بیکان یزداد و تعلق "ایمان گفتار" میں ہے۔ آزادی لہا اپنے مقصود کی طرف سے خالق برقرائیں کا مادی وجہ ظہر پانے کی تیار کر کے لگ جاتا ہے اور غفلت کی علت و راز ہو جلتے تو آزادی کی اپنی ہی میں انفرادی و اجتماعی ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے کوئی کمالی کا خیال جاری ہو جاتا ہے۔ جو ان کی وقت تک اور کی طرف توجہ ہی جاتی ہے جب تک اس میں کوئی کاندہ ہو جاتا ہے۔ اس کی کوئی ہی نہ تاثر و راز ہو۔ جو ان کی نگاہ کو آنے لگتی ہے۔ وہ میں ہی پہنچ پہنچ لگتی ہیں۔ میں ہی جاتی۔ لگ لگتی ہیں۔ میں ہی اس کا پیچھے کی جانب سفر شروع جاتا ہے۔ یہ حال اولہ کا ہوتا ہے۔ اور ایسا کہ جانب سے خاص ہو تو اس کے وجہ کو دوسرا پہنچ لگتی ہیں۔ میں ہی اس کے لئے کہتا ہے اور ان کی کی جانب سفر شروع جاتا ہے۔ پہلے جو ان کی درجہ آتا ہے، پھر پائی اور پھر خاک، پھر خاک خاک میں ل جاتی ہے۔ اس لئے ایمان کی تہنیں کا سیارہ دور دراز کا۔ میں چاہتا ہے قبول حضرت علامہ۔

نہ ہو غلبہ مشقتی قرین دینا نہیں باقی کہ میری زندگی کیو ہے یہی غلبہ مشقتی

بنا حضرت علامہ کی تعلیم ہی ہے کہ زندگی کی جانب منت و مشقت کا سلسلہ جاری دینا چاہئے اور ہر وہ چیز جو نا چاہئے کہ زندگی اگر اگلا دن گزرتے ہوئے دن کے برابر ہوا تو کو باقی کا مقصد نہیں ہو گیا۔ ضابطہ ہو گیا۔ یہ امر زندگی کے ہر کے نصیحت کا راز ہو جائے کہ علامت ہے،

اگر ہر وہ چیز تو تہنیں ہر وہی است بیک تو شروع زندگی نیست ۱۱

ہر وہ نہا خود ہی برقی تہنیں اللہ کے مولا شوق ۵ ہو طے

حضرت علامہ اسلام کے دوش سے آگاہ ہیں نیز یہ کہ الی اسلام احکام خداوندی کی روشنی میں ہر وقت سرگرم رہنے کے پابندی ہے۔ قرآن نے ۱۰ بائیکاٹ کا کلمات میں ہر شے خدا کے احکام کے حضور میں تسلیم نہیں کرتے۔ خدا کے احکام کی بجا آؤں میں مصروف ہے۔ ۱۰ ایک بات ہے کہ انفرادی کی تسبیح کو میں کہتے تسبیح کا ایک سلا سرگرمی میں ہی ہے۔ الی جو رنگ احکام کی جگہ میں جذب ہو کہ وہ مشقت الی الی اللہ کہہ دیتے ہیں۔ انہیں سلام ہو جاتا ہے کہ ان کو کلمات کی تہا ہے یہی قبول حضرت علامہ کا دم۔

نظم آتب و نظم باور و نظم کی بہت کوسر جو اس کی اپنی دل



عمل کو طوطا کھس تو ان کی ایک یا تین کمر میں آتا تھیں گی۔ برقیہ کا استقبال ایک وسیع بازار جنگلی کی پلٹ میں کرنے والی تھا۔

۱۵۱۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قورہ دہلا ہیرہ (۱۸۹۵ء) کا اصل مقصد سیاسی زیادہ کمزورات خود مختصات کی خاطر، ستان کرنے کا تھا۔ پاکستان کسی مجیدہ پروگرام اور داخلی کام نہیں تھا۔ یہ باتیں تاریخی کی سچائی کو بھٹکتے کی ہیں اس ضمن میں جو کچھ اور لکھا گیا ہے۔ اگر سب سے واضح دیکھ جائے۔ اور اس کے ساتھ امریکی سامنے سے ہنگ پاکستان میں ہونی سیاست۔ ان کے لیے ۱۹۴۱ء میں ہی ایک سینیٹر مسٹر جیک تھا۔ ان کا وہی کی تحریک اپنی تمام تر زندگی نامے کے ساتھ جاسوس سامنے کا ہیرہ رکھتی ہے۔ اسی سلسلے میں دلاؤ جنگی کے پیدا ہونے کی سکائی اور ایک اعتراض ہے۔ اچھی صورت کو نظر انداز کرنا بھی مناسب نہ ہوگا۔ غارت جنگی کا یہ پہلو مسلمانوں کے حق میں اور بیت کو مستقل حد پر منسوب کر سکتا تھا۔ اور یہی حق مل کر ان کا مسئلہ ان کے پاس وہ ایسے آکا۔۔۔ کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے آزادی کی جانب سفر میں وہ ان کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ پاکستان پر غارتی سیاسی ملکوں میں جس دنیا کا ایک سنجیدہ سوال ہو گا کہ ہیرہ جھڑ تھا۔ اور اس کے ساتھ آدھی برقیہ کا وہ بھی مل رہا تھا۔ اور دوسرے یہ کہ ہیرہ جھڑ میں وسیع پیمانے پر غارت جنگی کے حالات بہا ہر جھڑ رہے تھے۔

حالات کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے کے لیے جی لاؤ ڈیول کی یادداشتوں کی طرف اشارہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ ان کا دیول ۱۹۳۳ء سے اپریل ۱۹۳۶ء کے دوران واسطے کے اور اگر دیکھ لیں تو اس کے سامنے سے قبل انہیں برقیہ میں پہلے تھا اور چند ستان چھوڑ دینے کی تحریک کا ان کا اصرار سیاست میں بہا ہر غوس کی بددعا تھا۔ دیول کی دہلاؤ شقیں اس لیے لگا دیا تھیں کہ ان کے ذریعے برقیہ کی سیاسی صورت حال کا ہیرہ دست چھڑتا ہے۔ وہ ایک بچہ اور ہیرہ انسانی کی حیثیت سے معاملات کا ہاتھ دیتا ہے۔ اور اپنے بچے کو اس کے ذمہ داری کے ساتھ دیتا ہے۔ جی لاؤ نے برقیہ میں اس کے چھوڑ دی تھیں۔ اسے اپنے ہر اقدام کی تاریخی ذمیت کا مکمل احساس ہے۔ اس اعتبار سے دیول کی یادداشتیں تاریخی اعتبار میں تاہم ان دیول افشوں کے ذریعے حالات کی جو صورت نامہ برآئی ہے۔ اس کی پہچان میں اسے بچے سے خود ہی ہے۔

۱۹۴۱ء کو ۱۹۴۰ء کو وزیر اعظم لٹل ڈیوڈ نے برقیہ کے نام فخر میں دیول کر کے لکھے۔

”..... جی اس امر کا انکار نہ کرنا چاہیے کہ جنگ ختم ہونے کے وقت ہیرہ ہی قوی قوت کے لیے

سب سے زیادہ نقصان دہ رہی ہوگا کہ ہم ہندوستان کے قسے کو کیسے حل کرتے ہیں؟ ہیرہ میں اور شقیں جیسے ہیرہ ہی قوت کا دوسرا طرف ہی شقیں پر ہوا۔ اگر ہم اس سے کوئی کرنا نہیں لایا یہ ہر گزے اور تھوڑے سے بڑا دھوکا اور شراقتی ہوا۔ تاہم باقی رہی گے۔ اگر نہ ہر کام خود ہی لاشعور سے ہر چیز نہیں ہوگا۔۔۔۔۔

ہم سنا نہیں تھیں ہیرہ میں پہلے میں قورہ کے پیچھے کتے تھے۔ اب ان ٹیٹوں کو دیکھ کر تاہم سب سے بڑی بات ہے۔ ہر سنا ہے کہ وہ پیچھے غار میں رہا۔ سنا ہے۔ یہ پیچھے کو مستقل غفلت کی ہے۔ مگر ان کی کادہ اور دہلاؤ میں حضور ہے اسے اس طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اگر اس قبوہ نے علی ہی میں ۱۹۴۱ء کا اس دوسرے کی تصدیق کی ہے۔

پچھلے کہنے میں ہی کوئی ایک نہیں کہ ہم ہندوستان کو قورہ کے ذریعے اب اور زیادہ دیر پہنچے تھے میں نہیں، بلکہ سنا ہے۔ ہندوستان کے باشندے ہندوستان کے مذہبی ستون کے سامنے جھک جاتیں، مگر ہندوستان کے ملک اس اقدام کی حفاظت حمایت نہیں کریں گے۔ ہندوستان دینا یہی چاہا اس میں کیا تاجہ کو سنا کی اور سب سے بڑی طاقت



کے مقابلے میں زیادہ شدید اور زیادہ منظم ہوگی۔

مجھے یقین ہے کہ کانگریس آئین نیشنل آرڈر کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرے گی اور اس طرح آئین آرڈر کا سوال بھی مٹا دیا اور ممکن ہے کہ یو ایس ایچ ایٹن کے ساتھ شامل ہو جائے۔ کانگریس کے سامنے اس وقت ایک ہی مقصد ہے کہ کسی نہ کسی طرح انگریزوں کو ملک سے باہر نکال دیا جائے کانگریسی رجسٹری اسٹیٹس کے ساتھ ہندو چین اور انڈیا نیشنل میں ہونے والے حالات و واقعات کا جائزہ لے رہے ہیں اور جو پیکر وہی دو نما ہوگا۔ چند نتائج کے حالات اس سے متاثر ہوتے بغیر نہیں رہیں گے۔

جب اس میں ذمہ داری نہیں رہا کہ خبردار اور پبلک (دو گانہ) ایک چاہتے ہیں پبلک نے کچھ دہ ہوتے کہہ دیے کہ ایکشنز کے بعد کانگریس خاموشی نہیں رہے گی۔ اور اس کا مقصد کوئی دہے گی کوکب بھارت کا ہی چاہتے اور کب آرڈر کے کانگریس فورسز اس مسئلے کے حل کا مطالبہ کرے گی۔ اور ایک دن کا تاخیر میں گورا نہیں کرے گی۔ خبردار انگریزوں کو کہنا ہے کہ انتقام کے لئے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔۔۔۔۔ میرے خیال میں اقتدار کی جدید صوبائی ایکشنز سے پہلے شروع نہیں ہوگی ایکشنز کے ذریعے کانگریس کو ملک گیر سطح پر منظم ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ لے اس امر کا بھی اندیشہ ہے کہ صوبائی ایکشنز کے ساتھ فرقہ وارانہ فسادات بھی شروع ہو جائیں گے اور ان کے نتیجے پر کچھ حکومت کے خلاف تحریک بھی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ سارا رویہ میں اس امر کا زیادہ شدید خطرہ ہے۔۔۔۔۔ میں ان حالات میں حکومت برصغیر کو غور کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ اگلے برس ۱۹۳۷ء کے سوچ بہار میں کانگریس اپنے اس تا کو ملے گا کہ شروع کر دے گی اور نظم و ضبط کو بے دلی کے ساتھ بھل کر دے گا۔ کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں سے اسٹارٹ ہوگا کہ کانگریس کے آگے جھک جائیں اور اس کی ساری شرطیں مانیں یا کانگریس کی تحریک کو یہی طاقت کے ساتھ پھیل دیں۔



کانگریس کا صرف ایک مطالبہ یہ کہ ہندوستان کو فوری طور پر آزاد کر دیا جائے اور حکومت کانگریس ہائی کمان کے ماتر کے ہوتے اور ان کے حوالے کر دی جاتے۔ ایک بڑے عرصے سے کانگریس کا یہی نفاذ ملکر رہا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ کانگریس ملکن آرڈر سے لگتی ہے یہی واقعی نہیں ہوگی۔ یہ ہے کہ کانگریس کا کئی سچا مان یا تو ہندوستان کو صرف ایک پارٹی کے قتلے کو ملے گا اور کوئی جادو نہ ہوگا اور یہ پاداشی ہے جو سوتیلی بیٹی کو ملنے کے بعد پھر کھا جاتی۔۔۔۔۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ کانگریس کے مفادات اچھے سے برقی طور پر منظم نہیں رہے اور یہ کام مقابلاً آسان رہے گا۔ ایسا کہنے سے سروکار کا سوال بھی بڑھ جائے گا۔۔۔۔۔ کیونکہ میں اور مل کے اسی بڑھادی افسر دلی ہو رہے ہیں۔ اور ہندوستانی افسر بھی گنگولی حالت میں ہیں۔۔۔۔۔

ان اعتبارات کے مطالعے سے بخوبی معلوم ہوگا کہ حالات کا وہاں کن واقعات کی طرف ہے اور اسى دباؤ کے پیش نظر انگریزوں کو تو بھروسہ موجود ہے کسی حرکت پر جو سرحد پر دہی ہے اور ان اپنے جہد کے اعتبار سے جس مقام تک کی ضمانت کو ملے اس میں حالات کی اصل حقیقت معلوم ہے۔ اور ان دایا ترکہ داخل صحبت والی کا گواہ ہے اور اس طرح اس کی گواہی جو بھارتی امریکا کی مستقبل کے خد خال نمایاں کرتے ہیں بڑی مدد دیتے ہیں۔ انگریز برقی تحریک سیاسی تقدیر پر اس طرح مادی

دہکائی نہیں دیتے ہیں طرزِ حد ۱۹۷۵ء کے بعد اور پہلی جنگِ عظیم کے خاتمے کے وقت تھے۔ ان کی حیثیت بے حد کمزور نظر آتی ہے اور برصغیر کے مذہب و موجودہ سیاسی و باقہ بنیویکے ٹکڑے بننے کے اثر کو مدلل کرتے دہکائی دیتے ہیں، واقعات کی منطقی کیا ہے؟ انگریزوں کی اپنی ہی حیثیت کیا ہے؟ اور اگر ہم نے دیکھے ہیں جو غیر کے سیاست میں حالات کی صورت کی جہاں؟ یہ سوال ہیں جو ۱۹۷۵ء کے اٹھتے پر پھیلے ہوتے دہکائی دیتے ہیں۔ ہماری تحریک کا وہی کا اقل اپنے طور پر جڑتا اور بھیتا غرض نظر آتا ہے مگر آسان باتوں کے درمیان جنگ کی خبر عام ہوتی سناٹی دیتی ہے۔ اور غلام علی کو پانچ برصغیر کے اقل پر نمایاں نظر آتا ہے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۷۵ء کو ریڈیو برصغیر کے سیاست و مذاکات کا جائزہ دیتے ہوئے جن امکانات کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ ہر اعتبار سے قابلِ توجہ ہیں۔۔۔ اس ضمنی میں اس اقتباس کو غور طلب ہے۔ دیول لکھتا ہے۔

” میرے خیال میں حالات اور واقعات کی صورت پھر جوں ہے کہ کانگریس ایکشن سے قبل حکومت کے ساتھ تعاون سے گریز کرے گی تاہم ایکشنوں کے دوران وہ اپنی پوزیشن کو مضبوط کرتی رہے گی۔۔۔ کانگریس کا اثر زیادہ مضبوط اور زیادہ ہو۔۔۔۔۔ کانگریس حکومت کے خلاف دلت مدد کو تیار کرے گی اور مسلم لیگ کے خلاف فرقہ وارانہ نسلی تعصب کو زیادہ فروغ دے گی۔ تاہم اپنی پوزیشن کو مضبوط اور بے حد مضبوط کرے گا۔ اس پر چاروں کو ملے گا تاہم میرا خیال ہے کہ کانگریس اپنی کوششوں کو لے کر حکومت کے ساتھ اس کا تعاون کم نہ ہو اور اس کا مقصد بھی بڑا ہو جائے گا۔“

ان امکانات کا ذکر کرتے چرتے دیول مسلم لیگ کا بھی تصور نام نہاد کر لیتا ہے۔ اس تاریخ کو دوسرے ہند کے نام پتھر ملے ہیں لکھنا ہے۔

جہاں تک پاکستان کے تناظر کا تعلق ہے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے کہ مسلم لیگ کے ساتھ اس سے موزوں برہانیت کی پہچان ہے۔ تاہم اگر مسلم لیگ اس مطالبے میں کسی قسم کی ہلک اور نرمی پیدا کرے گی تیار نہ ہو تو وہ جانتا تھا کہ اس کا کل کرنا ہے کہ اس صورت میں حکومت بڑھانے پر تیار نہ ہو کہ اس کے بعد انہیں یہ منظور کرنا ہوگا۔۔۔۔۔ تاہم یہ کہ پاکستان کے مذہب غالب غیر مسلم آبادی کا ٹھکانا بن جائے گا اس لیے پاکستان میں شامل صرف یہ فریب اور جھگڑا ہی کے سہ سے مدد ہندی کرنا چاہیے۔۔۔۔۔ یہیں صرف اور پھر پاکستان ہی ملے ہوئے گا کہ اس کی باتے غلط ایک جھکا۔۔۔۔۔ اور میرا خیال ہے کہ جہاں اس صورت حال میں کانگریس کے ساتھ ٹھکرہ کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور متحدہ ہندوستان کا حضور غمزدہ نہیں ہوگا۔“

اس ضمنی میں چند باتیں غور طلب ہیں کہ پاکستان کے جس جغرافیائی تقسیم کا اس اقتباس میں ذکر ہے وہی پاکستان کی صورت میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے لیے یہ بات کہ پاکستان ایک متحدہ موزوں کے طور پر اس سلسلے میں موجود نہیں تھا، اگر غور سے پاکستان کا جغرافیائی تقسیم جو دیول متحدہ ہندوستان کے تقسیم کی حمایت کے لیے تجویز کرتا ہے اس لیے اس کے اعتبار سے پاکستان کے مطالبے کی توجہ کو ملے، حکومت بڑھانے اس امید سے بہت پہلے پاکستان کے بدلے میں سنجیدگی اختیار کرتے دہکائی دیتی ہے۔ تاہم پاکستان کی مکمل صورت کے مطابق غلام علی کے امکانات کو بھی غور نہ نہیں کیا جا سکتا۔



ان واقعات سے یہ ایک اہم بات یہ واضح ہوتی ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو تسلیم کرنا خود ہی وحدت کو نبیاری و صفات تسلیم کرنے سے مستلزم ہے۔ اس واقعہ کو تسلیم کرنا خود پہنچنے والے اور ان کا تسلیم کرنے کے حقوق کے بارے میں کوئی بھی حق حراہ نہ ہوتا تھا، جو اسے بالکل ان کے جبراً کرنا اور ان کے مواضع میں دھکیلتا دیتا ہے۔ اس کے نتیجے کو ضرورتاً تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ اور اس کا مفقود مسئلہ ان کے کہہ سونے سے برتری تسلیم نہ کر کے جو حکم کو تسلیم کرنا تھا، جو بالکل غیر ہے یہ ہے کہ ان کو حق گفت و شنید کا رشتہ اس طریقے تک ایسا تھا جس کی اسلامانہ کے تمام اصولوں کے بارے میں کسی قسم کی کوئی حد نہ تھی نہ کسی قسم میں اس کو کوئی صورت حال کی کوئی نظر آتی ہے۔

۱۔ برقی فیروزہ انگریزوں کے چل جانے کا نتیجہ امر ۲۔ برقی فیروز کی دستور کا دستور پر اس کا نتیجہ امر کا انحصار ۳۔ برقی فیروز سے
ملازمہ جنگی کے شروع ہوا کہت ۴۔ مسلمانوں کی حیثیت ۔

اس صورتِ حال کے سامنے میں لائے جانے کے اس معاملے کا جائزہ فرما رہے ہیں جو اس نے برصغیر کے حالات پر مئی ۱۹۴۹ء میں مکہ اور مدینہ کے مسائل کی تعمیر برصغیر کے قبضہ شدہ علاقوں کی حالت کا جائزہ کرنے کے بعد دیوں تھیں۔

برقیہ کے مسائل پر کچھ ہونے کی صورت میں عرض کی ایک داستان باقی رہ جاتا ہے کہ ہم حاکم پوزند اور شہید استعمال کریں اور ملک میں داخلہ نہ کر دیں تاکہ ان کو کچھ جاکے ان کا پسینہ خوراک پر نہ پڑے۔ مگر یہودیہ خیال میں ہم باغی اور بھاری دستہ مار کر سر جو دیں گی۔ یہاں کوئی قدم نہیں اٹھائے اور خود حکومت برصغیر میں یہاں کرنے کے لئے تیار ہو گئی۔

[illegible][illegible]

اس اقتباس کو ۲۷ دسمبر ۱۹۴۷ء کے روزنامے کے ساتھ دکر پڑھنے سے دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ گورنر مسلم لیگ کے صدر کے متعلق اپنی اپنی جگہ ہے اور مستحکم ہے۔ اردن میں کسی ملک کا پیرا این بنیادی صداقتوں کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ دوسری کہ مسلمانوں کا معاملہ بالکل اشیاء فرما کر دیکھ کے ساتھ ساتھ مسلمان ملکوں کے حوالے سے بھی ہے۔ در قابل فوج ہے۔ مسلمان ملکوں کے ساتھ بھارت کے وابستہ طاقتوں کی دشمنی میں ہر قسم کے مسلمانوں کے معاملے کو نظر انداز کرنا۔ معاملہ نہ کے لیے ملکی دلچسپی نہیں دیتا۔ حالات کے بدلنے کی کیفیت پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کی حیثیت کو قریب اور آئینی حل کو اپنا منظر فرام کرتی ہے۔

۱۷ اگست ۱۹۴۷ء ایک سال کا دشمنی فطرت پر چڑھتا رہا۔ وکیل نے انگلٹ میں برطانوی حکومت کو چھریک یا بدداشت معاملہ کی میں ہیں اس کا وہی استدلال تھا۔ جو اہل کے اقتباس میں نظر آتا ہے تاہم برصغیر کی جبری کیفیت کو دیکھتے ہوئے ہندو اشیاء اور مسلم اشیاء کا قصور زیادہ وقت کے ساتھ اختیار کیا دیتا ہے۔ اس مقام نظر سے مسلم لیگ کا موقف لیا۔ وہ پانچویں پختہ اور قابل عمل بننا غرض میں رہتا ہے۔ دوسرے عقلموں میں حالات نے جو صورت اختیار کی۔ اس میں مسلم لیگ کے متعلق کو کلیہ کی حیثیت حاصل ہے۔ چوٹی تھی۔ اسی دوران خاندان علی کے اسکاٹ کے خاندان کی شکل اختیار کر لی۔ اور برصغیر کے آئینی فیصلے کی متوقع کیفیت پر غور ہو گیا۔ ساتھ چڑھنے لگا۔ جنوری ۱۹۴۷ء میں یہ کیفیت اتنی مرگوان ہو چکی تھی کہ حکومت برصغیر کو آئینی مسئلے کے حل پر فوری عمل درآمد کرنے کی درخواست مسموم ہوئی۔۔۔۔۔ قیام پاکستان ایک واقعات نے جو صورت اختیار کی وہ یہ تھی کہ ہندوستان کو آزادی کب ملے بلکہ یہ بھی کہ مسلمانوں کے حقوق اور معاملے کو کس حل کے طور پر حل کیا جائے ؟



نیچے امیر کا سر منی بادل
پیادے جب اُکے دستک دے
دھرق مسکائے، من کے پٹ کھولے
مگر انسان عجیب و ہتقان ہے
اس نے نفرت کے بیجا بوئے ہیں
اس نے لاشوں کی فصل کاٹی ہے
اور دھرق کی گود خال ہے احسن علی خان

عکس پتھر: احسن علی خان

ایک جوان مسلم عزم کی پاسپائی کے لئے
 ہونے کا اختیار دیکھ دیکھ کر ہلاکت میں جا گیا
 لیکن اگر عزم کا غریب پر مقدم ہو گئی
 تاہم ان کی جہاد دنیا میں ہر پھر پائیدار
 ہونے کے واسطے سے لے کر تاہم ان کی خاطر
 ان کی خیر خواہی ہو یا اعلائی و ادنیٰ
 اور کیا دنیا سے ہنسنے کا حکم ہو گزرا
 - وہاں سے دیکھو ان کی اساتذہ کا قلب و جگر

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ انہی اساتذہ کی اساتذہ کا قلب و جگر دیکھو ان کے اساتذہ سے ہوا ہوا ہوا آدم کی
 بنیادیں اٹھا کر ان کی دلت اس لئے کہ وہ رہے ہی کہ ان کے شرک و کفر کی دنیا نے اسلام کے انہی میں پڑھ رہا ہے۔ مرنے کا انجام سوائے
 قصور انہی اساتذہ کی پائیدار دنیا ہے۔

(نمبر ۱۰)

اس سر اس کے سائوں میں
 کس آہ نکلوں
 خوشبو خوشبو جبرے
 شبنم شبنم بھیجے
 کس آئینوں ڈھونڈوں
 اپنا پاؤں نہ غنا معا جس سے
 وہ آئینوں میرے منتہی چلے
 کہنے والی سچ ہی کہو لے
 میں دیکھ ادھر دیکھ ساری میں چلے



۱۶۱ جزر
 مکتبہ تحفہ - ۱۱۱ جزر

اقبال اور سینگل

جابر بن سید

عرب کے لیے دانشوروں سے اقبال نے جڑی افروزی کیا۔ اچھے کے خیانت، مٹھو اتفاق سے انکار قبول پر متعلق ہوئے۔ ان میں سونو
جس سینگل تاریخ اور سینگل (۱۹۳۹ء-۱۹۴۶ء) مجھے۔ اقبالیت میں ایک سینگل کے اس پیڑ کا سرخ نہیں لگا یا گیا، شاید اس
نے کہ اقبال نے اپنی تحریروں میں اس کا زیادہ ذکر نہیں کیا تھا یا اس بنا پر کہ سینگل نے جو مسلمانوں پر اپنی سونو کتاب "اندلی عربیہ"
میں لکھے، اقبال نے اس کا ثناء جواب دیا۔ *THE SPIRIT OF MUSLIM CULTURE* میں دسے دیا
ہے اس طرح انکی گفتگو کا اقبال کو آخر کہ انھوں نے کا موسم ہوتا ہے۔ لیکن اس طرح سوچا نہیں دیکھا۔ اقبال کسی بھی سینگل سے
بیک وقت متاثر اور پر جو سمجھتے تھے عربیہ حضرت ہے ان کے اہل دوسرے کے سینگل سے نہ۔

سینگل کا شہرہ آفاق تصنیف کا اصل نام *DER UNTERGANG DES OBERLANDES* ہے *THE DECLINE OF THE WEST* اہل کا اندرونی اندلی عربیہ ہوگا۔
نواب مغرب ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی اور فوراً ہی زبردست مقبولیت حاصل کر لی۔ اس میں مغرب کی تہذیب کے زوال کی خبر دی
گئی تھی اس کی ایک حصہ تہذیب کی حالت کو قرار دیا گئی تھی۔ اس کے بعد زوال مغرب کٹر ہو گیا۔ دینے والے نظریات پر مشتمل تھی
۱۔ کوئی نیا تہذیب کبھی گذشتہ تہذیب سے متاثر نہیں ہوتی بلکہ نئی نسل اور نیا زمانہ میں منبج ہو جاتا ہے۔

۲۔ انسان تہذیب کی بجا تو دور وسطی کا ہندو فرقہ *AGE OF CHIVALRY* تھی۔ جس کے بعد مغرب کا دور
خود بنا گیا۔

۳۔ مغرب تہذیب کو کبھی پر ہی نہیں ہے۔ اس نے اپنے روحانی معنی کے سینٹر فیس کے باغ پر چڑھا ہے۔

۴۔ مغرب تہذیب کو کھنکھاتا ہے کہ ایک حد تک تہذیب کی حالت جم ہے۔ اس میں وقت اور مذہب کا نام و نشان کچھ نہیں۔

نواب مغرب میں دیکھتے ہوئے تھے میرے انگریز اور اقبال دیکھتے ہیں۔ سینگل کا اسلوب ہی اندر اور اندر لکھتے ہیں اور نظریات بھی
ان کے اور چنگل نے فالے ہیں جو مثلاً ہونے کے باوجود مغرب معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ کوئی تہذیب انسانی ہستیاں نہ ہونے
کا دور ہے بلکہ یہ محدود ہیں مثلاً سینگل اس کا حق ثروت ہے کہ کوئی جسموں کے چٹان باہر کا جائے اندک طرف مڑے ہوئے ہیں۔
ان کے دیکھتے ہیں اس کی علم اور فطرت سے کہ اس سے تعریف کو کہ گمشا اور شجاعت دیا ہے۔

اقبال نے اپنے سینگل *THE SPIRIT OF MUSLIM CULTURE* میں سینگل کے اس انداز کو جواب دیا

چکہ اس کے اندر کوئی روحانیت نہیں لکھتا۔ (۱) *THE MUSLIM SHALL LIVE*



سنو سہارنے کے فراخیوں کا حال دیکھتے ہیں اور انہیں سہارنے کا ذکر کیا ہے۔ پہلے کے زیادہ تر سہارنے پرستی، افغانی اور بدھ مت کے ہیں۔
 دیکھتے ہیں۔ بعض ایسے حوالے کے طرف اشارہ کیا ہے جو اقبال کے کام سے غرضاً نہیں پہنچتے۔ لیکن ان کے طرف اشارہ کیا ہے اور شہادت کا ذکر
 کیا ہے اور اقبال نے کیا۔

پہلے کے سہارنے کو سہارنے میں خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے میں خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 یہ اشارہ اس طور پر ہے کہ سہارنے کا خیر کا خیر ہے۔
 خیر کا یہ اشارہ ہو کر ہے بلکہ خیر کا یہ اشارہ ہے۔

خیر کا یہ اشارہ ہے کہ سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 خیر کا یہ اشارہ ہے کہ سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 خیر کا یہ اشارہ ہے کہ سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 خیر کا یہ اشارہ ہے کہ سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 خیر کا یہ اشارہ ہے کہ سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر

نومبر ۱۹۰۰ء



پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر

پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر
 پہلے کے سہارنے کا خیر ہے کچھ نہیں بلکہ الی سہارنے کا خیر

قطعاتِ اقبالؒ

سرکشی تھی بلی باغیاں سے
جہاں بس تم کا دانا بارود ہے
تو گنا تیر کام سے آخرِ بیجا
سرحد سے مرے بیزار گھبرا
بیستہ گل نہایت فخر ہے
میں وہ میں کہہ گیا غفلت سے اپنی
تو بیدار کیا اللہ ہی بیدار گھبرا

نوائے عشق کا ہے ساز ، آدم
وہ کھوٹے دھڑ ہے خود دانہ آدم
جہاں کو وہ جانتے بے سہارے
تجش سے تم ملو بیگانہ ہوا
خدا کا تو نہیں ، ہم باز آدم
نہ ہوتا عشق اللہ ہرگز عشق
جو دل شل خسرو فلانہ ہوتا

دلِ خسرو مٹی پر دام کب تک
پونہی ہے شیوہ مراد کب تک
اب اپنی آگ میں بھی جل کے دیکھو یہ گانا تھا کوئی مرثیہ تو اگر
طربِ ہر شہر بیگانہ کب تک
تا دے جو بھی ہے پھلنے کے اندھ

منور دل مرا سوئے دہل سے
جہاں میں آنکھ میری آنکھوں سے
وہ دہز زندگی ہے بے خبر ہے
جو بکے عشق کو یکساں جنوں سے

گلِ خار میں رنگِ آمیزنی عشق
مرے دل میں ہے انگیزی عشق
اگر اس خاکداں کا سینہ چرو
وہاں ہی پاؤ گے غولِ دینی عشق



میں گشت میں پدشاں شہلِ بزموں
نہ جانتے کیوں ہے مجھ جستجو ہوں
بر آئے آئندہ بزم نہ آئے
شیوہ سوز و صائب آئندہ ہوں

کوئی غلام معطلۂ ارحیم مسافر

تذرا قیال

حدود پاکِ وطن کے تہی محاذ پر
تہیں کوئی ہی نہ تہیز کر کے گا کبھی
مخزنِ قہر کے شہنشاہِ عقل کی قہور
تہداری مگر سے انسانیت کی شرافت ہری

بد کے بعد بھی قائم رہے تہادِ اہمال
سلامِ شوق بھلا قبول ہو اقتبال

ہوں ملی ہیں جو آزادی اسلا جرم
تہادِ کوششِ شہیم کا یہ نتیجہ ہے
ہمارے دہیں میں امن و ملال کی پڑ ہے
نزدلی رحمت پروردگار کوٹا ہے

پک رہے ہیں وطن میں کن تہا سے خیال
سلامِ شوق ہمارا قبول ہو اقتبال

پڑھا ہو دشمن، تو اپنی پہلی قسمت
وطن کے سامنے ہی افرا ہو کھیل بھٹا
کہ ہم محبتِ وطن ہیں مدد کی راہ ہیں
پہاڑ ہیں کے آٹھے راہ کی فصیل ہونے

ہمارے ہاتھ سے لکھا گیا ہرود کا ذوال
سلامِ شوق ہمارا قبول ہو اقتبال

بڑھیں گے جنتِ کشمیر کی طرف ہم لوگ
علم اٹھائے ہوئے دلوں کا جڑ کا
ہر ایک راہی دو کوچ کرانیں گے آزاد
مناقی دے گا ہر اک صحتِ گیت دستے کا

پک آنے کا پتا دلوں کے سامنے ہیں یہ جلال
سلامِ شوق ہمارا قبول ہو اقتبال



جگہ ناخا آنا د

نذر اقبال

چمک دیا ہے نگاہوں سے دل کا پیمانہ
جو تو نے تو مرا ہر نفسِ حقیقت سے ہے
توئی تو کہ نہ لے کا دود ہے اس میں
سلام دو کہ نصیرِ حیدر تجھ پہ سلام
جگہ دود میں تیرے سوا کوئی نہ ملا

نظر ہو جس کی حکیمانہ، ہاں ہاں ہندانہ

ہے گرج تاز جے اپنی بخت پرستی پر
بسی ہوئی ہے مرے دل میں یہ پریم کی
نہیں ہوں مذہبِ محمدؐ و پیغمبرؐ سے کھافت
پیارا کاموری کا لباس ہو تو پر
یہ مازیری نگاہوں پہ درتوں سے چٹاں
"مگر خود حرم ہے چراغِ حرم کا پردانہ"

نئی آمد ہوں مزار دیا و قلاب سے
مری خوش رنگ ہی مری خوش شوق
شیائے غمِ صافی بس اک عینِ جنگ
اک ارمغانِ تجھے لطفوں میں نہ کھیلے
خود کے دم کی اب بات کیا کرے تجھ سے

مقامِ شوق میں گم ہو گیا جو فردا



جیسا کہ وہ ہے میں اُنکا مدعا کون نہ تھا
 کہ میری جیوی میں باقی سوال کوئی نہ تھا
 بیار آئی تو اپنا کسرا کس نے نہ تھا
 نام شری میں پرسان حال کوئی نہ تھا
 کیوں سے نہ کہے جیسا کہ تمنا یہ کہ میں ہوں
 نہ ڈال ڈال میں کوئی نہ تھا
 وہ دن جیسا کہ تجھ میں رہا نہ تھا
 نہ میں وہاں رہا، یعنی وہاں کوئی نہ تھا
 سر سے ڈال کر کس سال میں نہ تھا
 سوا نہ نہ تیرا تیرا سال کوئی نہ تھا
 نہ اہستہ تیرے بیار نہ تھا
 نہ میں جیوا میں کوئی نہ تھا
 لیکن اگر نہ آ کر اٹھنے سے پہلے
 نہ تھا کس نے میں بال کوئی نہ تھا
 نہ تھا جیوی تو یہ کہ نہ تیرا کس
 نہ تھا نہ تھا جیوا کس کوئی نہ تھا
 وہاں میں نہ نہ تھا مدعا کون نہ تھا
 جہاں یہ نہ تھا مدعا کون نہ تھا
 جیسے نہ تھا نہ تھا کس نہ تھا
 نہ تھا کس نہ تھا کس نہ تھا



بنیاد

اس کی نگاہ ہر نکل ہر پناہ تھی سیلاب اشک و آہ میں شامل تراش تھی
 کتنی میں عداوت حرم کا دیر تھے نے
 مومن ایشیا ایک کے ہر کسی فرج محمد جنگ وہ دشمن دیر سے لڑا جنگ بے دریغ
 ہوا کہ جہ پناہ کا حسرتا ہے ہونے
 کتنی کو داغ ہے پیمانہ ہوا بڑھا ہم سب کے بوسوں کو بڑھتا ہوا بڑھا
 بڑھتا گیا تھاقب آغدا ہے ہونے
 طوٹاں ہرق دبا د کاسہ توڑا ہوا تجھے اکڑ چکے تھے انہیں جوڑنا ہوا
 نکلا بھونہ سے قوم کا ہڑا ہے ہونے
 کتنی پہنچ رہی تھی سرسامل کرک ہم سو دوسے دے آئے کہہ کے نندہ ہ
 نکلوں میں شور موملہ افراتے ہوئے
 وہ جاننا تھا ہم میں بہت سے ہی کام چور اسی کی نگاہ میں تھا ہلری زبان کا نور
 وہ دل میں تھا صاحب جانا ہے ہونے
 وہ جاسر تھا قائد اعظم بھی تھا وہی قوم مشکستہ حال کا فرم بھی تھا وہی
 کیا تھا یکس کا عداو ہے ہونے
 امت کے دود غم کا عداو جواد تھا ہم نے جلا دیا تھا جسے اس کو یاد تھا
 ہمارے شفا تھا دست بھینا ہے ہونے
 اس کا شفا کو دستہ خزانے آٹھایا غازی کو کوزہ کے سپرد مست نے چھایا
 دھست ہوا شہید کا تر ہے ہونے
 تیوچی میں دے کے ہیں جیو بھیاں ہے غرض پر حقیقت محمد رسول جانا
 دنیا سے کا جانا عتی ہے ہونے



ہم کو ان کی دہی سداوتے بھی ملے گا ہائے طلب کی دستِ یافتگی ملے گی
 ہم ہیں اُنکی کے عزم کا ورثے بنے
 خداوندِ شہیدِ ولادت کا رہنا اس وقتِ گریبا میں شہادت کا رہنا
 ظلم میں تھیں کا دعویٰ ملے ہوئے

اب ہم ہیں اور ساحلی مقصود ملنے میدانِ جہاد میں موجود مانے
 آؤ بڑھیں خدا کا سہارا ملے ہوئے
 آؤ بڑھیں خدا کے سہارے پہ مٹیں تکلیفِ شیطانی کے اٹھائے یہ مٹیں
 فوجِ جلالِ گنہِ غفرتی ملے ہوئے
 آؤ خدا کا نام بس خود تاجِ نبی راہِ بقائے نو کے لئے رہنا نہیں
 مردانہ زندگی کی تمنا ملے ہوئے

اب ساحلی سوا سے پہلے نہیں ہٹا سیلابِ سرخِ شہداء اور گدھیاں بیاہ
 دامنِ بس حدِ تباہی گریکا ملے ہوئے
 آؤ دکھائیں بادے اسلام سے قوی ضربِ قوی سے قاتلِ ظلم کی پیروی
 ضربِ قوی سے خدا صبرا علی ملے ہوئے

اکتوبر ۲۰۱۹ء



بارہوں صدیِ حجاز کے اور افرامہ سیرِ حریرِ صحرایہ کے اعتبار میں
 سزا آئینی کی ذمہ داری محمد و ضربِ قزوین پر، فارسی زبان کا
 مشہرِ مستند، مشہرِ ادب و شعر کا ہوتا، لیکن آج تک اس کی نام
 کے شوقِ جگڑا رہے، اس کی وطنیت پر اختلاف رہا، اس کی صحیح
 سرکایا نہیں، نگہد کید کا سہرہ معنی، لی کہ کرنا کہ پہنچ کر پہنچا
 کب دعائے بالِ اسیر پر اختلاف ہے، کب میرا ہوا اس کی تشریح ہے۔

سختِ الزبیر احمد

کس تقریر پر ڈاکٹر ممتاز مہینہ خاں



یہ قاتل کی طرح ہے

جس نے تائید کیوں نہیں کی؟

خبریں: یہ ہیں کہ

پیشینہ کے سطر پر لکھنا

پیشانیہ اساتذہ

مکملہ

24

And

اس کے خلاف کی حکومتوں سے شکایت کی

نہوہ جیسوں کو افلاک میں لگا دیتے

رفتہ احساساتیں چاندنی کیل گئی

دعوت

کے لیے

4/11/2011

400

المعنى - روحاني

یہ سائنس کے لیے ایک نیا دور ہے۔

مختلف فرقوں میں ایمان و دی کی پین

نہا ڈا ہما عہ عزم و قیاس ہ ہر

میراثی کے سامراجی نظریہ کی بنیاد پر ایسی

لہذاں تھے عام راجی قیری فراغت اسی

بائیں کی آڑھیوں میں حق کا دیا جلیا

گروہ: کاروبار کو مسئلہ ہے یا بنیاد

پیش نظر تھا میرے اسماء نام اسی کا

دل سے درد نکلے جب تکے نام نہ لے

بربر قوم به شصت و دویست دیانت آبی گی

ہاں سے غریب و فقیہ کو اپنی امانت اسی

امریکی ہوا میں جو کچھ ہے اسے کر

اے اللہ ہے خدا میں پریم خدا کے کہ



وہ جو تجھ سے پہلے کا ذکر تھا
وہ جو تجھ سے پہلے کی ماہ تھی
کہیں صبحِ ذات نئی ہوئی
کہیں شامِ عشق بجی ہوئی
کہیں دوپہرِ دہانہاں پہ تھی ہوئی
کہیں ہانہ بچے وصال کے
کہیں سرِ بچہ کمال کے
کہیں ذلتِ وصلِ مزاراں پہ

وہ گویا ہمہ جی ہوئی
کہیں اس تھی کہیں پیاس تھی
کہیں شکِ خلق میں تیر تھا
کہیں بادبانِ حبسِ ہوا
کہیں ساجان میں چھید تھا

کوئی راز تھا، کوئی عید تھا
جسے تجھوں سے آجھوں نے دیکھ لیا
تو کتاب میں

مرا حکم میرے خلاف تھا
مرا دل میری نیکر تھا کو چر تھا
مرا ہوش بھی غیر تھا

یہ جو تیرے ہونے کا ذکر ہے
یہ تو تیرے غیور کی بات ہے
مرا بات ہے

مرا خلق ہے ، مرا حد ہے
میرے حرف و صحبت کی ذات ہے
مرا راہ پر مرا چھاؤں ہے
میرے ہاتھ میں مرا ہاتھ ہے



خود نے اب قربت پاس آکے دیکھ یا
دلی پہ پہنچے اب آئے تو ہم قیامت ہیں

جو پیشے کوئی ہم اٹھ کے فقہروں کو
دلی کا پیش ہیں ہم آسمان کی دہشت ہیں

محبت اپنا طریقہ ہے اس میں اپنا اصول
گر ہم اس دہشت نہیں دیکھ اور بھی ہیں

پہرہاں ہی ہیں دوستی کی مشرو، مگر
ہمارے پیار میں خود آگہی کے طور ہیں

ہمارے صبر ہے قوت کی شاخ استقامت
ہمارے صبر کو غلغلہ کے اپنا نہ کوئی

یہاں وہاں وہ آٹھانے پھری پٹ اپنے
ہمارے حیرت سے سبک سکا نہ کوئی

دلی کی خاک ہیں اپنی جہاں سے پڑاوی ہے
ہماری جاں تو ہے موب و بیل چولہا گھٹن ہیں

ایسا نہیں ہے کہ سب تک دلی سلامت ہے
کوئی کی نہیں بھولوں کی اس کے حاسن ہیں

دلی کی راہ میں ایستادہ ہوا آٹھار
دہانے اور بھی کیا کچھ کریں گے اس کے لئے

اس کی خاک سے اٹھئے، اس کا مال ہیں ہم
بیش گئے اس کے لئے اور مریں گے اس کے لئے

خدا کہے کہ مریں انکو پاک پرانے
وہ فعلی گئی جسے اندیشہ زوال نہ ہو

یہاں جو چوں کہیے وہ کہنا ہے سہول
یہاں جان کو گورنے کی بھی مجال نہ ہو

یہاں جو سفر آگے وہ ہمیشہ سفر ہے
اور ایسا سفر کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو

گفتی گفتا نہیں بیان اس پر شیں چٹائی
کہ پتھروں سے بھی مدد نہ ملے محال نہ ہو

خدا کہے کہ وقار اس کا ہر حال ہو
ہر اس کے سوا کوئی حقیر نہ ہو

ہر ایک فرد جو تہذیب و فن کا ہر نگار
کوئی طول نہ ہو کوئی فقر حال نہ ہو

خدا کہے کہ مریں دلی پاک پرانے
وہ فعلی گئی جسے اندیشہ زوال نہ ہو



یہی مجھ پر خود مستبد و خود مختار ہے
 حق خیم کرتے، یا ٹھکسٹاں ہے
 دیکھ دو کھد و بادشاہی طعن بندوں ہے
 کچھ اس شباب پر شعلہ آبی لڑاؤں ہے
 کچھ اس مقام پر گئی دیکھائی پہاڑوں ہے
 کہ تختوں کے غصے دھماکے جلتے ہیں
 شعلہ فطرت آواز کا فربہ نہ لہجہ
 ملکوت روئے میں دو بار بھڑک رہا ہے
 سے کس دیکھ سے لہلائی شہنشاہ رہا ہے
 سے کس چنگ سے عزت لہلائی لہجہ رہا ہے
 گویا ہنر کے قدم دنگا نے جلتی ہیں
 سدا شکر کہ جس مراد آ ہی گئی
 ہوائے مرد خدا قوم کو چل رہی گئی
 دل و نگاہ میں ہے ساز و سماں گئی
 اٹھی جو عزم خود پر عزت تو یہاں گئی
 چاہا خیال نہ پہنچا وہاں دعا ہی گئی
 کہ اس طرح بھی کرشمے کھلے جیتیں



تیری عظمت پہ کبھی آنکھ نہ آنے والی
 اسے وطن مجھ سے پھر اک بار یہ وعدہ ملے
 میں نے پانی ہے تیری خاک سے خوشبوئے کمال
 میرے شعروں میں دیا ہے تری سحر کا جمال
 میرے احساس میں بڑا اس تمسخر یا دگی ہے
 دیکھ تیری ہی ایہ جرات میرے اعتبار کی ہے
 میرے جتنے میں کوئی شایہ رشوت آئی
 میں نے تو صرف تمسخر یا دگی دو کھد پائی
 دل کو یہ پیار کی دولت نہ گنواے دہی گا
 اسے وطن مجھ سے پھر اک بار یہ وعدہ ملے
 میں سے وہ گیت سنے میں تیری شہاد ہو رہی
 گویا ہے جہنم فدا کی قرب کا ہوں میں
 تو نے بکھتے میں حق سوچ کے سامان بکھتے
 گویا تو نے عطا دیت کا مسدودان بکھتے
 تیرے گئی کا آواز ہے گا میرا مرشد قلم
 تیرے شعروں تیرے گاؤں تری لہجہ کی قسم
 دیکھ تیری کسی کو نہ ڈانٹے دہی گا
 اسے وطن مجھ سے پھر اک بار یہ وعدہ ملے
 میں سے جس دی سے بنایا تجھے مہنوں میں
 میں چکا ہے مرا ویرانہاں و شکر بہمن
 ذکر توں تیسرا جگاتا ہوا جاوہر آنے
 اپنے انگارے سے مجھ قوی خوشبو آنے
 دلربا لاکھ ہیں مہسوز محبوب ۔ مگر
 عجب تک تیری محبت ہے میرے پیش نظر
 میں کہیں اور کو دل میں نہ سلائے دہی گا
 اسے وطن مجھ سے پھر اک بار یہ وعدہ ملے



فتی سادہ خاک کے ہیں سب گزرتے کا ہے
اس دہانے رنگ و بو میں بہت دور گزرتے کا ہے

خمر سروں کے لہو کی تھا بنائی گئی
تو پھر یہ عظمت کا اثر بنائی گئی
اک خود ہے کسی کی صحبت نماں کا
یہ جو کمر کی ہے صدا کی یہ جو کمر کی کا ہے

برسوں کی نگاہ کا صلا کج کا دن ہے
فتے کے علاوہ خدا کج کا دن ہے
اک باب و روضہ ہے تاریخ وطن کا
تغریب کے چہرے کی ضیا کج کا دن ہے

بصارتوں پہ چایا کیا وجود اپنا
ساتھوں پہ فیصلہ صراہتا بنائی گئی
کچھ تو اپنی گروہ کی جس بجائے ندی
ابھ کچھ اپنی طبیعت میں اخروں کا ہے

جہر کو سوچائی گئی غمی آج کے دن ہیں
تو تین چھوڑا رکھی تیسرے وطن کی
غزل کی فلسفہ کا غز شوق چلا تھا
جاگ اٹھی تھی سوئی ہوئی تیرے وطن کی

نکل گیا جو کام اڑو ہے غلامی کے
ہر ایک دل کی تھپ وہ حسنائی گئی
رجتیں برسا کے بھی نہ کرم چھتا نہیں
ایسے لگتا ہے کہ سلیہ چھتا پر غمی کا ہے

چھتا بن گئی تھی نئے آبادی اپنا
جذبات سے الفت مری سرشار ہوئی تھی
کچھ میں جسے لوگ جیتے بھی انا بھی
جیتوں میں وہی آگ سی سیر ہوئی تھی

جو ساز فٹ چکا تھا وہ سن سسین بنا
تو نے کیڑ تھی خسر ادا بنائی گئی
چاندنی خفاں ہے ایسے قرد و سحاب بر
ہر سنا نازک جوں ہی پھر پڑا رہی کا ہے

میرے خود اپنا ہی گہرائوں سے نکلے
دوں کی آگ سے خاک شفا بنائی گئی
خاک سے اٹھتے نہیں جاتی ہو کے ماحول
خبر خاطر یہیت گہرا اثر کی کا ہے

وہ عہد کہ جو آج کے دن ہم نے کیا تھا
کرم ہے کہ اس عہد کی تجدید ہو رہی تھی
اک دلوں آواز ہو سیدہ دلوں میں
انسو کی زیست کی ترویج ہو رہی تھی

لگا کے سینے سے تاریخ کو زخم پیٹے
پھر ایک بار وہ جھلسا خیر بنائی گئی
کیوں نہ ہوئے خاک سے سچے میری نا
پارہ لگی سود و غیر سحر غمی کا ہے



گئے تھے۔ بخت ایک کام سالہا کی زندگی نہ ملے، وہاں پھر دن کار سے کار لیا تھا، تاہم عظیم الشان دوسرائے کو بنا گیا۔ ایک بار لڑائی کے موقع پر شہر میں داخل ہو کر شہر پر پڑا، اس طرح پڑا کہ حالت پابند ہو اس لئے وہ لڑاکا کی حالت سے جوڑ بٹھکے گئے تھے، یہی ایک اسی سے بہت جلد سے بخت بنا پاسور کی لڑائی میں بخت خود تانہ، عظیم الشان خدمت میں پیش آئے، یہاں پر وہاں کے بہت سے مشہور اور چھوٹے لڑاکا کی جی تصویر اس کا پختہ عظیم الشان خدمت میں حاضر ہوا، اس لئے وہاں سے درخواست کی کہ وہ وقت نکال کر لڑے، ان میں سے جہاں یہ لڑاکا بخت کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے تھے، تاہم عظیم الشان کے وہم و گہڑی سے وہ وہاں اس لڑاکا کی درخواست کو منظور کیا، اور اس کے گھر بخت منے گئے، اور وہاں اس کے والد سے یہ عظیم الشان کیا اور اپنے اس سہیل کے ساتھ ایک ہی جہت سے بخت دوسرائے کو رکھا، اور پائے والی کی دستکاری کی تو یہ کہنے لگا، تاہم عظیم الشان نے جب اسے لڑاکا کی عمر بتائی اور اس کی عمر کو سن کر اس کا حال بنا پڑا، اسے خوب ہوا، اس پر تاہم عظیم الشان نے اسے کہا کہ آپ کہنے میں کہیں میں کہیں کو کھنڈا ہر کوئی وہاں کہتے نہ تھے، جہاں کہہ سمیت یہ چھوٹے عظیم الشان کے لئے ہیں، جیسے کہ اس کے یہی سچ کہتا ہے اور یہی سچ ہے۔ ہندوستان پر رونق افروز تھی، قوم کے فیاضیت کو تعجب کی گاہ تھی، تاہم عظیم الشان کے لئے یہ دور تھا، اس لئے یہ بہت مختصر ہونے اور ان پر ہر گاہ کہہ سکتے نہ تھے، یہاں پر وہاں سے ہر گاہ کہہ سکتے تھے، یہی گناہ کی یاد دہار سے بے منتہی بنا دینے کے لئے، تاہم اس کے کراہتے ختم ہو گئے اور وہ عظیم الشان سے اس پر آمیزش ہوئی۔

نور محمد



بے مزہ تر ہے ننگ کا فرد سے
 سل گیا وہ زخم دامن دار کیا
 گھٹ رہا ہے دیدہ انجم کا فرد
 بس یہی ہیں صبح کے آثار کیا
 لی جو کاغذ کے سفینوں میں پناہ
 عشق کا بھی لٹ گیا گھر بار کیا
 مہمانِ الحقِ حق

مکمل تقریر: نشانِ حقِ حق

جو کہیں کے تو ان کے حکم کے ساتھ دوسرے کے اور ان کے حکم کے ساتھ ان کے کوئی حکم کی شے لگا دیتے جو ان کے حکم کے ساتھ ان کے حکم کے ساتھ
 میری دینی جان کے لئے ان کے حکم کے ساتھ دوسرے کے اور ان کے حکم کے ساتھ ان کے کوئی حکم کی شے لگا دیتے جو ان کے حکم کے ساتھ ان کے حکم کے ساتھ
 ہمارے ہر حکم کے ساتھ۔

۴۵۵

بے چارگی حشرِ بیدار دیکھا منتہی نہ دیکھتا ہے تو شوار دیکھا
 بھارتِ انظار کی رفتار دیکھا وہ بار بار مسامحہ دلوں دیکھا
 بھونکنا کہ کھنکھاتا تھا اس بار دیکھنے میں وہ سو بار دیکھا
 یا وجہ ہے شام کا ہر کھنکھاتا یا شام ہے صبح کے آثار دیکھا
 سمجھی تھی نظر کے سر پر ہر کھنکھاتا کتبِ بلیڈِ دیدار دیکھا
 کیا دل تو ہے ہر خواب گراں کھنکھاتا تجھ سے نہ ان کے سر پر ہر کھنکھاتا



دورِ قرآن کی سرِ لکھنوی
 اسکتے ہیں جانبِ درو دلوں دیکھا

حفظِ شہادتِ شہید

مکمل تقریر - محفوظ ہر شہید ہر

مجھے یقین ہے کہ کانگرس اور اپنی پیشانی نہ لے کر اپنے مقصد کے لیے استعمال نہ کرے گی اور اس طرح
 انڈین نرٹیو کا سوال بھی حل ہوگا اور ان کے لیے کوئی ایسی چیز ان کے ساتھ شامل ہو جائے گی کہ ان کے لیے اس وقت
 ایک ہی مقصد ہے کہ کسی طرح انگریزوں کو ملک سے باہر نکال دیا جائے کہ ان کے لیے وہاں کوئی اختیار یا اس کے ساتھ ہند
 میس اور انڈین نرٹیو میں ہونے والے حالات و واقعات کا جائزہ لے دے ہیں اور ہر کچھ وہی دو نام ہوگا۔ ہندوستان کے
 حالات اس سے متاثر ہوتے ہیں ان میں سے

محب اس میں مارا ہر گز نہیں رہا کہ نورو اور ٹیل (اور گنگا کی) کیا چاہتے ہیں پھیلنے کے لیے کہ وہ جوتے کہا ہے کہ ایکشنوں کے بعد کا ٹکڑا غرضاً غامض نہیں رہے گی۔ اور اس امر کا استغناء کوئی رہے گی کہ اب عاجز کا بی چاہے اور اب آؤں گی کہ ان گز میں خود ہی طور پر اس مسئلے کے حل کا صاحب کسے گی۔ اور ایک دن کی تاخیر میں خود انہیں کسے گی۔ ہنر کا بھی کچھ کہنا ہے کہ انقلاب کے آنے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔۔۔۔۔ (میرے خیال میں اسکا کہی بد چند صوبائی ایکشنوں سے پہلے شروع نہیں ہوگی ایکشنوں کے دیکھنے کا ٹکڑا کو حکم گیر سطح پر منتقل ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ لہذا اس امر کا بھی اندیشہ ہے کہ صوبائی ایکشنوں کے ساتھ فرقہ وارانہ طاقت جیسے شروع ہو جاتی ہیں اور ان کے پیچھے حکومت کے خلاف تحریک کی زور بخیزتی جاتی ہے۔ یہ نہ اور بھی ہے اس امر کا زیادہ غصہ یہ خصوص ہے۔۔۔۔۔ میں ان حالات میں حکومت پر براہ کمر نہ کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ لگے ہیں یہ وہاں کے سب سے بد ہیں کہ ان گز میں اس آکر عمل پر کا ہنر کا کسے گی اور خود غرضاً غامض کو ہے ولی کے ساتھ بدلی کو سنے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ سب سامنے صرف ایک ہی راستہ ہوگا کہ ہم کیا ٹکڑا کے ساتھ جگہ جاتیں اور اس کی راہی شروع میں ان میں کیا ٹکڑا کی تحریک کو روکی جاتی ہے کے ساتھ کہیں۔

کانگریس کا صرف ایک مخالف بڑا ہندوستان کو قومی طور پر اکٹھا کر دیا جائے اور حکومت کانگریس
پالیسیاں کے دائرہ کے ہوتے دلائل کے خلاف کوئی نہ کرے۔ ایک بڑے عرصے سے کانگریس کی ایسی ناکامیوں پر
اور جی بھٹا بھٹا کہ کانگریس کی ناکامی سے ان کی شے پر مبنی نہیں ہوئی۔ یہ نے کانگریس کا اپنی مقصد دیا تو
ہندوستان کو صرف ایک پارٹی کے حوالے کرنے کے ساتھ کوئی چارہ نہ دیا اور یہ پارٹی ایسی ہے جو سوائے اپنی
خود کے اور کچھ کرنا نہیں جانتی۔۔۔۔۔ ان حالات میں غزوہ کی ہے کہ کانگریس کے خلاف ایسی ہے جو
مستقیم نہیں ہے۔ یہ کام مقابلیہ نہ کرے گا۔ یہ کہنے سے مراد سزا کا سامنا ہی جو ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ کہ کانگریس
اور اس کے مخالف برطانوی افسروں کی پوری ہے۔ اور ہندوستان کی افسر کی گونگی حالت میں ہیں۔۔۔۔۔

ان اہم بات کے ساتھ سے بخیر و معاف ہو گا کہ حالات کا وہاؤ کہ واقعات کی طرف ہے اور اس واقعہ کے چینی نظر انگریزوں کو بخیر و معاف ہو گا کہ حالات کا وہاؤ کہ واقعات کی طرف ہے اور اس واقعہ کے چینی نظر



دکھائی نہیں دیتے ہیں صرف وہ ۱۹۵۷ء کے بعد اسی جگہ عظم کے قاتل کے دقت تھے۔ ان کی حیثیت ہے مدکنز دنگرائی ہے اور برقیہ کے مد موجود سیاسی و باؤ۔ تہذیبی انگریزوں کے اثر کو دانی کو تے دکھائی دیتے ہیں، واقعات کی منتقل کیا ہے؟ انگریزوں کی اپنی حیثیت کیا ہے؟ اور ان کے لئے ہیں برقیہ کے سیاسی مہارت کی صورت کیا ہوگی ہے وہ سوال ہیں جو ۱۹۵۷ء کے آئین پر پھیلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ہادی تحریک آزادی کا اعلیٰ ایسے صدر پر دھڑا اور پھینا غرور نظر آتا ہے مگر اس میں پھنسے کے مد بیان جنگ کی غلامی ہوئی سائی دیتی ہے۔ اور غار جلی کا پتہ برقیہ کے آئی پر لایا نظر آتا ہے۔

۱۹۵۷ء ستمبر ۱۹ء کو گریڈل برقیہ کے سیاسی واقعات کا جائزہ دیتے ہیں جن امکانات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ ہر اقتدار سے کافی تو ہیں۔۔۔۔۔ اس ضمن میں یہ اقتباس غور طلب ہے۔ جو چون لکھتا ہے۔

” میرے خیال میں حالات اور واقعات کی صورت کچھ یوں ہے کہ کانگریس ایکشن سوسائٹی حکومت کے ساتھ تعاون سے گریز کرنے کی تاہم ایکشنوں کے دوران وہ اپنی پوزیشن کو مضبوط کرتی رہے گی۔۔۔ تاکہ اس کا غریبہ مضبوط اور پائیدار ہو۔۔۔۔۔ کانگریس حکومت کے خلاف دتے مد کو تہذیب کے گائیڈ پریگ کے خلاف فرقہ وارانہ نسل تعصب کو زیادہ پورا سے گی۔ تاکہ اپنی غرور تحریک اور جو دھوکے بے سادگانوں پر یہاں کر کے تاہم یہ یقینی ہے کہ کانگریس پر ایک کشش کرنے کی حکومت کے ساتھ اس کو تعاون دہیز اور اس کا مقصد بھی پورا ہو جائے؟

اس سائنس کا ذکر کرتے ہیں وہیں مسلم لیگ کا بھی بطور خاص تذکرہ کرتا ہے اور اسی تاریخ کو وزیر ہند کے نام پتھر لکھتا ہے۔

جہاں تک پاکستان کے خاتمے کا تعلق ہے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے کہ مسلم لیگ کے ساتھ جسے موجودہ جماعت پرانہ حیثیت لیا جاسکتی ہے تاہم ہر مسلم لیگ اس سلسلے میں کسی قسم کی ہلک اور نوبی یا کسے یہ تیار نہ ہو تو وہ جہاں، اقتدار عظمیٰ اور اعلیٰ کر کے اس صورت میں حکومت برقیہ پر پناہ پیدا کر کے گائیڈ پریگ اور پھر دستور کرنا ہوگا۔۔۔۔۔ تاہم یہ کہ پاکستان کے مد غائب جبر مسلم لیگ کی کاغذی ملکوں ہو گا اس لیے پاکستان میں شامل صوبوں پر غلبہ اور جگہ ان کی نے سرحد سے مد بنری کو تہذیبی۔۔۔۔۔ یہی صرف اور ہر پاکستان کی ہی ممکن ہو سکے گا گو کہ یہ بات عمل ایک چھٹا۔۔۔۔۔ اور یہ واقعات ہے کہ اس کا صورت حال میں کانگریس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے مد حقہ ہندوستان کا حقہ غرور نہیں ہوگا؟

اس ضمن میں چند باتیں غور طلب ہیں کہ پاکستان کے جس جماعتیاتی تصور کا اس اقتباس میں ذکر ہے وہی پاکستان لیگ ۱۹۴۷ء میں موجود جماعتیاتی تھا اس کے لیے یہ بات کہ پاکستان ایک متحدہ موضوع کے طور پر اس سلسلے میں موجود نہیں تھا اور کس قدر ہے پاکستان کا جماعتیاتی منشور جو ان حقہ ہندوستان کے تصور کی حمایت کے لیے لکھ کر لایا گیا تھا کے اعتبار سے پاکستان کے مدائیے کی تاجدار کا ہے، حکومت برقیہ اس اعتبار سے بہت پیچھے پاکستان کے بلے میں سجدہ کی اختیار کرتے دکھائی دیتی ہے تاہم پاکستان کی ماحول صورت کے غلبہ میں وہ جلی کے امکانات کو بھی غور انداز نہیں کیا جاسکتا۔



ان اعتبار سے ایک اہم بات یہ واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ مسلمانوں پر کلمہ پڑھنے کی دستور دی وحدت کو بنیادی وحدت تسلیم کرنے اور مسلم لیگ سے اس وحدت کو تسلیم کرنا نہ ہونے کے بعد مسلمانوں کا مسلم لیگ کے حوالے سے جو یہ خیال بھی غور فرماتے تھے، ہر سے پاکستان کا جو حکم بدیل کے سامنے ہیں دکھائی دیتا ہے اس کے لیے کارفرما اور یہ بھی سخت تھا۔ اور اس کا مقصد مسلمانوں کے ذہنوں میں برکتیت زندگی کے تصور کو داخل کرنا تھا جو مسلمانوں کے لیے یہ ہے کہ آج بھی گفت و شنید کا رشتہ اس تبلیغ کے لیے تھا جس کی مسلمانوں کے قیام و امن کے حوالے سے اس شخص کی قسم کی کوئی حدودی زندگی تمام اس موقع پر صورت حال کو جان لگائی ہے۔

۱۔ برصغیر سے انگریزوں کے چھ جانے کا فیصلہ امر، ۲۔ برصغیر کی دستور دی وحدت پر اس کا فیصلہ امر کا فیصلہ، ۳۔ برصغیر سے طرز جنگی کے شہید اسکات، ۴۔ مسلمانوں کی جغیہ۔

اس صورت حال کی روشنی میں دانشوروں کے اس معاملے کا یہ توہ فرمائی ہے جس نے برصغیر کے حالات پر مبنی ۱۹۴۷ء میں حکومت برطانیہ کو دے دیا تھا۔ برصغیر کے قدیم اور عوامی حالات کا ذکر کرنے کے بعد، دیون لکھتے ہیں۔

برصغیر کے مسلمانوں پر گھبرائے ہوئے کی صورت میں صرف ایک ایک دستہ بانی رہ جاتا ہے کہ ہم طاقت کو بھروسہ اور شہید استعمال کریں اور ملک میں داخلہ نہ کر دیا تاکہ ان سے معاہدہ کر لیا جائے جس کا جس شخص کو خیر پر سامنا ہے۔ مگر جو یہ خیال ہیں ہم غلطی اور بڑھتی ہوئی دھمکی موجودگی میں، ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے اور خود حکومت برطانیہ بھی ایسا کرنے پر آمادہ نہ ہوئی۔۔۔۔۔



تمام ناس من ملک سے جدا ہے آخر اور قسطنطنیہ کا خط مشورہ طرہ پوری خاتمہ پر اسے سلامات کے لیے فرزند سب ثابت ہوگا۔۔۔۔۔ برطانوی باشندوں کا سوال یہی تھا کہ حکومت برطانیہ اور دنیا بھر میں ہماری دہانت کا جو جانشین لے۔ میرے لیے کسی ایسی پالیسی پر چڑھائی نہیں ہوگا :

”اسی صورت میں جب داخلہ اور دھمکی افوا کے درمیانے سامنے تھے ہیں، جدا ہے کہ اس درمیانے افوا کی تلاش ہے اور یہ درمیانے سامنے صرف اس وقت ممکن ہے جب برصغیر کے مسائل پر ہم کوئی حکومت پر پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔۔۔۔۔ اس ضمن میں اس حقیقت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ہم ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک وقت کے خود کو بھڑکانے کی ہیں اور دونوں سے اٹھ کر چلتے ہیں۔ علاوہ ذیل یہ کہ انگریزوں کی خواہشات کو مسلمانوں پر غور کرنے کی غلطی بھی نہیں کر سکتے، کیونکہ ایسا کرنے سے مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی دہانت کو بدست تسلیم کرنا پڑ سکتا ہے اور مسلمانوں کو غور و نظر انداز کر دیکھنا اعتبار سے بے انصافی بھی ہوگا۔۔۔۔۔“ اہل اعداء کے دستور کے لیے تھے اور جدا ہے کہ کوئی دستہ نہ دیا۔ تو میری دھمکی میں جدا ہے کہ لازمی ہوتا ہے کہ ہم ہندو اکثریت کے عربوں کو اپنے اہل اسلام بنائیں صرف یہ کہ نہ دیکھ سکا کہ یہی۔ اور اپنے خود میں اور انہوں کو منع کرے کہ مسلم اکثریت کے عربوں میں متشدد کریں تاکہ ان عربوں کو ہندو اکثریت کے ساتھ نہ مل سکے۔ اس طرح مسلم اکثریت کے عربوں کو موقع فراہم کریں کہ وہ اپنے لیے دستور تیار کر سکیں۔۔۔۔۔ اگر یہی بات فرض اختیار کرنے کی آگاہ کیا جائے تو مناسب وقت پر انگریزوں کو یہ کہہ دیا جاسکتا ہے کہ انگریزوں کے مذہب سے جو تعصبات قائم ہو رہی ہیں۔۔۔۔۔ شاید اس طرح انگریزوں کے ساتھ معاملہ کرنے پر اجازت ہو۔۔۔۔۔



فروع سلطانہ بیگم و عائشہ بیگم



نور کفر خان، ناصر احمد، ناصر انصاری، ناصر خان، بی بی انور



محمد اکرم، شکیلہ بیگم، بی بی انور، بی بی انور، بی بی انور



دشمن‌نوا، منوچهر



قزاق‌ها، منوچهر، منوچهر، منوچهر



نصرت‌الله، منوچهر، منوچهر، منوچهر

مشائاتی جو تہذیبیہ اور مذہبی امور -
 انگریزوں کے ساتھ ساتھ



مہاجرین کے ساتھ ساتھ -
 انگریزوں کے ساتھ ساتھ



انگریزوں کے ساتھ ساتھ -
 انگریزوں کے ساتھ ساتھ



دوستانه، دوستانه، دوستانه، دوستانه، دوستانه



میل شادی، خواهر و برادر



سید شادی، دوست و آشنا





مرکز المدینہ، حکمران سام، شادی شیرازی، شفیق ارشد



اکرم علیہ، اسد ندوی، ڈاکٹر امجد قریشی،
انور محمود خان، عبدالحق بھٹانی



منیر علیہ، سحر علیہ، میاں رفیق، شادیار،
عشق علیہ، گوہر علیہ، سحر علیہ، سحر علیہ



دو ځایي ځایي ځایي



د ځایي ځایي ځایي
د ځایي ځایي ځایي



د ځایي ځایي ځایي
د ځایي ځایي ځایي

سید سید احمد - سردار



انوار حسین - سردار



برادر کوثر - سردار



مشرقی و جنوبی افریقہ کے ادیبانے ساتھ ۱۹۵۹ء میں



نورس جی۔ کنشہلی۔ نوشی گہن۔ دانشور جی



آل انڈیا جی۔ جی۔ جی۔
میں شری۔ جی۔ جی۔ جی۔



”ایک نکلے میں غریبوں کا گناہ جو کچھ بار بار جوتے بچتے ہیں، اس بات کو غور کروا نے بھی جو ایسی اور بھی ہیں جن میں غریبوں نے ذاتِ خود سے انتقام لیا۔“

ایک اور عوامی شاعر نے بھی اسی طرح اسی طرح سے غریبوں کو سوچا تھا تو ان کی فکر کی دنیا میں یہ نظم ٹھکانا گزرتی ہے اور غریبوں کا اللہ کیلئے۔
 ان عوامی مردوں کے منہ سے پھر گزرتی ہے خود پھیا اور انھوں نے ان کی تکیاں جاکھیں رکھنا تاکہ وہ اس کے لئے جاکھیں
 کوں چلے غریبوں کی کھوپڑی۔

ایک اور شاعر نے بھی ان کی طرح ہی سوچا تھا۔ ”جب کہ ایک کے قریب گلا پیڑھا کر دیا تو ایک نام رکھو گئے اس کے رنگ
 نالے کے کھاتے کر دینا چاہیے۔“

”قوت سے یہی چلوں جو چلوں کا گناہ یہی ہو کہ غریبوں کی فکر کی دنیا میں یہ نظم ٹھکانا گزرتی ہے اور غریبوں کا اللہ کیلئے۔
 منہ سے ان کی شہر کی سڑکیں سے گزرتی ہیں۔ غریبوں کی فکر کی دنیا میں یہ نظم ٹھکانا گزرتی ہے اور غریبوں کا اللہ کیلئے۔
 منہ سے ان کی شہر کی سڑکیں سے گزرتی ہیں۔ غریبوں کی فکر کی دنیا میں یہ نظم ٹھکانا گزرتی ہے اور غریبوں کا اللہ کیلئے۔“

ایک اور شاعر نے بھی ان کی طرح ہی سوچا تھا۔ ”جب کہ ایک کے قریب گلا پیڑھا کر دیا تو ایک نام رکھو گئے اس کے رنگ
 نالے کے کھاتے کر دینا چاہیے۔“

ایک اور شاعر نے بھی ان کی طرح ہی سوچا تھا۔ ”جب کہ ایک کے قریب گلا پیڑھا کر دیا تو ایک نام رکھو گئے اس کے رنگ
 نالے کے کھاتے کر دینا چاہیے۔“

ایک اور شاعر نے بھی ان کی طرح ہی سوچا تھا۔ ”جب کہ ایک کے قریب گلا پیڑھا کر دیا تو ایک نام رکھو گئے اس کے رنگ
 نالے کے کھاتے کر دینا چاہیے۔“

ایک اور شاعر نے بھی ان کی طرح ہی سوچا تھا۔ ”جب کہ ایک کے قریب گلا پیڑھا کر دیا تو ایک نام رکھو گئے اس کے رنگ
 نالے کے کھاتے کر دینا چاہیے۔“

ایک اور شاعر نے بھی ان کی طرح ہی سوچا تھا۔ ”جب کہ ایک کے قریب گلا پیڑھا کر دیا تو ایک نام رکھو گئے اس کے رنگ
 نالے کے کھاتے کر دینا چاہیے۔“

”انہوں نے سوچا تھا کہ یہ ہے اب صرف کاغذی اوراق وقت کا ہے۔“



”اگر کتے کے گروں تک نہ گئے گا کشتی کا ہے۔ اب ہر آنکھ کو لگوں گا پھر ہر آنکھ کے دستار میں لکھ دوں گا۔“
 صوفیہ دہشت کوئی نہیں، اس نے ایک لٹریچر کا سنو بڑھ گنا ہے۔ جب کہ فریب کی رات میں لٹلے لکھے۔
 سندھ کے لوگ نہ صرف اپنے مقام کے اسدیت اور اسگون کے ساتھ ہی رہا نہیں، آگے کا نبوت دیات کے کے خطرناک آنکھ پر بات
 کہہ گئے کہ سندھ کے لوگ نہ صرف اسدیت کے پچھلے کلاس کے ساتھ ہی رہا نہیں، آگے کا نبوت دیات کے کے خطرناک آنکھ پر بات

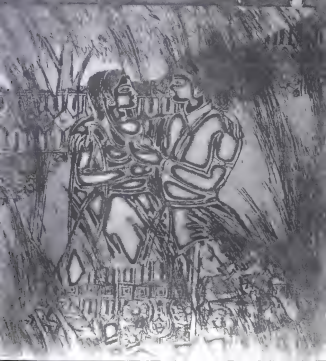
(اگست ۱۹۷۷ء)

دیگر زائرین کی طرح میرے سینے پہ بھی پاکستان
 کا ”بیج“ تھا، یہ زیچ دیکھ کر تین چار ہندو
 نوجوان جن کی عمریں سترہ سے بیس برس
 کے درمیان تھیں، میرے گرد جمع ہو گئے
 اور پاکستان کے بارے میں اشتیاق بھری
 گفتگو کرنے لگے۔ وہ خصوصاً لاہور کے
 بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتے تھے۔ یوں
 لگتا تھا، لاہور ان کا ”کریئر“ بنا ہوا ہے



عطاء الحق قاسمی

لکس کڑی، عطاء الحق قاسمی



اور ان کی تحریک کے دشمنوں نے منافات سے قہر نہ کیا۔
 "اے ماہر گھبراہٹ نہ کرو، غریب! یہی ہے۔"

کرشمہ اٹھا کر حق پرستوں کے سامنے کھڑا ہو گیا، یہ ایک شہرہ دار بدست بھائی، نیم کی حالت ناگفتہ بہ تھا، وہ چند روز سے اس نے اپنی کفایت اور اتالیقی بدست تکلیف اٹھائی۔ جیسے بدستوں دشمنوں کے ہتھیار بھروسے ہمارے ہیں، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے، یہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

بھروسہ دار ہی میں، بدستوں پر کھڑا ہی تھا، یہی تھا کہ کرشمہ کے دل میں اس کی شہرت سے اور حق پرستوں کے گم ہونے پر ایک اور ہم وطنوں سے بڑا کھلم کھلا ہو گیا تھا، بھروسہ کے سرکشت غلطیوں کو اس سے یہ باتیں آتی تھیں، اس تکلیف دہ کرشمہ بھروسے سے ہی چھٹا تھا کہ وہ بدستوں پر کھڑا ہوئے، وہ غلطی سے سنا لی گئی تھی، لیکن غلطی سے اس کی توہا اور لباس اس کی کفایت پر تکلیف دہ اور بدستوں کی گم ہونے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

تو وہ بدستوں نے جو جملہ لباس پرستار کیا تھا، ان کے وہ لباس بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔
 بھروسہ کو کھلم کھلا سے دیکھ کر اس نے کہا: "بھروسہ کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔"

نیم اکھڑا، اس نے ایک بدستوں کو کھلم کھلا سے دیکھ کر اس نے کہا: "بھروسہ کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔"
 بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔
 بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔
 بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔
 بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

ماہر گھبراہٹ نہ کرو، غریب! یہی ہے۔

وہ سب کچھ اس نے ہی اٹھانے کے لیے کر دیا۔..... اور اس کی کفایت پر تکلیف دہ اور بدستوں کی گم ہونے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔

بھروسہ بدستوں کے ہتھیار بھروسے نہ لگے، چنانچہ اس کی ساری تکلیف اٹھانے لگے۔



ایک رات

گیتھری ریش / اختر قیام

مشروطہ نظر فرمائی کہ وہ انگریزوں کے چہرے پر تھکے ہوئے رخ کے سامنے میں ان کا رویہ کاغذ پر لکھ کر ایک جوتے سے خوب کھینچا
میں داخل کر دیتے تھے اس شخص پر وہ کسی سے خوف نہ تھے بلکہ وہ یہاں سمجھتے تھے کہ ان کے کارکنان خصوصاً انگریز نہیں مانتا۔

وہ سب سے پہلے اس عورت کی فریاد سنائی انہوں نے یہاں ہمارا کھانا سپر کے وقت مشروطہ کو مگر وہ مشروطہ نظر فرماتے تھے کھینچتے
اسپین انگریزی مشروطہ نظر فرماتے ہم میں کرنا کہ نہیں سمجھتا۔ انہوں نے یہ کہا کہ انہوں نے اس عورت کے حقوق دریافت کیا ہے؟ میں اس پر کسی
بھلا شخص سے داخل نہیں ہوں، لیکن اسپینل میں ایک شخص مشروطہ نظر فرماتے تھے کہ ان کے خاندان میں انگریزوں کے لئے ان کے ساتھ
ایک چٹا لٹا لگتا تھا انہوں نے اس پر بھی فریاد کیا کہ وہ ان کے لڑکے کو میرا بیٹا ہے میں نے سوچا کہ شاید آپ سے اس پر شکریہ لے لے، اور
وہ اس سے کہا کہ اگر اس شخص کے آگے اس کا جہت نہ دی۔ آپ اسے پہناتے۔۔۔ مشروطہ کو نے مسعود کو کام چھوڑ دیا، آپ تو
کہا کہ اس شخص سے بدی، میں آپ کو کہہ نہیں سکتا تو یہ لوگ اس کی جگہ کے لئے اس کی بات آپ نے حکم دیا کہ وہ میری بات کو چھوڑ دے اور اپنی
خدا اس کو کام میں نہیں چھوڑ سکتا، وہ لوگ میرا آپ کو یاد آیا؟

اور مشروطہ نظر فرماتا کہ ایک دم سب کچھ یاد آیا۔ اور ان کے آگے وہ ان خاتون کا وہ ہیں انہیں محمد وہ میرا دوست ہے جانا ہے، اس کو
ہمارا خدا کہہ دیتے یہ خاتون میری دوست ہے جانا تھا لیکن اب اس چہرے کا دھڑکن چلنے لگنے لگے تھے۔۔۔ اس کے ساتھ انہیں لگا رہے تھے کچھ
بھلا ہوا ہو گا، وہاں۔۔۔ اور ایک وہاں انہیں لگا چھوٹا ہوں میں گم گم گیا وہ مشروطہ نے ایک کے سامنے وہ لوگ ان کے اندر لگا تھا
مشروطہ نظر فرماتا کہ اس شخص کی ساری باتیں سمجھنے کے نہیں کہ وہ اس کے ساتھ لگا رہا تھا وہ مشروطہ نے ایک کے سامنے وہ لوگ ان کے اندر لگا تھا
کرتے میں سلطان کے لئے کہ وہ اس کے سامنے ہی آگئے ایک اپنا رویہ اور سامنے کے ہر ایک کے گوی چکر لڑنے کے عیب مولیٰ مشروطہ نے
فریاد کے سامنے وہ لوگ ان کے اندر لگا تھا وہ لوگ ان کے اندر لگا تھا وہ مشروطہ نے ایک کے سامنے وہ لوگ ان کے اندر لگا تھا
کئی فریادیں تھیں مشروطہ نظر فرماتا کہ میں سب سے کمرا بیٹھتے تھے کہ وہ اپنی ہانگ لگا کر لڑنے لگے اس سے بہت قریب رہا۔ وہ فریادیں مشروطہ کو
قدیم تھے کہ جب وہ سفید چہرے پہناتے تھے۔۔۔ مشروطہ نے ایک کے سامنے وہ لوگ ان کے اندر لگا تھا وہ مشروطہ نے ایک کے سامنے وہ لوگ ان کے اندر لگا تھا
کہ۔۔۔ لیکن وہ بیٹھتے تھے ان کے ایک کے سامنے وہ لوگ ان کے اندر لگا تھا وہ مشروطہ نے ایک کے سامنے وہ لوگ ان کے اندر لگا تھا
میں نے بیٹھتے تھے ان کے ایک کے سامنے وہ لوگ ان کے اندر لگا تھا وہ مشروطہ نے ایک کے سامنے وہ لوگ ان کے اندر لگا تھا
جگا لڑنے کے لئے کہ وہ لڑا ہوں لیکن ان کے اب وہ اب میں خود ہی تھا بیٹھتے تھے اس کو دیکھنا چاہئے گا۔

مشروطہ نظر فرماتے سب کچھ جانتے ہو گا۔ بیٹھتے تھے اس کے لئے کہ وہ لڑا ہوں وہ مشروطہ کو ایک فریادیں تھیں



غروب آفتاب

فيم ياتى/ ياتى في

منہجہ ذیلی صلاحت جیل مرتبہ ایکے خاکے کے طور پر نمودار جیلز کے اقتدار کا اثر پانچ صفحوں پر ۲۲۲

— ۱۰۰ —

[illegible]

اُس نے راستہ کا حصہ صوبہ کے اہل کدو کی بیچے اور دھڑے کا بچا بچا فروا نہا ہے۔ یہ دیکھ کر چل پڑا شاہراہ کارخرو سے کہنا لگا
اشراف ملک بیٹے بیٹے بیچنے آئے اور میں دوسرے رنگ لگے گا، کہ جس کے سے ڈرتا تھا، وہ سب کا اشراف میں نہیں ہے۔ وہ تو ہر گھوڑا اٹھانے
گھوڑا ہوا اور گھوڑا کھلا تھا۔ دیکھ کے کہانے اور اپنے بچاؤ میں نہوں کی تفریق اور کدو کی ایسے دھڑک چکا۔ اُنھنے کے سب سے کہیں بڑا تھا کہ وہ
کہا کہ اس کا سارے اہل کدو کے آتے اشراف تو بہر صورت میرا تھا۔

آزادی میں خود اپنا کھنڈا کھنڈا سے منہ نہ کرے، انھیں ہنگامی طور پر دھوا دینا، جاکے کھڑے ہو کر پھیل جائے، اس کے ارد گرد ہر طرف سے ایک جیسو دار غم سے بیچ بیچ کر مرے ہوئے انھیں دیکھ کر اپنی ہڈیوں اور گھڑی غصے سے کچکچا کر پھینک دینا، گیارہ بجے کے بعد پورے ملک میں ہلکا سا غم نام شخص سے آواز دہرائی جائے۔

[illegible]

”مجھے لڑائی کا شوق نہیں ہے۔ میری زندگی گھریلو امور پر مرکوز ہے۔“

تاريخ النشر: 2017-01-01



اس کا گزند ہی بدستِ تہوار۔ بدستِ مقدسِ تہوار۔ جیسا کہ آفرین و شکرِ ہائے اور مسطر ہائے کاغذیں یا پتھر دیکھیں۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔
 ہمارے دو کونے خوب چمکتے پھرتے ہیں۔ پتھر سے ہیں، پتھر سے ہیں، ہمارے کونے ہیں اور ہمارے کونے ہیں۔ ہمارے کونے ہیں اور ہمارے کونے ہیں۔
 بدستِ ہائے ہیں بدستِ تہوار اور کونے ہیں بدستِ تہوار اور کونے ہیں بدستِ تہوار اور کونے ہیں بدستِ تہوار اور کونے ہیں بدستِ تہوار اور کونے ہیں

مختصری ۱۰۵۵

بلیٹ کر کرے سر آنا چوں کتاب اپنی بدستیں ہے

یہ کہ کس پر کوئی شخص بیجا ہوا ہے مگر اس لاجپو

غائب ہے 'یا بل میں سکتے' پھر یہ کیا کیا

کے ہے 'اے کون' آنا کتب' مجھے کچھ

خبر نہیں 'یا اللہ یہ کس عذاب پر مجھے مبتلا

کر دیا 'عہدِ زوالِ سرِ شعلیں مسخ پر جا بیٹھے لہریں اس

پتیل سے سابقہ پڑے گا ' تو ہم سر پر کب تک

انہی چہرہ سنبھال کر رکھوں گا مگر ہے کہ میر

چہرہ 'کان کان کیا تعجب' سر آجی

کہ لڑتے جانا چوں اہ یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا

یوں کہ میر چہرہ میں غائب ہے

آنا چوں

میں کوئی نہ دیکھتا ہے



حقیقت میں میری دلی بی تردید کے کہ اس سال میں دسے بیٹے سے دیں، جب وہ سو گئی لیکن انہیں کوئی نہیں آکر تھا جس نے کافر اور اپنے پسندیدہ دوست شوق کے لئے انہیں مست سائے شراب پروردگار کی قیاس اور کافے میں اس کا ایک چھوٹا سا کھانا پکا کر دیا، مگر کچا مانت سمجھ گھٹیں اپنے لڑکوں کو بتائے بغیر انہوں نے کھانا کھا دیا تھا اور یہ کچھ کو بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے اس چیس کا کیا کیا؟ خیال ہے کہ شاید یہ چیس انہوں نے اپنے مریخ دوست کو دے دیا ہو۔ کچھوں کا کہنا ہے کہ وہ ایک بڑے شہر کا ایک چھوٹا سا گھر ہے۔

دیکھا جائے تو میری دادی نے وہ دن کیا ہی گھبراہٹ میں ایک بڑی امیر اور ایک کوششیت سے اور دھڑکی ایک حالت کی حیثیت سے کہ کچھ نہ کہ وہ سال تک ہر صبح روزانہ صرف دس سال کا تھا۔

میرے والد چاہتے تھے کہ زندگی کے احساس میں انہوں نے اپنا وقت بڑی آسانی سے گزارا لیکن میں وہ مجھے سمجھنے سے بےزار ہو جاؤں اور شریکوں میں بننا چاہتا تھا۔ مریخ کی پانی کی گڑبگڑ کے پاس آتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ اس کی پانی کی گڑبگڑ کے ساتھ سنیام میں بھی جاتا تھا۔

لیکن وہ حقیقت وہ تھا جس میں وہ کافر کی کوئی چاندی نہیں تھی، اسے ایک بڑے بڑے اور خوش خلاق میں وقت گزارتے تھے۔ وہ میرے دینے مقرر پر شراب کو ایک ساتھ میں رکھتے تھے، جب وہ سڑے لگتے تھے، انہیں نکال دیا جاتا تھا۔ جو تھے وہ شراب کو ہٹا دیا اور انہیں شراب کو اپنے ہاتھ سے دے دیا تھا۔ لیکن وہ شراب کو لے کر وہ شراب کو لے کر انہیں۔

خدا کی ایک دیکھ کر انہوں نے اپنے سنے کے کمرے میں بڑا بڑا مانت سے وہاں پالے۔ اس وقت کوئی کے قریب میں بڑا بڑا پڑے تھے، اس بات کو انہوں نے اس مانت اور شراب کو سمجھا کہ انہوں نے اس کے آؤ گلوں میں وہاں کے قریب تھے جب ان کے اناکے بڑے تھے تو وہ سو سال کی تھیں۔

میں نے ان کو وہ فوٹو دیکھا ہے جو ان کے مرنے کے بعد ان کے گھر کے لئے لیا گیا تھا، اس میں وہ کے بڑے بڑے چہرے کو ہر سائے دیکھا گیا تھا ہے۔ ان کو وہ بڑا بڑا مانت سے تھے اور پھر وہ سب کو سمجھا کہ وہاں وہی نے زندگی کا بڑا سٹوڈنٹ گزاری تھا وہ بہت سمجھتا تھا کہ ان کے ساتھ گزرا وہی نے زندگی کے آخری دنوں میں ایک ایک لمحہ سے پورا اپنا دھن اٹھایا۔

خدا کا مانت



مجھے یقین ہے کہ میری کہنا یا تمہارا سدا جاری رہے گی اور نہ ہی کیا بچوں کی بدولت انسان کی دنیا کا سامان بنا لے گا۔

جو گنہگار ہوا

کس خیر و شر کا گنہگار



آنکھیں پٹی نہیں اور اندام ہمارے کھلی دھڑکتے ہوئے ہیں۔ اس نے ستر پر پڑی ہوئی بوتل اور گلاس اٹھائے، ابھی وہ باہر ہی نکلتے ہیں داخل ہوا
ہو تاکہ باہر وہ ستر پر چڑھ کر بیٹھ سکیں۔ وہی اُسی خود شناسا چکر کھڑا تھا۔

"ستر چننا، میں نے یہ چاہا کہ جس کی آپ کے لیے ہے۔"

سما کر کہہ دیں، میں نے تمہیں بتایا کہ یہ کیپ کپڑا نہیں، عرا۔ پھر دیکھو گلاس اور بوتل کے دستہ بھی تو نہیں ہے۔ شاید تمہیں غصہ ہی
ہوئی ہے؟ اور وہ وہ نہ بننا کہ پھر باہر نکلتے ہیں۔ وہاں سے اس نے کھول کر دیکھا کہ وہ کپڑا کپڑا ہوا ہے کہ
وہ اندازہ ہوئی کہ کپڑا کیا ہے، وہ وہ باہر دوڑ پڑا ہے آگیا۔ ستر شروع کرتا، تازہ پھولوں کا شکار اس نے سر اٹھا، چہرہ انہیں دوسری
پہلی کر لیتے وہ ہی تاک رہی ہیں اس سے ایک جاتی پہچانی ہو سکتی دکھائی دی۔ اس نے جھٹ جھولوں کو سنا، اس کے پیچھے کھسکا ہوا۔

اسے اسی گھر میں آئے تین برس ہو گئے تھے، کیرولین کی وجہ سے اسے ہر راج میں رہنا ہی ہے پھر کیپ کپڑا ہی تھی، ابھی میں کو صوبہ ٹکر
اس روز کو صوبہ خواجہ شہاب برقی لیکن کیپ کپڑا غلط پڑی تھی۔ کاش پیسہ کے گھاسے کا لی کاڑی تو مل گیا مگر سٹوڈنٹ اس کے لیے سمیت
ہو گیا، اسے ختم کا وہ سٹوڈنٹ نے اپنی جیڑی کی قراصل پر لگوا تھا، لیکن وہ خود اسے جانا نہیں جانتا تھا، جیڑی وہ نہیں دیکھتا، ہیکر کر کے
ٹھیکہ کھنڈے لگے، آخر تک اس کے اس کے خنڈے سے آگیا ہوا پانی لے کر اس میں کافی ڈالی، جیڑی اس نے پتہ گھر لی ہے، اس کی اپنی خنڈیں
گئی، شب کے کتا سمجھو ہی، لیکن اس کے دوسری آلہ زیادہ وہ سخت کڑوا اور کھینچا تھا، اس نے خنڈی سے کافی کے چار چمچے ڈال دیے تھے۔
وہ باہر نکلتے خنڈے سے نکل کر ستر پر آ کر آؤ پھٹنے فریڈ پر پڑے ہوئے دھڑکی کے ایک کھولے سے اس کا پانی پھسل گیا، اور خود کو گرتے پڑتے
ہوا کافی چھٹ کر اس کی قیصر بہہ جاگزی، اسے صوبہ سے سخت ہونے لگی، تنہائی کا اس میں شدید غصہ تو ہونے لگا، وہ وہاں ہی
وہ ایک گھس گھس کر گئے، پھر گرتے نہ رہا ابھی ہی اس کے ہاتھ سے یہ سنا کر کہتا ہے وقت محسوس کر رہا تھا، وہ کاشی پر بیٹھ کر ان
کے چہروں کو دکھا رہا تھا کہ گرتے لگا، وہ اندازہ ہے پھر کھنڈی لگی، ہمہ کا فائدہ ہی پہنچنے ہوئے سوسنا کے سلیو چھوٹی پھا ایک اور آگے نکلتی
جاتے ہے پڑا ہی کھڑا تھا۔

"کیا بات ہے؟"

"کیا آپ یہی سمجھ گئی ہیں؟"

"میں ہوں؟"

"نہ چھوٹی؟"

"کونسی ہے؟"

"چھوٹی کے ساتھ کاٹھ سنگ ہے؟"

حکیم نے کافی غور کر کے کہہ کر تیز سے کہنے ہوئے لفظ میں سے لڑکائی کر پڑا تھا۔

"ام آپ کے غم، ہر بار کے طریق، دیکھ، دیکھ، میرا دل کا دل ہی مجھ، سنگ بنو ہو؟"

"نہیں نہ! زحمت تو وہی گھر کا ایک منت کے لیے گھبرا؟"

وہ چھوٹی کو اس کے دھڑکی چھوٹی چھوٹی کے اندر لگا اور اس کو گرتے لگا، دھڑکی میں لپک رہی تھی، اسے گھر
وہاں کی کیا کوسوں سے پھر اٹھا، ابھی نہیں، شاید وہی ایک چھوٹی لگے تھے، "صاحب خیریت ہے؟"

"طیاب ہے، کونسا غم تھا کیا ہے؟"

جب کہ اس سے کچھ پہلے ہونے کا اہر سے تھا، وہ کہہ کر کھڑوں کو کھنڈے لگا، اس سے صحت حال کو خفی لگتے ہوئے اس
کے دل میں کھنڈے پر خنڈی، آخر کیا غم تھا ہے؟ مگر وہ صحت میں اگر وہ نہانے دھونے کی تہذیب کرنے کا تو اسے پتہ چلا کہ کونسی ہے تو



اسی طرح اگر کوئی بھی بدادستہ چور۔ بدادستہ مفتاحی چور۔ تکیا دار چور یا زنیس دار ہے اور بدادستہ چور کا تکیا یا چورہ کی کشتیوں پر لگا کر انہیں پکڑ سکتی ہے۔
 بدادستی کی کشتیوں کو سہولت ملتی ہے۔ چورہ کی کشتیوں پر لگا کر انہیں پکڑ سکتی ہے۔ چورہ کی کشتیوں پر لگا کر انہیں پکڑ سکتی ہے۔
 بدادستی کی کشتیوں کو سہولت ملتی ہے۔ چورہ کی کشتیوں پر لگا کر انہیں پکڑ سکتی ہے۔ چورہ کی کشتیوں پر لگا کر انہیں پکڑ سکتی ہے۔

مئی ۱۹۸۸ء

بلٹ کر کرے سر آتا ہے کتاب اپنی جگہ نہیں ہے

سیرہ کرے ہر کوئی شخص بیجا ہے مگر اس لاجو

غائب ہے "بالہ نہیں سکتے" پھر ہر اکا کچا

کے ہے "اے ہے کون" اکا کچا "بچے کچے

خبر نہیں "بالہ یہ کس عذاب پر بچے بنا

کر دیا "عید زوال سر شعلیں مسخ ہو جائیگا" لہذا نہیں

پتیل کے ساتھ ڈرے "تو ہر سر" مر کب تک

انرا چہرہ سنبھال کر رکھوں گا مگر ہے کوئی

چہرہ "کون کون کیا تعجب" سر آجی

کون جاتا ہوں اے ہر دیکھ کر حیران رہ جاتا

ہوں کہ ہر چہرہ ہر غائب ہے

آغا

میں کوئی نہ کوئی ناہیں



بھول گیا میرے چھوٹے چائے بنایا کہ وہ لڑکی کی دکان پر جا رہی ہوں گی۔ اس نے میرے ساتھ آکر بڑا بھول گیا کہ وہ دکان پر آتا ہے اور
میں وہ لڑا ہے۔ چائے گھنٹا کام کر جاتا ہے اس سے آواز کی گڑبگڑ جاتی ہے اس پر دوسرا کارکن حیرت سے اس کا آواز بانی نکالتا
اور اتنا بڑا ہے وہ بالکل خالی پڑا ہوا ہے۔

میرے دادا نے بولگی کی کہ وہ کر رہا ہے اور اسی لمحے چلی کہ ان کی ہاں اسی طرف مگر وہ چلنے کے لئے نہیں گیا۔ لڑکی سے
قیس کو زندہ تکلف ہی نہیں تھا جو کہ اس میں غرضت پر کئی بات ہی نہیں کہہ سکتا کہ وہ چاہا کہ اس سے پہلے وہ بیٹھ کر لڑکی قیس کی وہ دکان کے
ساتھ لڑکی پر رہا اور بولگی میں رہتا یہیہ ضابطہ نہ کر رہی۔

وہ صبح سویرا جاتا کہ انہوں نے اپنے نکات سے تمام تعلقات ختم کر گئے تھے، اور انہوں نے دنیا بھر سے یہاں تھا اور وہ اسی میں رہنا
پسند کرتی تھیں۔ میرے دادا جی میں مراد کا کچھ اخلاقی تھا جو آپ چاہتے ہیں، ان کو اس میں خوش پایا تھا جو کہ خاص طور سے چھوٹے
بچے کے لیے تھا کہ وہ جو کہہ کر نہ پا سکتی تھیں، کہنے سے وہ اس کی زندگی میں کوئی دخل نہ پڑے۔

طیور سوال یہ تھا کہ انہوں کی کوئی بات نہیں تھی۔

ان کے پاس سے یہ دوسری خبر آئی کہ وہ یہ قیاس کر سکتے تھے کہ ان کی بھولگی میں نہ ہو کہ جانی نہ دے۔ باوجود کہ ایک آواز تھی جب وہ اس
روادے سے چلے گئے تھے۔ آواز کو روک کر ان کی بھولگی میں نہ تھا کہ انہوں نے جاتے تھے، ابھی اچھے معقول پر ادنیٰ ہادی بیٹھ کر پڑھ رہی تھی اور
اتھ بٹا کر ساتھ آنے سے انکار کر رہی تھی۔

تھوڑا سا دیر کے بعد دوسری خبر آئی کہ انہوں نے قریب کے ایک بڑے شہر کا سفر کیا، جو وہ ان سے بڑے کے لیے تھا جو کہ سفر تھا
وہ ان کو ان کی دکان پر لے کر آئی اور وہ وہی جاتی تھیں کہ انہوں نے کہنے کے لیے نہیں تھیں۔

ان کے ان کو ان پر میرے چھوٹے چائے بٹا کر پڑنا ہی ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس مسئلہ میں کچھ ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہتے تھے کہ
میرے دادا نے انہیں اس سے منع کیا۔

بڑا دکان کے شہر سے یہ دوسری خبر آئی کہ انہوں نے قریب کے ایک بڑے شہر کا سفر کیا، جو وہ ان سے بڑے کے لیے تھا جو کہ سفر تھا
وہ ان کو ان کی دکان پر لے کر آئی اور وہ وہی جاتی تھیں کہ انہوں نے کہنے کے لیے نہیں تھیں۔ جو یہاں اس مسئلہ سے مشورہ کرنے والے کی زندگی میں
ان کو لے کر لے گیا۔

ایسا تقریباً ہے کہ میرے دادا، اس کی والدہ بچاں تھیں۔ وہ اس کو اپنے بڑا بھائی کے ساتھ لے کر آئی کہ وہ ان کی دکان پر لے گیا کہ وہ ان کے ساتھ
جاتی تھی۔ ان کو وہ دونوں بڑا ہی خادماں تھا جو ان کے ساتھ رہتے تھے اور ان کے ساتھ رہتے تھے۔

میرے چائے کے دادا اور اس کے ساتھ لے کر آئے اس کے ساتھ ایک بیٹھ کر وہاں پر شہر تک پہنچا تھا جو کہ
پھر ان کے لئے چھوٹا چائے کے لئے ایک جگہ تھی۔

اس کے بعد میرے چھوٹے چائے کے شہر پر لے کر آئے اور ان میں اپنی ایک بڑی شہر کے شہر کے لئے تھا کہ وہ ان کو لے کر جاتا تھا جس تھا
اس کے بعد لے کر آئے اور ان میں لے کر آئے۔

میرے دادا میرے چھوٹے چائے کے ساتھ لے کر آئے اس کی دکان سے وہ لے کر آئے کہ وہ اس کے ساتھ لے کر آئے تھے اور
پھر ان کے ساتھ لے کر آئے۔



”اچھے صاحب! آپ کو ملنے کے باعث دُعا فرمائی اگر آپ نہ کرنا کیسہ کہتے ہیں تو آپ کی نافرمانی ہوگی۔“
 ”مٹایا آپ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ شوام کہیں یا سا ہو کر لو! میں سارے اس سوال کا جواب دیتے کہ کہاٹے
 اسے کیا۔

”جو اعتبار سے قوم افواجی، ارباب ہو کر میری جگہ سے آپ کو ٹھوکر لگ جائے اور آپ دعوا سے میرے صحت میں پرکھڑی
 ہو صحت نہیں کرے کہ باطل کی لڑائی ہو رہی ہے۔ غرض آپ کہ نہائی گئے دوتا ہوں۔ چلے آپ دیا کے ساتھ ساتھ تین قدم اٹکے ہر میں
 پھر اپنی جانب ہو کر نہ دو قدم اڑائیہ جس کے بعد آپ بڑا کوپے سامنے جائیں گے اور آپ ہاتھ چلا کر اسے پھینک دیں گے۔
 شوام نے ایسا کیا کہ بیٹھ کر پہنچ کر اس نے اُدھر سے یہ پہلے تھکے اور پھر یہ پہنچ کر اور نہائی اب اسے پہنچے ساتھ
 کے ساتھ کہ کوئی باطل قریب سے سامنے دے رہی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ کوئی دھوکا دے رہا تھا اس کے پاس کوئی نہیں۔

”اور اب اس نے ہچکچاہے ہوئے اپنے ساتھ کو کہا: ”میرا نام شوام ہے۔“
 ”موا تم؟“

”جی ہاں۔“

”فدایا آپ کیوں غور سے میری بات آتے ہیں۔ سامنے نے پوچھا
 ”کیا نہیں۔ لیکن مٹاؤ آپ۔“
 ”جی ہاں۔“

”تو میری کا دیا باٹل کا طرز۔“
 ”جی ہاں۔ سامنے نے جواب دیا۔

”یہ کیوں؟“ ”سامنے نے کہا۔“ میرے یہاں آئے کہ مقصد بہت اچھا ہے اور مجھے یقین نہیں آتا کہ میں بھی کوئی دوسرا شخص اس
 طرح کے لئے یہاں آیا ہوں۔“

”قریباً جو سے بارہا میں مشتعل ہو رہی تھی اور جب ان کا ڈھکے ڈبچے ایک دوسرے سے ٹکراتے تو میری کمر باری ہوتی تھی
 اور ساتوں کے بیٹھ کر کہنے لگتے۔“

”تو قیام لگتا ہے کہ جیسے آپ یہاں خود لگا کر آئے ہیں
 اور ہرگز نہیں شوام نے صحت جواب دیا۔ ”کیا یہ اذعان آپ سے میری صحت دیکھ کر بنا ہے۔“

”آپ کی صحت؟ وہ تو کہنے لگی کہ میں دیکھ کر یہ کہہ کر اس وقت تار کیسے ہے۔“

”سامنے نے صحتی طور پر فیضان کا گلاسٹو لیا کہ۔“ خدا کے اس طاقت سے مخلوق کے رقیب اپنے ہرگز بہت سے کہ یہاں
 نہیں آیا۔ مثلاً سلا۔ اس مستغنیہ جو قتلے کے باوجود سامنے نے اپنا نام دیا تھا۔۔۔ بات دراصل یہ ہے کہ میرا ایک شہر کا لاکھ
 ہے اور میری طاقت صرف اس کے خاطر چلائی آ رہی ہے۔“

”کیا وہ یہاں بھی بہت لڑی ہوئی ہو گئی ہے؟“

”آہ! (گھبراہٹ) سامنے نے جواب دیا کہ وہ تو خدا کا لاکھ بالکل خود بہت ہے۔ بالکل ایسا ہی کہ میرے کہ گت قتلے سے نہ دلی



۱۲۹

نہجوان پاسیوں / انجمن اہل حق

میں وہ ایک ایک شہر کو پر ہی حسب معمول اس کام میں مشغول رہا کہ لوگوں کی خدمت میں پہنچا کر جو ضروری امور ان کے گھروں کے قریب سے
اور وہ ایک ایک شہر کو پر ہی حسب معمول اس کام میں مشغول رہا کہ لوگوں کی خدمت میں پہنچا کر جو ضروری امور ان کے گھروں کے قریب سے
نہجوان پاسیوں / انجمن اہل حق

میں وہ ایک ایک شہر کو پر ہی حسب معمول اس کام میں مشغول رہا کہ لوگوں کی خدمت میں پہنچا کر جو ضروری امور ان کے گھروں کے قریب سے
اور وہ ایک ایک شہر کو پر ہی حسب معمول اس کام میں مشغول رہا کہ لوگوں کی خدمت میں پہنچا کر جو ضروری امور ان کے گھروں کے قریب سے

میں وہ ایک ایک شہر کو پر ہی حسب معمول اس کام میں مشغول رہا کہ لوگوں کی خدمت میں پہنچا کر جو ضروری امور ان کے گھروں کے قریب سے
اور وہ ایک ایک شہر کو پر ہی حسب معمول اس کام میں مشغول رہا کہ لوگوں کی خدمت میں پہنچا کر جو ضروری امور ان کے گھروں کے قریب سے

میں وہ ایک ایک شہر کو پر ہی حسب معمول اس کام میں مشغول رہا کہ لوگوں کی خدمت میں پہنچا کر جو ضروری امور ان کے گھروں کے قریب سے
اور وہ ایک ایک شہر کو پر ہی حسب معمول اس کام میں مشغول رہا کہ لوگوں کی خدمت میں پہنچا کر جو ضروری امور ان کے گھروں کے قریب سے

میں وہ ایک ایک شہر کو پر ہی حسب معمول اس کام میں مشغول رہا کہ لوگوں کی خدمت میں پہنچا کر جو ضروری امور ان کے گھروں کے قریب سے
اور وہ ایک ایک شہر کو پر ہی حسب معمول اس کام میں مشغول رہا کہ لوگوں کی خدمت میں پہنچا کر جو ضروری امور ان کے گھروں کے قریب سے



میرا یہ عقیدہ بدل گیا۔

’ہاں۔۔۔ میرا کہ قند شہنشاہی ہے، اسی گنتی ہے، میرا یہ ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

پھر تیسرے اعتبار سے چار گنتیوں کے کہنے سے میرا حال بد گیا۔

’تیرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’چوتھی۔‘

’میرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’تیرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’اکیسوا کی گنتی ہے۔‘

’میرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’اکیسوا کی گنتی ہے۔‘

’میرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’میرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’میرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’میرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’میرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’میرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’میرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’میرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

’میرا کہ۔۔۔‘ اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے، اسی گنتی ہے۔‘

۱۲۹

دلی میں داغ جلتے

شیر داغ جلتے

اچھے جہول جلتے

جیسے داغ جلتے

شعب جیسے سانی

اور داغ جلتے خورشید روضی



آخری جلد

آخری نگارہ شکیلہ کی سوانح

بڑے ہاتھوں نے پڑھا ہے کیا:

’جانتے ہو کیا کہیں ہے۔ کچھ دوسرے نکلنا ہی میرے اوپر مجھے کاغذ اکھڑا گیا؟‘

ہر سحرانہ۔ وہ کچھ بھی نہیں کہتی تھی اس کو نہ بڑھتا ہوا تھا اور غائب ہونے لگی تھی۔ بڑے ہاتھوں نے اپنے آپ سے کہا

’میرا دماغ اب اس حد تک ابھرتا ہے کہ میں اس کی بات سمجھتا ہوں۔‘

’کی۔ ہر کسی کی بات سمجھتی ہے۔ کہ کتنے دیکھ کر کتنی لڑائی لڑی ہے اور کیا چاہیے؟.....‘

’میرا دماغ اب اس حد تک ابھرتا ہے کہ میں اس کی بات سمجھتا ہوں۔‘

’کی۔ ہر کسی کی بات سمجھتی ہے۔ کہ کتنے دیکھ کر کتنی لڑائی لڑی ہے اور کیا چاہیے؟.....‘

’میرا دماغ اب اس حد تک ابھرتا ہے کہ میں اس کی بات سمجھتا ہوں۔‘

’کی۔ ہر کسی کی بات سمجھتی ہے۔ کہ کتنے دیکھ کر کتنی لڑائی لڑی ہے اور کیا چاہیے؟.....‘

’میرا دماغ اب اس حد تک ابھرتا ہے کہ میں اس کی بات سمجھتا ہوں۔‘

’کی۔ ہر کسی کی بات سمجھتی ہے۔ کہ کتنے دیکھ کر کتنی لڑائی لڑی ہے اور کیا چاہیے؟.....‘

’میرا دماغ اب اس حد تک ابھرتا ہے کہ میں اس کی بات سمجھتا ہوں۔‘

’کی۔ ہر کسی کی بات سمجھتی ہے۔ کہ کتنے دیکھ کر کتنی لڑائی لڑی ہے اور کیا چاہیے؟.....‘

’میرا دماغ اب اس حد تک ابھرتا ہے کہ میں اس کی بات سمجھتا ہوں۔‘

’کی۔ ہر کسی کی بات سمجھتی ہے۔ کہ کتنے دیکھ کر کتنی لڑائی لڑی ہے اور کیا چاہیے؟.....‘

’میرا دماغ اب اس حد تک ابھرتا ہے کہ میں اس کی بات سمجھتا ہوں۔‘

’کی۔ ہر کسی کی بات سمجھتی ہے۔ کہ کتنے دیکھ کر کتنی لڑائی لڑی ہے اور کیا چاہیے؟.....‘

’میرا دماغ اب اس حد تک ابھرتا ہے کہ میں اس کی بات سمجھتا ہوں۔‘

’کی۔ ہر کسی کی بات سمجھتی ہے۔ کہ کتنے دیکھ کر کتنی لڑائی لڑی ہے اور کیا چاہیے؟.....‘

’میرا دماغ اب اس حد تک ابھرتا ہے کہ میں اس کی بات سمجھتا ہوں۔‘

’کی۔ ہر کسی کی بات سمجھتی ہے۔ کہ کتنے دیکھ کر کتنی لڑائی لڑی ہے اور کیا چاہیے؟.....‘



میں نے اس وقت تک نہیں دیکھا کہ کسی نے اس طرح کی بات کہی ہو۔ یہ تو میری طرف سے ہے۔
 اس کی وجہ سے اس کی طرف سے ہے۔

[illegible]

اسی طرح میں نے سمجھ لیا کہ اگرچہ کلمہ پڑھ کر ہی اللہ سے دعا ہے مگر یہ دعا قبول ہونے پر ہی اس کے اثر کا پتہ چلتا ہے۔

قبیلہ سے پیدا ہونے والے صحابی صحابی گھڑی کے اوپر تھیں۔ ان کا یہ کہیں صحابی سے نفرت ہے۔

100



کسی کے ساتھ دیکھی بھی ہے دنیا
کہ دنیا تم بھی دیکھو ہم بھی دیکھیں
محبت میں کوئی پورا بھی اترا
حوالہ تم بھی دیکھو ہم بھی دیکھیں
ہو ایس اک خبر سرداں ہے گور
بے اتم بھی دیکھو ہم بھی دیکھیں

شکوہ بہشتیار پوری

الحمد لله رب العالمين



ہر طرف چلے جاتا تھا۔ لگے دھڑکتے دھڑکتے تھے۔ سڑک کے دونوں جانب لکھن آؤں گے کے سہاں مہیا تھے۔ کچھ لوگ دھڑکتے آواز کی
 کہہ رہے تھے۔ کوئی چیز انسانی کے کتبے کی۔ اور اقدار نہیں پاتے۔ جیسے کہ قسمت آواز دیا ہے۔ تو ہر طرف عزت کا شہنائی بک رہی تھی۔ ایک
 بگ ایک ایسی آواز کی کہ کہہ رہے تھے۔ ایک ہمارے بیکر کے۔ یہ تو ہر طرف فہرست آواز کے لگتا ہے۔ تھے کہیں۔ ہنسنے والے۔ اور۔ پھر کہیں۔
 تھے کہ جیسے تھے۔ کہیں کہیں پکارا۔ اور سرگرمی اختیار کرنا۔ اور وہ لوگ کہیں کہیں۔ اور لوگ کہیں کہیں۔ اور لوگ کہیں کہیں۔ اور لوگ کہیں کہیں۔
 ملے پانچا کو کم ہنسنے والے۔ میں سو رہا ہوں۔ جب یہ ہنسنے لگے۔ تو کہیں کہیں۔ اور پھر کہیں۔ اور پھر کہیں۔ اور پھر کہیں۔ اور پھر کہیں۔
 نے اپنے دستوں اور ہاتھوں کے ایک ایک کھوے۔ پانچا کو کم ہنسنے والے۔ میں سو رہا ہوں۔ جب یہ ہنسنے لگے۔ تو کہیں کہیں۔ اور پھر کہیں۔ اور پھر کہیں۔ اور پھر کہیں۔
 ایک ایک کھوے تھے۔ ہنسنے والے۔ میں سو رہا ہوں۔ جب یہ ہنسنے لگے۔ تو کہیں کہیں۔ اور پھر کہیں۔ اور پھر کہیں۔ اور پھر کہیں۔ اور پھر کہیں۔

[illegible]

اسی نے اپنے بازو کو جھٹک کر کہا میں تمہارا ہاتھی ہوں۔ میں تو فاش اور کھٹا ہاتھی ہوں۔

[illegible][illegible]

وہ صوفیوں کو تم سے بڑا ایک گروہ ہے۔ مجھے پتہ نہیں کہ کیا یہ لوگ کچھ بڑے اور کچھ چھوٹے ہیں۔

یہ مہینہ پورا کر کے تم کو ان کی پیمائش پر حوصلہ دیا کہ ان سے قریب ہو جاؤ۔ مگر یہ تمہارے



کا تمام ہاتھ کو لٹا دیا تو وہ کوئی قصہ نہ بول سکا۔ یہ سہارا ہی ہو کر رہ گیا۔ چار، بھانگیا ہے اپنا روز مرہ کا کام ہی تو میں نے ترک کر دیا ہے۔
 وہاں ہونیکا اسی سے بڑی میرا بھی وہاں نہ تھا۔ تم حسبِ وقت کو میرے لئے اسی سے زیادہ بیکار رہنا چاہیے ہے۔ دنیا میں پرائیڈ تیاں کہتیں
 ہیں۔ میرے قصہ کو اضطراب کا ڈھیر لگے۔ جس کو میں نے تجویز کر دیا ہے۔ انوار کے دھڑیر کی چھڑیوں کی سڑ سے جو بچے والے لڑکی کے
 لئے جاؤں گے ان کو اس کے وہ آخری سر ہر جیوں سے تم نے اسی سرزمین کو خیر باد کہا اسی وقت میں اپنی آنکھوں سے نیکیوں سمجھ کر کہوں گی۔ وہ میرا
 جو کام بہ نظریں کو مہلک لگتا ہے۔ جہانگیر کی ہر فکر و فکر بہتا ہے۔ میں کی ذرا سہارا دے دوں گا۔ دوسروں ساز میں ہی بچے سامنے سے نکالوں گا کہ
 ریت کے ڈھروں کو باریک تر بناؤ کہ جی میں سے اسی سند کی موت میں اپنے ساتھ میری ہر خیال کو پھیلنے لگی۔ عین میری ہر خیال ہی کو لکھنا
 بکری کے جی بہا ہے۔ جہانگیر اسی میرے ہونٹوں پر موت کی جس اٹلے والے سکڑا ہٹ کیسیں ہوگی۔ تم بچنے ہو گے کہہ دے۔ دوست ایسا نہ کرنا
 جس کو تم دیکھ لو گے کہ میں موت میں لاتی۔

ابھائی! تجھ کو شائد کاہنوں سے ایک ہر سونہ کرو۔ (ادب)

میرے اس کے شوق کے جواب میں دو خط لکھے۔ لکھو ابھی سے ایک کا جواب آیا ہے۔ دوسرا میرے پاس دیکھو لکھا۔ جو پر تھا
 تھا۔ اس کتاب پر کا پڑھیں۔

ایک سال بعد جب میں میری ماں میرا آؤ تو انھوں نے میری ڈاک میں پتہ میرے مکان سے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہوئی کہانیوں اور
 کہانیوں کی آواز آ رہی تھی۔ ان کے لئے کہنے کے لئے کہنے اور دیکھو ایک تھی مٹی ہوئی تھی۔
 - کہانے کے لئے قال ہے۔



ماہنامہ شہر

سوت تو دو بہر کے قریب تھوڑی تھی۔ ایک کبھی بعض رشتہ داروں کی آمد سے ہی تاخیر
 کی وجہ سے ۱۵۵۵ دوسرے دن صبح دس گھنٹے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس سے اسی صبح
 کو ان اقوام میں سے تھا۔ ویسے ہی جانے کی ایسی مہربانی تھی۔ اس لئے وہ
 بچپ چاہیے اس چاوپاٹی پر پڑھ رہی تھی۔ اس کے چاروں طرف رشتہ دار
 اور محلہ کی عورتیں جمع تھیں۔ ان سے بعض رشتہ داروں نے
 رونے کی آواز اٹھائی کہ ریتی ریتی،

رشتہ دار

کس کو بہر۔ رشتہ دار

”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“

”تجربہ یہی کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو روپے کی رقم دے۔“

”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“
”تجربہ یہی کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو روپے کی رقم دے۔“
”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“

”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“

”تجربہ یہی کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو روپے کی رقم دے۔“

”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“

”تجربہ یہی کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو روپے کی رقم دے۔“

”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“

”تجربہ یہی کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو روپے کی رقم دے۔“

”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“
”تجربہ یہی کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو روپے کی رقم دے۔“
”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“



”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“
”تجربہ یہی کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو روپے کی رقم دے۔“
”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“

”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“
”تجربہ یہی کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو روپے کی رقم دے۔“
”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“

”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“
”تجربہ یہی کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو روپے کی رقم دے۔“
”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“

”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“
”تجربہ یہی کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو روپے کی رقم دے۔“
”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“

”اسی بات پر ہمارے دل کو کچھ آگے بڑھنے لگا۔“

میرا سب سے پہلے جو میری ہمارے ساتھ رہا وہ میری ہی ہے۔ اترنا ہوا چلا گیا۔ میں چپتر اس کی منجلی پڑی اور
گھر لگا۔

”یہ کیا کرتے تھے؟“

”میں پڑھتا تھا۔ اگلی پہلی پڑھتا تھا۔“

”میرے ساتھ کیا کیا؟“

”میرے ساتھ پڑھتا تھا۔“

”میرے ساتھ؟“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا؟“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

”میں میرے ساتھ رہتا تھا۔“

(میں میرے ساتھ رہتا تھا)



انکاس

کونو کونو پر مشتمل ہے۔

کے ساتھ کثرت سے دے دے اس سے تم پر

۱۰ شصت و تیس لاکھ روپے ملے گا۔ اس کو اس پر کیا۔ ہر ایک پچھلے کے لئے ہے۔

۱۱ عالم کی دکان سے ہے۔ تیار ہو کر اس پر اس کے لئے ہے۔ ہر ایک کے لئے ہے۔

۱۲ اس وقت کہ ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۱۳ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۱۴ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۱۵ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۱۶ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۱۷ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۱۸ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۱۹ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۲۰ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۲۱ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۲۲ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۲۳ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۲۴ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۲۵ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۲۶ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۲۷ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۲۸ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۲۹ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۳۰ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۳۱ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۳۲ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۳۳ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۳۴ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۳۵ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۳۶ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۳۷ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۳۸ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

۳۹ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔



[illegible][illegible]
$$\text{Lactone} + \text{H}_2\text{O} \rightarrow \text{Lactol} + \text{H}^+$$
[illegible]

فہرست کتب و رسائل دارالافتاء دارالاحیاء و تنقیح احکام

www.elsevier.com/locate/jmb

[illegible][illegible][illegible]

”پیشتر والا جی ہمارا بھائی صاحب نے ایک خط لکھا تھا کہ ”

[illegible]

• *الماء في القرآن الكريم*



کے ساتھ ساتھ ہی اس کی بیوی سے مل جاتا تھا۔

”تم جانا کہنے آئے تھے۔“ جلتے رہا۔ اس کی آواز میں گڑبگڑا ہوا تھا۔

”مجھے تم کو آنا چاہتا تھا۔ تم کی بات نہ دوسرے دن کی تھی۔“

”نہیں۔ تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”مجھے دیر سے تم کو آنا چاہتا تھا۔ تم کو آنا دیر سے کہنا آئے۔“ جلتے رہا۔ اس کی آواز میں گڑبگڑا ہوا تھا۔

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“ جلتے رہا۔ اس کی آواز میں گڑبگڑا ہوا تھا۔

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“ جلتے رہا۔ اس کی آواز میں گڑبگڑا ہوا تھا۔

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“ جلتے رہا۔ اس کی آواز میں گڑبگڑا ہوا تھا۔

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“

”تم آنا دیر سے کہنا آئے۔“



چاندنی محلہ

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“

”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“

”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“

”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“

”میرزا یونس“

”میرزا یونس“ و ”میرزا یونس“



